بکشنبز

اسلامی تہذیب وثقافت

فہرست

مقدمہ
تمہید

پہلا باب:
کلی مباحث
1 _ علمی بنیاد اور تاریخی سرچشمے
تعریفیں
تہذیب کا ثقافت سے ربط
تہذیبوں کی پیدائشے اور ترقی میں مؤثر اسباب
تہذیبوں کے انحطاط اور زوال کے اسباب
اخلاق، ثقافت، تہذیب اور قانون
2 _ عصر دعوت سے فتوحات کے زمانہ تك اسلامی اور ثقافتی تاریخ کا خلاصہ

دوسرا باب:
اسلامی تمدن کی تشکیل کا پس منظر
1 _ اسلام میں علم و دانش کا مقام
اسلامی تہذیب و تمدن میں تاریخ کتابت پر ایك نظر
2 _ علوم کا منتقل ہونا اور اہل علم و دانش کی دنیائے اسلام میں شمولیت
3 _ ترجمے کی تحریك
4 _ اسلامی تمدن میں علمی مراکز

تیسرا باب:
اسلامی تمدن میں علوم کی پیش رفت
علوم کی درجہ بندی
الف) غیر اسلامی علوم
1 _ ریاضیات
2 _ نجوم
3 _ فزکس اور میکانیات
4 _ طب
5 _ کیمیا
6 _ فلسفہ
7 _ منطق
8 _ تاریخ اور تاریخ نگاری
9 _ جغرافیا
10 _ ادب
الف) عربی ادب
ب) فارسی ادب
ج) ترکی ادب
ب) اسلامی علوم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ قرا ت
2_ تفسیر
3_ حدیث
4_ فقہ
5_ اصول
6_ کلام
7_ تصوف، عرفان و فتوت

چوتھا باب:
اسلامی تہذیب میں انتظامی اور اجتماعی ادارے
1_ دیوان
دیوان خراج یا استیفاء
دیوان برید (ڈاک اور خبر رسانی کا نظام)
دیوان انشاء
دیوان جیش
دیوان بیت المال
دیوان اقطاع
دیوان عرض
دیوان مظالم
2_ خراج
3_ حسبہ

پانچواں باب:
اسلامی تہذیب و تمدن مینفن و ہنر
1_ فن معماری ، مصوري، خطاطی اور ظروف سازی کی صنعتیں
2_ علم موسیقی

چھٹا باب :
اسلامی تہذیب کے مغربی تہذیب پر اثرات
1_ عقلی علوم، اسلامی فلسفہ اور الہی علوم کے مغربی تہذیب پر اثرات
2_ اسلامی طب کے مغربی تہذیب پر اثرات
3_ اسلامی ریاضیات کے مغربی تہذیب پر اثرات
4_ اسلامی علم فلکیات کے مغربی تہذیب پر اثرات
5_ اسلامی جغرافیہ کے مغربی تہذیب پر اثرات
6_ اسلامی ہنر و فن کا یورپ میں نفوذ
اقوام اسلامی کے فن مصوری کے مغربی فن مصوری پر اثرات
اسلامی موسیقی کے مغربی موسیقی پر اثرات
اسلامی معماری کے یورپی معماری پر اثرات اور نقوش

ساتواں باب:
اسلامی تہذیب کے جمود کے اندرونی اور بیرونی اسباب
الف) بیرونی اسباب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ صلیبی جنگیں
2_ منگولوں کی آمد
منگولوں کا حملہ اور اسکے نتائج
اسلامی دنیا پر منگولوں کا حملہ
منگولوں کی پیش قدمی
چنگیز کے جانشین اور عالم اسلام پر حملوں کا تسلسل
منگولوں کی پیش قدمی کا اختتام اور ایلخانی حکومت کی تشکیل
منگولوں کے دور میں اسلامی دنیا کی تہذیبی صورت حال کا جائزہ
3_ سقوط اندلس
اندلس، مسلمانوں کی فتح سے پہلے
مسلمانوں کے ہاتھوں اندلس کی فتح
اسلامی حکومت کے دور میں اندلس کی سیاسی تاریخ
اندلس کے علمی اور ثقافتی حالات کا جائزہ
عیسائیوں کے ہاتھوں اندلس کے سقوط کے اسباب
نتیجہ بحث
ب)اندرونی اسباب
1_ استبداد (آمریت)
آمریت یا استبداد کی تعریف
اسلامی ممالک میں آمریت کا سرچشمہ
آمریت کے نتائج
اسلامی معاشروں میں آمریت
2_ دنیاپرستی، قدامت پسندی اور حقیقی اسلام سے دوری
الف) دنیا پرستی
ب) قدامت پرستی
ج) اسلامی دنیا میں عقل اور عقل دشمن تحریکیں

آٹھواں باب:
بیداری عالم اسلام کی نشا ۃ ثانیہ
1_ صفوی
الف) صفویوں کا ظہور
ب) صفوی حکومت کی تشکیل
ج) استحکام کا مرحلہ
د) زمانہ عروج
خارجہ روابط
صفوی دور کی تہذیب و تمدن
ادبیات
مدارس اور علوم
معماری
کپڑا اور قالین بننے کا کام
فوجی اسلحہ
صفویوں کادفتری نظام
صفویوں کا زوال

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ عثمانی حکومت
امارت سے بادشاہت تك
3_ مغل سلاطین
سیاسی تاریخ
مغلوں کے صفویوں سے روابط
مغلوں کے یورپی حکومتوں سے تعلقات
مغلوں کا اداراتی اور سیاسی نظام
فارسی ادبیات
مسلمان عرفاء اور انکی ہندوستان میں خدمات
ہندوستان کے اسلامی ہنر و فنون

نواں باب:
اسلامی تہذیب و تمدن کے جمود اور زوال کے آخری اسباب
1_ استعمار قدیم و جدید
استعمار قدیم
استعمار کا مفہوم اور تاریخ
استعمار کے وجود میں آنے کے اسباب
ایشیا میں استعمار
مشرق وسطی اور خلیج فارس میں استعمار
استعمار جدید
ملٹی نیشنل (کثیر القومی)کمپنیاں
بین الاقوامی مالیاتی ادارے
عالمگیریت اور اسکے نتائج
مشرق شناسی
صہیونزم

دسواں باب:
اسلامی بیداري
1)عرب دنیامیناسلامی بیداری
2)ایران میں اسلامی بیداری

گیارہواں باب:
مغربی تہذیب پر نقد و نظر
1_ مغربی مفکرین کی آراء میں مغربی تہذیب پر تنقید
2_ ایرانی اور عرب دانشوروں کی آرا ء میں مغربی تہذیب پر تنقید
منابع و مآخذ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نام کتاب: اسلامی تہذیب و ثقافت
مؤلف: ڈاکٹر علی اکبر ولایتي
مترجم: معارف اسلام پبلشرز
ناشر: انتشارات نور مطاف
اشاعت: دوم
تاریخ اشاعت: رجب المرجب 1428 ھ_ق
تعداد: 3000
Web : www.maaref-foundation.com
E-mail: info@maaref-foundation.com
جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں _

مقدمہ:

جو کچھ آپ کے سامنے ہے وہ اسلامی سرزمینوں میں جنم لینے والی تہذیب و تمدن کی دقیق تحقیق اور منصفانہ جائزہ ہے، فاضل مصنف نے اسلامی تہذیب و ثقافت کے معرض وجود میں آنے، اسکی نشو و نما کے اسباب اور پھر اسکے جمود کی وجوہات کی ایك مکمل تصویر پیش کرنے کی قابل تحسین کوشش کی ہے_
ابتدائي ابواب میں اسلام کی آمد ، قلوب کی فتح اور پھر مسلمانوں کا نہایت جد و جہد سے اپنی تہذیب و ثقافت کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کو بہت خوبصورت انداز میں منقش کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اسلامی تعلیمات کو دل وجان سے قبول کرنے کی وجہ سے وہ نہایت قلیل مدت میں علم و ترقی کی بلندترین چوٹیوں کو مسخر کرتے ہوئے ترقی وپیشرفت کے میدان کے فاتح اور ہراول دستہ بن گئے_
اس کے بعد کے ابواب مسلمانوں کی عزت و عظمت کے زوال کے اسباب و وجوہات کو بیان کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کس طرح مغربی طاقتوں نے مشرق خصوصاً مسلمانوں کی مادی اور روحانی دولت کو لوٹ کر اور انہیں بیرونی جنگوں اور داخلی خودساختہ تنازعات میں الجھا کر اپنے لیے علیحدہ جائے امن و سکون بنالی ہے اور مسلمانوں کو ان شیطانی ہتھکنڈوں سے صنعت اور ٹیکنالوجی کے دائرے سے باہر نکالتے ہوئے خود ان علمی میدانوں کے حاکم بن بیٹھے ہیں ،البتہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے نئے سے نئے آلات کے ذریعے اپنی روال پذیر اور مضر ثقافت کو دوسرے ممالك میں برآمد کردیا ہے_

مسلمانوں کی اپنے اصلی مقام کو حاصل کرنے کے لیے دوبارہ بیداري، مغرب کی حقیقی تہذیب مسلمان دانشوروں کی زبانی مغرب کے انحطاط اور انکی آسمانی و فطری اقدار اور روحانیت سے دوری کا تجزیہ، اور ساتھ ہی انہی دانشوروں اور دوسرے مجددین کی طرف سے مغربی ثقافت کے نفوذ کے خطرات سے متنبہ کرنا، جیسے موضوعات کتاب کے آخری حصے کو تشکیل دیتے ہیں_
مؤلف نے اس گراں بہا تحقیق میں اپنی استعداد اور صلاحیتوں کا کھل کر اظہار کیا ہے اور سال باسال سے کیے جانے والے اپنے کتابی اور میدانی مطالعات کے علاوہ دنیا کی مختلف اقوام ، علمي، ثقافتی اور سیاسی شخصیتوں کے ساتھ گزارے گئے لمحات اور تجربات کو نہایت خوبصورت انداز میں زیور تحریر سے آراستہ کیا ہے_ جس پر ہم انکے لیے خداوند متعال سے اجر اور توفیقات کے طالب ہیں_
مؤسسہ معارف اسلامی جس کے نامہ اعمال میں علوم اسلامی مثلاً فقہ، تفسیر، کلام، تاریخ، سیرت ،اخلاق اور معاشرتی علوم کی بھر پور اشاعت و تبلیغ جیسے کارہائے نمایاں درج ہیں خداوند متعال کا بے حد شکر گزار ہے کہ اس نے اس قیمتی اور مفید کتاب کے ترجمے کی سعادت اس علمی مؤسسے کو بخشي_
امید ہے کہ اس کتاب کی طباعت اور اجراء اسلامی ممالك اور مسلمانوں کی سربلندی کی راہ میں ایك بہت بڑا قدم شمار ہوگا یہاں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ محترم مترجم علی اصغر سیفی اور محترم مصحح سید عون نقوی کی بے لوث

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور مخلصانہ کاوشوں کا شکریہ ادا کریں، خداوند متعال سے ان کی مزید کا میابیوں کے لیے دعا گو ہیں_

معارف اسلام پبلشرز

تمہید

عرصہ دراز سے ایك ایرانی مسلمان ہونے کے ناطے اسلام اور ایران کے تہذیبی اور ثقافتی تشخص کا تعین ہر وقت میرا مقصد جستجو رہا ہے، اسی لیے جہاں کہیں امکان ہوتا کہ مجھے میری گم شدہ منزل کا سراغ مل جائے گا میں بڑے شوق کے ساتھ وہاں بڑھتا کوئي تقریر ہوتی تو اسے سنتا اور کوئي کتاب یامقالہ ہوتا تو مطالعہ کرتا اور حقیقی کی بات جو میں بتدریج سمجھا یہ تھی کہ ہماری امت و قوم اور اسکی تہذیب و تمدن پر غیروں کی بدنیتی اور ہماری سستی کے باعث بہت بڑا ظلم ہوا ہے_
ایك طرف اغیار نے مسلمانوں کی تمام خوبیوں کو ماننے سے انکار کیا اور دوسری طرف مسلمانوں نے اپنے علمی اور ثقافتی سرمایہ کے اندراج ، ریکارڈ اور منظر عام پر لانے میں غفلت کا مظاہرہ کیا اور اسکا نتیجہ اس غلط عالمی سوچ کی صورت میں نکلا کہ جو خود مسلمانوں اور ایرانیوں کے ذہنوں میں بھی سرایت کرگئي کہ یہ مغربی اقوام عالم خلقت میں ایك منفرد نوعیت کی حامل ہیں کہ جو غیر معمولی ذہن اور صلاحیتوں سے مالامال ہیں ، جبکہ مسلمان اور دیگر اقوام ان نعمتوں سے محروم ہیں ;قدیم یونانی دور سے روم اور یورپی نشا ۃثانیہ کے دورتك یہی مغربی اقوام ہمیشہ ترقی یافتہ اور موجد ہینجبکہ مشرقی اقوام اور مسلمان ہمیشہ سے انکے مقلد اور انکی ایجادات کے صارف رہے ہیں_
دو صدیوں سے لیکر اب تك اس قسم کے نظر یے کا وسیع پیمانے پرپروپیگنڈا ہوا کہ جسکا عملی نتیجہ یہ سامنے آیا کہ گویا ہم لوگ (علمی میدان میں) فضول کوشش نہ کریں اور نچلے درجہ کے انسان کی حیثیت سے اسے اپنی قسمت کا لکھا ہوا سمجھ کر تمام سیاسی اور ثقافتی نتائج کے ساتھ قبول کرلیں اس طرح معلوم ہوا کہ مغربی استعمار کی

شیطانی مکاری اور ہم سب کی غفلت آہستہ آہستہ لوگوں میں اس قسم کے نظریات پیدا ہونے کا باعث بنی جنہیں ثانوی صفات کا عنوان دینا چاہیے اور وہ (نظریات) یہ ہیں کہ " ہم فضول کوشش نہ کر لیں" ہم اس لائق نہیں ہیں کہ علم و دانش کے بلند و بالا درجات کی تمنا کریں بلك اسی حد تك قانع رہیں کہ جو ازل سے ہماری قسمت میں لکھا جاچکاہے_ کسی بھی ذمہ دار درد دل رکھنے والے کے لیے اس سے بڑھ کہ جانسوز غم نہ ہوگا کہ اسکی نظریاتی اور قومی حیثیت کو اسطرح پامال کیا جائے ، درست اسی زمانہ سے جب اسلامی اور مشرقی سرزمین اہل مغرب کی فوجی اور ثقافتی یلغار کا مرکز بنی اس قسم کے نظریات کی نشر و اشاعت اور لوگوں کے ذہنوں میں انہیں راسخ کرنے کا آغاز ہوا جو کہ اپنی جگہ استعماریت کا واضح نمونہ تھا، تو کچھ عظیم لوگ اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے اہل مشرق اور مسلمانوں کی بیداری کا نعرہ لگایا اور فرنگیوں کے متکبرانہ عزائم کے مقابلے میں اسلامی بیداری کا نقارہ بجایا_ اسلامی بیداری کی لہریں دو سو سال سے اب تك روز بروز بلند اور وسیع تر ہو رہی ہیں ، عالم اسلام میں اس تاریخی تحریك کا اہم ترین کا رنامہ بتدریج خود اعتمادی کے احساسات کے پلٹنے کی صورت میں سامنے آیا ،آج ترقی یافتہ آڈیو ، ویڈیو اور الیکڑونك پروپیگنڈے کے باوجود اہل مغرب کا اپنی بڑائي اور برتری پر مبنی قدیم دعوی مسلمان اور مشرقی اقوام پر بہت کم اثر چھوڑرہا ہے،اور آج فراعین زمانہ کے جادو کی قلعی کھل گئي ہے لیکن ان سے بے زاری کی یہ حالت علمی کم، سیاسی زیادہ ہے اور یہ اسی طرح ہے جسطرح استعمار نے سیاسی نفوذ کے بعد اقتصادی استحصال کے لیے ثقافتی و علمی غلبہ حاصل کیا(یعنی مغرب کے خلاف سیاسی بیداری ثقافتی اور علمی بیداری پر منتج ہوگي)_
اسی لیے سیاسی اور ثقافتی لحاظ سے بیداری پیدا کرنے والے صف اول کے رہنماؤں نے جو ماحول فراہم کیا ہے اس سے فائدہ اٹھا نے اور ساتھ ساتھ علم و دانش میں خود اعتمادی اور استقلال کو پلٹانے کیلئے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جواسباب مہیا کرنا ضروری تھے ان ہی مقاصد تك پہنچنے کیلیے بعض شخصیات نے قابل قدر کوشش کیں ، لیکن اس میدان میں اگر غور و فکر کریں تو معلوم ہو گا کہ ابھی راہ کے آغاز میں ہیں اورمنزل مقصود تك پہنچے میں کافی فاصلہ پڑا ہے اگر چہ بلا شبہ حرکت کا آغاز ہوچکا ہے_
ہم نے بھی کوشش کی کہ اپنی بساط کے مطابق قدم اٹھائیں ہمیں امید ہے کہ کامیابی سے ہمکنار ہونگے ، چار جلد کتاب "پویایی فرہنگ و تمدن اسلام و ایران" جوکہ اب تك نشر ہوچکی ہے وہ انہی اہداف کے پیش نظر ایك کوشش ہے اور یہ کتاب " اسلامی تہذیب و تمدن کی تاریخ " اس چار جلد کتاب کی اہم مباحث کا خلاصہ ہے کہ جو یونیورسٹیوں کی نصابی ضروریات کے مطابق مرتب کی گئي ہے_
اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن کا سفر معین اور دقیق مراحل کا حامل ہے جو واضح اور قابل درك منطقی بنیاد پر تشکیل پایا ہے جو شاید اسی فلسفہ تاریخ کا نمونہ ہے کہ "تاریخ اپنے کو دہراتی ہے "اور اگر ہم اسکا گراف بنائیں تو ہمیں چند صدیوں اور چند ہزاریوں میں ملتے جلتے بلکہ ایك دوسرے کے عین مطابق نکات حاصل ہونگے ان مراحل کے اصلی عناوین یہ ہیں:

مرحلہ اول : زمانہ دعوت یا اسلامی تاریخ و تمدن کا آغاز

مرحلہ دوم: یثرب میں اسلامی حکومت کے تشکیل کا زمانہ اور تمدن اسلامی کی علامتی بنیاد قائم ہونا

مرحلہ سوم: جزیرۃ العرب اور اس دور کی تہذیب یافتہ دنیا میں اسلام کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کا زمانہ کہ جس میں بین النہریں ، ایران، روم، مصر ،حبشہ ، ہند، ماورا النہر، چین ، شمالی آفریقا اور آخر کار جنوبی یورپ شامل ہیں_

مرحلہ چہارم : نئي اسلامی تہذیب و تمدن کا دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں کے قریب ہونا اور ان سے آگاہی کی کوشش اور ان ثقافتونکواسلامی تہذیب میں ترجمہ ،لائبریریوں اور مدارس کی تاسیس کے ذریعے منتقل کرنا اور انکے دانشمند مفکر اذہان کو اسلام کے علمی و تعلیمی مراکز کی طرف مائل کرنا_

مرحلہ پنجم: اسلامی تمدن کے پھلنے پھولنے کا زمانہ_

مرحلہ ششم: اسلام کی عمیق ثقافت اور عرفانی ادبیات کی بہارکازمانہ

مرحلہ ہفتم: آرٹ اور معماری کا زمانہ

مرحلہ ہشتم: اسلامی تمدن کے زوال کا زمانہ یا وہ زمانہ کہ جب عیسائیوناورمنگولوں نے انتہائي شقاوت اور بے رحمی سے عالم اسلام پر حملے کرتے ہوئے اسلامی کلچرمیں مایوسی کی روح پھونك دی اور شہروں کو تباہ و برباد کرتے ہوئے اسلامی تمدن کی بنیادوں کو ہلادیا_

مرحلہ نہم: عالم اسلام کا دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا_

مرحلہ دہم: استعمار کا حملہ اورزوال کے دوسرے دور کا آغاز یا مسلمانوں کے کلچر میں تبدیلیوں کا زمانہ ، یہ ایسا حملہ تھا کہ جو عالم اسلام کے حساس مراکز پر برقی جھٹکے کی مانند اثر انداز ہوا اس یلغار کے دیگر اثرات سے قطع نظر اس سے ایسی حیاتی لہریں پیدا ہوئیں کہ جو اسلام کی جغرافیایی کی حدود میں مسلسل تاریخی تحریکوں کے وجود میں آنے کا باعث بنینکہ جسے ہم اسلامی بیداری سے تعبیر کرتے ہیں اسلامی بیداری یا یہ کہ اسلام کی طرف

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لوٹنے کی دعوت (اس مرحلہ کے تحت چند دیگر مراحل مورد بحث ہیں)_

مرحلہ 1: اسلامی بیداري
یہ کہ کس زاویے سے اس واقعہ پر نگاہ ڈالیں یقیناہمارے تجزیہ و تحلیل میں (دوسروں کی نسبت) فرق پایا جائے گااسی لیے اہل فکر حضرات نے مسلمانوں کے اس بیدار ہونے کے واقعہ کو گوناگون عناوین سے یاد کیا ہے ، انکی نوع فہم کو مندرجہ ذیل اصطلاحات کی صورت میں معنون کیا جاسکتاہے:
اصلاح پسندي، سلفی گری ، اپنی حقیقت کی طرف لوٹنا ، خرافات سے جنگ، جدیدیت ،استعمار سے مقابلہ ، اتحاد بین مسلمین ... اور اسلامی بیداري_
اسلامی بیداری کی اصطلاح کا انتخاب اور ایك اہم باب اس بحث سے مختص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلمہ

11
انتہائي جامعیت کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر ابواب کے ساتھ بھی مناسبت رکھتا ہے ،ایك اور نکتہ کہ جو اسطرح نام رکھنے کی نسبت کافی اہم محسوس ہو رہا ہے وہ یہ کہ شاید سب کیلئے واضح ہو چکا ہو کہ پہلے دور یعنی منگولوں کے حملہ سے پہلے اور موجود ہ دور میں اسلامی تہذیب و تمدن کے تمام گوناگون مراحل میں یکسانیت موجود ہے گویا اسلامی تہذیب و تمدن کے سفر کے تمام پیچ و خم کو دھرایا جارہا ہو اور یہ صورت حال فلسفہ تاریخ کے اس مقولے کو یاد دلاتی ہے کہ " تاریخ صرف واقعات اور حادثات تکرار کا نام ہے" یا یہ کہیں گے کہ وجود اسلام میں تجدید حیات اور ترقی کرنے کی استعداد اور خصوصیت قدرتاً موجود ہے اس دعوی پر گواہ عصر حاضر میں اسلام کی صورت حال ہے اپنے اور غیر سب تجزیہ نگاروں کا یہی کہنا ہے کہ اسلام دنیا کی تمام اقوام کیلئے پرکشش ترین دین ہے اسکی ترقی کی سرعت دنیا کے دیگر مذاہب سے قابل موازنہ نہیں ہے، اسی بات سے یہ نتیجہ لیا جا سکتا ہے کہ یہ دین اب بھی زندہ ہے اور دیگر زندہ موجودات کی مانند اپنے اندر پاکیزگی اور تلخیص کا عمل، بوسیدہ عناصر کی اصلاح اور تعمیر کا عمل ،فاسد اور مفسد مواد خارج کرنے ، اجنبی موذی اور مضر عناصر کے حملہ کے مقابلے میندفاع کرنے ، ترقی اور نشو ونما کرنے اور استعداد اور صلاحیتونکو عمل میں لانے کی قدرت رکھتا ہے_
اسلامی بیداری کا آغاز خود اصل اسلام کی مانند لوگوں کو دعوت دینے سے شروع ہوا ،امیر عبدالقادر، سید جمال الدین اسد آبادی ، شیخ محمد عبدہ، سیداحمد خان، شیخ فضل اللہ نوری ، عبدالرحمان کواکبي، شیخ شامل ، رشید رضا، علامہ اقبال لاہوري، سید حسن مدرس، حسن البنائ، سید قطب، ابو الاعلامودودي، سید محسن امین جبل عاملي ... اور آخر کا امام خمینی سب نے لوگوں کو پلٹنے اور احیاء اسلام کی دعوت دی اور لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا، اسلامی اقوام سے گرو ہ درگروہ لوگوں نے دوبارہ اسلام کے ساتھ بیعت کی ، خواص کی اس دعوت اور عوام کی قبولیت کا نتیجہ تمام عالم اسلام میں دین اور دینی اقدار کو زندہ کرنے کی ایك وسیع تحریك کو جنم دینے کی صورت میں نکلا_

12
عصر حاضر کی تاریخ اور موجودہ زمانہ کے واقعات کا تجزیہ کریں تو مکمل طور پر یہ حقیقت ہم پر آشکار ہوتی ہے کہ کوئي ایسا اسلامی ملك نہیں ہے کہ جہاں اسلامی بیداری یا اسلام کی طرف پلٹنے کی تحریك کی علامات نہ ہوں یہ حقیقت اسلامی نشا ۃ ثانیہ کی پہلے مرحلہ میں واضح کامیابی کی حکایت کر رہی ہے ، اس مرحلہ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ آج اسلامی سرزمینوں پر بھو کی نگاہیں رکھے ہوئے قدیم استعمار کے وارث " انسانی حقوق کی حمایت " اور " صلح ،امن اورجمہوریت کے دفاع" کی چادر اوڑھے " تہذیبوں کے ٹکراؤ" کا راگ الاپتے ہوئے اسکی نابودی پر کمر باندھ چکے ہیں اور سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد اپنی تمام تر فوجی طاقت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے مینصف آرا ہو چکے ہیں_

مرحلہ 2: اسلامی حکومت کی تشکیل
پہلی تقسیم کے مطابق زمانہ دعوت (اسلام کی طرف لوٹنا) کے بعد دوسرا مرحلہ اسلامی حکومت کی تشکیل ہے، شیعہ اور سنی دونوں مکاتب فکر میں ایك اسلامی حکومت کی تشکیل کے حوالے سے نظریاتی اور عملی میدانوں میں شدت سے کوشش شروع ہوئي، اہل سنت کی دنیا میں عنوان خلافت کو مختلف دانشور حضرات نے اسلامی حکومت کی تشکیل کیلئے محور قرار دیتے ہوئے لوگوں کو اسی عنوان کی طرف لوٹنے کی دعوت دي، رشید رضا جو کہ سلفی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فکر کے اساسی ستونوں میں سے شمار ہوئے ہیں انہوں نے خلافت کے موضوع کو انتہائي مضبوط انداز میںپیش کیا اس حوالے سے انکی عملی تجویز یہ تھی :عالم اسلام میں شہر موصل کو مرکز قرار دیتے ہوئے اور امام ہادی یعنی یمن کے زیدی امام (رشید رضا کے ہم عصر) کی خلیفةالمسلمین کے عنوان سے بیعت کرتے ہوئے بین الاقوامی اسلامی حکومت تشکیل دی جائے_
شیعہ دنیا میں آیت اللہ نائینی نے عصر جدید میں اسلامی حکومت کی تشکیل کو نظری شکل دی اور اسے ایك کتاب " تنبیہ الامة و تنزیہ الملة" کی صورت میں نشر کیا، اور امام خمینی نے ولایت فقیہ کے موضوع کو پیش کرتے ہوئے آج کے دور کے تقاضوں کے عین مطابق اسلامی حکومت کے ماڈل کو سامنے لائے_

13

اس مرحلہ کا دوسرا حصہ اسلامی حکومت کی تشکیل ہے ، شمالی نائجیریا میں عثمان دان فودیو نے انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں اسلامی حکومت قائم کی جو ایك صدی تك قائم رہي، مکتب اہل سنت میں اسکے علاوہ بھی کامیاب اور نیم کامیاب اقدام ہوئے ، سوڈان میں اخوان المسلمین گروہ کے حسن ترابی اسلامی حکومت کی تشکیل کا نظریہ دینے والے مفکر کی حیثیت سے ابھرے اور حسن عمرالبشیر کے تعاون سے جعفر نمیری کی سیکولر حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اس ملك میں شریعت کے اجراکا نعرہ بلند کرتے ہوئے اسلامی حکومت قائم کی ، ترکی میں نجم الدین اربکان نے اسلامی حکومت کے ہدف کی خاطر قومی رفاہ پارٹی قائم کی اگر چہ اس ہدف کا صریحا (فوجی جرنیلوں کے ڈرسے) اعلان نہیں کیا ، اس پارٹی نے بہت کوشش کرتے ہوئے اور کئي بار اپنی روش اور طریقہ کار میں تبدیلی لاتے ہوئے بالآخرہ میڈم تانسو چیلرکے ساتھ اتحاد قائم کرکے ایك مخلوط حکومت کو تشکیل دیا کہ اس حکومت کے واضح ترین ثمرات خواتین کا پردہ بر قرار کرنا، اداروں میں نماز جماعت کا قیام اور امام وخطیب کی درسگاہوں کو وسعت دینے کی صورت میں سانے آئے_
الجزائر میں عباس مدنی کی قیادت میں " نجات اسلامی جماعت" حکومت اسلامی کی تشکیل کے اہداف کے پیش نظر قائم ہوئي اور بہت سرعت سے پھیل گئي ، اسطرح کہ الجزائر کے تمام شہروں کے بلدیاتی انتخابات میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے_
عالم تشیع میں بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں آیت اللہ سید عبدالحسین لاری نے ایران کے جنوب میں ولایت فقیہ کی بنیادپر اسلامی حکومت تشکیل دی _
میرزا کوچك خان جنگلی کے ذریعہ ' ' حزب اتحاد اسلام" کے تحت گیلان کی حکومت کو بھی شاید حکومت اسلامی کی تشکیل کے حوالے سے نامکمل نمونہ شمار کیا جاسکتاہے_
اسی طرح پاکستان میں ضیاء الحق کے زمانے میں پارلیمنٹ میں شریعت بل کی منظوری کیلئے کیے گئے اقدام کے تحت پاکستان کا نام " اسلامی جمہور یہ پاکستان " کی صورت میں تبدیل کیا گیا اسے ایك اسلامی

14

حکومت کے قیام کیلئے کی گئي بعض کوششوں کی حدتك شمارکیاجاسکتاہے_
آخر میں اسلامی جمہوریہ ایران کی حکومت کے قیام کو زمانہ حاضر میں اسلامی حکومت کا بہترین اور واضح ماڈل قرار دیاجا سکتا ہے_

مرحلہ 3: اسلام کی نشر و اشاعت
تیسرامرحلہ جو کہ پہلی صدی ہجری سے ہی شروع ہوا اور اس نے بہت تیزی سے پیش رفت کی ، اسی طرح عصر حاضر میں اسلام کی تجدید حیات کے حوالے سے بھی یہی تیز رفتار پیش رفت سامنے آئي،آخری عشروں میں امریکہ یورپ اور افریقہ میں اسلام کی سرعت کے ساتھ نشر و اشاعت کو " اسلام کے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق پھیلاؤ کا واضح ترین نمونہ شمار کیا جاسکتاہے"_

مرحلہ 4: اسلامی تہذیب و تمدن کی تجدید
مسلمانوں کی بیداری اور اٹھان کے سایہ میں اسلامی تہذیب و تمدن بھی تجدید کے مراحل سے گزر رہاہے اسلامی ثقافت کے احیاء اور تجدید سے فراعین عصر کے فریب آمیز سحر کی قلعی کھل گئي ہے ،آج درآمد شدہ مغربی اقدار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نہ صرف اہل علم و دانش بلکہ کئي ملين مسلمان عوام کے سامنے اپنا رنگ و روپ کھوچکی ہیں اور اسلامی تہذیب کے علمدار مغربی ثقافت کے حامی مفکرین کے سامنے مردانہ وار کھڑے ہوکر اور زرخیز اسلامی ثقافت اور اعتقادات پر تکیہ کرتے ہوئے ایك عظیم ثقافت کی تشکیل کا سبب بنے ہیں، شاہکار قیمتی تالیفات مثلاً "بیسویں صدی کی جہالت "(محمد قطب)، "اسلامی قلمرو میں زمانہ مستقبل "(سید قطب) "ہمارا فلسفہ اور ہمارا اقتصاد "(آیت اللہ سید محمد باقر صدر) "ماذا خسر العالم بالانحطاط المسلمین "(ابوالحسن ندوي) "اصول فلسفہ و روش رئالیزم "(علامہ طباطبائي اور آیت اللہ مطہري) یہ سب اسلامی کلچر کی تشکیل اور تجدید کیلئے عالم اسلام کے اہل علم و دانش کی نظریاتی کوششوں کے نمونے ہیں ،بسا اوقات بعض اسلامی اقوام کی ترقی یافتہ

15

ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے کی گئي کوششیں مغربی استعمار کو وحشت میں ڈال دیتی ہیں اور یہ چیز تمدن اسلامی کے دوبارہ طلوع کی حکایت کر رہی ہے_

تہذیب و تمدن کے اتار چڑھاؤ پر مشتمل تاریخی سفر کے مطالعہ سے یہ نتیجہ لیا جا سکتا ہے کہ ایك دفعہ پھر وہ زمانہ زیادہ دور نہیں کہ ہم مسلمانوں اور اسلامی تہذیب و تمدن کے عروج اور عظمت کا دوبارہ مشاہدہ کریں گے ان شاء اللہ_

ضروری سمجھتاہوں کہ ان تمام احباب کا شکریہ ادا کروں کہ جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کے مختلف مراحل میں تعاون فرمایا اور اسی طرح اس حوالے سے دیگر خدمات انجام دینے والے تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اورخداوند کریم کی بارگاہ سے سب کیلئے زیادہ سے زیادہ تو فیقات کا طالب ہوں ،مجھے امید ہے کہ صاحب نظر حضرات ، اساتید اور اس مضمون کے طلباء اس کتاب میں کو ئي کمی بیشی دور کرنے اور کسی غلطی کی درستگی کے حوالے سے ہماری مدد فرمائیں گے_و من اللہ التوفیق و علیہ التکلان

علی اکبر ولایتي

خزان 1383 ہجری شمسی (ایرانی تقویم کے مطابق)

اسلامی تہذیب و ثقافت

17

پہلا باب:

کلی مباحث

19

1_ علمی بنیاد اور تاریخی سرچشمے

تقریبا سنہ 610عیسوی میں پیغمبر اسلام (ص) کی دعوت کے ساتھ سرزمین مکہ میں دین اسلام ظہور پذیر ہوا، دین اسلام کی تاریخی شناخت کو اس زمانہ سے دومر حلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:1_ دعوت کا مرحلہ،2_ پیغمبر اسلامی (ع) کی یثرب کی طرف ہجرت اور اسلامی حکومت کی تشکیل کا مرحلہ ، اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد اسلام ایك وسیع نشر و اشاعت کے دور میںداخل ہوا_

اسلام کا اس زمانے کی دیگر تہذیبوں یعنی ایران، روم اور مصر کا ہمسایہ بننے سے ان تہذیبوں سے روابط کے اسباب فراہم ہوے ،پیغمبر اسلام (ص) نے صلح حدیبیہ کے بعد (جسکی وجہ سے جزیرہ عرب میں اسلام کی حاکمیت مستحکم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوئي) ہمسایہ ممالك کے حکام کو خطوط بھیج کر مسلمانوں کے ان سے روابط کے اسباب فراہم کیے، یہ صورت حال پیغمبر اکرم (ص) کے بعد خلفاء راشدین کے دور ، بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں بھی بحال رہی ،بنی عباس کے دورکے وسط میں اسلام تین براعظموں ایشیاء ، آفریقا اور یورپ تك پھیل گیا، اس دورانیہ میں دین اسلام کی جغرافیائي حدود مشرق میں آج کے چین کی سرحد تك ، مغرب میں آج کے مراکش تك کہ جو اس زمانے کے مغربی افریقا کی آخری آبادی تھی ،شمال میں تمام ماوراء النہر کا علاقہ اور جنوبی سائبریا، ایشیا صغیر کا وسیع حصہ، بحیرہ روم کا تمام مشرقی ساحل اور پیرنیز pyreneesکی پہاڑ یاں جو کہ اسپین اور فرانس میں حد فاصل ہیں اور جنوب میں مجمع الجزائر یعنی جنوبی شرقی ایشیا، جزیرہ جافنا جو کہ سری لنکا مینہے اورصحراے افریقا کے جنوب تك پھیلی گئي تھیں_
اس وسیع و عریض سرزمین میں جو گوناگون اقوام اور زبانوں کی حامل تھی اسلام کے پھیلنے سے لوگوں کے

20
در میان الفت اور وحدت پیدا ہوگئي جبکہ اسلام کے ظہور سے پہلے انکی زندگی کے روز و شب لا حاصل جنگ و جدال میں گزرتے تھے_(1)دین اسلام نے اسلامی تمدن اوردیگر گذشتہ تہذیبوں اور ثقافتونمیں آراء وافکار کے تبادلہ کے حوالے سے اسباب فراہم کیے، اسکے بعد والے مرحلہ میں قرآن مجید کو محور قرار دیتے ہوئے اوران علاقوں میناسلام سے پہلے کے علوم سے بہترین فائدہ اٹھاتے ہوئے " علوم اسلامي" وجود میں لائے گئے، اس کام کا آغاز دوسری صدی ہجری کے آخر میں شروع ہوا اور اسکا عروج چھٹی صدی میں تھا،" ادب " کا غنچہ چوتھی صدی میں کھلا اور پانچویں ،چھٹی اور ساتویں ہجری میں اپنے عروج پر پہنچ گیا_
" عرفان" نظری اور عملی کاپھول چو تھی سے چھٹی صدی تك کھلا اور نویں صدی تك اسکی خوشبو جاری رہي، "آرٹ" کو پانچویں اور چھٹی صدی میں رونق ملی اور اس نے دسویں اور گیا رھویں صدی تك اپنا عروج کا زمانہ گزارا(1) دسویں صدی کے آخر اور گیا رھویں صدی کے اوائل میں اسلامی تہذیب و تمدن کی بلندی اورعظمت متزلزل ہوگئي او ر یہ تمدن زوال پذیر ہونے لگا، یہ انحطام اور تنزلی داخلی اور خارجی دونوں اسباب کی بناء پر تھی ، اکثریت کی رائے کے مطابق ممکن تھا اس تنزلی کی بناء پر اسلامی تہذیب کی بنیادینختم ہوجاتیں اور بالاخر اسلامی معاشروں میں دین کا رنگ پھیکا پڑجاتا، لیکن اسلامی بیداری کی تحریك سے معلوم ہوا کہ یہ انحطاط و تنزلی کا زمانہ اسلامی تہذیب و تمدن کے سفر میں ایك عارضی وقفہ تھا_
اسلامی بیداری کہ جو یورپ کے نئے نظریات کے مقابلے میناسلامی مفکرین کے اضطراب کا نتیجہ تھی در اصل سید جمال الدین افغانی ، شیخ محمد عبدہ، عبدالرحمان کواکبی اور بہت سی دیگر شخصیات کے نظریات اور دعوت اسلامی کی بناء پر وجود میں آئي ، قرآنی مفاہیم کی حفاظت اور پاسداری کی طرف دوبارہ دعوت سے ایك ننے عصر دعوت کا آغاز ہوا ، اس دورانیہ کے بعد ہم اسلامی حکومت کی تشکیل کیلئے بہت سی تحریکوں کا سامنا کرتے ہیں کہ سب کا ہدف کمال مطلق تك رسائي یعنی مدینہ میں زمانہ پیغمبر (ص) کے کامل نمونے تك پہنچنا تھا_
---

1) اس حوالے سے مزید معلومات کیلئے رجوع فرمائیں: دائرة المعارف بزرگ اسلامی ، ج 8، ذیل " اسلام"_
2) تاریخ تمدن اسلام مؤلف جرجی زیدان ، ترجمہ علی جواہر کلام چاپ امیر کبیر ، تہران ، ص 150 _ 100 و ص 559 _ 551_

21
بالآخریہ تحریکیں دوسرے اسباب کی معیت میں ایران میں امام خمینی کی قیادت میں اسلامی حکومت کی تشکیل کا باعث بنیں،لیکن یہ تحریك صرف ایك مسلم ملك یعنی ایران تك محدود نہیں رہی بلکہ ہم دیگر اسلامی ممالك میں بھی اسلامی تحریکوں کے ظہور کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جو اسلامی اقدار کا احیاء اور شریعت محمدي(ص) کے اجراء جیسے مقاصد کو پیش نظر رکھتی ہیں_

تعریفیں
اسلامی تہذیب و تمدن پر بحث کے لیے ضروری ہے کہ اس موضوع کے اہم مفاہیم کی تعریف کریں ، ان مفاہیم میں سب سے اہم " تمدن " ہے_
سیموئل ہینٹنگٹن کی نظر میں تمدن سے مراد اعلی سطح کی ثقافتی گروہ بندی اور ثقافتی تشخص کا وسیع ترین درجہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_(1) ہنری لوکس تمدن کو باہمی پیوستہ کاایك ایسا مظہر سمجھتاہے جو اجتماعي، اقتصادي، سیاسی مسائل حتی آرٹ اور ادب کو بھی سموئے ہوئے ہے_(2)
دیگر مغربی دانشور حضرات لفظ تمدن کو اجتماعی تغیرکے معین مراحل کی وضاحت کیلئے استعمال کرتے ہیں ، جبکہ اسکے مقابلے میں تمدن کو دانشور طبقہ یعنی معاشرے کا وہ ممتاز طبقہ جو کہ ذھانت، فطانت اور جدت کی خصوصیات کا حامل ہوتاہے معاشرے کی تدریجی ترقی اور تغیرات کے سایہ میں غیر معمولی دریافت سمجھتاہے_ (2)
الفرڈویبرکی تعریف بھی ویل ڈیورنٹ کے مشابہہ ہے ، ویبر تمدن کو علم و ٹیکنالوجی کا ثمر سمجھتاہے، ڈیورنٹ کے خیال میں جب کوئي عمومی ثقافت ترقی کے کسی درجہ تك پہنچتی ہے تو زراعت کی فکر پیدا ہوتی ہے ،یہ نظریہ بھی وبر کی رائے کی مانند تمدن کے لغوی معنی سے لیا گیا ہے کہ تمدن سے مراد شہرنشینی یعنی شہری زندگی ہے_
---

1) ساموئل ھانتینگتون '' نظریہ برخورد تمدنہا'' ترجمہ مجتبی امیري، تہران، ص 47_
2) ہنری لوکاس'' تاریخ تمدن '' ترجمہ عبدالحسین آذرنگ ،تہران ، ج 1 ، ص 7 و 16_
3)منیر البعلبکی '' موسوعة المورد'' ، ج 3، 28_

22
زراعت کی طرف توجہ کے بعد تجارتی مبادلات اور شہروں کے باہمی تعلقات سے لوگوں کی شعوری سطح بلند ہوتی ہے، اسی بناء پران میں اخلاقی خوبیاناور نیك خصلتیں پیدا ہوتی ہیں جو بھی پسندیدہ اخلاق اور حسن معاشرت کا حامل ہو اسے مہذب سمجھا جاتا ہے_
مشرقی دانشور حضرات نے بھی اہل مغرب کی مانند لفظ تمدن کی خاص تعریف اور مفہوم پیش کیا ہے :
ابن خلدون کے مطابق انسان کا اجتماعی ہونا تمدن ہے ،ایك اور دانشور کے نزدیك ان تمام اخلاقی اور مادی اسباب کے مجموعہ کو تمدن کہتے ہیں کہ جو معاشرے کو موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام افراد میں ہر فرد سے زندگی کے تمام مراحل میں بچپن سے بڑھاپے تك کمال و رشد تك پہنچتے مینضروری تعاون کرے_(1)
مجموعی طور پر اس بنیادی مفہوم کی یوں تعریف کی جاسکتی ہے کہ تہذیب یا تمدن ، ثقافت کی ترقی و پیش رفت اور اجتماعی نظم کی قبولیت کا نتیجہ ہے یعنی صحرانشینی کے مرحلہ سے نکلنا اور اجتماعی امور کے منظم ہونے کی شاہراہ پرقدم رکھنا_
ایك اور مفہوم کہ جسکی یہاں تعریف ضروری ہے " ثقافت "کا مفہوم ہے ، کلچر یا ثقافت اقوام کی ان تمام روایات ، عقائد ، آداب اور انفرادی یاخاندانی رہن سہن کے مجموعہ کا نام ہے کہ جسکی پابندی سے وہ دیگر اقوام اور قبائل سے منفرد ہو جاتے ہیں،دوسرے الفاظ میں ثقافت کسی شخص یا گروہ کے خاص عقائد کے مجموعہ کا نام ہے چونکہ عقاید عام طور پر ذہنی ہوتے ہیں لہذا ثقافت بھی عینی اور خارجی پہلو کی حامل نہیں ہے_

تہذیب کا ثقافت سے ربط
تہذیب اور ثقافت کے آپس میں تعلق کے باوجود یہ ایك دوسرے کیلئے لازم و مُلزوم نہیں ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کسی ثقافت کی بلندی کے باعث کوئي معاشرہ مہذب اور شہریت کا حامل ہوجائے اسی طرح ممکن ہے
---

1) ویل دورانت ، تاریخ تمدن ، مشرق زمین ، گہوارہ تمدن ،تہران ، ج 1 ، ص 5_

23
ایك معاشرہ ایك دوسرے تمدن کی پیروی میں ترقی کرتے ہوئے ایسے تمدن کی صورت حال میں سامنے آئے جو کہ اصلی تمدن (جس کی پیروی کی تھي) سے مختلف ہو ہو، دوسری طرف یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ تمدن اور شہریت کے بغیر بھی ایك معاشرہ ثقافت کا حامل ہو سکتا ہے، آسٹریلیا اور افریقہ کے اصلی باشندے کسی تمدن کے حامل نہ تھے لیکن عقائد و آداب اور رسوم کے مجموعہ کی شکل میں مقامی ثقافت رکھتے تھے ،لہذا انسانی گروہ اگر چہ ابتدائي شکل میں کیوں نہ ہوں اپنی خاص ثقافت کے حامل ہیں (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تہذیبونکی پیدایش اور ترقی میں مؤثر اسباب
تہذیبونکی پیدایش اور ترقی میں متعدد اسباب کا کردار ہے :ایك سبب امن اور سکون کا ہونا ہے ، یعنی اضطراب اور پریشانیوں کا کم ہونا ہے ، دوسرا سبب جو کہ در حقیقت ہر تہذیب کی اصلی روح ہے قومی غرور اور یکجہتی ہے یا ابن خلدون کی تعبیر کے مطابق عصبیت وقومیت ہے_
اسکے بعد والا سبب اصول تعاون اور امداد ہے تا کہ ہم فکر گروہ تعاون اور اخلاقیات کی بنیاد پر تمدن کی اساس قائم کریں ، ان اسباب کے ساتھ ساتھ " اخلاق" سے غافل نہیں ہونا چاہیے نیزتحمل ، بردباری اور صبر اسی طرح وحدت و اتفاق اور دین کو قائم رکھنا سب تمدن سازی کے دیگر اسباب میں شمار ہوتے ہیں_
ان سات بنیادی اجزا کے ساتھ ساتھ دو دیگر اسباب کا ذکر بھی ہونا چاہیے :
1) مناسب فلاح و بہبود_2) اقتصادی و معاشرتی دباؤ_
پہلا سبب کسی بھی معاشرہ میں ایك تمدن کی بنیاد بن سکتا ہے اور اسکو پانے سے (تمدن کی تشکیل کیلئے)تمام ضروری توانائیاناور معاشرے میں پائي جانے والی صلاحیتیں واضح ہو جاتی ہیں _اور دوسرے سبب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ معاشرہ کی ضرورتوں کو عیاں کر دیتا ہے اور افراد کو ایك محور کے گرد جمع کر دیتا ہے، اسطرح سے تمدن کی پیدایش یا اسکی ترقی و پیش رفت کے حالات فراہم ہو جاتے ہیں_(2)
---

1) محمد تقی جعفري، فرہنگ پیرو، فرہنگ پیشرو ، تہران ، ص 1173_
2) ابولاکوست ، جہان بینی ابن خلدون ، ترجمہ مظفر مہدی ، تہران ، ص 38 _ 33_

تہذیبونکے انحطاط اور زوال کے اسباب

بعض اہل نظر کا عقیدہ ہے کہ ہر تمدن اپنی پوری زندگی میں کچھ مراحل طے کرتا ہے: ڈیورینٹ کی رائے کے مطابق ہر تمدن کے لوگ کچھ مدت کے بعد اپنے عقلی پیش رفت کی بناء پر توحید اور مبدا ء معنوی کی پرستش کی بجائے علم و عقل کی ستایش میں مشغول ہو جاتے ہیں، اسکے بعد اقدار اور علم میں جنگ شروع ہو جاتی ہے ، معاشرے کی قوت محرکہ بتدریج ختم ہوجاتی ہے اور اسکے بعد اس تہذیب کا دور انحطاط و زوال شروع ہوجاتا ہے_
ابن خلدون کی نظر میں ہر تمدن تین مراحل کو طے کرتا ہےں: جنگ اور مقابلہ کا ابتدائي مرحلہ ، خود غرضی اور استبداد کا مرحلہ اور آخر کار ریاکاری اور فساد کا مرحلہ جوکہ تمدن کا اختتام شمار ہوتاہے ، دور حاضر کے الجزائری دانشور مالك بن بنی بھی اسی اساس پر اسلامی تمدن کے تین مراحل روح ، عقل اور غریزہ کو سمجھتے ہیں انکا عقیدہ ہے کہ:
اسلامی تمدن میں آٹھویں صدی ہجری کے بعد سے خواہشات نفسانی کا روح پر غلبے کا مرحلہ شروع ہوا اور اسلامی تمدن ترقی کے مرحلہ سے دور ہوگیا_(1)
اسکے علاوہ اور بھی اسباب کو تہذیبونکے زوال کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے مثلا معاشرہ میں وحدت اور نظم کا فقدان ، بیرونی دشمنوں کا حملہ ، معاشرتی طبقات کی ساخت میں انتشار تصنع اور بناوٹ کا پیدا ہونا اور تاجرانہ رویہ اور مزاج وغیرہ_

اخلاق ، ثقافت، تہذیب اور قانون
ہر معاشرے میں اخلاق ، ثقافت ، تہذیب اور قانون میں سے ہر ایك مفہوم کی پیش رفت و ترقی دوسرے مفہوم کی پیش رفت کے برابر ہے جبکہ ہر ایك کا انحطاط خواہ ناخواہ دوسرے کی تباہی و بربادی کی علامت ہے_
---

1) دانشنامہ جہان اسلام ، ج 4، ذیل بن بنی مالك (محمد علی مہتدي)_

جب اخلاق ترقی کرتا ہے اور لوگ اخلاقی اصولوں کا خیال رکھیں تو اعتماد کی فضا تعلقات وروابط کی پیش رفت کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسباب فراہم کرتی ہے ، اور اس فضا کاپھیلاؤ معاشرہ کی ثقافت کو نمایاں کرتا ہے ، اسی طرح ہر معاشرہ اپنے اجتماعی نظام کے اندر پانے جائے والی مفاہمت کی تقویت اور اسے محفوظ کرنے کیلئے قوانین کا محتاج ہے، لوگوں کا ان چار اسباب کے بارے میں رویہ معاشرے کی ترقی و پیش رفت یا زوال و انحطاط کا باعث بنتاہے، جس طرح لوگوں کا ان چار اسباب کو قبول کرنا اور توجہ دینا معاشرے کی خوشبختی اور سعادت کا باعث ہے اسی طرح ان سے دوری اور منہ پھیرنا فساد، تباہی ، فحشاء اور آخر میں معاشرے کی بربادی کا باعث ہے_

2) عصر دعوت سے فتوحات کے زمانہ تك اسلامی اور ثقافتی تاریخ کا خلاصہ
مورخین عرب کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:
1) سبا اور حمیر کا دور جو بہت ہی قدیم زمانے میں شروع اور پھر ختم ہو جاتا ہے_
2) دوسرا دور جاہلیت کہ چھٹی صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے اور اسلام کے ظہور پر ختم ہو جاتا ہے_
3) اسلامی دور یعنی صدر اسلام سے اب تك_
تاریخ اور آثار قدیمہ پر مبنی شواہد کے مطابق جزیرہ عرب میں بہت سے مکاتب فکراور ثقافتی وتاریخی نظریات موجود تھے، حضرت ابراہیم (ع) نے اسی تمدن میں اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا ، بین النہرین اور شمال میں آل غسان اور آل منذر اور جنوب میں نجران و یمن کے لوگ عیسائي تھے، بازار جیسے مثلا "بازار عکاظ "شعرا اور ادیبوں کے جمع ہونے کی جگہ تھے کہ جو عربی ثقافت کے اہم ترین رکن یعنی شاعری کا محل ظہور تھے ،جس قبیلہ میں کوئي زبردست اور بڑا شاعر ظاہر ہوتا اسکے افراد دوسروں پر فخر برتری کا اظہار کیا کرتے تھے_(1)
معاشرتی اور اجتماعی حوالے سے سیاسی اور حکومتی عہدے لیاقت اور طاقت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنی رسوم و
---

1) سید جعفر شہیدي، تاریخ تحلیلی اسلام، تہران 1366، ص 15 _ 14_

روایات اور وراثت کی بناء پر تقسیم ہوتے تھے، اسی لیے درخشان صلاحیتیں کو اپنے ظہور کاموقع نہیں ملتا تھا_ مکہ کے لوگ کعبہ کے وجود اور اسکی ہمسایگی کی برکت سے اور زمانہ جاہلیت کے رسوم و رواج سے ما خوذ خاص روابط کی بناپر آرام و سکون کی زندگی گزاررہے تھے، مشترك دفاع میں شرکت کیا کرتے تھے_
اسی کے ساتھ ساتھ مکہ اور یثرب کے درمیان واضح فرق اور امتیاز نظر آتاہے ، مکہ کے لوگ تاجر اور دوراندیش تھے جبکہ یثرب والے زراعت پیشہ اور سخت محنت کش شمار ہوتے تھے_
اس قسم کی فضاء میں تقریبا 610 عیسوی میں پیغمبر اسلام(ص) نے مکہ میں اپنی دعوت کا آغاز کیا، اس دعوت کے نتیجے میں مسلمانوں کا ایك گروہ مکہ میں وجودمیں آیا کہ جو اہل مکہ کی بدسلوکی اور رقابت کا شکارہوگیا_
بعثت کے گیا رھویں سال مدینہ کے ساکن قبیلہ خزرج کا ایك گروہ کہ جو حج کیلئے مکہ آئے تھے انہوں نے عقبہ میں پڑاؤ کے دوران پیغمبر (ص) سے ملاقات کی اس ملاقات میں پیغمبر اکرم(ص) نے انہیں اپنی اور اپنے دین کی شناخت کروائي اور ان لوگوں نے قبول کیا، اسکے ایك سال بعد قبیلہ خزرج کے بارہ مردوں اور ایك عورت نے اسی جگہ پیغمبر اکرم(ص) کی بیعت کی کہ اسلامی تاریخ میں اسے پہلی بیعت عقبہ کہ نام سے یاد کیا جاتا ہے ، پیغمبر اکرم(ص) نے اسی بیعت کی بناء پر مصعب بن عمیر کو پہلے داعی اسلام کے طور پر مدینہ میں بھیجا تا کہ وہ مدینہ والوں کو قرآن ، اسلامی تعلیمات اور نماز کے آداب سکھائیں چونکہ معلوم ہوچکا تھا کہ مدینہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے مناسب پناہ گاہ ثابت ہوگی ، تو پیغمبر اکرم(ص) نے بعثت کے چودھویں سال بارہ ربیع الاول کو اپنی تاریخی ہجرت کي_
اسکے بعد پیغمبراکرم(ص) کے اصحاب دو گروہ میں تقسیم ہوگئے : مہاجرین کہ جو مکہ سے آئے تھے ، او رانصار یعنی مدینہ کے ساکن کہ جنہوں نے اسی شہر میں پیغمبر اکرم(ص) کا استقبال کیا_(1)
پیغمبر اکرم(ص) نے مدینہ میں اسلامی معاشرے کی عمارت کو تین اہم بنیادوں پر قائم کیا یعنی مسجد بنائي گئي ،
---

1) دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی و مجمع اڈریس_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مہاجرین اور انصار میں عقد اخوت قائم ہوا اور مسلمانوں اور غیر مسلم قبائل میں با ہمی تعاون کا معاہدہ طے پایا، یعنی حقیقت میں اسلامی سیاسی معاشرہ بھی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد تشکیل پایا، مدینہ کی اسلامی حکومت ایك حکومت کیلئے ضروری تمام لوازمات یعنی زمینی جگہ ، آبادی ، حاکمیت اور دفتری اور انتظامی نظام کی حامل تھي_
اس اسلامی معاشرہ میں ایك خصوصیت اوربھی تھی کہ جو اس زمانہ تك انسانی تاریخ میں پہلے کہیں موجود نہ تھی وہ یہ کہ معاشرہ کی تشکیل کے اہم رکن یعنی قانون کی حاکمیت تھی ، یعنی معاشرہ کے تمام افراد کیلئے بغیر کسی امتیاز کے ایك جیسا قانونی نظام قائم تھا_
ان اقدامات کے ذریعے پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی منشاء کے مطابق مدینہ میں بتدریج سیاسی اور ادارہ جاتی نظام قائم کردیا، دینی عقاید کے گوہر سے استفادہ کرتے ہوئے اور انکے تحفظ اور انکی نشر و اشاعت _جو کہ آپکا معاشرہ میں اصلی ہدف تھا_کی وجہ سے معاشرہ کی سیاسی اور انتظامی حالت مستحکم ہوگئي، اسی طرح پیغمبر اکرم(ص) کی دس سالہ حکمرانی میں تقریبا اسّی چھوٹی بڑی جنگیں بھی مدینہ میں انجام پائیں، کہ پیغمبر اکرم(ص) یا بذات خود ان میں شریك ہوتے تھے اور لشکر کی کمانڈ کرتے تھے یا خود مدینہ میں تشریف فرما رہتے اور کسی ایك صحابی کو لشکر کے سپہ سالار کے طور پر روانہ کرتے ،ان جنگوں نے اسلام کی تازہ تشکیل شدہ حکومت کی سیاسی اور فوجی حیثیت کو مضبوط کرنے میں بہت بنیادی کردار ادا کیا_
پیغمبر اکرم(ص) نے مختلف قبائل مثلا یہودی اور عیسائي قبائل کے ساتھ معاہدے کیے ،پیغمبر(ص) نے ان معاہدونمیں ایك موزون اور کامیاب حکمت کے ساتھ مدینہ کی نئي حکومت کے تحفظ اور ثبات کی ضمانت فراہم کی ، اسکے علاوہ ہمسایہ ممالك مثلا ایران ، روم ، مصر ، یمن اور حبشہ کے بادشاہوں اور حکام کی طرف خط بھیجے، مورخین کی نگاہوں میں یہ خطوط پیغمبر اکرم (ص) خارجہ پالیسی کا کچھ حصہ شمار ہوتے ہیں_
ان اقدامات اور دیگر بے شمار شواہد کی بناء پریہ کہا جاسکتا ہے کہ ہجرت کے ابتدائي ایام میں ہی اسلامی تمدن کی تشکیل کے مختلف پہلو ظاہر ہوچکے تھے اوریہ بات نازل شدہ آیات کے لہجے کے تغیر سے بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ دعوت اسلام کے ابتدائي ایام کے برعکس مدینہ میں الہی آیات بیشتر احکام و حدود کے پہلوکی حامل ہیں اور ان میں قوانین شریعت اور معاشرتی احکامات کی گفتگو ہوئي ہے _

اس کے بعد پیغمبر اکرم(ص) نے ادارہ جاتی اور محکمانہ نظام کے ابتدائي مراحل کی تشکیل کیلئے کوشش کی ، اپنے لیے معاونین کا انتخاب کیا اور ہر ایك کو ایك ذمہ داری سپردکی ، اگلے مرحلے میں اسلامی حاکمیت کے پھیلاؤ کے لیے کارکنوں کا تقرر کیا ان میں سے بعض زکوۃ اور صدقات کی وصولی میں مشغول ہوئے اور دوسرے گروہ کو معاشرتی امور کو منظم کرنے کی ذمہ داری سوپنی ،اس دور مینجو دس سال تك چلا جو آیات الہی نازل ہوئیں ان میں اسلامی حاکمیت کے ارکان کو مستحکم کرنے کی تاکید ہوئي ،انہی سالوں مینکچھ اور اقدام بھی ہوئے جن میں غور و فکر کرنے سے پیغمبر اکرم (ص) کی اصلی ذمہ داری اور انکے اندرونی میلانات کی حقیقی تصویر سامنے آتی ہے_
گیارہ ہجری کو پیغمبر اکرم (ص) کی وفات عظمی کے بعد انکی جانشینی والے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوا ، بالاخرہ سقیفہ بنی ساعدہ کے ماجرا کے نتیجہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت انجام پائي ، ابوبکر نے بہت زیادہ کوشش اور ان لوگوں سے دو سال تك جنگ و جدال کرنے کے بعد کہ جو خلیفہ کی حاکمیت اور ایك مرکزی حکومت کو قبول نہیں کرتے تھے_
بالاخرہ سارے جزیرہ عرب کو اپنی حکومت کے تحت لے لیا، اسکے بعد مذہب اسلام کی نشر و اشاعت کے حوالے سے شام اور عراق کی طرف لشکر بھیجے ،ابوبکر نے تیر ھویں ہجری میں انتقال کیا لیکن اپنی وفات سے قبل حضرت عمر بن خطاب کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا _
حضرت عمر کی خلافت کا آغاز مصر ، ایران اور شام میں فتوحات کے زمانہ میں ہوا جس زمانہ میں عرب اسلام کے زیر سایہ طاقتور ہو رہے تھے اسی زمانہ میں روم اور ایران کی حکومتیں با ہمی طویل اور لا حاصل جنگوں کے بعد کمزور اور ناتواں ہو چکی تھیں، ان ممالك کے لوگوں کی اپنی حکومتوں سے بیزاری لشکر اسلام کے استقبال کا باعث بنی _
آدھی صدی سے کمتر عرصہ میں ہی ، اسلام ایران اور افریقہ کے غالب دین کے طور پر ابھرا مسلمانوں کی ان ممالك کے لوگوں کے عقائد اور آداب سے آشنائي نے مدینہ کی اجتماعی فضا کو بھی متغیر کردیا تھا، دوسری طرف سے مفتوحہ سرزمینوں کا نظم سنبھالنے کی وجہ سے مسلمانوں کو گوناگوں معلومات اور تجربات حاصل ہوئے ، یہی دور تھا کہ آہستہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آہستہ حکومت کے تمام سیاسی ستونوں کو منظم کرنے کیلئے دفاتر اور محکمے وجود میں آئے_

دوسرا باب:

اسلامی تمدن کی تشکیل کا پس منظر

1) اسلام میں علم و دانش کا مقام

جو کچھ آیات اورروایات میں علم و دانش اور معرفت کی فضیلت کے حوالے سے ذکر ہوا ہے اگر اسے بغیر کسی تفسیر اور تشریح کے جمع کریں تو بڑی کتابوں کی شکل میں سامنے آئیگا، اگر اس حد تك اسلام کے اولیاء علم اور تعلیم پر تاکید نہ فرماتے ہوتے تو کبھی بھی اسلامی تمدن عظمت کے اس بلند مقام پر فائز نہ ہوتا_
خود کلمہ " علم " اپنے مشتقات کے علاوہ تقریبا اسّی بار قرآن مجید میں مختلف موارد میں استعمال ہوا ہے ،کلمہ "عقل" اگر چہ قرآن مجید میں نہیں آیا لیکن " اولی الالباب" کی ترکیب کہ جسکا معنی صاحبان عقل ہے قرآن میں موجود ہے ، اسی طرح " حکمت ، برہان ، فکر ، فقہ و غیرہ جیسے کلمات کئي بار قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں، اللہ تعالی نے مومنین کو اس حوالے سے کہ وہ اندھی تقلید کی بناء پر اس پر ایمان لائیں نہی فرمائي ہے ، حتی کہ ایك آیت میں (روم 65) علم اور ایمان کا اکھٹا ذکر کیا ہے _
مزید یہ کہ صرف ان کلمات پر اکتفاء نہیں ہوا بلکہ تعلیم و تربیت کے حوالے سے بہت سی آیات قرآن میں موجود ہیں ، مثلا آل عمران کی آیت 190، انعام آیت 97، یونس کی آیت 5 ... یہاں تك کہ وہ آیات کہ جو گذشتہ لوگوں کے قصے بیان کرتی ہیں اور ان واقعات کو بیان کرنے سے انکا ہدف عبرت دلانا ہے ان میں بھی تاریخی موضوعات ، تاریخ نویسی پر حوصلہ افزائي ، آثار تاریخی کا مشاہدہ اور حقائق بینی جیسے احساسات کو واضح اور آشکار طور پر درك کیا جاسکتا ہے_(سورہ انعام 11)
پیغمبر اکرم(ص) اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول احادیث اور اقوال میں بھی عظمت علم اور فضیلت علماء کے حوالے سے بہت کچھ ذکر ہوا ہے، پیغمبر اسلام (ص) کی یہ تاکید کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر حصول علم واجب اور

فرض ہے یا یہ کہ ایك گھنٹے کی فکر ایك سالہ عبادت سے بہتر ہے ، یہ سب اسلام میں تعلیم و تعلم کے حوالے سے تاکید کی مثالیں ہیں_
ائمہ علیہم السلام کی حیات مبارکہ کے ادوار میں بالخصوص امام جعفر صادق (ع) کا سنہری دور کہ جب علم و تعلیم عروج پر تھی آب اپنے اصحاب کو علم کے حصول پر شوق دلاتے تھے ،یہ کہ قیامت کے دن دانشوروں کے قلم شہداء کے خون پر بھاری پڑ جائیں گے اس قسم کی رغبت اور شوق دلانے کی مثالوں میں سے ہے، البتہ اس نکتہ پر توجہ رکھنی چاہیے کہ حصول علم کی اسلام میں کچھ شرائط ہیں : اسلام علم اور اخلاق میں کسی فاصلے کا قائل نہیں ہے بلکہ ان دونوں کے با ہم پیوستہ رہنے پر تاکید کرتا ہے، اسلام میں اہل علم و دانش ذمہ دار فرد ہے اور اخلاق سے بے بہرہ استاد سوائے گمراہی کے کوئي اور راہنمایی نہیں کرتا ، یہ موضوع بذات خود اسلام کے امتیازات میں سے ہے کہ وہ تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایك علیحدہ اور خاص مکتب کا مقام رکھتا ہے_(1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسلامی تہذیب و تمدن میں تاریخ کتابت پر ایك نظر
تاریخ کے مختلف اوراق سے جو معلومات حاصل ہوئي میں وہ یہ کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اگر چہ لکھنے کے فن سے مطلع تھے لیکن ان کی صحرائي زندگی ایسی نہ تھی کہ فن کتابت انکے لئے ضروری ہو،اس دور میں زبانی یاد کرنے اور حفظ کرنے کے کلچر کا غلبہ تھا، جزیرہ عرب کے بعضی مناطق مثلا حجاز سے ایك لکھا ہوا پتھر ملا ہے کہ جو اس منطقہ کے قدیم زمانے سے تعلق رکھتا ہے ماہرین اس نتیجہ پرپہنچے ہیں کہ اس علاقے میں پہلے خط نبطی کی ایك قسم رائج تھي_
قرآن مجید میں کتابت کے حوالے سے خاص الفاظ کا موجود ہونا بتاتاہے کہ ظہور اسلام کے زمانہ میں اہل عرب کتابت کی مختلف اقسام کا کچھ علم رکھتے تھے، ان الفاظ میں سے ایك لفظ " کتاب" ہے اگر چہ یہ
---

1) محمد رضا حکیمی ، اور دیگران " الحیاة" تہران ، ج 1_

33 واضح نہیں ہے کہ اس سے مقصود وہ چیز ہے کہ جسے ہم کتاب کہتے ہیں ، بہرحال کسی لکھی ہوئي اور مکتوب چیز کااشارہ دے رہاہے، اسی طرح لفظ صحیفہ جمع کی صورت میں یعنی " صحف" قرآن میں ذکر ہوا ہے ، یہاں یقینا مراد مکتوب اورلکھی ہوئي چیز ہے، با وجود اس کے کہ اہل عرب حفظ اور زبانی یاد کرنے پر بہت زیادہ رغبت رکھتے تھے قرآن مجید کا کتابت پر تاکید و اصرار بہت دلچسپ اور اہم ہے اور اس بات پر اشارہ ہے کہ مسلمان ان اولین ایام میں ہی جانتے تھے کہ کتاب آسمانی کی آیات میں کوئي لفظ تبدیل نہیں ہونا چاہیے_(1)
جلد اورر چمڑا ان چیزوں میں سے ایك تھی کہ جس پر قرآن لکھا جاتا تھا اس زمانہ میں اہم مسائل تحریر کرنے کے لیے جلد یا چمڑااستعمال کرنے کی وجہ اسکی پائیداری تھی لیکن اسکا حصول امیر لوگوں کیلئے بھی دشوار تھا، اسی لئے اہل عرب کچھ اور مناسب چیزوں کو کتابت کیلئے استعمال کرتے تھے ، مثلا کھجور کے درخت کی خشك کی ہوئي چھال یا اسکی کوئي خشك شاخ ،مسلمانوں کی اردگرد کی تہذیبوں سے آشنائي انکی کتابت کے وسائل سے آگاہی میں بھی بہت اثرات کی حامل تھی ،مسلمان، مصر وشام کی سرزمینوں کو فتح کرنے کے بعد قرطاس یا پیپورس سے آشنا ہوئے ، اسکے بعد انہیں کتابت کیلئے دیگر چیزوں پر ترجیح دیتے تھے لیکن پیپورس (کاغذ کی طرح ایك چیز) بھی انکے لئے بہت مہنگا ثابت ہوا_
لہذا تحریر کے لیے مناسب انتخاب " کاغذ" تھا مسلمان شروع میں ماوراالنہر کے علاقے فتح کرنے کے زمانے میں کاغذ سے آشنا ہوئے تھے، سمرقند کہ جہاں بہت سے چینی کاغذ سازی کی صنعت میں مشغول تھے وہاں سے یہ صنعت دیگر اسلامی سرزمینوں میں منتقل ہوئي ، کاغذکے خام مال کو مختلف مقدار میں استعمال کرنے کی وجہ سے پہلی صدی ہجری میں مختلف انواع اقسام کے کاغذ تیار ہوئے تھے، یہ کاغذ اپنی نوعیت ، استحکام ، ضخامت ، چمك اور رنگ میں ایك دوسرے سے مختلف ہوتے تھے_
اس سے معلوم ہوتاہے کہ مسلمانوں نے چینی لوگوں سے کاغذ سازی کی روش کو سیکھنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس صنعت کو ترقی دی اور کمال تك پہنچایا ، بتدریج تمام اسلامی شہروں اور سرزمینوں میں مثلا عراق ، مصر ،
---

1) یحیی وہب الجبوری ، الخط و الکتابة فی الحضارة العربیہ ، بیروت ، ص 249 کے بعد تك_

34 ایران اور اندلس میں کاغذ سازی شروع ہوگئي ، دوسری صدی ہجری کے اختتام میں ہارون الرشید کے علم دوست وزیر فضل بن یحیی برمکی کی کوششوں سے کاغذ سازی کی صنعت بغداد میں شروع ہوئي اور اس صنعت نے بہت سرعت کے ساتھ کھال اور چمڑا کی جگہ لے لي_
پانچویں صدی ہجری میں یہ صنعت عراق سے شام کی طرف منتقل ہوئي اور وہاں اس نے حیران کن انقلاب بپا کردیا، اسطرح ناصر خسرو اپنے سفرنامہ میں لبنان کے شہر طرابلس کے حوالے سے لکھتا ہے کہ اس شہر میں سمرقندی اور اق کی طرح خوبصورت اوراق تیار ہوتے تھے اور ان سے کیفیت میں بہتر ہوتے تھے، گویا اس طرح مسلمانوں نے ثقافتی روابط کے اہم ذرائع میں سے ایك یعنی کاغذ کی ترقی اور پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا ، یہ صنعت مصر اور اندلس کے ذریعے یورپ منتقل ہوئي اور سب سے پہلا کاغذ سازی کا کارخانہ اٹلی میں تقریبا تیرھویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوا اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس نے کام شروع کیا_(1)

2_ علوم کا منتقل ہونا اور اہل علم و دانش کی دنیائے اسلام مینشمولیت عالم اسلام میں علوم عقلی کی پیدائشے کا اصلی منبع یونان اور اسکی علمی محفل تھی ، اگر چہ اکثر علوم بالواسطہ یونانی زبان سے سریانی اور لاتینی زبان میں ترجمہ کی شکل میں مسلمانوں کے پاس پہنچے لیکن ان علوم کا ایك حصہ اسکندریہ (مصر میں) اور وہاں کے علمی مرکز سے یعنی مدرسہ اسکندریہ کے ذریعے مسلمانوں کے پاس پہنچا(2) وہ علوم جو مسلمانوں نے یونانیوں سے حاصل کیے یہ ہیں : ریاضی ، نجوم، طب اور علوم طبیعی _
اسلامی دانشوروں کی تالیفات بتاتی ہیں کہ کس حد تك مسلمانوں نے بقراط ، جالینوس ، افلاطون ، فیثاغوریث اور ارسطو کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا، ایك اہم نکتہ یہ ہے کہ پہلے پہل مسلمان ان علوم سے یوناني

---

1) دايرة المعارف فارسي، غلام حسين مصاحب، ج2 ص 2144_
2) سيد حسن تقی زاده ، تاريخ علوم در اسلام ، تہران 1379 شمسی ص 30،31_

35

کتابوں کے ترجمہ کے کی بجائے ان اطباء کے ذریعے آگاہ ہوئے کہ جو مسلمانوں کی فتح کے زمانہ میں ان یونانی سرزمینوں میں رہتے تھے، دمشق کو مرکز خلافت کے طور پر انتخاب کرنا باعث بنا کہ یونانی دانشوروں سے رابطہ کئي گناآسان ہوگیا ، کچھ علوم ہندوستان سے عالم اسلام میں وارد ہوئے ، عباسی دور کے اوائل میں یہ علمی رابط برقرار ہوا ، علوم طب ، نجوم وغیرہ میں ہندی کتابوں سے ترجمہ کیا گیا، اسی طرح چند ہندی ماہرین کہ جن میں ایك صف اول کا ستارہ شناس بھی تھا خلیفہ عباسی منصور کے پاس آئے ، تو منصور نے اس ستارہ شناس سے چاہا کہ ان علوم کا کچھ حصہ اسکے دربار کے علماء کو سکھائے ، اسطرح ہندی علوم وسیع پیمانے پر علوم اسلامی کی محفلوں میں وارد ہوئے_
دنیا کا ایك اور علمی مرکز کہ جہاں سے مختلف علوم اسلامی تمدن میں داخل ہوئے وہ ایران بالخصوص ایران کا شہر گُندی شاپور(شوستر شہر اور دزفول شہر کے درمیان) تھا، گُندی شاپور میں خسرو انوشیروان کی حکومت کے زمانے سے مدرسہ اور ایك ہسپتال تعمیر ہوا تھا کہ جہاں مختلف ممالك سے طبیب اور ماہرین مشغول تھے_ گندی شاپور کی ترقی کی ایك وجہ نسطوریونکا وہاں آنا تھا، جب نسطوریونکو مدرسہ ادسا ء سے نکالا گیا تو وہ ایران کی طرف آئے اور گندی شاپور شہر میں مقیم ہوئے ، وہ یونانی کتابوں کا سریانی ترجمہ بھی اپنے ساتھ لائے تھے ، اشراقی (ایك فلسفی مکتب) حکماء کہ جو اہل یونان تھے " ایتھنز " سے انہیں در بدر کیا گیا تو وہ بھی یہاں آکرفلسفہ کی تعلیم میں مشغول ہوگئے اور انوشیروان کے حکم سے انہوں نے افلاطون اور ارسطو کی بعض کتابوں کا پہلوی زبان (قدیم فارسي) میں ترجمہ کیا_
مسلمانوں کے ہاتھوں ایران کی فتح کے بعد ان کتابوں کا فارسی سے عربی زبان میں ترجمہ ایك قدرتی امر تھا، عباسی خلافت کے زمانے میں کچھ کتابوں کا پہلوی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا بعد میں یہ کتابیں اسلامی نجوم کے علم کی تکمیل کے حوالے سے اہم ترین منبع شمار ہوتی ہیں_
علوم طبیعی کے میدان میں ایك اہم ترین علم " علم الادوية"تھا جو یونان سے اسلامی دنیا میں داخل ہوا، ایشیای کوچك کے ایك ماہر و دانشور دیسقوریدس کی کتاب " حشائشے یا الھیولی فی الطب " کی نام سے عربی

36

میں ترجمہ ہوئي ،یہ کتاب یونانیوں کے نزدیك بہت اہمیت کی حامل تھی اور عربوں کے ہاتھوں بہت دقیق انداز سے ترجمہ اور تحقیق ہوئي ، اس قسم کی قدیم اور معیاری کتب کے ذریعے مسلمان علم الادویہ اور طبی مفردات میں ممتاز مقام کے حامل ہوگئے_(1)

3_ترجمے کی تحریك:
فتوحات کے عروج کا زمانہ گزرنے کے بعد جب اسلامی حکومت مستحکم ہوگئي اور مسلمان اسلام کے بنیادی علوم کی تدوین سے کچھ حد تك فراغت پاگئے ، بعض عباسی خلفاء کے اہتمام اور حوصلہ افزا سیاست کے زیر سایہ اور بیت المال کی بے پناہ دولت سے استفادہ کرنے کے باعث اسلامی معاشرہ آہستہ آہستہ ان علوم اور صنعتوں کی طرف متوجہ ہوگیا کہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جو غیر مسلم تہذیبوں میں موجود تھے، اس توجہ کا اصلی سرچشمہ قرآن اور بہت سی احادیث تھیں جو مومنین کو علم و فن کے کسب کرنے پر ترغیب دلاتی تھیں_
دہ چیز جو سب سے زیادہ اس تحریك کے اسباب کو فراہم کرنے کا باعث تھی وہ مسلمانوں کی فتوحات بالخصوص مسلمانوں کا ساسانیوں کی ساری مملکت پر تسلط اور مشرقی روم کے کچھ مناطق پر قبضہ تھا ، ان میں سے ہر سرزمین ایك قدیم تہذیب کی حامل تھي، اس سے بڑھ کر یہ کہ ایك ہزار سال قبل یہاں اسکندر اعظم نے لشکر کشی کی تھی ، جس کی بناء پر ان میں کچھ حد تك یونانیوں کا مزاج رسوخ کرگیا تھا_
مسلمان فاتحین نے اپنے زیر تسلط سرزمینوں سے ایك متحدمملکت تشکیل دی _ دوسری تہذیبوں کے ساتھ ساتھ یونانیوں کے ساتھ مبادلہ اور ثقافتی تفاہم کا ہر طرح سے ایك نیا تجربہ کیا ،تو بہت ہی کم مدت میں عالم اسلام کے حکام، دانشوروں اور اہل دانش کا اشتیاق اور کام اسقدر بڑھ گیا کہ بعد میں اس دور کانام "تحریك ترجمہ "کا دور پڑگیا ، اگر چہ اس تحریك کا آغاز بنی امیہ کے دور سے ہوالیکن اس تحریك کے اصلی اثرات بنی عباس کے دور میں حاصل ہوئے_

---

1) آلدومیہ لی ، علوم اسلامی و نقش آن در تحولات علمی جہان _ ترجمہ محمد رضا قدس رضوی ، ص 9 _ 77_

بنی امیہ کے دور میں اکثر ترجمے اداروں ، محکموں ، سیاست اور تجارت سے مربوط تھے انہیں جدید حکام اور غیر عرب زبان لوگوں کے درمیان رابط کی ضرورت کی بناء پر ترجمہ کیا گیا تھا، یہانتك کہ اگر کوئي ایسا متن کہ جسے علمی کہا جاسکے ترجمہ ہو ا تو وہ بھی فوجی یا محکمانہ ضرورتوں کی بناء پر تھا، ترجمے کی با قاعدہ تحریك جس نے بہت سے تاریخي، اجتماعی اور علمی آثار چھوڑے ،اولین عباسی خلفا کے دور سے شروع ہوئي _
یہ علمی تحریك دو صدیوں سے زیادہ جاری رہی ،بالخصوص دوسرے خلیفہ منصور عباسی کی حکومت کے زمانہ مینغیر مسلم اقوام کے علوم کے ترجمہ کے حوالے سے اہم اقدامات دو روشوں یعنی تحت اللفظی اور با محاورہ صورت میں انجام پائے، اس زمانہ میں پہلے ترجمے فارسی سے عربی میں ہوئے ، ان کتابوں کے بیشتر مترجمین نو مسلم زرتشتی تھے، چند ادبی کتابوں مثلا کلیلہ اور دمنہ کا ترجمہ ایرانی مصنف عبداللہ بن مقفع (متوفای 141 قمري) کے ہاتھوں انجام پایا، بعد والے ادوار میں اسلامی مترجمین ترجمہ کے فنون مینبہت زیادہ مہارت پیدا کرگئے اس فن میں اپنے تجربات کی بناء پر انہوں نے سریانی اور یونانی زبانوں سے عربی میں ترجمہ کیا_
اس دور میںنسطوری مذہب کے حاذق حکیم اور شیخ المترجمین کے نام سے مشہورحنین بن اسحاق جو یونانی ، سریانی ، عربی او پہلوی زبانوں پر تسلط رکھتے تھے پہلے مترجم تھے جنہوں نے ایك گروہ تشکیل دیا اور ترجمہ کے کام کو منظم کیا ،ان کے فن ترجمہ کے شاگردوں میں سے انکے فرزند اسحاق اور بھانجے حبیش بن اعسم تھے، حنین بھی دیگر مترجمین کے ترجموں کو اصل کتابوں سے مطابقت دیتے ہوئے اصلاح کیا کرتے تھے_
عباسی خلافت کے دور میں ترجمہ کی اس تحریك کو چند ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام ادوار میں خلیفہ کے میلان یادیگر عوامل کی بناء پر تراجم کی تعداد اور موضوعات میں فرق پڑا ،ان ادوار کو خاص طور پانچویں عباسی خلیفہ ہارون الرشید (حکومت 193 _ 170) کے دور سے یوں ترتیب دیا جا سکتا ہے:
(الف) ہارون الرشید کا دور: اس دور میں توجہ کا مرکزسائنس کی کتابوں کا ترجمہ تھا ، یحیی بن خالد برمکی جو کہ ہارون کے وزیر تھے انہوں نے لائق مترجمین کو اکٹھا کرنے کے لیے بہت زیادہ کوشش کی ، ہارون کے

زمانہ میں جو شہر جو مسلمانوں کے قبضہ میں آتے تھے انکے کتابخانے کامل طور پر بغداد میں منتقل ہوتے تھے، یونانی علوم کے پہلے آثار اور تالیفات مثلا اقلیدس اور مجسطی کی اصول ہندسہ پر لکھی ہوئي کتابیں ،بطلمیوس کی تصانیف اور ہندوستانی زبان سے طب کے بارے میں تصنیفات کا عربی میں ترجمہ اس دور میں انجام پایا_
ب) مامون کا دور (حکومت 218 _ 198قمری) : ہارون الرشید کے بعدکچھ عرصے میں مامون مقام خلافت پر پہنچ گیا ،جس زمانہ میں حکومت اسکے ہاتھوں آئي اس زمانہ میں آیات قرآن سے مختلف فہم و تعبیر کی بناء پر علم کلام کی مباحث عروج پر تھیں اوراس دور میں بالخصوص بہت سی فلسفی تصنیفات عربی میں ترجمہ ہوئیں_
ج) مامون کے بعد کا دور: مامون کے بعد متوکل عباسی (حکومت 247 _ 232قمري) کے دور میں ترجمہ کا کام اسی طرح

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چلتا رہا، مثلا حنین بن اسحاق اسی طرح متوکل کے دور میں بھی ترجمہ کے کام میں مشغول رہے ، لیکن حکومت اسلامی کے مرکز کا معتصم (حکومت 237 _ 218قمري) کے دور میں بغداد سے سامرا منتقل ہونا مختلف تصانیف کے ترجمہ کی کیفیت میں تبدیلیاں لایا، اس تبدیلی کی اہم ترین وجہ " بیت الحکمۃ" جو کہ ایك اہم ترین علمی ادارہ تھا اسکی عظمت و اہمیت کا کم ہونا تھا_

د) تحریك ترجمہ کا اختتام:بغداد میں ترجمہ کی تحریك دو سو سال تك بہت زیادہ کام کرنے کے بعد بتدریج زوال پذیر ہوگئي اور آخر کار نئے عیسوی ہزارہ کے آغاز میں اپنے اختتام تك پہنچ گئي، البتہ یہاں تحریك ترجمہ کے ختم ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں کی توجہ ترجمہ شدہ علوم کی طرف کم ہوگئي یا یونانی زبان سے ترجمہ کرنے والے ماہرین کم ہوگئے تھے بلکہ اس تحریك کے اختتام کی اصلی وجہ ان زبانوں میں نئے موضوعات کا موجود نہ ہونا تھا ،دوسرے الفاظ میں یہ تحریك اپنی اجتماعی مرکزیت کھو بیٹھی تھی ، جدید مضامین کا پیش نہ ہونا سے مراد یہ نہیں ہے کہ دیگر غیر دینی یونانی کتب ترجمہ کیلئے موجود نہ تھی بلکہ اس سے مرادیہ ہے کہ ایسی یونانی کتب جو اس تحریك کے بانی حضرا ت، علماء اور دانشور طبقہ کی توجہ اور ضرورت سے متعلق ہوں موجود نہ تھیں ،

39

کیونکہ بیشتر علوم و فنون میں بہت عرصہ پہلے سے اصلی متون اور تصنیفات تشکیل پا چکی تھیں کہ جو ان ترجمہ شدہ کتب کی سطح سے کہیں بلند علمی سطح کی حامل تھیں ،اس تحریك کے بانی اور حامی گذشتہ دور کی نسبت اب ترجمہ کے کام کی طرف توجہ یا اسکی پشت پناہی کرنے کی بجائے خود عربی زبان میں اصلی مضامین وموضوعات کو پیش کر رہے تھے_

4_ اسلامی تمدن میں علمی مراکز

اسلام کے نئے تشکیل شدہ نظام کے استحکام اور اسلامی معاشرے کے اندرونی رشد و کمال سے بتدریج تعلیمی مراکز وجود میں آگئے جنہوں نے علوم و فنون کی پیدائشے اور وسعت میں اہم کردار ادا کیا، پہلا تعلیمی ادارہ کہ جو اس عنوان سے وجود میں آیا اسکا نام بیت الحکمۃ تھا یہ بغداد میں تعمیر ہوا اور حکومتی خزانہ یا بیت المال کی رقم سے چلتا تھا_

یہ دانشوروں ،محققین اورخصوصاًایسے لائق مترجمین کے اجتماع کا مرکز تھا کہ جو یونان کی علمی و فلسفی کتب کو عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے، بیت الحکمۃ کہ جو مسلمانوں کا بغداد میں پہلا کتابخانہ تھا اسکی بنیاد ہارون الرشید نے ڈالی ، اس سے پہلے منصور عباسی کہ جسکے زمانہ میں ترجمہ کے کام کا آغاز ہوا تھا اس نے حکم دیا تھا کہ دیگر زبانوں سے کتب کو عربی مینترجمہ کیا جائے بعد میں یہی کتب بیت الحکمۃ کی اساس قرار پائیں_

مامون کے زمانہ مینبیت الحکمۃ کو وسیع کیا گیا، اس نے کتابوں سے لدے ہوئے سو اونٹ بغداد منگوائے اور بظاہر یہ کتب اس قرار داد کے تحت مسلمانوں کودی گئینجو مامون اور روم کے بادشاہ مشل دوم کے در میان طے پائي، نیز مامون نے 3لاکھ دینار ترجمہ کے کام پر خرچ کیے، اس دور مینبیت الحکمۃ کے علاوہ دیگر علمی ادارے بھی موجود تھے ان اداروں میں سے ایك "دار العلوم" تھا یہ ایك عمومی لا ئبریری کی شکل میں تھا، اسی طرح مصر میں ایك تعلیمی مرکز دار العلم فاطمیون تھا، یہ ادارہ الحاکم با مراللہ جو کہ مصر میں فاطمی خلیفہ تھے انکے حکم سے 395 ہجری قمری قاہرہ میں تعمیر ہوا، اس ادارہ میں تقریبا دس لاکھ کتب موجود تھیں ،موصل کا

40

دار العلم جعفر بن محمد ہمدان موصلی نے تعمیر کیا یہ وہ پہلا علمی مرکز تھا کہجسمیں تمام علوم سے کتابیں جمع کی گئي تھیں موجودہ لبنان کے ایك شہر طرابلس مینپانچویں صدی ہجری کے آخر میں ایك دارالعلم سوا لاکھ جلد کتابوں کے ساتھ موجود تھا_(1)

اسلامی دور کے دیگربہت اہم مشہورعلمی مراکز نظامیہ مدارس تھے، پانچویں صدی کے آخری پچاس سالوں میں خواجہ نظام الملك نے بغداد ، نیشابور ، اور دیگر شہروں میں مدارس کی تعمیر کر کے نظامیہ نام کے مدارس کے سلسلے کی بنیاد رکھی ، بغداد کا نظامیہ جو کہ 459 قمری میں تاسیس ہوا اسمیں ابواسحاق شیرازی تدریس کیا کرتے تھے، انکے بعد اس مدرسہ میں تدریس کی سب سے بڑی کرسی امام محمد غزالی کو نصیب ہوئي ، اسکے بعد عالم اسلام میں مدارس کا جال بچھ گیا ،سلجوقیوں کی مملکت میں جو مدارس اور علمی مراکز خواجہ کے حکم سے تعمیر ہوئے تو وہ خواجہ نظام الملك

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے نظامیہ کے عنوان سے مشہور ہوئے _
بغداد کے نظامیہ کے علاوہ اور مدارس نظامیہ بھی قابل ذکر ہیں مثلا نیشابور کا نظامیہ خواجہ نظام الملك اور دیگر سلجوقی بادشاہوں کی نیشابور شہر کی طرف خصوصی توجہ کے باعث تاسیس ہوا ،مشہور افراد مثلا امام موفق نیشابوری ، حکیم عمر خیام، حسن صباح ، امام محمد غزالی اور انکے بھائي امام احمد اور امام محمد نیشابوری نے اس مدرسے میں تربیت پائي ،نیشابور کا یہ نظامیہ مدرسین اورمشہور فقہاء کی تعداد جو کہ وہاں تعلیم دیتے تھے ،کے باعث بغداد کے نظامیہ کے بعد دوسرا مقام رکھتا تھا، اسی طرح اصفہان اور بلخ کے مدارس نظامیہ بھی نامور اساتذہ کے حامل تھے_
مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عالم اسلام میں علمی و تعلیمی مراکزمتعدد اور متنوع تھے، ان مراکز میں سے وسیع اور غالب ترین علمی مراکز مساجد تھیں کہ جو سارے عالم اسلام میں پھیلی ہوئي تھیں ،مساجد مسلمانوں کے دینی اجتماع کے سب سے پہلے مراکز میں شمار ہوتی تھیں_

---

1)علی رفیعی علامہ دشتی ، درآمدی بر دایرۃ المعارف ،کتابخانہ ہای جہان ، قم ، ص 43 _ 42_

41 حتی کہ مدارس کی عمارتیں بھی مساجد کے نقشہ کے مطابق ہوتی تھیں ایسی معروف مساجد جو اپنی تاسیس کے آغاز میں یا کچھ عرصہ بعد ان میں لائبریریاں بھی تشکیل پائیں ، عالم اسلام کے اہم شہروں میں بہت زیادہ تھیں مثلا مسجد جامع بصرہ ، مسجد جامع فسطاط ، مسجدجامع کبیر قیروان ، مسجد جامع اموی دمشق، مسجد جامع زیتونہ جو کہ تیونس میں ہے، مسجد جامع قرویین فاس اور مسجد جامع الخصیب اصفہان(1)_
عالم اسلام کے ہسپتال کہ جنہیں " مارستان" بھی کہا جاتا تھامریضوں کے علاج کے ساتھ ساتھ اطباء کی تحقیق اور مطالعہ کے مراکز بھی شمار ہوتے تھے، اور ان میں صرف اسی علم پر لائبریریانبھی تھیں ،مثلا مارستان فسطاط ، مارستان الکبیر منصوری قاہرہ ، مارستان نوری بغداد ، ری کا ہسپتال ...
اسی طرح علمی مراکز میں سے رصد خانے (علم ہیئت کے مراکز) بھی تھے ،عالم اسلام میں بہت بڑے متعدد رصد خانے تعمیر ہوئے جن کا شمار دنیا کے سب سے بڑے اور اہم ترین رصد خانوں میں ہوتا تھا،کہ جن میں علم ریاضی اور نجوم کی جدید ترین تحقیقات ہوتی تھیں،رصد خانوں میں اسلامی دانشوروں کے بہت سے انکشافات اور تحقیقات صدیوں بعد بھی یورپ میں تجزیہ و تحلیل کا مرکز قرار پائے ،ان رصد خانوں میں اہمیت کے لحاظ سے مثلا مراغہ اور سمرقندکے رصد خانوں کا نام لیا جاسکتا ہے_
ان تمام اسلامی تعلیمی اداروں میں دو علمی مرکز بہت زیادہ اہمیت کے حامل میں ان دو میں ایك "ربع رشیدي" ہے کہ بہت سے علماء کی آمد و رفت کا مقام تھا کہ جو وہاں علمی کاموں میں مصروف تھے ،دوسرا "شنب غازاني"کہ جو ایل خانوں کے دور میں تعمیر ہوا کہ جس میں مختلف ا فراد کے درمیان متعدد علمی معلومات کا تبادلہ ہوا کرتا تھا_

---

1) منور جمال رشید ، قدیم اسلامی مدارس، لاہور ، ص 138 _ 114_

تیسرا باب:

اسلامی تمدن میں علوم کی پیش رفت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علوم کی درجہ بندي:

کلی طور پر دیکھا جائے تو اسلامی دانشوروں کی آغاز میں عالم طبیعت بالخصوص انسان کے حوالے سے علم طب میں انہی حدود کے اندر نگاہ تھی کہ جو یونانی علماء نے متعین کی تھیں اسی طرح علم فلکیات کے حوالے سے وہی بطلمیوس کا زمین کو مرکز قرار دینے والا نظریہ رکھتے تھے، لیکن اسلامی دانشوروں کی تحقیق و مطالعہ نے انہیں ان نظریات سے مختلف حقائق سے آشنا کیا، لہذا طب، علم فلکیات ، ریاضی ، فزکس کے حوالے سے عالم اسلام مینایسے نکات اور قواعد سامنے آئے کہ جنکے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ کسی بھی طرح سے یونان سے نہیں لیے گئے بلکہ وہ اساسا اسلامی مفکرین کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں ، اس حوالے سے مزید تجزیہ و تحلیل کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم اسلامی تمدن میں علوم کی درجہ بندی پر نگاہ ڈالیں ،یو نان تمام علوم کی اقسام میں اسلامی دانشوروں اور انکی تحقیقات سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ ان حقیقی نکات اور مسائل کا تجزیہ کریں کہ جو یونانی علوم کی حدود اور معیار سے ہٹ کر سامنے آئے _
اسلام میں علوم کی درجہ بندی کے حوالے سے مختلف روشیں موجود ہیں اوریہ روشیں عام طور پر اپنے بانیوں کی اپنے ارد گرد کے جہان پر انکی خاص نگاہ سے وجود میں آتی رہیں ، پہلی درجہ بندی میں علوم کود و اقسام نظری اور عملی میں تقسیم کیا گیا ، البتہ یہاں ابھی ان علوم عملی کی کیفیت اور انجام کے طریقہ کار کو مد نظر نہیں رکھا گیا، علوم نظری کہ جنہیں حکمت نظری سے بھی تعبیر کیا گیاہے ان میں اصول شناخت و معرفت زیر بحث ہیں اور بحث کا موضوع وجود اور اسکا مادے سے تعلق کی حالت ہے ،یہ علوم پھر تین اقسام میں تقسیم ہوئے ہیں علم الہی (علم اعلي) وہ امور جو مادہ سے جدا ہیں ،علم حساب و ریاضی (علم اوسط) ان علوم کی بحث مکمل طور پر ذہنی اور مادہ

سے ہٹ کرہے اور علم طبیعی (علم ادني) جو مادہ کے بارے میں بحث کرتا ہے خواہ وہ ذہنی صورت میں ہو ں یا ذہن سے باہر کی دنیا میں _
اسی طرح علوم عملی بھی تین اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں :
"علم اخلاق "کہ جو انسان کی انفرادی و ذاتی زندگی سے مربوط ہے ،علم" تدبیر منزل" کہ جوگھرانے سے متعلق ہے اور علم سیاست کہ جو معاشرہ کے مسائل سے متعلق ہے ،یہ درجہ بندی یونانی فلسفہ بالخصوص ارسطو کے فلسفہ کے زیر اثر تشکیل پائي_
دوسری درجہ بندی علوم کے اپنے حقیقی ہدف کے ساتھ بلاواسطہ تعلق کی بنا پر ہے یعنی ان مختلف علوم سے ایك معین ہدف تك پہنچے کیلئے فائدہ اٹھا یا جا تا ہے ، مثلا حکمت نظری یا شرعی علوم مینشناخت و معرفت کومرکزیت حاصل ہے جبکہ دیگر علوم مثلا صرف ونحو(گرائمر کے قواعد) ان کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں_
تیسری درجہ بندی میں علوم دو قسموں اسلامی اور غیر اسلامی میں تقسیم ہوتے ہیں ، علوم اسلامی وہ علوم ہیں کہ جنکا سرچشمہ مکمل طور پر مسلمانوں کی فکر و نظر ہے ، جبکہ علوم غیر اسلامی وہ علوم میں کہ جنکے اصول دیگر تہذیبوں سے اسلام میں پہنچے اور مسلمانوں نے اپنی تحقیقات میں انہیں وسعت دی اور مختلف شاخوں میں تقسیم کیا_
چوتھی درجہ بندی میں علوم دو قسموں شرعی اور غیر شرعی میں تقسیم ہوتے ہیں علوم شرعی سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جو پیغمبر اکرم(ص) اور ائمہ اطہار سے ہم تك پہنچینکہ جن میں اصول و فروع دین مقدمات اورمتممات دین شامل ہیں جبکہ علوم غیر شرعی سے مراد فقط علوم عقلی ہیں مثلا ریاضیات و غیرہ _
پانچویں درجہ بندی میں علوم دو قسموں عقلی اور نقلی (منقول)میں تقسیم ہوتے ہیں یہاں علوم عقلی سے مراد حکمت ، کلام اور فلسفہ و غیرہ ہے جبکہ علوم نقلی سے مراد شرعی اور وہ معلومات کہ جو مختلف علوم مثلا علم فلکیات اور طب و غیرہ سے حکایت ہوئي ہیں_

وہ اسلامی دانشور حضرات کہ جنہوں نے علوم کی درجہ بندی کے موضوع پر تحقیق کی ان میں دو افراد کی رائے بہت اہمیت کی حامل ہے ، ابونصر فارابی (متوفي329 قمري)اور محمد بن یوسف خوارزمی (متوفی 387 قمري)
جناب فارابی وہ پہلے اسلامی دانشور ہیں جنہوں نے علوم کی درجہ بندی پر خصوصی توجہ کی انہوں نے اپنے خاص فلسفی ذوق کے ساتھ اپنی اہم کتاب " احصاء العلوم" میں علوم کی درجہ بندی کو کلی طور پر" آگاہي" یا انکی اپنی تعبیر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں" معرفت "کو انہوں نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے : علم زبان ، منطق ، ریاضیات ، علوم طبیعی و الہی اور حکمت عملی یااخلاق ، فارابی نے علوم طبیعی اور الہی کو چوتھے باب میں اس لیے پیش کیا کیونکہ دونوں علم طبیعی موجودات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں فقط اس فرق کے ساتھ کہ ایك میں موجودات وجود مطلق یا واجب الوجود کے ساتھ متصل ہوتے ہیں جبکہ دوسرے میں خود "واجب الوجود" مورد توجہ قرار پاتاہے_
اگر چہ جناب خوارزمی نے فارابی کی مانند علوم کو منطقی اور فلسفی نظم کے ساتھ مرتب نہیں کیا لیکن ہر علم کے دوسرے علوم کی نسبت موضوع اور ہدف کی بنیاد پر فرق کو مد نظر رکھا ہے ، خوارزمی کی نگاہ میں بعض علوم بذات خودہدف ہیں جبکہ بعض دیگر علوم مقصدتك پہنچے کا وسیلہ ہیں لہذا پہلے والے علوم دیگر علوم کی نسبت برتری کا مقام رکھتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب" مفاتیح العلوم' ' میں علوم کی ایك جدید درجہ بندی پیش کرنے کی کوشش کی یعنی علوم کو دو اقسام میں تقسیم کیا پہلی قسم " علوم شرعی " اور دوسری قسم اغیار کے علوم یا علوم عجمی ہیں ،انہوں نے اپنی کتاب کے پہلے حصہ میں ان علوم اسلامی کے بارے میں بحث کی کہ جنہوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کی حدود مینجنم لیا اور ارتقاء پایا جبکہ دوسرے حصہ میں ان مختلف علوم پر بحث کی کہ جنہوں نے ایران ، یونان یا ہند میں جنم لیا اور مسلمانوں نے انکی پیش رفت اور ارتقاء میں موثر کردار کیا(1)

---

1) بواوسل '' دائرة المعارفہای فارسی '' تہران ، ص 40 ، 20_

الف) غیر اسلامی علوم:

1) ریاضیات:

ترجمہ کی تحریك کے دور میں یونانی ریاضی دانوں کی بہت سی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کیا گیا اوربہت جلد ہی اسلامی ریاضی دانوں نے یونانی ریاضی دانوں کی سطح علمی پرسبقت حاصل کرلی ،انکی کتابوں کی بہت سی شروحات لکھی گئیناور انہوں نے علوم ریاضی کو بہت وسعت بخشی اس دور میں ریاضی کی اہم ترین یونانی کتاب کہ جسکا عربی میں ترجمہ ہوا اور اس کی بہت سی شروحات لکھی گئیں اقلیدس کی کتاب "اصول" تھي، لیکن مسلمان ریاضی دانوں کا اہم ترین کردار علم ریاضی کے فقط ارتقاء میں ہی نہ تھا بلکہ یہ کردار مشرق و مغرب یعنی یونان و ہند کی ریاضیات کے بہترین امتزاج یعنی اسلامی ریاضیات کی شکل میں سامنے آیا اور بنی نوع انسان کیلئے اسلامی ریاضیات ایك قیمتی ترین دریافت کی حیثیت رکھنے لگی _
یہ اسلامی ریاضیات کا ہی کارنامہ تھا کہ اس نے ہندسی ریاضیات کی معلومات کو جس میں اہم ترین یعنی اعشاری عدد نویسی کی روش کو ریاضی کے دیگر یونانی قواعد کے ساتھ مخلوط کر کے ایك وحدانی شکل وصورت میں ممکن کرتے ہوئے اہل مغرب کے سامنے پیش کیا، اگر چہ یونانی ریاضیات اپنی چند دیگر شاخوں میں مثلا مثلثات اورکروی علوم (spherical Seiences) میں کافی ترقی کر چکی تھیں لیکن ایك سادہ عددنویسی کی روش نہ ہونے کی بناء پر یونان میں علم اعداد ترقی نہ کرسکا تھا_
کلی طور پر اسلامی ریاضی دانوں کے علم ریاضی کی مختلف اقسام میں ثمرات کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے: اعشاری نظام کی تکمیل کے ذریعہ ہندی عدد نویسی کے نظام کی اصلاح مثلاً اعشاری کسور کی اختراع ،اعداد کی تھیوری میں جدید مفاہیم لانا،علم الجبرا کی ایجاد، علم مثلثات اور علوم کروي(spherical Sciences) میں اہم اور جدید انکشافات کرنا، درجہ 2 اور 3 کے عددی معادلات اور مسائل کا جواب پانے کیلئے مختلف روشوں کی تخلیق_

مسلمان ، مسلم ریاضی دان ریاضی دان محمد بن موسی خوارزمی کی کتاب" الجمع و التفریق بالحساب الہند" کے ذریعے ہند کی عددنویسی کی روش سے آشنا ہوئے ،خوارزمی کی یہ کتاب عالم اسلام میں علم حساب پر لکھی جانے والی کتابوں مینسے قدیم ترین کتاب ہے اب صرف اسکا لاطینی زبان میں ترجمہ باقی رہ گیا ہے ،خوارزمی کی اہمیت کو اس لحاظ سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھی جانچا جا سکتا ہے کہ یہ حساب کی پہلی کتاب ہے کہ جو عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئي ، آج کے اہل مغرب ریاضیات اور کمپیوٹر کے حوالے سے اشیاء کے حساب و کتاب میں معین روش بتانے کے لیے خوارزمی کا نام تحریف شدہ شکل میں یعنی " لاگر تھم (legarithms)" کی صورت میں ان پر اطلاق کرتے ہیں_

جناب خوارزمی نے علم الجبرا کو وجود میں لانے میں اہم کردار ادا کیا ، اگرچہ اسلامی دانشوروں سے پہلے یونان میں علم الجبرا موجودتھا اور یونانی دانشورمثلا فیثاغورث ، ارشمیدس اور ڈائفنٹس اپنی کتب میں مسائل الجبرا کے حل کے قریب پہنچ چکے تھے مگر مسلمان علماء اور دانشور حضرات اپنی منطقی روش اور یونانی ریاضی دانوں کی تنقیدی اصلاح کے سبب اس علم کے بانیوں میں شمار ہوئے لہذا ، اسلامی دانشور حضرات کے نزدیك علم الجبرا علم حساب کے فارمولوں کا دائرہ کار اعداد تك بڑھانے اور اعداد کی جگہ حروف کے استعمال کے ذریعے اعداد کے مابین تعلقات کی تحقیق شمار ہوتاہے ، بعض مقداروں کو متوازن کرکے مجہول مقادیر کو معلوم کرنا اور پھر انکو حل کرنا علم الجبرا کی اہم ترین دریافت شمار ہوتی ہے_

بلا شبہ علم الجبرا کی پہلی اور اسلامی دانشوروں کی اہم ترین کتاب "الجبر والمقابلہ" جسے جناب محمد بن موسی خوارزمی نے تحریر کیا ، اس نام سے معنون کرنا بلا سبب نہیں ہے کیونکہ اس نام میں علم الجبرا پر چھائي ہوئي کیفیت پنہا ن ہے یہاں " جبر" سے مراد ایك مسئلہ اور سوال کو منفی جملے کی صورت میں استعمال کرنااور" مقابلہ" یعنی سوالات کو حل کرنے کیلئے مثبت جملات کو استعمال کرناہے ، اسلامی دانشوروں نے الجبراکو ایك علم کی شکل دی اور اسے ایك علم کی صورت میں اور ایك علمی روش کے لحاظ سے مورد تحقیق قرار دیا ، مسلمان ریاضی دانوں کا یہ

گروہ کہ جسکا جناب خوارزمی سے آغاز ہوا تھا، خیام ، ماہانی ، ابوکامل شجاع بن اسلم ، ابوالوفای بوزجانی ، خجندي، ابوسہل کوہی ... و غیرہ ، کی کوششوں اور فعالیت سے اس کا م کو آگے بڑھا تا رہا_

الجبرا کے قواعد اور سوالات کی درجہ بندی بالخصوص درجہ اول ، دوم اور سوم کے کی مساواتونکی تنظیم اسلامی دانشوروں کا علم الجبرا کو منظم کرنے اور اسے سائنس کا نام عطا کرنے میں اہم قدم تھا، بالخصوص جناب خیام کہ جنہوں نے تیسرے درجہ کی مساواتوں کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور چونکہ اس حوالے سے پہلی بار انہوں یہ قدم اٹھا یا لہذا انکا کام کافی مرکز توجہ قرار پایا، اسی طرح اسلامی ریاضی دان وہ پہلے افراد ہیں کہ جنہوں نے الجبرا کو جیومیٹری میں داخل کیا اور الجبرا کی مساواتونکے ذریعے جیومیٹری کے مسائل کو حل کیا اس علم کی آشنائي اور تشریح کے حوالے سے اسلامی ریاضیات کے مغرب میں گہرے اثرات ہیں اور سب سے اہم یہ کہ الجبرا (algebra) کا لفظ مغرب میں پایا جاتاہے جو کہ عربی کے کلمہ کی لاطینی شکل ہے (1)

خوارزمی کے کچھ عرصہ کے بعد ابوالحسن احمد بن ابراہیم اقلیدسی جو کہ دمشق کے ریاضی دان تھے وہ اپنی ہندسی ریاضیات (geometric math) کے حوالے سے کتاب " الفصول فی الحساب الہندسي" میں اعشاری نظام کو وجود میں لائے، علم اعداد کی دنیا میں ایك اور بہت اہم قدم عالم اسلام میں پہلی دفعہ ابوالوفا بوزجانی نے اپنی بہت اہم کتاب " کتاب فی مایحتاج الیہ الکتاب و العمال" کے دوسرے حصہ میں منفی اعداد کو وضع کرتے ہوئے اٹھایا،انہوں نے اس قسم کے کلمات کو " دین " کے نام سے استعمال کیا_

علم ریاضی کے دیگر ابواب مثلا مثلثات اور ہندسہ (geometry) و غیرہ میں بھی اسلامی دانشوروں نے انتہائي قیمتی آراء یادگار کے طور پر چھوڑیں ، ان ابواب میں اسلامی دانشوروں نے مثلثات پر یونانی سلیقہ سے بڑھ کہ جدید حقائق کو دریافت کیا کہ ان میں سے کچھ انکشافات خواجہ نصیر الدین طوسی کی کتاب" شکل القطاع" میں موجود ہیں ، اس کتاب میں جناب طوسی نے اپنی ذہانت سے علم مثلثات کے دونوں حصوں کے تقابل سے صحیح فائدہ اٹھایا ہے _

---

1) ابوالقاسم قربانی ، زندگینامہ ریاضیدانان دورہ اسلامی ، تہران ، ص 246 ، 238_

علم مثلثات کے دونوں حصوں میں سے ایك تومثلثاتی جدولوں کا زاویوں کی تبدیلی اور ہندسی اشکال کے سائز میں کردار سے اور دوسرا ان مفروضوں ہے جو کہ یونانی مثلثات سے ہے ماخوذ تھے، ان ہندسی اشکالshapes geometricalکی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وضاحت کے حوالے سے خواجہ نے " شکل القطاع" میں اپنے پیش رو ریاضی دانوں کی کوششوں اور کام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندسی اشکال میں زاویوں کے با ہمی روابط پر قوانین کی دقیق وضاحت کرتے ہوئے، ان مثلثات کے جدولوں کو ترقی دي_
مثلثات کی پیش رفت کا بہترین نمونہ ، بالخصوص علوم کروی spherical Seiences مینجنکے بارے میں خواجہ نصیر نے بھی اپنی کتاب" شکل القطاع" کا کچھ حصہ خاص کیاہے، سہ بعدی جیومیٹری کے اوصاف کو دوبعدی جیومیٹری میں تبدیل کرنے میں نظرآتاہے اور یہ کام بالخصوص مختلف اقسام کے اصطرلاب asterlabe کے بنانے میں بہت اہمیت کا حامل ہے_(1)
ریاضیاتی اسلامی تاریخ (دوسری صدی ہجری سے اب تك)نے بہت سے ریاضی دانوں کو کائنات کی علمی تاریخ کو ہدیہ میندیے ہیں ان افراد کے ناموں کی ایك بڑی فہرست پیش کی جاسکتی ہے مثلاً:
احمد بن عبداللہ مروزی جنکا لقب " حبش حاسب "تھا صاحب کتاب فی معرفة الکرة و العمل ، ابوالعباس فضل بن حاتم نیریزی معروف کتاب" شرح اصول اقلیدس " کے مضف ، موسی بن شاکر ان تین بھائیوں میں سے ایك کہ جو " بنو موسی " کے نام سے مشہور ہیں کتاب" معرفہ مساحة الاشکال البسیطة والکرویة کے مصنف ، ابوالحسن ثابت بن قوة حرانی کہ جنکی ریاضیات میں بہت سی تالیفات ہیں مثلا کتاب "فی الاعداد المتحابة"، ابوالفتح محمدبن قاسم اصفہانی کی کتاب "تلخیص المخروطات ، ابوجعفر محمد بن حسین صاغانی خراسانی صاحب تفسیر" صدر المقالہ العاشرة من کتاب اقلیدس"، ابوسعید احمد بن محمد بن عبدالجلیل سجزی صاحب کتاب فی مساحة الاکر بالاکر ، ابوالحسن علی بن احمد نسوی صاحب کتاب " الاشباع فی شرح الشکل القطاع،
---

1) زندگینامہ ریاضیدانان دورہ اسلامی ، ص 508 ، 486_

ابوحاتم مظفر بن اسماعیل اسفزاری صاحب کتاب اختصار فی اصول اقلیدس ، غیاث الدین جمشید کاشانی بہت بڑے محقق اور بہت سی تصنیفات کے مالك مثلا مفتاح الحساب و رسالہ محیطیہ ، علاء الدین علی بن محمد سمرقندی کہ جو ملا علی قوشجی کے نام سے مشہور تھے رسالہ محمدیہ کے مصنف ہیں ... اور بہت سے افراد ہیں کہ جنکا نام اختصار کے پیش نظر ذکرنہیں کیا گیا_

2) نجوم
اسلامی علم نجوم کے حوالے سے اسلامی دانشوروں کی معلومات کا آغاز یونانی علم نجوم کی کتب کے ترجمہ بالخصوص بطلیموس کی تالیفات کے ترجمہ سے ہوا، اسکی تالیفات کی شروحات لکھنے سے یہ معلومات بڑھتی رہیں پھر اسکے نظریات پر تنقید شروع ہوئي اور آخر کار اسکے نظریے اور رائے کے خلاف کئي نظریات پیش ہوئے_ ان اسلامی دانشوروں کے یہ نظریات بعد میں پیش کوپرینك کے نظریات کی شکل میں شہرت پاگئے کیونکہ اس پولینڈ کے دانشور کوپرینك کی بطلیموس کی تھیوری پر تنقید سے کئي صدیوں قبل یہ تمام اعتراضات اسلامی دانشور پیش کرچکے تھے_
اسلامی نجوم میں ابتدائي اہم ترین معلومات چاہے نظری ہوں یا رصد گاہوں کے ذریعہ حاصل شدہ بطلیموس کی کتاب " مجسطی "کے ترجمہ سے حاصل ہوئیں عالم اسلام میں اس کتاب کے کم از کم تین تراجم اور متعدد شروحات سے ہم واقف ہیں کتاب مجسطی کا عالم اسلام میں مطالعہ ایسے مکتب کو وجود میں لانے کا باعث بنا کہ جسکا کام ستاروں کا جائزہ لینے کیلئے رصد گاہوں میں فعالیت کرنا اور علم نجوم کے مخصوص جدول (فلکیاتی جنتري) کہ جنہینعربی میں "زیج" کہا جاتاہے تیار کرنا تھا، عالم اسلام میں دوسری صدی سے بارہویں صدی ہجری تك لکھی جانے والی فلکیاتی جنتریونکی تعداد 220 تك ہے، علم نجوم کے ان تمام اسلامی ماہرین نے ان جنتریونمیں کوشش کی ہے کہ دقیق انداز سے ستاروں کی خصوصیات اور انکے متعلقہ حقائق کو دریافت کریں ان کی کوششوں کی بدولت فلکی اجرام کے متعلق دقیق و عمیق معلومات سامنے آئیں ،ان میں ایك اہم

ترین فعالیت شمسی سال کی مدت کو معین کرنا تھا _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شمسی سال کی مدت کے تعین کے لیے اسلامی ماہرین فلکیات کے بہت زیادہ فلکیاتی مشاہدات کے باعث "کبیسہ" یعنی سال کے آخری ماہ میں ایك دن کے اضافے سے متعلق مختلف محققانہ طریقے اور روشیں سامنے آئیں ، جو کہ عالم اسلامی میں بنائي جانے والی انواع و اقسام کی تقاویم اور جنتریوں میں استعمال کے لیے تجویز کی گئیں_
اسلامی ماہرین کے فلکیاتی تقاویم کی تیاری کے لیے مسلسل فلکیاتی مشاہدات کی بدولت " تقدیم اعتدالین" کے مفہوم تك رسائي ممکن ہوئي تقدیم اعتدالین یعنی کئي سالوں میں زمین کی محوری حرکت کی بدولت ہر سال دائرۃ البروج کے طول میں 50 سیکنڈ قوسی کا اضافہ ، اسلامی ماہرین فلکیات نے بتدریج اپنے مشاہدات کے دوران ستاروں کے دائرۃ البروج کی خصوصیات کے بارے میں اپنی حاصل کردہ معلومات اور بطلیموس کی فراہم کردہ معلومات میں فرق کو محسوس کرلیا اور تقریبا سبھی نے اپنی اپنی فلکیاتی تقویم میں تقدیم اعتدالین کے فرق کو تحریر کیا ہے ، ان سے سے ایك اہم ترین کوشش جابر بن عبداللہ بتّانی نے انجام دی انہوں نے تقدیم اعتدالین کی مقدار50/2 سکینڈ قوسی تك دریافت کی _ (1)
بطلیموس کی زمین کو محور او ر مرکز عالم قرار دینے والی تھیوری کہ جسے اسلامی ماہرین فلکیات کی پہلی نسل نے بھی قبول کیا تھا اسکی اساس یہ ہے کہ زمین جہان کے مرکز میں ہے اور سورج و چاند اور دیگر چارسیارے زمین کے گرد دائروں میں چکر لگارہے ہیں لیکن اس تھیوری کے مطابق زمین کے نزدیك دو سیارے یعنی عطارد اور زہرہ قدماء کے مشاہدات فلکی کے مطابق سورج سے کچھ معین مراتب دور ہوچکے ہیں اور 360 درجہ کا راستہ " دایرۃ البروج" کے خطوط پر طے نہیں کرتے ، بطلیموس کی زمین کو مرکز قرار دینے والی تھیوری کے مطابق یہ دونوں سیارے ان خاص خطوط پر رواں ہیں کہ جو سورج کے مرکز سے خارج ہوکر ان سیاروں کے مرکز کو اپني
---

1) کرلو آلفونسو نالیف، تاریخ نجو م اسلامي، ترجمہ احمد آرام، تہران 1349 ص 220_200_

لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور سورج کے ساتھ زمین کے گرد حرکت کرتے ہیں، اس روش سے بظاہر یہ ہوا کہ آسمان میں ان دو سیاروں کی حرکت نظام شمسی کے حقائق سے مطابقت کر جائے لیکن اسلامی ماہرین فلکیات کے دقیق مشاہدات نے اس تھیوری میں شك و تردید کا بیج بودیا ، ان مشاہدات فلکی کا اہم ترین ثمرہ ابن سینا کی "مجسطي" پر شرح ہے_
ساتویں صدی ہجری میں خواجہ نصیرالدین طوسی نے کتاب "مجسطي" پر نئے سرے سے تجزیرو تحلیل میں ذکر کیاہے کہ ابن سینا نے تحریر کیا ہے کہ "سیارہ زہرہ سورج کی سطح پر تل کی مانند دیکھا گیا ہے" ابن سینا کی اس تحریر نے :بطلیموس کے زمین کو مرکز قرار دیے نظریہ میں بہت زیادہ شکوك و شبہات پیدا کیے، کیونکہ اس نظریہ کے مطابق زہرہ سیارے کا سورج کی سطح پر دیکھا جانا یعنی گویا اسکا سورج کی سطح سے عبور کا ممکن نہ ہونا ہے، یہیں سے خواجہ نصیرالدین طوسی نے بعنوان شارح کتاب مجسطی بطلیموس کے زمین کو مرکز قرار دینے والے نظریہ پر بہت اہم اعتراضات کیے، انکی نگاہ میں گویا بطلیموس کی نظر کے مطابق ستاروں کازمین کے گرد گھومنا حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا تھا جب جناب طوسی عالم اسلام کے مشرقی علاقے میں ان شبہات کا اظہار کر رہے تھے تو اسی زمانہ میں جناب بطروحی اشبیلی اندلس کے مسلمان ماہر فلکیات ، عالم اسلام کے مغربی علاقے یعنی ہسپانیہ کی اسلامی مملکت میں ایسے ہی اعتراضات اور تردید کا اظہار فرما رہے تھے _
اس کے علاوہ دیگر بہت سے اسے موارد ہیں کہ جن میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی ماہرین فلکیات نے بطلیموس کے نظریات پر تردید اور شك و شبہہ کا اظہار کیا _
فلکیات اور فزکس کے مشہور اسلامی د انشور جناب ابن ہیثم نے اپنی کتاب " الشکوك علی بطلیموس" میں بطلیموس کی زمین کے گرد سیارات کی حرکت کو ثابت کرنے کی ریاضیاتی روش اور اسکے ان حرکات کی وضاحت کیلئے بنائے گئے پیچیدہ سیسٹم پر حقائق کو دیکھتے ہوئے تفصیلی اعتراضات اور تنقید کی ہے_
ابوریحان بیرونی نے کتاب قانون مسعودی میں " مجسطي" کے پیش کردہ فلکی قواعد اور قوانین پر تنقید کی ،

اور بطروحی اشبیلی نے سرے سے زمین کے گرد سیارات کی گردش کے نظم و ترتیب کے حوالے سے بطلیموس کی رائے کی مخالفت کی _ زمین کو مرکز قرار دینے والے نظریہ بطلیموس پر تنقیدات اور اعتراضات خواجہ نصیر کے زمانہ میں عروج پر پہنچ گئے ، جناب طوسی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب" التذکرۃ فی الہیئۃ " میں بطلیموس کی رائے پر دقیق انداز

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے اپنے اساسی ترین اعتراضات بیان کیے ہیں_
یہ اعتراضات زمین کے گرد سیارات کی گردش کی ترتیب کے علاوہ سیارات کی گردش کی ریاضیاتی کیفیت کے اثبات کے طریقے پر بھی کیے گئے ہیں،جناب طوسی بطلیموس کے زمین کو مرکز قرار دینے والے نظریہ کی بناء پر سیارات کی حرکت کے بارے میں دیے جانے دلائل کی کمزوری سے آگاہ تھے، لہذا انہوننے تہہ در تہہ کرات کی صورت میں سیاروں کی حرکت کے مختلف ماڈلز پیش کر کے کہ جو علم نجوم کی تاریخ میں " جفت طوسي" کے نام سے معروف ہوئے ، بطلیموس کی رائے پر قوی ترین اعتراضات اٹھائے ، طوسی کے کچھ مدت بعد ابن شاطر نے بھی طوسی کی مانند بطلیموس کے نظریہ میں سیارات کی ریاضیاتی حرکت کو ثابت کرنے کے طریقہ پر تنقید کی ، انکے بعد موید الدین عرضی دمشقی نے بھی بطلیموس پر نقادانہ نگاہ ڈالي_
آج تقریباً ثابت ہوچکا ہے کہ کپلر اور کوپرنیك کہ جنہوں نے علم فلکیات کے اہم ترین انکشاف یعنی سورج کو نظام شمسی کا محور قرار دینے کے نظریہ کی بنیاد رکھی وہ اسلامی دانشوروں کی آراء بالخصوص خواجہ نصیر کے نظریات سے بہت زیادہ متاثرتھے، یہ چند افراد کہ جنکا نام لیا گیا ہے ان کے علاوہ بھی اسلامی علم فلکیات نے بہت سے ماہرین عالم بشریت کو عطا کیے ہیں، مثلا محمدبن موسی خوارزمی کہ جنکی تالیف زیج السند ہے ، بنو صباح تین ماہرین فلکیات کہ جنکا نام ابراہیم ، محمد اور حسن ہے انہوں نے کتاب" رسالة فی عمل الساعات المبسوطة بالہندسة فی ایّ اقلیم اردت" تحریر کی ، ابن یونس کہ جو" زیج کبیر حاکمی "کے مصنف ہیں الغ بیگ کہ جو مشہور دانشور اور سیاست دان تھے اور کتاب زیج الغ بیگ کے مصنف ہیں اور نظام الدین عبدالعلی بیرجندی کہ جو فاضل بیر جندی کے عنوان سے معروف ہیں اور کتاب ابعاد و اجرام کے مصنف ہیں_

56

3_ فزکس اور میکانیات:

میکانیات کا علم مسلمانوں کے ہاں " علم الحیل" کہلاتا تھا " علم حیل" قدیم علماء کے نزدیك آلات کا علم ہے اور ان تمام آلات کا تعارف کرواتا ہے جو کہ جو مختلف کام انجام دیتے ہیناگر چہ بعض نظریات جو کہ علم الحیل سے متعلقہ کتب میں ملتے ہیں ان کی جڑیں مشرق بعید (چین جاپان و غیرہ) اور ایران کے خطے میں پائي جاتی ہیں_
یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اسلامی انجي نرنگ مشرق وسطي(عرب ممالك ، ایران، و افغانستان ...) اور بحیرہ روم کے خطے کے نقش قدم پر رواں دواں تھی ، مصری اور رومیوں نے میکانیات میں بہت ترقی کی تھی لیکن اس حوالے سے یونانی لوگوں کا کردار سب سے زیادہ تھا ، بغداد میں بنی عباس کے بڑے خلفاء کے دور میں بہت سی یونانی اور کچھ سریانی کتب کا عربی میں ترجمہ ہوا تھاکہ جن میں فیلون بیزانسی (بوزنطی) کی کتاب پیونمیٹك، ہرون اسکندرانی کی کتاب مکینکس اور پانی والی گھڑیوں کے بارے میں ارشمیدس کے رسالے کا نام لیا جاسکتا ہے _
مسلمان انجینئروں کی استعداد و لیاقت کا تجزیہ کرنا سادہ کام نہیں ہے، مسطحہ ہندسہ plane geometry مینآلات کو بنانے اور انکی تنصیب کے لیے ، حساب اور پیمائشے میں مہارت ضروری تھي، اگر چہ آلات کو جوڑنے اور انکی تنصیب کے لیے کوئي منظم معیار موجود نہیں تھا، مگر اسکے باوجود مسلمان انجینرز کا جدید آلات (جیسے خودکار مجسمہ اور مکینکل فوارہ) کو بنانے میں کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ وہ ان آلات کو بنانے کے لیے statics کے علم سے استفادہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے مطلوبہ پارٹس کو کاٹ بھی سکتے تھے اور انکی ڈھلائي کے بعد انکی تنصیب بھی کرلیتے تھے(1)
عالم اسلام کے سب سے پہلے انجنیرحضرات تین بھائي بنام احمد، محمد اور حسن کہ جو موسی بن شاکر کے
---

1) ڈونالڈر ہیل، ملینك انجیڑنگ مسلمانوں کے درمیان ص 4،5_

57

بیٹے تھے اور بنو موسی کے عنوان سے مشہور تھے ،بنو موسی کی کتاب الحیل سب سے پہلی تدوین شدہ کتاب تھی کہ جو عالم اسلام میں مکینك کے حوالے سے جانی پہچانی تھی ، اس کتاب میں سوکے قریب مشینوں کی تفصیل بیان ہوئي ہے کہ جن میں سے اکثر خودکار سیسٹم اور سیال مکینکی خواص کے ساتھ کام کرتی تھیں، ان مشینوں میں مختلف انواع کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خودکار فوارے ، پانی والی گھڑیاں ، مختلف انواع کے پانی کو اوپر لانے وا لے وسائل، کنویں کے رہٹ اور خودکار لوٹے و غیرہ شامل ہیں ، ان تین بھائیوں کی تحقیقات کے حوالے سے قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یورپ سے پانچ سو سال پہلے اور فنی علوم کی تاریخ میں پہلی بار crank shaft پہیے کے دھرے (کا وہ پرزہ جو اسکو عمودی اور دوری دونوں حرکتیں دے سکتاہے) کو استعمال کیا (1)
دوسرے مشہور اسلامی انجنیئرکہ جو میکانیات میں شہرہ آفاق تھے جناب "جزری "تھے وہ چھٹی صدی ہجری کے دوسرے اواخر یا ساتویں صدی کے آغاز میں شہر" آمد" جسے آج کل " دیار بکر" کہا جاتاہے، میں رہا کرتے تھے انکی میکانیات کے بارے میں مشہور کتاب کا نام "کتاب فی معرفة الحیل الہندسیة یا الجامع بین العلم و العمل النافع فی ضاعة الحیل" ہے کہ جسے انہوں نے دیاربکر کے امیر کی درخواست پر لکھا، جزری کی کتاب علم و عمل کا مجموعہ ہے یعنی یہ کتاب نظری ہونے کے ساتھ ساتھ عملی ہونے کے ناطے سے بھی پہچانی جاتی ہے _
جناب جزری " رئیس الاعمال" یعنی انجنیرؤں کے سر براہ کے مقام پر بھی فائز تھے اوررسم فنی (مختلف اشیاء کے قطعات اور تصاویر کے ذریعے ریاضیاتی قواعد کی روشنی میں خوبصورتی اور آرائشے کا فن) کے ہنر میں مہارت رکھتے تھے اسی طرح وہ اپنے ذہن میں آنے والے تمام موضوعات کی تشریح اور آسان یا پیچیدہ ہر قسم کے آلات کی توصیف کرنے میں استاد تھے، انکی کتاب مکینیکل اورہائیڈرولك (Hydroallque) وسائل و آلات کے حوالے سے قرون وسطی کی بہترین تالیف ہے ،اس میں انہوں نے واقعا علم و عمل کے مابین نظری مباحث اور عملی طریقوں کو بیان کیا ہے یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے :
---

1) دانشنامہ جہان اسلام ،ج 4 ذیل بنی موسي_

(1) آبی اور شمعی گھڑیاں (2) تفریحی آلات (3) ہاتھ پاؤں دھونے اور وضو کرنے کے وسائل (4) دائمی چلنے والے فوارے (5) پانی کو اوپر کی طرف کھینچے والی مشینیں(6) دیگر مختلف اقسام کے وسائل اور آلات جو روزمرہ کے معمولی کاموں میں استعمال ہوتے ہیں ،اس کتاب کی قدرو قیمت صرف اس میں بیان شدہ مختلف روشوں اور طریقوں کی اہمیت کے پیش نظر نہیں ہے بلکہ ہر آلے کی ایجاد کا طریقہ تمام تفصیلات کے ساتھ اور ایك ماہر شخص کی زبان سے بیان ہوا ہے(1)
ابوالفتح عبدالرحمان خازی ایك اور اسلامی ماہر میکانیات اور طبیعیات ہیں وہ شہر "مرو "میں پیدا ہوئے سلجوقی حکمرانوں کے اداروں میں امور علمی میں مشغول تھے، انکی مشہورترین تالیف" میزان الحکمة " (515 ہجری قمری میں لکھی گئي) ہے کہ جو علم الحیل کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے ہایڈورلك ، ہایڈروسٹیٹك بالخصوص مرکز ثقل کے بارے میں انکے نظریات، اجسام کا توازن اور مخصوص کثافت پیمائي (کسی چیز کے گاڑھے پن کی پیمائشے) اوپر اٹھانے کے آلات ، ترازو، وقت کی پیما ئشے کے آلات ، چیزوں کے بنانے اور ان سے بہتر استفادہ کرنے کے تمام فنون میں انکی آراء و نظریات انکی مکانیات میں بے پناہ مہارت و استعداد کو ظاہر کرتے ہیں _
اس حوالے سے دیگر دانشوروں میں سے ابن ہیثم بصري، جیانی قرطبی اور ابوریحان بیرونی کا نام لیا جاسکتا ہے کہ ابوریحان کی پانچ مواد اور معدنیات کی مخصوص کثافت سمجھنے کیلئے تحقیقات اس قدر بیسویں صدی کے قواعد و معیار کے قریب ہے کہ سب حیرت زدہ رہ گئے ہیں _
جب بھی ہم اسلامی انجنیروں کی اختراعات پر ایك محققانہ نگاہ ڈالیں توکھیل، شعبدہ بازی اور پانی کو اوپر لانے والے انواع و اقسام کے آلات کے علاوہ علم حیل کے میدان میں مسلمانوں کا اہم ترین کارنامہ یورپ والوں کو بارود اور آتشی اسلحہ سے آشنا کروانا ہے، آتشی اسلحہ کے استعمال کا ذکر چھٹی صدی ہجری میں خصوصاً
---

1) ابوالعز جزری ، الجامع بین العلم و العمل ، النافع فی ضاعة الحیل، ترجمہ محمد جواد ناطق ،ص 41،43_

شہروں کے محاصرہ کے دوران ملتاہے، ابن خلدون نے کتاب " العبر" میں آتشی اسلحہ کی مختلف اقسام کے استعمال اور وہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھی تو پوں اور ابتدائي دستی توپوں یا بندوقوں کے استعمال کی حد تك نہیں بلکہ افریقا کے مسلمان بادشاہوں کے دور میں مختلف انواع کی پھینکنے والی مشینوں کا بھی ذکر کیا ہے_
اس قسم کے مشینوں کے حوالے سے بعض اسلامی دانشوروں کی تحقیقی آراء مثلاً ، شہاب الدین بن فضل اللہ العمری ، ابن ارنبخاء اور حسن الرماح کی تالیفات ہمیں آتشی اسلحہ کی عجیب و غریب دنیا سے آشنا کرواتی ہیں(1)

4) طب
علم طب ان سب سے پہلے علوم میں سے ہے کہ جو مسلمانوں میں رائج ہوئے اس علم کی اہمیت اس حد تك تھی کہ ابدان کے علم کو ادیان کے علم کے ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا، اسلامی تمدن میں طبی علوم کے تجزیہ و تحلیل میں ایك اہم نکتہ علم طب کا بہت جلد علاقائي رنگ اختیار کرنا ہے ، اسمیں شك نہیں کہ میڈیکل اور طب کے حوالے سے کلی حیثیت کی نظری معلومات مسلمانوں تك یونانی تالیفات کے ترجمہ بالخصوص بقراط اور جالینوس کی تالیفات کے ترجمہ سے پہنچیں، لیکن بہت سے ایسے مسائل کہ جنکا مسلمان اطباء کو اپنے مریضوں کے حوالے سے سامنا کرنا پڑتا تھا وہ اسلامی مناطق اور انکی خاص آب و ہوا سے متعلق تھے کہ ان مسائل کا ذکر یونانی کتابوں میں موجود نہیں تھا اور یہ واضح سی بات ہے کہ گذشتہ لوگوں کی کتابوں میں انکے ذکر کی عدم موجودگی کی بنا پر اسلامی اطباء ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے تھے، لہذا ان مسائل کے حوالے سے نئي آراء اور روشیں سامنے آئیں_
رازی کی کتاب "الحاوي" میں جن بیماریوں کا تجزیہ کیا گیا ہے ان بیماریوں کی تعداد کی نسبت کہیں زیادہ ہے کہ جنکا تذکرہ جالینوس اور بقراط اور دیگر یونانی دانشوروں کی تالیفات میں موجود ہے اسلامی طبی تاریخ میں ایك اور اہم اور برجستہ سنگ میل ابن سینا کی کتاب "قانون "ہے_
---

1)دانشنامہ جہان اسلام ج 1 بارود کے ذیل میں_

اہل مغرب کی تمام طبی تاریخ میں اسطرح طب کے تمام موضوعات پر مشتمل جامع اور انسائیکلوپیڈیا طرز کی کتاب ابھی تك وجود میں نہیں آئي تھی بلادلیل نہیں ہے کہ کتاب قانون لاطینی زبان میں ترجمہ کے بعد بہت ہی سرعت سے اہل غرب کے دانشوروں اور ڈاکٹروں کی مورد توجہ قرار پائي اور انکے میڈیکل کالجوں میں ایك درسی مضمون کے عنوان سے تدریس ہونے لگي_ (1)
لیکن اسلامی طب میں ترقی اور نئي اختراعات صرف یہیں نہیں رك گئیں اسلامی طب میں اہم ترین نتائج اسوقت سامنے آئے کہ جب کچھ اسلامی اطباء نے جالینوس کے آراء اور اپنے تجربات کے نتائج میں اختلاف کا مشاہدہ کرنے کے بعد اسے بیان کیا لہذا اسلامی دانشوروں میں سب سے پہلے ابونصر فارابی نے جالینوس پر تنقید کي، انہوں نے اپنے رسالہ بہ عنوان "الرد علی الجالینوس فیما نقض علی ارسطا طالین لاعضاء الانسان" میں کلی طور پر انسانی بدن کے اعضاء کی تشکیل و ترتیب کے حوالے سے جالینوس اور ارسطو کی آراء میں موازنہ کیا اور اپنی رائے کو ارسطو کے حق میں دیا ، احتمال ہے کہ فارابی کی یہ طرز فکر ان تمام اعتراضات کا سرچشمہ بنی کہ جنہیں انکے بعد بوعلی سینا نے جالینوس پر تنقید کرتے ہوئے پیش کیے _
اسی طرح جناب رازی کہ جو طب میں عظیم مقام کے حامل تھے اور طب میں جامع نظر رکھتے ہوئے صاحب رائے تھے انہوں نے بھی طب میں جالینوس کے نظریات پر اہم تنقید کی ہے ،رازی کے جالینوس کی آراء پر اہم ترین اعتراضات دیکھنے ، سننے اور نورانی سایوں اور لہروں کا جسم سے آنکھ تك پہنچے کے حوالے سے سامنے آئے جناب رازی دیکھنے کے عمل کو جالینوس کی رائے کے بالکل برعکس سمجھتے تھے کہ نورانی سایے آنکھ تك پہنچتے ہیں نہ یہ کہ آنکھ سے نور پھوٹتاہے جیسا کہ جالینوس نے کہا اسی تنقید و اعتراض کے سلسلے میں بو علی سینا نے جالینوس کی طبی آراء کو واضح طور پر مہمل اور بے معنی کہا _
لیکن جالینوس کی طبی آراء پر سب سے اہم اعتراضات کہ جو مشہور ہونے کہ ساتھ ساتھ اسلامی طب میں قابل فخر مقام رکھتے ہینوہ ابن نفیس دمشقی نے چھٹی صدی ہجری میں پیش کیے جناب ابن نفیس اہل تجربہ اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

صاحب نظر تھے اور اسلامی طب میں ایك عظیم ترین انکشاف کا باعث بنے اسی لیے گذشتہ صدیوں میں انہیں اسلامی مصنفین کے درمیان جالینوس عرب (اسلامي)کا لقب ملاکر جو مختلف جگہوں پر رازی کو بھی دیا گیا ہے ، انہوں نے اپنی دو کتابوں (1) "شرح تشریح قانون "کہ جوکہ کتاب قانون کے پہلے سے تیسرے باب کی کی شرح کے عنوان سے لکھی گئي (2) شرح قانون کہ جو قانون میں پیش کیے گئے تمام موضوعات کی شرح ہے ان دو کتابوں میں اپنے اہم ترین انکشاف یا دریافت :بہ عنوان "گردش ریوی خون "Pupmonary blood circupationکی تشریح کی ہے، انیسوں صدی میں آکرجدید سائنس ابن نفیس کی اس اہم دریافت سے آشنا ہوئي ، جالینوس کی رائے کے مطابق خون کی گردش کی صورت یہ ہے کہ خون شریان کے ذریعے دل کی دائیں حصے میں داخل ہوتاہے اور دل کی دائیں اور بائیں سائیڈوں کے درمیان پائے جانے والے سوراخوں سے خون دل کے بائیں حصے میں داخل ہوکر پھر بدن میں گردش کرتاہے لیکن ابن نفیس نے یہ لکھاکر خون دل کے دائیں حصے سے اور وریدکے ذریعے پھیپھڑوں مینجاتاہے کہ اور جب وہ پھیپھڑوں میں ہوا کے ساتھ مخلوط ہوتاہے پھر ایك اور وریدکے ذریعے دل کے بائیں حصے میں جاتاہے اور وہاں سے پورے بدن میں پہنچتاہے، بلا شبہ ابن نفیس نے یہ معلومات انسانی بدن کی چیرپھاڑ کے بعد سے حاصل کیں ،قبل اسکے کہ اٹلی کے طبیب " میگل سروٹو" اسی بات کی وضاحت کرتے وہ تین صدیاں قبل ہی سب کچھ روشن کرچکے تھے لہذا ضروری ہے کہ اس انکشاف کو سروٹوسے منسوب کرنے میں شك و تردید کی جائے _

سروٹونے اسلامی طب کی تالیفات کے لاطینی زبان میں ترجمہ کے ذریعے ابن نفیس کی آراء سے آگاہی حاصل کی یا پہلے سے اس کشف سے بے خبر خود وہ اس راز تك پہنچے اس حوالے سے دنیا کی طبی تاریخ میں بہت سی مباحث ہوئیں ابن نفیس، فارابي، ابن سینا اور چند دیگر اسلامی دانشوروں کے نظریات کو اکٹھا کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ اسلامی طب ، طب کے غیر جالینوسی ماڈل کو بنانے میں بہت سنجیدہ تھی (1)

---

1)دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 4 ابن نفیس کے ذیل میں_

طب سے وابستہ علوم کی اقسام مینبنیادی اور تخلیقی ترین تحقیقات آنکھ کی طبی حیثیت کے متعلق ہے آنکھ کے مسلمان اطباء نے آنکھ کی بیماریوں اور انکے علاج کے حوالے سے یونانی ڈاکٹروں اور آنکھ کے یونانی طبیبوں کی آراء میں اضافے کےساتھ ساتھ خود بھی بہت سی بیماریوں کی تشخیص اور انکے علاج کی مختلف صورتیں پیش کیں ، آنکھ کے مختلف اقسام کے آپریشن، موتیا نکالنا یا آنکھ کے قرینہ میں اکھٹا ہونے والا اضافی پانی نکالنا اسی طرح آنکھ کیلئے مختلف قسم کی نباتاتی ، معدنیاتی اور حیواناتی ادویات و غیرہ انہی تخلیقات کا حصہ ہیں_

آنکھ کے علاج کے حوالے سے تمام مسلمان اطباء میں دو افراد کا کردار سب سے زیادہ اور واضح ہے ان میں سے ایك حنین بن اسحاق کہ جو کتاب " العشر مقالات فی العین" کے مصنف ہیں اور دوسرے علی بن عیسی جو کتاب " تذکرۃ الکحالین " کے مصنف ہیں_

ان دونوں میں سے ہر ایك کتاب آنکھ کے علاج میں بہت سی اختراعات اور جدت کا باعث بنی اور ان کتابوں کے مصنفین آنکھ کے علاج کے سب سے پہلے مسلمان اطباء میں سے کہلائے ،اس بات کو مان لینا چاہیئے کہ اسلامی دنیا میں آنکھ کے علاج رائج ہونے کے سات صدیوں کے بعد یورپ اس قابل ہوا کہ آنکھ کے مسلمان اطباء کی تمام اختراعات کو کراس کرسکے_

جڑی بوٹیوں کی تشخیص اور نباتاتی ادویات کے میدان میں بھی کم و بیشی یہی کیفیت ہے کہ یونان کی اس حوالے سے اہم ترین کتاب کہ جو جڑی بوٹیوں کے اسلامی ماہرین کے ہاتھوں پہنچی وہ کتاب "الحشائشے" تھی کہ جیسے وسطی ایشاء کے ایك مصنف ڈیوسکوریڈس نے پہلے صدی عیسوی میں تحریر کیا یہ کتاب حنین بن اسحاق اور تحریك ترجمہ کے کچھ دوسرے مترجمین کے قلم سے عربی میں ترجمہ ہوئي اس ساری کتاب میں تقریبا پانچ سو جڑی بوٹیوں کے ادویاتی خواص بیان ہوئے تھے، حالانکہ رازی کی کتاب " الحاوي" میننباتاتی دوائیوں کے باب میں تقریباًسات سوکے قریب جڑی بوٹیوں ادویاتی خواص بیان ہوئے ہیں یہ تعداد ایك اور اہم ترین طبی کتاب کہ جو اسلامی اطباء کی دواشناسی کا واضح ثبوت ہے ،یعنی ابن بیطار کی کتاب " الجامع لمفردات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

الادوية والاغذية" میں یہ تعداد چودہ سو تك جا پہنچی ہے، گویا ڈپو سکوریڈس کی کتاب سے تین گنا زیادہ جڑی بوٹیوں کااسمیں تذکرہ ہوا ، جڑی بوٹیوں کی تعداد کے حوالے سےبے مثال ترقی اور سرعت کیساتھ تحقیق بتاتی ہے کہ اطباء اور اسلامی ماہرین نباتات بجائے اسکے کہ وہ ڈپوسکو ریدس کی پیروی تك محدود رہتے بذات خود نئي دریافتوں اور نباتات کے ادویاتی خواص کو جاننے میں مصروف عمل تھے(1)

5_ کیمیا

کیمیا کا مقولہ علم، فن اور جادو پر اطلاق ہوتا تھا کہ بتدریج کمیسٹری پر اطلاق ہونے لگا کیمیا کا موضوع ایك روحانی قوت کے جسے غالباً " حجر الفلاسفہ" کا نام دیا گیا ہے کی موجودگی میں مواد کو تبدیل کرنے سے متعلق تھا، کیمیا ان پنہان علوم کی ایك قسم ہے کہ جنہیں اصطلاحاً "کُلّہ سر "کہا جاتاہے یہ اصطلاح پانچ علوم کے پہلے حروف سے بنائي گئي ہے وہ پانچ پنہانی علوم یہ ہیں کیمیا ، لیمیا، ہیمیا، سیمیا، ریمیا _

کیمیا میں اس مادہ کے بارے میں گفتگو کی جاتی تھی کہجسے استعمال کرنے سے معمولی دھاتیں جیسے لوہا و پیتل و غیرہ کا سونا چاندی میں تبدیل ہوجانا ممکن ہوجاتاہے، اس مادہ کو کیمیا گر " اکسیر " کہتے تھے، اسلامی علم کیمیا مینجو ظہور اسلام کے بعد پہلی صدی ہجری میں بہت سرعت سے پیدا ہوا اور آج روایتی طور طریقے کا حامل ہے ان بارہ صدیوں میں بہت سی کتابیں اس حوالے سے تالیف ہوئي ہیں کہ جن میں اس ہنر پر بحث ہوتی رہی ہے ان میں سے سب سے اہم ترین مجموعہ جابر بن حیان سے متعلق ہے کہ جو نہ صرف یہ کہ عالم اسلام بلکہ مغربی دنیا میں بھی علم کیمیا کے سب سے بڑے عالم شمار ہوتے میں انکی ہی وجہ سے مسلمانوں میں علم کیمیا توہماتی ہنر سے تجرباتی سائنس کی صورت میں سامنے آیا _

جناب جابر خالص مایعات مثلا پانی ، شیرہ ،گھی اور خون و غیرہ کی تقطیر (1) کیا کرتے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے

---

1)دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 4 ابن نفیس کے ذیل میں_

64

کہ ہر بارجب بھی پانی کی تقطیر کریں تو سابقہ خالص مادہ پر تازہ مادے کا اضافہ ہوجاتاہے یہانتك کہ یہ عمل تقطیر سات سو بارتك جاپہنچے، انکی نظر میں سونے کو حرارت دینے اور عمل تقطیر کے ایك ہزار مراحل سے گزارنے کے بعد اکسیر تك پہنچا جاسکتاتھا_

جناب جابر سے منسوب کتابوں کی تعداد اسقدر زیادہ ہے کہ ان میں بعض کی انکی طرف نسبت مشکوك ہے بعض اہل مغرب کے دانشوروں اور محققین کے نزدیك ایسی کتابیں اسماعیلی فرقہ کے پیروکاروں نے چوتھی صدی ہجری میں تالیف کیں_

جابر کے بعد مشہور اسلامی کیمیاگر بلاشبہ محمد بن زکریا رازی ہیں جناب رازی علم طب سیکھنے سے قبل کیمیاگر تھے منقول ہے کہ حد سے زیادہ کمیکل تجربات کی بناء پر انکی نظر کمزور ہوگئي تھی اسی لیے مایوس ہوکر انہوں نے کیمیاگری چھوڑ دی ، جناب رازی اپنے آپ کو جابر کے شاگرد شمار کرتے تھے انہوں نے اپنی بیشتر کتب جو کیمیا کے حوالے سے تحریر کیںانکے نام بھی جابر کی کتب کی مانند رکھے ہوئے تھے ، لیکن جابر کا علم کیمیا فطرت کو بعنوان کتاب تکوین جانتے ہوئے اسکی باطنی تفسیر و تاویل پر مبنی تھا کہ یہ چیز شیعہ اور صوفی مذہب میں عقیدے کا ایك رکن ہے _

جابر کے نزدیك ہر علم بالخصوص کیمیا کے تمام اشیاء کے باطنی معنی کی تاویل کی روش کا استعمال اسکی ظاہری نمود سے بھی ربط رکھتاہے اور اسکے رمزی و باطنی پہلو سے بھی مربوط ہے ، رازی نے روحانی تاویل کا انکار کرتے ہوئے کیمیا کے رمزی پہلو سے چشم پوشی کی اور اسے کمیسٹری کی صورت میں پیش کیا ، رازی کی کیمیا میں اہم ترین کتاب " سرّ الاسرار" اصل میں ایك کیمسٹری کی کتاب ہے کہ جو کیمیا کی اصطلاحات کے ساتھ بیان ہوئي ہے(2) اس کتاب میں کیمسٹری کے طریقہ کار اور تجربات کا ذکر ہوا ہے کہ

---

1)کیمیا بمعنی سونا بنانے کا علم اور کمیسٹری بمعنی اشیاء کے اجزا اور انکی بناوٹ کا علم _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2)تقطير ايك كيمياني عمل ہے كہ جسميں حرارت كے ذريعے قطرہ قطرہ نكالا جاتاہے_

65

جسے خود رازی نے انجام دیا ہے ان کو کیمیکل کی جدید صورتوں مثلا تقطیر،تکلیس (ہوا کے ساتھ گرم کرنے کا عمل (calcination) تبلور (کسی مایع یا گیس میں شیشہ بنانے کا عمل (crystalization)کے مطابق سمجھا جاسکتاہے رازی نے اس کتاب اور اپنی دیگر کتب میں بہت سے آلات مثلا قرع (Retort) بڑے پیٹ والا شیشے کا ظرف تقطیر جیسے اعمال کے لیے(1) ، انبیق (مایعات کی تقطیر اور عرق نکالنے کا آلہ یا ظرف) (2) دیگ اور تیل سے چلنے والے چراغ کے بارے میں تشریح کی ان میں سے بعض چیز یں ابھی تك استعمال ہورہی ہیں_

چوتھی صدی ہجری میں بوعلی سینا اور فارابی نے اکسیرات اور کیمیا سے مربوط بعض موضوعات پر لکھا، لیکن ان دونوں میں سے کسی نے کیمیا کے حوالے سے جدا کوئي رسالہ یا کتاب نہیں لکھی ، اس دور اور اسکے بعد کے ادوار میں دیگر کیمیاگران میں سے جناب ابوالحکیم محمد بن عبدالمالك صالحی خوارزمی کہ جنکی کتاب کا نام " رسالہ عین الصنعة و عون الصناع" ہے انکے بعد ابوالقاسم عراقی کہ جو ساتویں صدی ہجری میں موجود تھے انہوں نے کتاب " المكتب فی زراعة الذہب " کو تحریر کیا اسی طرح ساتویں صدی ہجری اور آٹھویں صدی ہجری کے آغاز کے کیمیا دان جناب عبداللہ بن علی کاشانی بھی معروف ہیں _

اسلامی ادوار میں آسمان کیمیا پر آخری درخشندہ ستارہ جناب عز الدین جلد کی ہیں کہ انکی تالیفات انکے زمانہ اور بعد میں درسی مضمون اور معلومات کا منبع شمار ہوتی تھیں کتاب " المصباح فی اسرار علم المفتاح اور البدر المنیرفی اسرار الاکسیر " انکے کیمیا کے حوالے سے کتابوں کے چند نمونے ہیں(3)

---

1)كسی چيز كو 950 درجہ پر حرارت دينا _
2)كوٹ كوٹ كر زرہ زرہ كرنے والا آلہ_
3)عرق نكالنے والا آلہ_
4)سيد حسين نصر، علم و تمدن در اسلام ،ترجمہ احمد آرام ، ج2 ص 234 تہران ،علی اصغر حلبی ،تاريخ تمدن اسلام ،ج 1، ص 213 ، 323، 233_

66

6_ فلسفہ :

عالم اسلام میں ابویوسف یعقوب بن اسحاق کندی (260 ، 185 ق) سب سے پہلے فلسفی مسلمان شمار ہوتے ہیں وہ پہلے فرد تھے کہ جنہوں نے سائنس و فلسفہ میں مطالعہ او رتحقیق شروع کی ، اسی لیے انہیں "فیلسوف العرب" کا نام دیا گیا ، دوسری اور تیسری صدی ہجری میں کوفہ علوم عقلی کی تعلیم و تحقیق کا مرکز تھا کندی نے ایسی فضا میں علم فلسفہ پڑھا، یونانی اور سریانی زبان سیکھی اور بہت سی اہم کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا _ کندی کی کتابیں کہ جنکی تعداد 270 تك شمار کی گئي ہے سات اقسام میں تقسیم ہوتی ہیں جن میں سے فلسفہ ، منطق ، ریاضی ، فلکیات ، موسیقی ، نجوم اور ہندسہ ہیں کندی پہلا شخص تھا کہ جن نے دین اور فلسفہ میں مصالحت پیدا کی اور فارابی ، ابوعلی سینا اور ابن رشد کیلئے راستہ ہموار کیا انہوں نے ایك طرف سے اپنے پہلے نظریہ کے مطابق منطقیوں کی روش کو طے کیا اور دین کو فلسفہ کی حد تك تنزل دیا اور دوسرے نظریہ میں دین کو ایك الہی علم جانتے ہوئے فلسفہ کی حد سے بڑھا دیا گویا کہ یہ علم پیغمبرانہ طاقت سے ہی پہچانا جا سکتا تھا،اسطرح دین کی فلسفی تفسیر کرتے ہوئے دین کی فلسفہ سے صلح کروائي(1) عالم اسلام میں قرون اولی کے دوسرے عظیم فلسفی محمد بن ذکریا رازی ہیں کہ ابن ندیم کی تالیف کے مطابق وہ فلسفہ اور سائنس کو اچھی طرح جانتے تھے انکی تالیفات 47 تك شمار کی گئي ہیں کہ آج کم از کم انکے چھ فلسفی مقالے باقی رہ گئے ہیں جناب رازی اگرچہ فلسفہ میں مرتب نظام نہیں رکھتے تھے لیکن اپنے دور کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے عالم بشریت کی نظریاتی تاریخ میں ایك مضبوط ترین اسلامی دانشور اور مفکر جانے گئے، وہ عقل کی اصالت کے قائل تھے ، او ر عقلی قوت پر بے پناہ اعتماد رکھتے تھے اور اللہ تعالی کی طرف حرکت میں ایمان رکھتے تھے ، لیکن اصالت عقل کا شدت سے پرچار کرنے ، نظر و قیاس کے پیروکاروں اور تجمیع دین و فلسفہ کے معتقدین پر شدید حملے کرنے کے سبب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

،بعض ایرانی فلسفی اصول اور اارسطو سے پہلے والے فلاسفہ
---

1) ذبیح اللہ صفا، تاریخ علوم عقلی در تمدن اسلامی تا اواسط سدہ پنجم ج 1 ، ص 162،5_

67
بالخصوص ذیمقراطیس کے نظریات پر توجہ کرنے کے باعث اور بعض خاص عقاید کی بناء پر علماء اسلام کا ایك بہت بڑا گروہ انکا شدید مخالف ہوا بعض نے انہیں صرف ایك طبی شخص جانا اور انہیں فلسفی ابحاث میں داخل ہونے کا حق نہ دیا بہت سے اسلامی محققین اور دانشوروں نے انہیں ملحد ، نادان ، غافل اور جاہل جیسے خطاب دیے اور بہت سے دیگر اسلامی مفکرین مثلا ابونصر فارابی ، ابن حزم اندلسی ، ابن رضوان ، ناصر خسرو اور فخرالدین رازی نے انکی کتابوں پر تنقید لکھي(1)
رازی کے بعد افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی تائید اور ان دونونکی آراء کو آپس میں قریب لانے ، جدید افلاطونی حضرات کی پیروی کرنے اور حکمت کے قواعد کو اسلام میں مطابقت دینے میں عظیم مقام رکھنے والے جناب ابونصر فارابی ہیں کہ جنہیں "معلم ثانی " کا لقب صحیح طور پر ملا(2)
فارابی کا فلسفہ پچھلی تحقیقات سے مختلف تھا اس لیے کہ انہوں نے گذشتہ فلاسفہ کی آراء کے مطالعہ کرتے ہوئے انہیں انکے اس خاص کلچر پرمبنی ماحول (جسمیں وہ زندگی گزار رہے تھے) کے تناظر میں دیکھا ہے ،انکا یہ ایمان تھا کہ فلسفہ بنیادی طور پر ایك مفہوم واحد ہے کہ جسکا مقصد حقیقت کی جستجو ہے اسی لیے انکی نظر میں فلسفی حقیقت اور دینی حقیقت آپس میں ہماہنگی اور مطابقت رکھتی ہیں لہذا ان دونوں کی ترکیب سے ایك نئے فلسفہ کو وجود میں لایا جائے_
اس دور کے دیگرعظیم فلسفی جناب ابن مسکویہ ہیں کہ حداقل ان سے اس موضوع میں چودہ رسالے باقی رہ گئے ہیں ، ابن مسکویہ نے اپنے ایك اہم ترین رسالہ بنام " الفوز الاصغر" میں انسان کی خلقت کے حوالے سے اپنا ایك جدید نظریہ پیش کیا اس نظریہ میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ خلقت عدم سے حقیقت میں آئي ہے اور صورتیں بتدریج تبدیل ہوجاتی ہیں لیکن مادہ اصلی شکل میں باقی رہتا ہے پہلی صورت
---

1) محمد بن زکریا رازی ، سیرت فلسفی ترجمہ عباس اقبال_
2)ابن خلکان ، وفیات الاعیان ، قاہرہ ، 1275 ،ج 2، ص114_112_

68
مکمل طور پر ختم ہوجاتی ہے جبکہ بعد والی صورتیں عدم سے وجود میں تبدیل ہوتی رہتی ہیں لہذا تمام مخلوقات عدم سے تخلیق ہوئي ہیں انسان کے حوالے سے انکا عقیدہ ہے کہ انسان کی خلقت اور کمال تك پہنچنے کا سفر چار مراحل " جمادی ، نباتی ، حیوانی اور انسانی " پر مشتمل ہے اور انسان میں روح کے نام کی ایك چیز ہے کہ جو حاضر ، غائب ، محسوس اور معقول امور کودرك کرتی ہے نیز پیچیدہ مادی امور کو بھی درك کر سکتی ہے_(1)
اسی دور میں بو علی سینا بھی ایك عظیم ترین فلسفی کے عنوان سے موجود ہیں کہ جو ایك اہم شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ محکم اور درخشندہ فلسفی نظام کے بھی حامل ہیں انکی اہم اور برجستہ خصوصیت کہ جس کی بناء پر نہ صرف عالم اسلام بلکہ اہل مغرب کے قرون وسطی میں یگانہ شخصیت بن کر ابھرے یہ تھی کہ فلسفہ کے بعض بنیادی مفاہیم کی دلیل کے ساتھ خاص ایسی تعریف پیش کی جو صرف انکی ذات کے ساتھ خاص تھي، بو علی سینا نے شناخت ، نبوت ، خدا ، جہان ، انسان اور حیات ، نفس کا بدن سے رابط اور انکی مانند ہر ایك نظریات کے حوالے سے تفصیلی اور جداگانہ معلومات فراہم کیں_
انکے یہ نظریات قرون وسطی کے ادوار میں شدت کے ساتھ مشرق اور مغرب میں چھاگئے اور یورپ کے اہم سکولوں اور یونیورسیٹوں میں پڑھائے جانے لگے انہوننے ایك لحاظ سے دو دنیاؤں یعنی عقلی اور دینی پر کہ جو یونان کے فلسفہ اور مذہب اسلام کو تشکیل دیتے تھے پر تکیہ کیا، عقلی لحاظ سے انہوں نے وحی کی ضرورت اور لازمی ہونے کو دلیل سے ثابت کیا کہ عقلی اور روحی بصیرت ایك بلندترین عنایت ہے کہ جو پیغمبر (ص) کو عطا ہوئي ہے اور پیغمبر (ص) کی روح اسقدر قوی اور قدرت کی مالك ہوتی ہے کہ عقلی مفاہیم کو زندہ اور متحرك صورتوں میں لے آتی ہے جسے ایمان کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

طور پرلوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے_
چوتھی صدی ہجری کے دوران ایك مخفی گروپ نے فلسفی ، دینی اور اجتماعی ابداف کے پیش نظر " اخوان الصفا" تنظیم تشکیل دی ، اس گروہ کے بڑے اور معروف لوگوں میں " زید بن رفاعہ، ابوالعلاء معري، ابن
---

1) دائرة المعارف بزرگ اسلامی ج 6 ، ذیل ابو علی مسکویہ_

69
راوندی اور ابو حیّان توحیدی کا نام لیا جاسکتا ہے " اخوان الصفا" ایسے اہل فکر حضرات کا گروہ تھا کہ جو افلاطون ،فیثاغورث اسکے پیروکار ونتصوف کے معتقدین ، مشائي فلسفیوں کے عرفانی افکار اور شیعہ اصولوں پر عقیدہ رکھتے تھے ، یہ گروہ چار دستوں مبتدي، صالح دانا بھائي ، فاضل کریم بھائي اور حکماء میں تقسیم تھے کوئي بھی ممبران مراحل کو طے کر سکتا تھا انکی محفلیں اور لیکچرز مکمل طور پر مخفی تھے اورانکے رسالے مصنف کے نام کے بغیر بلکہ "اخوان الصفا" کے کلی نام کے ساتھ شائع ہوتے تھے _
اخوان الصفا نے مجموعی طور پر 51 رسالے لکھے، انکی نگاہ میں الہی علوم پانچ مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں (1) اللہ تعالی کی معرفت اور اسکی صفات (2)علم روحانیت (3) علم نفسانیات (4)علم معاد یا قیامت شناسي(5)علم سیاسیات اور یہ (سیاسیات کا علم)بذات خود پانچ دستوں سیاست نبوی ، سیاست ملوکی ، سیاست عامہ ، سیاست خاصہ اور سیاست ذات میں تقسیم ہوتا ہے(1)
اس دور کے بعد ہم اسی طرح متعدد فلاسفہ کے عالم اسلام میں ظہور اور ارتقاء کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جن میں سے ہر ایك نے اپنا خاص نظریہ دنیا میں پیش کیا یہاں ہم بعض شہرہ آفاق افراد کا اختصار سے تعارف کرواتے ہیں:
ابوحامد محمد غزالی طوسی کہ جنکی اہم ترین کتاب " احیاء علوم الدین " کو جو عربی زبان میں لکھی گئي ہے اور اسمیں فلاسفہ کی دیگر آراء کے مقابل دینی عقائد کا دفاع کیا گیا ہے یہ کتاب چار اقسام عبادات ، عادات ،مہلکات(ہلاك کرنے والی اشیاء)اور منجیات (نجات دینے والی اشیائ) میں تقسیم ہوئي ہے_
عمر خیام ان لوگوں میں سے تھے کہ جو یونانی علوم کی تحصیل میں بہت سر گرم تھے خیام کے افکار " اخوان الصفائ" کے نظریات کے قریب اور انکا طرز بیان بھی انہی کی مانند ہے خیام ایسے خدا کے وجود پر عقیدہ رکھتے تھے کہ جو مطلق خیر ہے اور اس سے عقاب اور عذاب صادر نہیں ہوتا_
---

1) دائرة المعارف بزرگ اسلامی ، ج 7 ، ذیل '' اخوان الصفا'' _

70
اسی طرح ابن باجہ ، ابن میمون قرطبی ، ابن طفیل اور ابن رشد مکتب ہسپانیہ (اندلس)سے تعلق رکھنے والے بڑے فلاسفہ میں سے ہیں(1)
جس دور میں ہسپانیہ میں یہ فلاسفہ پیدا ہوئے اور ترقی کر رہے تھے اسی دور میں ایران میں بھی بہت سے افراد کے عروج کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان میں سے ایك شہاب الدین سہروردی ہیں کہ جو شیخ اشراق کے نام سے مشہور ہوئے انہوں نے فارسی اور عربی میں مختلف کتابیں تصنیف کیں سہروردی کی اہم ترین تالیفات میں سے حکمة الاشراق ، التلویحات اور ہیاکل النور عربی زبان میں جبکہ پر تو نامہ اور عقل سرخ فارسی زبان میں ہیں_
انکے علاوہ فخر الدین رازی کہ جو تقریبا سہروردی کے معاصر تھے انکا نام بھی لیناچاہیے،فخرالدین رازی ان فلاسفہ کے گروہ میں سے ہیں کہ جو آسان نویسی میں بہت ماہر تھے انہیں حکمت اور کلام مینبہت مہارت حاصل تھی اسے انہوں نے اپنے شاعرانہ ذوق سے ملا دیا انکا دلیل دینے کا انداز بھی مضبوط اور روان تھا_
اس باب میں وہ جو بطور فلسفی ، دانشور ، سیاست دان اور مفکر کے بہت زیادہ توجہ کے مستحق ہیں وہ جناب خواجہ نصیر الدین طوسی ہیں کہ جو ایران کی انتہائي سخت سیاسی اور اجتماعی صورت حال میں یعنی جب منگولوں نے حملہ کیا ظہور پذیر ہوئے ، جناب طوسی مکمل طور پر فلسفہ مینبو علی سینا کے پیروکار تھے لیکن اپنی خاص نظر و آراء بھی رکھتے تھے_(2)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

طوسی کے بعد اہم ترین فلسفی میرداماد استر آبادی ہیں کہ جو تقریباً صفوی دور میں تھے انکی مشہور تصنیفات میں سے ایك " القبسات " ہے کہ جس میں انہوں جہان کے حدوث اور قدیمی ہونے کے حوالے سے بحث کی اور اسکے ضمن میں انہوں نے معقولات مجرد کے جہان کو حادث دہری (زمانی) گردا نا ہے_

---

1) دائرة المعارف بزرگ اسلامی ، ج 3 ذیل ابن رشد_
2) محمد تقی مدرس رضوی ، احوال و آثار خواجہ نصیر الدین طوسی ، 71_40

71

اس دور میں دوسرے مشہور فلسفی میرفندرسکی ہیں انکی ظاہری بود و باش سادہ اور درویشوں کے ہم محفل تھے میرفندرسکی کے افکار و نظریات بو علی سینا اور فلسفہ مشاء کے کلمات اور آراء کی حدود کے اندر ہینمیرفندرسکی نے ان تمام موارد میں کہ جہاں فلسفہ مشاء اور سہروردی کے حامیوں میں اختلاف نظر تھا وہاں فلسفہ مشاء کا دفاع کیا ، میرفندرسکی گذشتہ ادوار کے تمام اسلامی فلاسفہ میں تنہا وہ شخصیت ہیں کہ جو زبان سنسکریت کو جانتے تھے اسی لیے انہوں نے ہند کے فلاسفہ کی ایك اہم ترین فلسفی او ر نظریاتی کتاب یعنی " مہا بہارات" کی شرح لکھي_
گیارھویں صدی ہجری میں میرفندرسکی کے فورا بعد ملا صدرای شیرازی کہ جو صدر المتا لہین کے نام سے معروف ہوئے پیدا ہوئے وہ اس صدی کے بالخصوص اشراق کے حوالے سے سب سے بڑے فلسفی ہیں ملا صدرا نے اپنی تعلیم کے آغاز سے نظریات کے پختہ ہونے کے زمانہ تك تین :مراحل شاگردی کادور، عبادت اور گوشہ نشینی کا زمانہ اور تالیف اور افکار و آراء بیان کرنے کا دورانیہ گزارے ، ملا صدرا کی اہم ترین فلسفی تالیفات میں سے الاسفار الاربعہ اور المبداء و المعاد ہیں_
عالم اسلام میں فلسفہ کے تجزیہ و تحلیل کے حوالے سے ایك اہم ترین پہلو اس علم کا مختلف زمانوں میں تحرك، زندگی او ر بقا ہے، جیسا کہ ملاحظہ ہوا کہ صدرا اسلام بالخصوص کندی کے زمانہ زندگی سے ملاصدرا کے دور تك اسلامی فکری تحرّك عروج کے مدارج طے کرتا رہا اور کبھی بھی کوئي دور ایك بڑے فلسفی سے خالی نہ تھا یہ ارتقاء ملاصدرا کے بعد بھی جاری رہا ملاصدرا نے اپنی آراء ایك عظیم اور مکمل فلسفی تحریك " مکتب فلسفی تہران " کی صورت میں یادگار کے طور پر چھوڑیں انکے بعد یہ مکتب زندیہ خاندان کے دور اور قاجار حکومت کے دور میں جاری رہا اور اس مکتب نے بڑی تعداد میں عظیم فلاسفہ یادگار کے طور پر چھوڑے مکتب فلسفی تہران اب بھی جاری ہے_(1)

---

1) اکبر دانا سرشت ، سہروردی و ملا صدرا_

72

7) منطق

مسلمان اوائل سے ہی اپنی خاص منطق رکھتے تھے یہ منطقی روش واضح طور پر علم کلام او ر اصولی فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے اس قسم کی منطق میں اگرچہ مسلمان ارسطو کی منطق سے الہام لیتے تھے لیکن بہت ہی کم اس سے متاثر ہوتے تھے، بطور خاص علم اصول الفقہ فقہاء کی منطق شمار ہوتا آیا ہے کہ جو مکمل طور پر مسلمانوں سے ہی تشکیل پایا، اور اہل کلام حضرات بھی پانچویں صدی تك ارسطو کی منطق سے کم ہی مدد لیتے تھے بلکہ اپنی خاص منطقی روش رکھتے تھے _
عالم اسلام میں پہلی بار ایرانی دانشور ابن مقفع نے مقولات ، عبارات اور قیاس کے عربی ترجمہ میں سبقت کی اور دیگر مترجمین نے بھی منطقی رسائل کا ترجمہ کیا اس حوالے سے کندی ، فارابی ، ابن سینا ، بھمنیاربن مرزبان اور حکیم لوکری نے کوشش کیں، لیکن بو علی سینا نے کتاب شفا میں اگرچہ منطق ارسطو کے نصاب کو اصلی حالت میں رہنے دیا اور مکمل طور پر اسکی شرح لکھی لیکن اپنی دیگر کتابوں میں اس منطقی روش (ارسطو کی روش) میں بہت زیادہ کمی بیشی کی ، انہوں نے کتاب منطق المشرقین کے دیباچہ میں یہ تاکید کے ساتھ بتایا کہ وہ اسی طرح مشائین کی روش پر وفادار رہے ہیں _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خواہ نصیر الدین طوسی نے بھی منطق میں بہت تحقیق کی اور متعدد کتابیں کہ جن میں سے اساس الاقتباس،شرح منطق اشارات ، تعدیل المعیار اور التجرید فی المنطق تحریر کیں، وہ منطق کو علم کے ساتھ ساتھ وسیلہ بھی سمجھتے تھے ان کے خیال میں منطق ایك ایسا علم ہے جو معنی اور انکی کیفیت کی شناخت کے ساتھ دیگر علوم کی فہم و ادراك کی کلید بھی ہے_

ابن تیمیہ (متوفی 661) بھی اسلام کے بڑے منطقیوں میں سے ہیں انکی اس حوالے سے اہم ترین کتابوں میں سے کتاب الرد علی المنطقیین اور نقض المنطق ہیں_

ابن تیمیہ کے بعد ارسطو کی منطق کے بڑے ناقد ابن خلدون ہیں انہوں نے اپنی اہم کتاب " العبرو دیوان المبتداء والخبر" کے مختلف ابواب میں منطق کے حوالے سے گفتگو کی انہوں نے تاریخی نگاہ سے منطق

کا تجزیہ کیا اور واضح کیا کہ کیسے اس علم نے جنم لیا اور عالم اسلام میں کس طرح داخل ہوا ، انہوں نے مختصر سے انداز میں ماہیت منطق کی تعریف کی اسکے بعد اسکے مبادی اور اساس پر بحث کی _

گیارھویں صدی ہجری میں صدرالدین شیرازی (ملا صدرا) کے ظہور کے ساتھ اسلامی تمدن میں فکری اور عقلی فعالیت اپنے عروج کو پہنچ گئي تھی ملا صدرا نے اپنی کتاب الاسفار کی مقدماتی فصول میں مشائیوں کی پیروی میں علوم کی تقسیم بندی اور منطق کے حوالے سے بھی گفتگو کی انکی روش منطق بہت زیادہ ابن سینا کی روش منطق سے مشابہت رکھتی ہے(1)

تاریخ اور تاریخ نگاري

زمانہ جاہلیت میں عرب کی ثقافت حفظ پر قائم تھی اور اسی طریقے سے ایك نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہو رہی تھی ظہور اسلام سے پہلے اور قران کی گذشتہ اقوام کی داستانوں سے عبرت لینے کی تعلیمات تك _ زمانہ جاہلیت کے عرب لوگ وقت کے تسلسل کو ایك تہذیبی مفہوم کے طور پر نہیں سمجھتے تھے _ لیکن سب سے اہم چیز جس نے مسلمانوں کو تا ریخ نگاری اور تاریخ سے عبرت لینے کی طرف ترغیب دلائي وہ قران و حدیث کی تعلیمات تھیں لہذا عربوں میں تاریخ اور تاریخ نگاری کا علم ظہور اسلام کے اوائل میں ہی وجود میں آیا_ مسلمان اپنے تاریخی مطالعات میں قران و حدیث سے متاثر ہوتے ہوئے سب سے پہلے پیغمبر اکرم (ص) کی سیرت اور جنگوں کی طرف متوجہ ہوئے اسکے بعد تاریخ نگاری کے دیگر موضوعات کی طرف بڑھے_ سب سے پہلے مسلمان مورخین میں " ابو مخنف" (متوفی 175 م) کا نام لیا جاسکتا ہے وہ کسی ایك موضوع پر مبنی متعدد تواریخ کے مصنف تھے جنکے کچھ حصوں کاذکر تاریخ طبری میں موجود ہے_ ابن اسحاق (متوفی 150 ق) بھی وہ پہلی شخصیت ہیں کہ جنہوں نے سیرہ نبوی پر کتاب لکھي_(2)

---

1) محمد خوانساری ، قوانین مطنق صوری (مختلف جگہ سے) ابو نصر فارابی ، احصاء العلوم ، ص 53 _دانش پوہ ، محمد تقی ، " از منطق ارسطو روش شناسی نوین " مجلہ جلوہ ،س 1، ش1، ص 24_
2) عبدالجلیل ، تاریخ ادبیات عرب ، ترجمہ آذر تاش آذر نوش ، ص 153_

اس کتاب کے کچھ حصے تاریخ طبری میں نقل ہوئے ہیں اگرچہ یہ کتاب بذات خود ہمارے ہاتھ تك نہیں پہنچی لیکن یہ مکمل طور پر سیرہ ابن ہشام میں آچکی ہے، واقدی (متوفی 209 قمري) نے پیغمبر اکرم(ص) کی جنگوں کے حوالے سے مشہور کتاب " المغازی " لکھي_ واقدی کے شاگر د ابن سعد نے بھی پیغمبراکرم (ص) ، صحابہ اور تابعین کی زندگی کے حالات پر کتاب " الطبقات" لکھی ، تیسری صدی ہجری میں بلاذری (متوفی 279 قمري) نے دو قیمتی تاریخی کتابیں " فتوح البلدان " اور " انساب الاشراف" اپنے بعد یادگار چھوڑیں_ اس صدی کے دوسرے نصف حصہ میں اس دور کے اسلام کے بہت بڑے مورخ طبری نے عظیم کتاب " تاریخ الامم و الرسل و الملوك" تصنیف کی _

پانچویں صدی ہجری مینچند بڑے مورخ گزرے ہیں_ کتاب تجارب الامم کے مصنف ابن مسکویہ ، سلاطین غزنوی کے لیے لکھی جانے والی کتاب تاریخ یمینی کے مصنف عتبی ، تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی _ چھٹی صدی ہجری میں حالات زندگی پر لکھی جانے والی کتاب " الاعتبار " کے مصنف اسامہ بن منقذ (متوفي584 قمری)اور سلجوقیوں کی تاریخ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پر لکھی جانے والی کتاب " نصرة الفتره" کے مصنف عماد الدین اصفہانی (متوفی 589 قمری) اس دور کے بڑے مورخ شمار ہوتے تھے_
ساتویں صدی ہجری میں ہم بہت بڑے مورخین کا سامنا کرر ہے ہیں ابن اثیر جو کہ عرب زبان مورخین میں سب سے مشہور ہیناور انہوں نے کتاب " الکامل فی التاریخ" اور "اسد الغابة" تحریر کیں _ اس صدی کے دوسرے برے مورخین ابن خلکان ہیں کہ جنہوں نے اہم رسالہ "وفیات الاعیان "تحریر کیا کہ جو شخصیات کے تذکرہ اور تاریخ ادب پر فہرست کی روش پرہے_
آٹھویں صدی ہجری میں ابن ابی زرع (متوفی 727قمری)نے مغرب کی تاریخ کے حوالے سے اپنی اہم کتاب " روض القرطاس" اور ابوالفداء نے کتاب" المختصر فی اخبار البشر" تحریر کی نویں صدی ہجری میں تقی الدین فاسی نے تاریخ مکہ تحریر کی اسی صدی میں مقریزی نے مصر کی تاریخ اور جغرافیہ پر اپنی اہم ترین

کتاب" الخطط والآثار" تحریر کی _ گیارہویں صدی ہجری میں مقرّی نے ہسپانیہ کی تاریخ پر کتاب" نفح الطیب" لکھی _ (1)
عربی زبان میں تاریخ نگاری کے ادوار کی مانند فارسی زبان میں بھی تاریخ نگاری نے اسی طرح سفر کیا اور مراحل ارتقاء طے کیے _ عربی زبان کے مورخین کی مانند ایرانی مؤلفین نے بھی بہت سے ادوار میں تاریخی کتب تحریر کیں یا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیں _ فارسی زبان میں قدیمی ترین عمومی تاریخی کتابوں میں سے جو باقی رہ گئي ہیں ان میں سے تاریخ بلعمی کہ جو ابوعلی بلعمی نے 352قمری میں تحریر کی _
اسکے بعد کتاب" زین الاخبار گردیزي" (پانچویں صدی کے پہلے نصف حصہ کی تألیف) کا نام بھی لیا جاسکتا ہے لیکن ایران میں فارسی زبان کی تاریخ نگاری کا سب سے اہم ترین دور منگولوں کا دور یعنی ساتویں صدی کے بعد کا ہے_ اس دور میں ہم فارسی تاریخی کتاب نویسی میں انقلابی اٹھان کا مشاہدہ کرتے ہیں اس دور کی اہم ترین تاریخی کتابیں " تاریخ جہانگشای جوینی " ہے کہ جو عطاملك جوینی کی تحریر ہے ، عثمان بن محمد جو زجانی کی تصنیف طبقات ناصری جو 658 ق میں تالیف ہوئي، عبداللہ بن عمر بیضاوی کی نظام التواریخ ، رشید الدین فضل اللہ ہمدانی کی جامع التواریخ ، فخر الدین داؤد بناکتی کی تاریخ بناکتی ، حمداللہ مستوفی کی تاریخ گزیدہ، شرف الدین عبداللہ وصاف شیرازی کی تجزیة الادصار یا تاریخ وصاف اور محمد بن علی شبانکارہ کی مجمع الانساب ہیں _ فارسی زبان میں تاریخ نگاری کی عظمت و بلندی تیموری اور ترکمانی ادوار میں بھی جاری رہی ، ان ادوار کی یادگار کتب میں سے حافظ ابرو کی مجمع التواریخ السلطانیہ" ، شرف الدین علی یزدی کی ظفرنامہ ، میر خواند کی روضة الصفا اور خواند میر کی تاریخ حبیب السیر کا نام لیا جاسکتا ہے_ (2)
ترکمانی دور کے بعد صفوی حکومت قائم ہونے کے ساتھ ہی فارسی زبان میں تاریخ نگاری میں اہم انقلاب

---

1) دانشنامہ جہان اسلام ، ج 6 ذیل تاریخ و تاریخ نگار ی _
2)دانشامہ جہان اسلام ، ج 6 ذیل تاریخ و تاریخ نگاری _

پیدا ہوا یہ انقلاب شیعی نظریات کی اساس پر تاریخ نگاری کی جدید شکل تھا_ اس طرز کی اہم ترین تاریخی کتابوں میں سے ابن بزاز کی تحریر صفوة الصفا ، اسکند بیك منشی ترکمان کی " تاریخ عالم آرای عباسي" یحیی بن عبداللطیف قزوینی کی "لب التواریخ "اور قاضی احمد غفاری کی "تاریخ جہان آرا "قابل ذکر ہیں _
اس دور کے مورخین کی ایك بڑی تعدا دصفوی بادشاہوں کی حکومت کی تاریخ کو تاریخ نگاری کا بنیادی موضوع قرار دیے ہوئے تھی _ اس حوالے سے بہت سی کتابیں تالیف ہوئیں ان میں سے بوداق منشی قزوینی کی "جواہر الاخبار "قابل تذکرہ ہے _
افشاریہ اور زندیہ سلسلہ حکومت کے ادوار میں صفوی تاریخ نگاری شیعی رحجان کے ساتھ جاری رہی اس دوران کے اہم ترین مورخین میں سے نادر شاہ کے مخصوص منشی میرزا مہدی خان استر آبادی تھے کہ جنہوں نے بہت سے تاریخی آثار چھوڑے ان میں سے "درّہ نادرہ" اور" جہانگشای نادري" قابل ذکر ہیں _ زندیہ سلسلہ حکومت کے دور میں بھی ہم "محمل التواریخ "کے مصنف ابوالحسن گلستانہ "روزنامہ میرزا محمد کلانتر "کے مصنف میرزا محمد کلانتر اور "تاریخ گیتی گشا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

"کے مصنف میرزا صادق موسوی اصفہانی جسے مورخین سے آشنا ہوتے ہیں_
قاجاریہ سلسلہ حکومت کے دور میں فارسی زبان میں ایرانی تاریخ نویسی ایك اہم تبدیلی سے دوچار ہوئي جسکی بناپر اس دور کی تاریخ نگاری کودو اقسام میں تقسیم کرنا چاہیے : ایرانیوں کی جدید علوم سے آشنائي سے پہلے او ر اسکے بعد ، قارجایہ حکومت کے پہلے دور میں تاریخ نگاری صفویہ اور زندیہ ادوار کی مانند اسی سبك و سیاق اور ادبی نثر پر جاری رہی جبکہ دوسرے دور میں ایرانیوں کی یورپ کی جدید تاریخ نگاری روش سے آشنائي کے بعد تاریخ نگاری کا آغاز ہوا ، ایران کی روس سے شکست اور اس شکست کے اسباب اور ایرانیوں کا یورپی زبانوں سے ترجمہ کے کام کی طرف توجہ قاجار یہ دور میں تاریخ نگاری کے دوسرے مرحلہ کا آغاز ہے _
قاجاریہ دور کے پہلے مرحلہ میں تاریخ نگاری کے اہم آثار میں سے میرزا فضل اللہ خاوری شیرازی کی

77

تاریخ محمدی اور تاریخ ذوالقرنین، عبدالرزاق مفتون دنبلی کی "مآثر سلطاني"، عضدالدولہ سلطان احمد میرزا کی "تاریخ عضدی "، اور محمد تقی سپہر کی "ناسخ التواریخ "کا نام لیا جاسکتا ہے ،قاجاریہ کے دوسرے دور میں یورپ کی زبانوں سے ترجمہ کی بناء پر یورپ کی تاریخ کے متعلق چند کتابوں مینسے ایڈورڈگیبن کی کتاب" تاریخ انحطاط و زوال امپراتوری روم" کہ جو فارسی میں ترجمہ ہوئي اسی طرح سرجان ملکم کی کتاب" تاریخ ایران" کہ جوانگریزی میں تصنیف ہوئي اور بعد میں فارسی میں ترجمہ ہوئي_(1)
یہ تاریخ نگاری کے متعلق کچھ نکات تھے کہ جنکی طرف ہم نے اشارہ کیا ، اسلامی ادوار میں تاریخ نگاری کے حوالے سے ایك اور قابل توجہ بحث یہ ہے کہ مورخین نے تاریخ نگاری کی مقبولیت کی بناء پر کتب کی تصنیف و تالیف میں مختلف اقسام کے سبك و سیاق کی پیروی کی اسی لیے ہم انکے تاریخی آثار کو چند اقسام مینتقسیم کر سکتے ہیں جوکہ مندرجہ ذیل ہیں :
الف) روائي تاریخ نویسي: یہ مختلف موضوعات مثلا حدیث ، قصہ ، مقتل ، سیرت اور جنگوں کے احوال میں تقسیم ہوتی ہے _
ب) وقایع نویسی : واقعات اور رودادونکوتاریخی نظم کے ساتھ تسلسل کی شکل میں ایك جگہ پیش کرنا _
ج) ذیل نویسی اور مختصر نویسي: گذشتہ لوگوں کی تاریخی کتب پر ذیل و حاشیہ اور تکمیلی نوٹ لکھنا_
د)عمومی تاریخ نویسي: تقویم اور سالوں کی ترتیب کے ساتھ اسلامی ممالك کے واقعات کو قومی و جغرافیائي عناصر کی مداخلت کے بغیر لکھنا _
ہ) انساب کی روسے تاریخ نویسي: انساب کے سلسلہ اور شجرہ نسب کی آشنائي کے ساتھ تاریخی حوادث کا ذکر اور انکا ایسے قبائل اور طوائف سے ربط بیان کرنا جن کا پس منظر زمانہ جاہلیت سے جا ملتا ہے _
و) طبقات کے اعتبار سے تاریخ نویسي: یہ تاریخ نگاری میں اسلامی مورخین کی قدیم ترین روش ہے
---

1) دانشنامہ جہان اسلام ج 6 ذیل تاریخ و تاریخ نگاری _

78

طبقات کے نام کی تاریخی کتب میں ہر زمانہ یاہر نسل کی دیني، علمی اور سیاسی شخصیات کے حالات زندگی زمانی ترتیب کے ساتھ ہر ایك طبقہ کو دیگر طبقات اور ادوار سے جدا کرتے ہوئے لکھے جاتے ہیں _
ز) سرگذشت نامے: یہ روش بہت سی تاریخی کتب میں پائي جاتی ہے یعنی خلفاء ، حاکموں اور علماء کے حالات زندگی کے بارے میں کتب تحریر کرنا ، تاریخ نویسی کی یہ روش پیغمبر اکرم (ص) کے حوالے سے تحریر شدہ سیرتوں کے زیر اثر وجود میں آئي _
ح) صدی نامہ : تاریخ نویسی کی یہ روش ساتویں صدی سے رائج ہوئي اس روش میں ایك معین صدی کی شخصیات کی سرگذشت الف ب کی ترتیب سے لائي جاتی ہے _
ط) مقامی تاریخ نویسی :سال بہ سال تاریخ نویسی کی روش کے مطابق ایك منطقہ ، سرزمین یا شہر کے تاریخی حالات و واقعات کا ذکر _
ی) خاندانی تاریخ نویسي: خلفا اور سلاطین کے دور فرمانروائي کی بنیاد پر لکھی جانے والی کتب اور رسالات اس قسم کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تاریخ نویسی میں جو کہ قبل از اسلام کے ایرانی لکھاریوں کے اسلوب کا اقتباس ہے بادشاہونکی تاریخ کو مرتب کیا جاتا ہے_
درج بالا ہر ایك قسم کے تحت مختلف کتب اور رسالے فارسی اور عربی میں تدوین کئے گئے ہیں کہ جنہیں مفصل تاریخی ما خذاور کتابیات میں تلاش کیا جاسکتا ہے_(1)

9) جغرافیا
مسلمانوننے علم جغرافیہ میں بھی دیگر قدیم علوم مثلا ریاضي، طب اور نجوم کی مانند گذشتہ تہذیبوں خصوصاً یونان، ایران اور ہند کا سہارا لیا انہوں نے ان تہذیبونکے آثار کا مطالعہ اور ترجمہ کرتے ہوئے ان علوم کو وسعت بخشي_ ایران ، مصر اور سندھ کی فتح سے مسلمانوں کو موقع ملا کہ ان تین تہذیبوں کے لوگوں کی علمی و
---

1) رسول جعفریان ، منابع تاریخ اسلام ، قم ص 51 ، فرانتس روزنتال ، تاریخ و تاریخ نگاری در اسلام ، ترجمہ اسداللہ آزاد ص 84، 81 ، عبدالعزیز دوری ، بحث فی نشان علم التاریخ عندالعرب ص 86 _ 81_

79
ثقافتی ترقی سے ابتدائي معلومات حاصل کریں _ ہندی جغرافیہ کے حوالے سے مسلمانوں کے پاس اہم ترین منبع کتاب " سوریا سدھانتہ" تھی کہ جو منصور عباسی کے دور خلافت میں سنسکرت سے عربی میں ترجمہ ہوئي _ یونان سے جغرافیہ اور نجوم کی معلومات بھی بطلیموس اور دیگر یونانی دانشوروں کے آثار کے ترجمہ سے مسلمانوں میں منتقل ہوئیں بطلیموس کی جغرافیہ کے بارے میں کتاب عباسی دور میں چند بار ترجمہ ہوئي لیکن آج جو کچھ ہمارے پاس اس کتاب کے حوالے سے ہے وہ محمد بن موسی خوارزمی کا اس کتاب سے اقتباس ہے کہ جو مسلمانوں کی اپنی معلومات سے مخلوط ہوگیا ہے (1)
اسلامی تہذیب میں علم جغرافیہ کا آغاز منصور عباسی کی خلافت کے زمانہ میں ہو ا اور بالخصوص مامون کی خلافت کے زمانہ میں اس علم کی طرف سرکاری توجہ بڑھی مامون کی خلافت کے زمانہ میں جغرافیہ نے بہت ترقی کی _ کرہ زمین کی قوس سے ایك درجہ کی پیمائشے ، نجومی جدول اور مختلف جغرافیائي نقشہ جات کا تیار ہونا و غیرہ اس ترقی کے ثمرات تھے_
تیسری صدی ہجری سے قبل جغرافیہ کے حوالے سے جداگانہ تصنیفات موجود نہ تھیں بلکہ کہیں کہیں ہمیں اس زمانے کی کچھ جغرافیائي معلومات منتشر صورت مینملتی ہیں لیکن تیسری صدی ہجری اسلامی تہذیب میں علم جغرافیہ میں اختراعات اور ترقی کا زمانہ ہے کیونکہ اس صدی میں ایك طرف بطلیموس کے آثار سے آشنائي حاصل ہوئي اور اسکے بعد ایسے تراجم ظاہر ہوئے کہ جنکی بناء پر سائینٹیفك جغرافیہ کا آغاز ہوا دوسری طرف توصیفی جغرافیہ کی تشریح کیلئے گوناگون نمونہ جات بنائے گئے اور اسی صدی کے آخر میں کئي جغرافیائي کتب تحریر ہوئیں اور مختلف قسم کے سفرنامے دائرہ تحریر میں آئے_
چوتھی صدی ہجری میں اسلامی جغرافیہ میں مختلف مکتب پیدا ہونے سے جو" مسالك و ممالك " کوخاص اہمیت دیتے تھے اور اسلامی اطلس یعنی جغرافیائي اشکال کے بہترین نمونوں سے بہت نزدیکی تعلق رکھتے تھے
---

1)فرانتس تشنر و مقبول احمد ، تاریخچہ جغرافیا در تمدن اسلامي، ترجمہ محمد حسن گنجی و عبدالحسین آذرنگ ص 10 و 9_

80
جغرافیہ کی تالیفات اپنے عروج کو چھونے لگیں(1)_
اسلامی تمدن میں علم جغرافیہ کے تاریخی اتار چڑھاؤ کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاسکتاہے:

پہلا دور (تیسری اور چوتھی صدي)
اس دور میں علم جغرافیہ عروج کی طرف قدم بڑھا رہا تھا اس دور کی جغرافیائي تالیفات کو دومکتبوں میں تقسیم کیا جاتاہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ ان دونوں کے ذیل مینبھی اقسام ہیں : ایسے متون کہ جومجموعاً کائنات کے بارے میں تحریر ہوئے ہیں لیکن اسلامی خلافت کی بعنوان مرکز عالم اسلام زیادہ تفصیلات بتائي گئیں ہیں _
وہ تحریریں جو واضح طور پر ابو زید بلخی کے نظریات سے متاثر ہیناور فقط اسلامی سرزمینوں کی روداد بیان کررہی ہیں اور اسلامی مملکت کے ہر گوشے یا ریاست کو جدا سلطنت سمجھا گیا ہے اور سوائے سرحدی علاقوں کے بہت کم غیر مسلم سرزمینوں کے بارے میں بحث کی گئي ہے_(2)

دوسرا دور (پانچویں صدي)
یہ اسلامی جغرافیہ کے عروج کی صدی ہے اس دور میں مسلمانوں کا علم جغرافیہ خواہ انہوں نے یونانیوں اور دیگر تہذیبونسے اقتباس کیا ہو خواہ انہوں نے یہ معلومات تحقیق، مشاہدہ اور سیاحت کے ذریعے حاصل کی ہوں ترقی کی بلندترین سطح کو چھورہا تھا_

تیسرا دور(چھٹی صدی سے دسویں صدی تك)
یہ اسلامی جغرافیائي معلومات کی پیوستگی اور ترتیب دینے کا زمانہ ہے _ اس دور میں ادریسی جیسے حضرات کے سوا متقدمین کی کتب کے مقابلہ میں کوئي خاص ترقی نہیں ہوئي اور جغرافیہ کے موضوع پر علمی اور ناقدانہ
---

1)سید حسین نصر، علم و تمدن در اسلام، ترجمہ احمد آرام، ص88، تشنر و احمد ، تاریخچہ جغرافیا در تمدن اسلامی ص 12_
2)ایگناتی یولیا نویچ کراچکو منکی ، تاریخ نوشتہ ہای جغرافیائي در جہان اسلامی ترجمہ ابوالقاسم پاینده ص 6،7_

مزاج اور معلومات کے درست اور مستند ہونے کے بارے میں حساسیت _ جو کہ متقدمین کی اہم خصوصیات تھیں _ ان خصوصیات نے اپنی جگہ تلخیص اور گذشتہ لوگوں کے روائي اور نظری اقوال کو نقل کرنے کو دے دي(1)_

چوتھا دور (گیارہویں سے تیرہویں صدی تك)
اس دور میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اسلامی جغرافیہ میں جدید تحقیقات شاذو نادر ہیں کلی طور پر اس دور کا نام "زمانہ جمود " رکھا جاسکتاہے لیکن اس دور کے آخر میں اسلامی جغرافیہ میں اہم واقعہ رونما ہوا وہ یہ کہ مسلمان یورپی جغرافیہ سے آشناہوئے انکی یہ آشنائي مغربی جغرافیایی آثار کے ترجمہ کے ذریعے عمل میں آئي(2)
پہلے دور کے مصنفین یعنی تیسری اور چوتھی صدی کے جغرافیہ دانوں میں سے "ابن خردادبہ" کی طرف اشارہ کیا جاسکتاہے کہ جنہوں نے جغرافیہ اوردیگر علوم میں دس عناوین سے زیادہ کتب تالیف کینالمسالك و الممالك انکی جغرافیہ کی تالیفات میں سے ایك ہے اس گروہ کے دیگر نمایندے " البلدان" کے مولف یعقوبی اور اخبار البلدان کے مصنف ابن فقیہ ہمدانی ہیں اس گروہ کے مشہوررکن جو کہ چوتھی صدی کے مشہورترین جغرافیہ دان شمار ہوئے ہیں وہ ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہیں ، جناب مسعودی جغرافیہ کو علم تاریخ کا جزو سمجھتے تھے_ اسی لیے انہوں نے اپنی جغرافیہ کے حوالے سے معلومات کو اپنی تاریخ میں اہم کتاب "مروج الذہب و معادن الجوہر "میں تحریر کیا_
اسی طرح اس دور کے دیگر قابل ذکر جغرافیہ دانوں میں سے کتاب" المسالك و الممالك کے مصنف اصطخري" ، کتاب " صورة الارض یا المسالك والممالك" کے مصنف ابن حوقل اور " کتاب احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم" کے مصنف مقدسی ہیں _
---

1) تشنر و احمد ، پیشین ص 48 ، 38_
2) آندرہ میکل اور انکے معاون حائری لوران، اسلام و تمدن اسلامي، ترجمہ حسن فروغی ص 482، 481_

دوسرے دور یعنی پانچویں صدی میں بڑے اور عظیم جغرافیہ دانوں کے ظہور کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان میں سے اہم ترین ابوریحان بیرونی ہیں جناب بیرونی علم جغرافیہ کی ایك انتہائي فنی اور پیچیدہ ترین شاخ یعنی ریاضیاتی جغرافیہ کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مؤسس ہیں اس حوالے سے انکی کتاب کا نام " تحدید نہایات الاماکن" ہے علاوہ ازیں علم جغرافیا میں البیرونی کے ہم عصر اور ہم رتبہ دانشور ابوعبداللہ بن عبدالعزیز بکری قرطبی ہینجو ہسپانیہ کے دانشور تھے انکی جغرافیہ کے حوالے سے کتاب کا نام " معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع" ہے_
تیسرے دور یعنی چھٹی سے دسویں صدی تك جس کا نام ہم نے اسلامی جغرافیہ میں "زمانہ تلفیق "رکھا ہے کی کتب کو بطور کلی آٹھ اقسام میں تقسیم کیا جاسکتاہے : 1_ کائنات کی توصیف 2_(cosmology) علم کائنات کے متون 3_ جغرافیائي تہذیبیں 4_ زیارت ناموں کی کتب 5_ سفرنامے 6_ جہاز رانی سے متعلق متون 7_ فلکیاتی آثار 8_ مقامی جغرافیا ئي متون (1)
ان بہت سے آثار میں سے کچھ جو مندرجہ بالا اقسام کے حوالے سے تالیف ہوئي مندرجہ ذیل ہیں : محمد بن احمد فرقی کی کائنات کی توصیف کے حوالے سے کتاب" منتھی الادراك فی تقسیم الافلاك"، یاقوت حموی کی تہذیبوں کے حوالے سے "معجم البلدان " سفرناموں کے حوالے سے "رحلہ ابن جیر "اور اس دور میں اہم ترین جغرافیہ دان ابن بطوطہ ہیں کہ جو مشہور سفرنامہ کے مصنف ہیں یہ کتاب انکے مختلف اسلامی سرزمینوں میں 25 سالہ سفر کا ثمرہ ہے_
اس دور کے آخر تك مقامی جغرافیہ پر عربی اور فارسی میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں کہ ان میں فارسی کتب میں سے ابن بلخی کی فارس نامہ ، حمد اللہ مستوفی کی "نزھة القلوب"، محمد بن نجیب بکران کی "جہان نامہ"، عبدالرزاق سمرقندی کی "مطلع السعد" اور امین احمد رازی کي" ہفت اقلیم "قابل ذکر ہیں_

---

1)تشنر و احمد، سابقہ ماخذ_

ادب:

الف) عربی ادب

اسلام کی پیش رفت کے آغاز سے ہی عربی ادب خصوصاً شاعری خاص توجہ کا مرکز بن گئي اسلامی فتوحات عربی اشعار میں اپنا جلوہ دکھانے لگیں اور عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالك، حسان بن ثابت و غیرہ جیسے برجستہ شعرا کے آنے سے آہستہ آہستہ قرآنی کلمات اور مضامین بھی عربی شاعری میں سمونے لگے حسان بن ثابت نے پیغمبر اکرم(ص) اور ان کے صحابہ کی دس سال تك مدح و ستائشے میں قصاید کہے اورانہوں نے رسول اکرم(ص) کی وفات پر مرثیہ سرائي بھی کي_
قرآن مجید کے بعد اولین اسلامی منثور آثار احادیث نبوی (ص) ہیں جن کی نثر روان اور سادہ ہے،خطبات میں "حجة الوداع" سے امیر المؤمنین (ع) کے گہر بار اقوال تك مسجع و مقفع اور خوبصورت لفاظی سے بھر پور نثر ملتی ہے_ خطوط اور عہدنامے و غیرہ جن میں سیاسی اور اجتماعی موضوعات پائے جاتے ہیں کو دینی متون کی حیثیت حاصل ہے _پہلی صدی ہجری میں عربی نثر مذکورہ موضوعات تك ہی محدود رہی ہے_
کمیت (126_ 60 قمري) کے عموماً شیعی اور خاص طور پر اشعار ہاشمیات ایك پایدار مکتب کی شکل میں آگئے اور روز بروز روحانی رنگ ان پر بڑھنے لگا _ اسکے اہم ترین دینی اشعار چار قصیدے ہیں کہ جو ہاشمیات کے نام سے شہرت پاگئے _ (1)
زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ عربی ادبیات نے زیادہ سے زیادہ اسلامی تہذیب کو اپنے اندر جذب کیا اسطرح کہ بہت کم ہی کوئي خطبہ یا تحریر مل سکے گی کہ جسکا آغاز قرانی مناجات اور پیامبر اکرم (ص) کی مدح سے نہ ہو اسی طرح اخلاقی اقدار کے متعلق زمانہ جاہلیت کے بہت سے کلمات نے بتدریج اپنے مفاہیم بدل لئے اور کلمات مثلا شجاعت، وفا، صداقت، صبر اور سخاوت و غیرہ قیمتی اور معنوی کلمات میں تبدیل ہوگئے_ (2)

---

1) زکی مبارك، الملائح النبویة فی الادب العربی ص 23_6_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2) توشی ہیکو ایزدتسو ، ساختمان معنای مفاہمی اخلاقي، دینی در قرآن ، ترجمہ فریدون بدرہ ای ص 50 کے بعد _

84

بنی امیہ کے زمانہ میں سیاسی وجوہات کی بناء پر شعر اور شاعری توجہ کا مرکز قرار پائي انہوں نے کوشش کی کہ اشعارکے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف جذب کریں یابزعم خویش انعام اور صلہ دے کر لوگوں کی زبان تنقید بند کریں _ لہذا اس دور میں شاعری حاکموں کی توجہ کا مرکز بنی اس سے انکا ہدف اپنے مخالف اور رقیبوں(اہل بیت پیغمبر(ص)) سے مقابلہ کرناتھا بنی امیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگ خلافت کو اہل بیت کا حق سمجھتے ہیں اور انہیں غاصب شمار کرتے ہیں اسی لیے کہ اموی حکمرانوں کی شعرا حضرات کے سامنے بہت زیادہ مال و دولت لٹا نے کے باوجود یہ لوگ اکثر و بیشتر حق ہی بیان کرتے تھے _ (1)

اموی دور کے برجستہ شاعروں میں سے فرزدق ، اخطلی اور جریر قابل ذکر ہیں ، عباسیوں کے خلافت پر قابض ہونے سے شاعروں کوکچھ معمولی سی آزادی حاصل ہوئي تو شیعہ شعراء اپنے عقائد و نظریات اہل بیت کی مدح کے ساتھ بیان کرنے لگے ان افراد میں سے سعید حمیری اور دعبل کا نام قابل ذکر ہے اسی طرح عباسی مشہور شاعر ابوالعتاہیہ تھے _ دینی اشعار کا موضوع کہ جسے شریف رضی نے عروج پر پہنچایا مہیار دیلمی کے ذریعے جاری رہا _ مہیار دیلمی ایك زرتشتی شخص تھے انہوں نے اسلام قبول کیا اور کوشش کی کہ ایرانی قومیت کی طرف اپنے واضح رحجانات کو اہل بیت کی دوستی کے ساتھ مخلوط کرے کلی طورپر ہم کہیں گے کہ عربی اشعار اگرچہ اسلامی ادوار مینمختلف نشیب و فراز میں گزرتے رہے اور برجستہ شعراء کی تربیت ہوئي لیکن یہ گمان نہیں کرنا چاہے کہ ان تمام اشعار کے مضامین فقط دینی تھے بلکہ عربی شعراء نے مختلف میدانوں میں طبع آزمائي کی جیسے ابونواس نے طربیہ شاعری میں ، ابوالعتاہیہ نے زہدد و حکمت، بشار بن بردنے ہجو اور بحتری نے مدح سرائي میں اشعار کہے_

اسی طرح نثر بھی شعر کی مانند مختلف ادوار سے گزری بعض ادوار میں گوناگون وجوہات کی بناء پر عظیم مصنفین نے پرورش پائي جبکہ بعض دیگرادوار میں ایسی ترقی دیکھنے میں نہ آئي_

عرب کے مصنفین میں ابن مقفح (متوفی 142 قمري) ادبیات عرب کا درخشان ترین چہرہ ہیں یہانتك کہ

---

1) جرجی زیدان ، تاریخ تمدن اسلام ، ترجمہ علی جواہر کلام ، ص 515_514_
2) دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج4 ذیل ابن مقفع_

85

انہیں نثر تازی (عربي)کا خالق کہا جانے لگا اگر چہ انکے آثار یاکم از کم موجود آثار فقط وہی کتابیں ہیں کہ جو پہلوی زبان سے ترجمہ ہوئیں_(2)

عربی ادب میں دیگر اہم اور معروف شخصیات میں سے ابن قتیبہ دینوری (متوفی 322 قمری) ابوعثمان عمروبن بحر جاحظ(متوفی 255 قمري) ابوالعباس محمد بن یزید مبرد(متوفي285قمري) قدامۃ بن جعفر (متوفی 337 قمري) ، ابوالفرج اصفہانی (متوفی 362 قمری) اور ابومنصور ثعالبی (متوفی 429 قمري) قابل ذکر ہیں_ ادب عربی کادرخشان اور پر رونق زمانہ ضیاء الدین ابوالفتح ابن اثیر جو کہ کتاب" المثل السائر فی ادب الکاتب و الشاعر" کے مصنف ہینکے نام پر ختم ہوا کیونکہ انکے بعد طویل زمانہ تك عربی ادب کی تاریخ میں درخشان چہرہ شخصیت ظاہر نہ ہوئي اس جمود کے دور میں بیشتر ادبی آثار گذشتہ لوگوں کے آثار کی شرح، حاشیہ، تلخیص یا تکرار کی حد تك تھے عربی ادب اورکلچر میں یہ جمود کا دور منگولوں کے قبضہ کے بعد شروع ہوا اورعثمانیوں کے دور حکومت میں یہ جمود اپنی آخری حدوں کو چھونے لگا کیونکہ ترکوں کی سلطنت اور خلافت کے زمانہ میں عربی زبان اور ادب کی ترویج اور قدر کرنے والا کوئي نہ رہا _

ب) فارسی ادب :

1) فارسی شعر

چوتھی صدی ہجری کی ابتداء سے پانچویں صدی ہجری کے نصف دور تك کا زمانہ فارسی ادب کے ظہور اور عروج کا زمانہ ہے _ اس دور میں اشعار کے رواج اور روزبروز بڑھتی مقبولیت کی بنیادی وجہ سلاطین کی جانب سے شعراء اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مصنفین کی بہت زیادہ حوصلہ افزائي کرنا تھا _
سامانی سلاطین بالخصوص پارسی میں نثر اور نظم کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے اور فارسی شعر کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے_ انکے ذریعے پارسی نظم ونثر کی ترویج کی ایك وجہ یہ تھی کہ ایرانی لوگ اپنے جداگانہ ادب کے بارے میں سوچیں اور اپنے دارالحکومت بخارا کی بغداد یعنی مرکز خلافت کے مد مقابل عظمت کی طرف متوجہ ہوں _
بخارا جو کہ چوتھی صدی ہجری میں ایرانی ادب کا مرکز تھا کے علاوہ اور بھی مراکز پانچویں صدی

86
ہجری کے پہلے نصف دوران تك فارسی ادب کی ترقی کیلئے موجود تھے مثلاً زرنج سیستان، غزنین، نیشابور ، ری اور سمرقند(1)
چوتھی صدی کے آخر تك دری فارسی کے اشعار فقط خراسان اور فرارود(ماوراء النہر) کے شاعروں تك محدود تھی کیونکہ فارسی انکی مادری زبان شمار ہوتی تھي_ چھٹی صدی کے آخر میں اصفہان بھی فارسی ادب کا ایك بڑامرکز بنا_ اور شعرا اور ادبی خطباء کے مراکز فرارود(ماوراء النہر) اور سندھ سے لیکر ایران کے مغربی اور جنوبی علاقوں تك پھیلے ہوئے تھے چھٹی صدی کے وسط اور خصوصاً اسکے اواخر تك فارسی شعر کے اسلوب میں ایك بڑا انقلاب پیدا ہوا جسکی بنیادی وجہ فارسی شعر کا ایران کے مشرق سے عراق عجم(موجودہ اراك)، آذربایجان اور فارس کے شعراء کی طرف منتقل ہونا تھا_اس تبدیلی کی اساسی وجہ فکری و نظریاتی اسلوب اور عقائد کی بنیاد پر بعض تغییرات تھے_
ساتویں اور آٹھویں صدی کے اشعار میں بتدریج قصیدہ ختم ہوگیا اور اسکی جگہ عاشقانہ اور عارفانہ لطیف غزلوں نے لے لی اس دور میں اشعار کا سبك چھٹی صدی کے دوسرے حصہ کے دور کا اسلوب تھا کہ جسے آجکل سبك عراقی کا نام دیا گیا ہے کیونکہ ان دو صدیوں میں اشعار کا مرکز ایران کے مرکزی اور جنوبی مناطق تھے _
نویں صدی ہجری میں سیاسی اور اجتماعی صورت حال کے متزلزل ہونے اور علم و ادب کے بازاروں کے ماند پڑنے اور شاعر پسند امراء اورحاکموں کے کم ہونے کی بنا پر فارسی شعر کی مقبولیت ختم ہوگئي اور بعض تیموری سلاطین اور شاہزادوں مثلا بایسنقر میرزا جیسے اہل سخن کی حوصلہ افزائي بھی کفایت نہ کرسکی _
صفویوں کے دور اور انکے بعد کی صدیوں میں ہندوستان میں فارسی زبان کی ترقی نسبتاً زیادہ زور وشور سے تھي_ ہندوستان میں مغلیہ ادوار میں مسلمان بادشاہ فارسی زبان کی طرف کافی توجہ اوردلچسپی کا ثبوت دیتے تھے اسی لیے بہت سے ایرانی لوگ بھی اس سرزمین کی طرف ہجرت کر گئے تھے بہت سے شاعر اس سرزمین پر ظاہر ہوئے اور زبان فارسی کو وہاں عظیم مقام حاصل ہوا اسی لیئے وہاں ایك جدید اسلوب تخلیق ہوا کہ جسے سبك ہندی یا بہتر الفاظ میں سبك اصفہانی کہاگیا _
---

1) اس دور کے فارسی اشعار کی مزید خصوصیات جاننے کیلئے رجوع کریں : ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات در ایران ، ج 2 ص 190_200

87
بارھویں صدی کے دوسرے نصف دور سے چودھویں صدی کے دوسرے نصف دور تك ایران پر افشاریہ، زندیہ اور قاجاریہ خاندانوں نے حکومت کی اس دور میں فارسی شاعری نے اس دور کے شعراء بالخصوص اصفہان کی ادبی انجمن کے ممبروں کی صفویہ دور کے شعراء کی روش سے ناراضگی کی بناء پر جنم لیا اس گروہ کا یہ نظریہ تھا کہ " کلیم کاشاني" اور صائب تبریزی جیسے شاعر فصاحت سے دور ہوگئے ہیں لہذا اس نئي تحریك کے پیروکاروں نے کہ جو پہلے اصفہان پھر شیراز اور تہران میں تشکیل پائي یہ نظریہ اختیار کیا کہ خراسان اور عراق میں پانچویں صدی سے آٹھویں صدی ہجری تك کے عظیم اساتذہ کی روش پر شعر کہنے چاہیے اسی لیے اس دور کے شعراء کی شاعری کے دور کو " دورہ بازگشت " (واپسی کا زمانہ) کا نام دیا گیا _ (1)

2) فارسی نثر
تیسری صدی ہجری میں فارسی شعر کے ساتھ ساتھ فارسی نثر نے بھی مختلف وجوہات کی بناء پر ظہور کیا اور چوتھی صدی میں عروج تك جاپہنچی اسکی مقبولیت کی پہلی وجہ وہ رونق تھی جو ایرانیوں کی اجتماعی اور قومی یکجہتی کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زیر سایہ آزادی کے حصول کی وجہ سے پیدا ہوئي اور ادبی آزادی پر منتج ہوئي _ دوسری اہم وجہ عربی ادب کے مد مقابل ایرانیوں کااپنے ادب کی ضرورت کا احساس تھا اوریہ کہ اسلام کی ابتدائي صدیوں میں وہ لوگ جو ایران میں عربی زبان سے آشنا ہوئے بہت کم تھے جبکہ ایرانیوں کی فارسی کتب کی ضرورت زیادہ تھی اسی طرح اس دور کے بعض بزرگان مثلا جیحانی اور بلعمی خاندانوں نے مختلف موضوعات میں (فارسي) کتابوں کی تالیف و تحریر اور عربی و دیگر زبانوں سے ترجمہ کے حوالے سے مصنفین کی بہت حوصلہ افزائي کی _
پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ہی فارسی نثرنے مناسب انداز سے کمال کے مراحل طے کیے اس دورمیں بہت سے بزرگ مولفین نے مختلف موضوعا ت میں معروف آثار چھوڑے تاریخ ، سیاست معاشرت ، ادب ، حکمت، طب، طبیعیات، ریاضیات ، نجوم ، فقہ ، تفسیر، کلام ، جغرافیہ، حالات زندگی اور بالخصوص تصوف جیسے موضوعات پر مختلف کتابیں لکھی گئیں _
اور فارسی زبان بھی پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ جاذب و روان ہوگئي_ لیکن 616 قمری میں چنگیز خان منگول
---

1)سابقہ حوالہ خلاصہ ج 2،1_

88
کے حملہ سے تمام معاشرتی ، عملی ، ادبی اور علمی امور حتی کہ فارسی زبان بھی انحطاط کا شکار ہوگئي_ ایرانیوں کی ساتویں صدی ہجری میں اپنی ثقافت کی حفاظت کیلئے سعی و کوشش کرنے کے باوجود آٹھویں صدی کے بعد اس جمود کے آثار واضح ہوگئے (1)
اگر چہ صفویہ دور میں بھی فارسی نثر جاری رہی لیکن ادبی معیار کے پیش نظرمناسب حالت میں نہ تھی _ دوسرے الفاظ میں اگر چہ اس دور میں گوناگوں موضوعات میں کتابیں تحریر ہوئیں لیکن چونکہ لغوي، ادبی اور بلاغت کے میزان و معیارکا خیال نہ رکھا گیالہذا فارسی نثر میں اس دور کو ممتاز دور نہیں کیا جاسکتا _مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ صفوی دور کی نثر تیموری دور کی نثر سے بھی کہیں پست اور حقیر ہے حتی کہ نثر مصنوع کے شعبہ میں تیموری دور کے درباری کارکنوں کی " نثر مصنوع"کے بھی قریب نہیں ہے اس دور میں جس فارسی نثر کا ہند میں رواج تھا وہ بھی اسی قسم کی تھی _
افشاریہ ، زندیہ اور قاجاریہ دور میں فارسی نثر بتدریج پستی سے بلندی کی طرف سفر کرنے لگی قاجاری دور میں گذشتہ لوگوں کی مانند کچھ حد تك مناسب روش اختیار کر گئي شعر کی مانند نثر میں بھی گذشتہ مصنفین کی فصاحت و بلاغت معیار اور نمونہ تھی لیکن اس حوالے سے زیادہ تر چھٹی اور ساتویں صدی کے مولفین اور مصنفین کی روش کی تقلید ہوتی رہی _

ج) ترکی ادب:
ترکی ادب کا شروع سے ہی واضح طور پر دینی امور کی طرف رجحان ہے قدیم ترکی ادب کا ایك اہم حصہ کہ جو مرکزی ایشیا سے تعلق رکھتا ہے دو بڑے دین " مانوي" اور "بدھ مت" کی تحریرات پر مشتمل ہے اور بہت سے دینی مفاہیم اورتعلیمات کا حامل ہے _ ابتدائي چارصدیوں میں جبکہ دین اسلام مغرب سے مشرق کی طرف بڑھ ریا تھا ترك لوگ اسلام سے آشناہوئے اسطرح ترك اقوام کی تہذیب میں مفاہیم اسلام کے نفوذ کا راستہ کھل گیا_ ایك تقابلی اور عمومی نظرے کے مطابق ہمیں ماننا پڑے گا کہ مرکزی ایشیا یعنی اناطولی ، قفقاز اور ولگا میں ترکی اشعار مختلف پہلوؤں سے فارسی اور عربی ادب سے بہت متاثر ہوئے_ اور آلٹائي اور
---

1) ملك الشعراء بہار ، سبك شناسی ، ح 1 ص 90_35_

89
مشرقی و مغربی سابئیر یا جو اسلامی تہذیب سے دور رہ گئے تھے اور آلٹا اقوام کی مقامی ثقافت میں مدغم تھے وہانبھی اس شاعری نے اپنی شکل اور قالب کو قائم رکھا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں قراخانیان کے ترکستان کے مغرب میں" سیرد ریا "اور" آمودریا" کے مناطق پر مکمل تسلط کے ساتھ ساتھ ترکی اسلامی ادب نے جنم لیا _ نویں سے گیارہویں صدی ہجری تك ترکستان کے مشرق میں اغوز ان سالار کے درمیان واضح طور پر ایك محدود سا ادبی ماحول بنا اور ان کے بہت سے آثار میں سے بعض کتابیں کہ جو " عبادت" اور قصہ قربان " نام رکھتی تھیں مکمل طور پر دینی مفاہیم سے متاثر تھیں _
آخری صدیوں میں مختلف زبانوں یعنی ترکی ، آذربایجانی ، عثمانی اور ترکمنی سے تعلق رکھنے والے شعراء اور نثر نویس حضرات جو اسلامی کلچر میں سے زیادہ تر صوفیت اور عرفان سے متاثر تھے اسلامی اقوام کے مشترك ادب میں ان کی درجہ بندی اسی حوالے سے کی جاتی ہے_ ترکی ادب میں عظیم شعراء میں سے امیر علی شیرنوائي (متوفی 906 قمري) نجاتی (متوفی 915 قمري) باقی (متوفی 1009 قمري) فضولی (متوفی 964 قمري) اور شیخ غالب (متوفی 1213) قابل ذکر ہیں _

ب) اسلامی علوم
1) قرائت :

قرائت کا علم اسلامی علوم میں قدیم ترین علم ہے کہ جسکے بانی پیامبر اکرم(ص) ہیں انکے بعد علی بن ابی طاب (ع) ، عبداللہ بن مسعود اور پھر آئمہ اطہار کا اس علم کی تدوین میں اہم کردار ہے پہلی صدی ہجری میں پہلا شخص کہ جس نے قرآن کی رائج الحان کے ساتھ قرائت کی اسکا نام عبیداللہ بن ابی بکر ثقفی تھا_
پیغمبر اکرم(ص) سے اصحاب کی قرآن کریم کے بعض الفاظ اور انکے حروف کی ادائیگی کے حوالے سے مختلف ذرائع سے روایات نقل ہونے کی بناء پر قرائت میں اختلاف پیدا ہوگیا اور پھر یہ اختلاف قاریوں کے ذریعہ نقل ہوا اور جاری رہا _ اسلامی فتوحات کے دوران اسلامی ممالك کے ہر شہر کے مسلمانوں نے مشہور قاریوں
---

1)بہاء الدین خرمشاہی ، دانشنامہ قرآن و قرآن پوہی ج 1 ص 742_174_

میں سے کسی ایك قاری کی قرائت کو اختیار کیا کہ جسکے نتیجہ میں پچاس طرح کی قرائتیں کہ جن میں سب سے زیادہ مشہور " قراء سبعہ" (سات قرائتیں)ظہور پذیر ہوئیں (1)
پہلے شخص جنہوننے تمام قرائتوں کو ایك کتاب میں جمع کیا ابوعبید قاسم بن سلام (متوفی 224 قمري) تھے کہ انہوں نے تمام قرائتوں کو ان سات قرائتوں سمیت پچیس قرائتوں میں خلاصہ کیا انکے بعد احمد بن جبیر کوفی نے پانچ قرائتوں کے بارے کتاب تحریر کی کہ اس کام کیلئے انہوں نے تمام مشہور شہروں میں سے ایك قاری کو انتخاب کیا _ انکے بعد قاضی اسماعیل بن اسحاق مکی (متوفی 282 قمري) نے ایك کتاب میں بیس علمائے قرائت سے جن میں یہ سات معروف قاری بھی تھے قرائتیں جمع کیں _ انکے بعد محمد بن جریر طبری (متوفی 310 قمري) نے ایك کتاب " الجامع" تالیف کی اور بیس سے زیادہ قرائتیں اسمیں ذکرکیں_
سات معروف قاری کہ جو " قراء سبعہ " کے عنوان سے معروف تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں نافع بن عبدالرحمان (متوفی 169 قمري) عبداللہ بن کثیر (متوفی 120 قمري) ابو عمرو بن العلاء (متوفی 154 قمري) عبداللہ بن عامر (متوفی 115 قمري) عاصم بن ابی بخود (متوفی 129 قمري) حمزہ بن حبیب (متوفی 154 قمري) اور کسائي ابوالحسن علی بن حمزہ (متوفی 198 قمري)_
چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں قرائت قرآن کے حوالے سے ایسا گروہ ظاہر ہوا کہ جو شاذ و نادراقوال کو بیان کرنے لگے اور یہ کمیاب اقوال اختلاف قرائت کا سبب بنے لیکن عباسی خلفاء کا ان کے بارے میں سخت اقدام باعث بنا کہ یہ اختلاف قرائت مستقل نہ رہ سکا اور سات قاریوں کی قرائت پر اعتماد مستحکم ہوگیا_
پانچویں صدی ہجری میں قرائت قرآن کے علم نے اپنی اہمیت کو قائم رکھا اسطرح کہ تمام اسلامی ممالك میں یعنی اندلس سے ماوراء النہر تك بزرگ علماء قرائت قرآن کی تحقیق میں مشغول تھے اور اس سلسلے میں بہت سی کتابیں تحریر کی گئیں اندلس میں مثلا ابو عمرو عثمان بن سعید دانی (متوفی 444 قمري) اور ابو محمد قاسم بن فیرۃ بن خلف شاطبی اندلسی (متوفی 590 قمري) نے قرائت کے حوالے سے متعدد کتابیں تحریر کیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چھٹی صدی ہجری میں ایران میں قرائت کے بزرگ عالم ابوالفضل محمد بن طیفور سجاوندی غزنوی ظاہرہوئے انکی کتاب کا نام " کتاب الموجز و عین المعانی فی تفسیر سبع المثاني" ہے (1)

---

1)بہاء الدین خرمشاہی ،سابقہ حوالہ ، ص 1190_

مجموعی طور پر علم قرائت نے چوتھی صدی سے چھٹی صدی تك ترقی کی کیونکہ ایسے قاری پیدا ہونے سے کہ جنہوں قرآن کی قرائت میں کمیاب اقوال نقل کیے تھے کہ یہ چیز باعث بنی کہ علم قرائت قرآن میں جدید مباحث سامنے آئیں اور اسکی مزید شاخیں وجود میں آئیں_ دوسری طرف اسلامی تہذیب کی روز بروز وسعت سے قرائت کا علم اندلس اور جدید اسلامی سرزمینوں کے مدارس تك پھیل گیا لیکن ساتویں ، آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں علم قرائت نے چھٹی صدی کی مانند ارتقاء کے مراحل طے نہیں کیے _ہم اس دور میں دو بڑے قاریوں کو جانتے ہیں ایك منتخب الدین بن ابی الغزالی یوسف ہمدانی (متوفی 643 قمري) اور دوسرے شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن یوسف جزری (متوفی 833 قمري) ہیں _

جناب جزری ایسے زمانے میں ظاہر ہوئے کہ جب یہ علم زوال کی طرف رواں تھا انہوں نے قرائت کی منسوخ کتب کے تعارف کے ساتھ ساتھ انکے مواد کو اپنی دو کتابوں " النشر اور غاية النہاية" میں قرائت کے موضوعات کو ایك جدید اسلوب کے ساتھ پیش کیا اور یہ دو کتابیں حقیقت میں علم قرائت کا ایك انسائیکلوپیڈیا ہیں کہ جنکی بدولت آج تك اس علم کی نشر و اشاعت جاری ہے وہ خصوصیات جنہوں نے ان دو کتابوں قرائت کا " دائرة المعارف" بنایا وہ پچھلی کتب میں نہیں دیکھی گئیں_

دسویں سے بارھویں صدی تك ایران مین دین و سیاست کے ہم قدم ہونے اور صفوی خاندان کے حاکم ہونے کے ساتھ ہی اسلامی علوم میں جدید باب کھل گیا اور علم قرائت بھی اس جدید فضا سے بہرہ مند ہوا اور ترقی کی راہ میں اس علم نے نئے اور مثبت قدم اٹھائے اگر چہ این تین صدیوں میں علم قرائت کے حوالے سے جو کتب تالیف ہوئیں وہ گذشتہ کتب کی مانند قدر و قیمت کی حامل نہ تھیں _ اس دور کی بعض کتابیں مندرجہ ذیل ہیں _ الکشف عن القرآت السبع کہ جو قاضی سعید قمی (متوفی 113 قمري) کی تالیف ہے _ تحفة القراء کہ جو ملا مصطفی قاری تبریزی کی فارسی میں تحریر ہے اور رسالہ تجوید کہ جو محمد بن محسن بن سمیع قاری کی فارسی میں تالیف ہے ان آخری صدیوں میں بھی قرائت لغات قرآن کی تشریح اور کشف آیات کے حوالے سے بہت سے کتابیں وجود میں آئیں (1)

---

1)عند الحلیم بن محمد الہادی قابة، القراة القرانیة، تاریخہا ، ثبوتہا، حجتیہا و احکامہا ص 73_70 ، 75 _ 74_

2 _ تفسیر

تفسیر کی تدوین کا مرحلہ بنی امیہ کی حکمرانی کے آخری اور بنی عباس کی حکومت کے ابتدائي زمانہ میں حدیث کی تدوین کے ساتھ ہی شروع ہوا کیونکہ سب سے پہلے روایات ہی قرآن کریم کی تفسیر تھینبعد میں علماء کرام اور بزرگان اسلامی کی کوششوں سے تفسیری روایات کو احادیث کے عمومی مجموعہ سے جدا کرکے مستقل طور پر تدوین کیا گیا بہت سے اہل سنت اورشیعہ حضرات کی نظر میں سب سے پہلے تفسیر کو تدوین کرنے والے سعید بن جبیر ہیں وہ عبداللہ بن عباس کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ تابعین میں سے بڑے ادیب شمار ہوتے تھے اور شیعہ ہونے اور حضرت علی (ع) کے ساتھ وفا داری کے جرم میں حجاج بن یوسف (ع) کے ہاتھوں شہید ہوئے _

اگر ہم تحقیق اور دقت کے ساتھ اس سوال کا جواب دینا چاہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے مفسر قرآن کون تھے تو بلا شبہ حضرت محمد (ص) اور علی بن ابی طالب (ع) کا نام ہی ہمارے سامنے جلوہ گر ہوگا حضرت علی (ع) کی تفسیر کوحقیقت میں قرآن کریم کی تفسیر عقلی کا آغاز جاننا چاہیے تفسیر عقلی سے مراد قرآنی آیات کی وضاحت اور تفسیر فکری اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عقلی روش پر کرنا اور یہ روش در حقیقت وہی راستہ ہے کہ جسکی طرف کتاب خدا مؤمنین کی راہنمائي کرتی ہے_ قرآن کی تفسیر کا یہ مکتب امام محمد باقر (ع) اور انکے فرند امام جعفر صادق (ع) کے دور میں اپنے عروج کو پہنچا _ تفسیر عقلی کہ جو تقریبا دوسری صدی سے شروع ہوئي چھٹی صدی میں اپنے کمال کی آخری حدوں کو چھور ہی تھي_
عباسی دور میں مختلف بلکہ متضاد کلامی مکاتب کی طرز فکر پر یہ تفسیری مباحث عام ہوگئیں مسلمان دانشوروں کا ایك گروہ اپنے علمی تخصص اور مذہب کی اساس پر قرآن کریم کی تفسیر میں مشغول ہوا مثلا علم نحو کے علماء ادب اورعلوم بلاغت کی رو سے آیات قرآن کی تفسیر اور وضاحت میں مشغول ہوئے اور علوم عقلی کے ماہرین قرآن مجید کی فلسفی قواعد اور قوانین اور اسلامی حکماء اور فلاسفہ کی آراء کی روشنی میں تفسیر کرنے لگے(1)

---

1)دانشنامہ جہان اسلام ، ج 7 ، ذیل تفسیر_

جسکے نتیجہ میں متعدد قسم کی روشیں اور مکاتب تفسیری وجود میں آئے ہم ان میں چند اہم ترین روشوں کی وضاحت کرتے ہیں :
1) تفسیر قرآن بہ قرآن : یعنی قرآن کریم کی بعض آیات کی وضاحت اور تفسیر کیلئے دوسری بعض آیات سے مدد لینا(1)
2)تفسیر موضوعي: اس تفسیری روش مینمفسر ایك موضوع اور مسئلہ کی وضاحت کیلئے اس موضوع کے متعلق تمام آیات ایك جگہ ترتیب اور باہمی ربط کے ساتھ پیش کرتاہے_
3)تفسیر اجتہادی : آیات کی تفسیر و تشریح کیلئے آیات کے معانی سے منطق ، اصول اور اجتہادی روشوں کی بناء پر بہرہ مند ہونا_
4)تفسیر تطبیقي: مفسر کوشش کرتاہے کہ قرآن کے کلی احکام اور تعلیمات کو عہد حاضر کے انسان کی زندگی پر مطابقت دے_
5) تفسیر عصري: مفسر تفسیر کے حوالے سے گذشتہ علماء کی آراء کا تجزیہ کرتاہے اور گذشتہ مفسرین کے ناقابل دفاع نظریات کو ترك کردیتاہے(2)
6)تفسیر تاریخي: مفسر قرآن کے تاریخی واقعات بالخصوص انبیاء (ع) کے قصوں کی وضاحت کرتاہے اور ان میں عبرت آموز نکات کو نکال کر تشریح کرتاہے_
7) تفسیر فلسفي: مفسر اسلامی فلسفہ کی معلومات سے قرآنی آیات کے معانی اور اہداف کو درك کرنے کیلئے مدد لیتاہے_

---

1)بہاء الدین خرمشاہی ، سابقہ حوالہ ص 652 _ 634_
2)شادی نفیسی ، عقل گرائي در تفاسیر قرن چہاردہم_

8)تفسیر ادبي:مفسر قرآن کے معانی کو کشف کرنے اور صحیح معنوں میں درك کرنے کیلئے ادبی علوم سے بہرہ مند ہوتاہے_
9)تفسیر نقلی یا ماثور: مفسر پیغمبر (ص) اور آئمہ معصومین (ع) کے اقوال اور احادیث کی رو سے آیات کی تفسیر کرتاہے_
10)تفسیر ہدایتی و تربیتي: قرآنی آیات سے اخلاق اور تربیت کے حوالے سے نکات کو پیش کرنا اور ان آیات الہی سے قرآنی دعوت کے مضمون کی تہہ تك پہچنا_
11)تفسیر فقہي: عبادات ، معاملات، حدود اور تصرف کے حوالے سے قرآن کے عملی احکام کا تجزیہ کرنا اور اس نظر سے قرآنی آیات کی تشریح کرنا_
12_ تفسیر کلامی : مفسر قرآنی آیات کی مدد سے اپنے عقائد اور مذہب کا دفاع کرتاہے اور اس حوالے سے آیات کے شبہات کو دور کرتاہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

13_ تفسير رمزي: مفسر واضح کرتاہے کہ قرآنی آیات رمز اور اشارہ ہیں لہذا ان آیات کے الفاظ کے معانی اور اسرار تك پہنچنے کیلئے مروجہ ادبی و معانی قواعد سے بڑھ کر ان کے علاوہ دیگر روشوں سے حقائق تك پہنچنے کی کوشش کرتا ہے_
14 _ تفسير عرفاني: مفسر کی نظر میں قرآن صرف ظاہری اور لفظی پیغام کی حد تك بیان نہیں کررہا بلکہ ان آیات کے باطن میں عرفانی تعلیمات اور سیر و سلوك کے اسرار بھی پنہان ہیں کہ جو کشف و شہود کی روش سے ظاہر ہونگے (1)
ہم ان چودہ اقسام کی تفاسیر کو تاریخی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اہم ترین تفاسیر کا تعارف کردیتے ہیں :
---

1)دانشنامہ جہان اسلام، سابقہ حوالہ_

95
تیسری صدی ہجری کے پہلے نصف زمانہ میں بخاری نے اپنی کتاب صحیح کا کچھ حصہ گذشتہ تفاسیر کے تجزیہ و تحلیل کے حوالے سے خاص کیا _ "جامع البیان فی تفسیر القرآن "محمد بن جریر طبری کی تیسری صدی کی مشہور تفاسیر میں سے شمار ہوتی ہے چوتھی صدی ہجری میں محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمانی کی تفسیر نعمانی قابل توجہ ہے پانچویں صدی ہجری میں تفسیر التبیان فی تفسیر القرآن جو کہ محمد بن حسن طوسی کی تالیف ہے جو سب سے پہلی شیعی تفسیر شمار ہوتی ہے اور عقلی اور اجتہادی روش کے ساتھ دائرہ تحریر میں آئي _ اسی صدی میں عتیق بن محمد سور آبادی نیشابوری کی تفسیر سور ابادی یا تفسیر التفاسیر بھی وجود میں آئي_
چھٹی صدی ہجری میں شیخ طبرسی کی مجمع البیان فی تفسیر القرآن " تالیف ہوئي انہوں نے اس تفسیر کے علاوہ اور دو تفاسیر " الکافی الشافي" اور " جوامع الجامع" بھی تحریر کیں_ اسی صدی میں ابوالفتوح رازی کی روض الجنان فی تفسیر القرآن" بھی تالیف ہوئي_
ساتویں صدی میں ابو عبداللہ محمد بن محمد انصاری خزرجی قرطبی کی تفسیر " الجامع لاحکام القرآن" لکھی گئي آپ معروف مذہب مالکی کے علماء میں سے تھے آٹھویں صدی میں عبداللہ بن عمر بن محمد نے " انوار التنزیل و اسرار التاویل " تحریر کی _ دسویں صدی ہجری میں جلال الدین سیوطی نے " الدر المنثور فی تفسیر الماثور" تالیف کی اور گیارہویں صدی میں ملا محسن فیض کاشانی نے تفسیر صافی تحریر کي_
تفسیر کی تدوین کے آغاز سے چودھویں صدی تك تفسیری آثار کے تالیف میں اسلوب کے لحاظ سے واضح تبدیلی مشاہدہ میں نہیں آتی لیکن چودھویں صدی میں تفسیر المیزان کے مصنف جناب محمد حسین طباطبائي کے ذریعے تفسیری اسلوب میں انقلاب پیدا ہوا اس کتاب کا گذشتہ تفاسیر پر امتیاز یہ ہے کہ گذشتہ تفاسیر میں روش یہ تھی کہ کسی آیت کے دو یا تین معانی بیان ہوتے اور مختلف احتمالات نقل ہوتے لیکن آخر میں حقیقی قول واضح اور روشن نہ ہوتا جبکہ تفسیر المیزان جو کہ قرآن کی تفسیرقرآن سے کی تفسیری روش پر لکھی گئي اسمیں دیگر آیات کی مدد سے ایك آیت کے مختلف معانی میں سے ایك معنی کو ترجیح دی گئي ہے _ عہد حاضر میں تفسیر

96
المیزان تمام شیعہ تفاسیر میں سے اہم ترین اور جامع ترین تفسیر ہونے کے ساتھ امامیہ کے بانمطلقاً اس صدی کی مشہور ترین تفسیر بھی ہے(1)

3_ حدیث
اسلامی فرقوں میں شروع سے ہی حدیث کی تدوین کے بارے میں اختلاف نظر موجود تھا جبکہ شیعوننے اسی زمانہ میں حدیث کی اہمیت کو درك کرتے ہوئے کتابت کے ذریعے اس تاریخی ورثہ کو محفوظ کرنے کے لیے قدم اٹھایا _ جبکہ اہل سنت دوسری صدی کے دوسرے نصف حصہ تك احادیث کا کوئي تدوین شدہ مجموعہ نہیں رکھتے تھے کیونکہ دوسرے خلیفہ نے کتابت حدیث سے منع کردیا تھا(2)
سب سے پہلی کتاب حدیث حضرت علی بن ابیطالب نے تدوین کی کہ جو در حقیقت پیغمبر اکرم(ص) نے املا کروائي تھی _ بعض محققین کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب امام باقر (ع) کے پاس موجود تھی اور آپ(ع) نے یہ " حکم بن عتیبہ " کو دکھائي تھی (3) شیخ مفید ، محقق حلی اور شہید اول کے بقول امیر المؤمنین (ع) کے دور سے امام حسن عسکری (ع) کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زمانہ تك يعنى تيسرى صدى كے دوسرے نصف حصہ تك شيعوں نے حديث ميں چار سوكتب (اصول اربعہ مائة) تحرير كيں_
چوتھى صدى ہجرى سے شيعہ علماء نے حديث ميں چار اہم ترين كتب كى تدوين اور تاليف سے علم حديث كے ارتقا ميں انتہائي عظيم اور يادگار قدم اٹھايا جناب محمد بن يعقوب كلينى (متوفى 329 قمري) نے " الكافي" تاليف كى _ محمد بن على بن بابويہ قمى جو كہ شيخ صدوق كے نام سے معروف ہيں انہوں نے كتاب " من لا يحضره الفقيہ" تحرير كى _ اور پانچويں صدى ہجرى ميں محمد بن حسن طوسى (متوفى 460 قمري) نے دو كتابيں "تہذيب
---

1)سابقہ حوالہ_
2)على بن حسام الدين متقى ، كنز العمال فى سنن الاقوال والافعال، بيروت ج1 ص174_
3)سيد حسن صدر ، تاسيس الشيعة الكرام ، لفنون الالسلام ص 279_

اور استبصار " تاليف كيں _
چھٹى صدى سے گيارہويں صدى تك علم حديث تقريبا جمود كا شكار رہا اسى ليے اس طويل دور ميں كچھ زيادہ احاديث كى تدوين شدہ كتب كا ہم مشاہدہ نہيں كرتے ليكن صفوى حكومت كے قيام سے دوبارہ اس علم كى طرف توجہ بڑھ گئي _ اس دور ميں ملا محسن فيض كاشانى نے "الوافي" محمد بن حسن حر عاملى نے " وسائل الشيعہ" اور علامہ مجلسى نے بحار الانوار كو تحرير كيا اور چودھويں صدى ميں بھى سيد حسين طباطبائي بروجردى نے ايك اہم كتب جامع الاحاديث الشيعہ فى احكام الشريعہ كو تاليف كيا_
دوسرى صدى سے چودھويں صدى تك علماء اہلسنت نے بھى علم حديث كے حوالے سے بہت سى كتابيں تاليف كيں كہ جن ميں سب سے زيادہ مشہور مندرجہ ديل ہيں : صحيح بخارى ، صحيح مسلم سنن ابن ماجہ، سنن ابو داؤد، سنن نسائي اور جامع ترمذى كہ يہ كتب " صحاح ستہ"كے عنوان سے معروف ہيں يہ سب كتب تيسرى صدى ہجرى ميں تحرير و تاليف ہوئيں اسى طرح اہل سنت كے ديگر حديثى آثار ميں سے " جامع الاساتيد تاليف ابو الفرج ابن جوزى (متوفى 597 قمري) اور كتاب المنتقى فى اخبار مصطفى تاليف ابن تيميہ (متوفى 652 قمري) قابل ذكر ہيں(1)

4 _ فقہ
الف) شيعہ فقہ :

مكتب شيعہ كا فقہى نظام گوناگوں ادوار سے گزرا، يہاں ہم اختصار سے ان ادوار اور ہر دو ر كے مشہورترين فقہا كا تعارف كرواتے ہيں :
1_ آئمہ (ع) كا دور:اس دور ميں احكام شرع، فقہ اور اجتہاد كا اصلى محور آئمہ (ع) تھےانكا كا ايك اہم ترين كام امور شرعى ميں فكر اور استدلال كرنے كيلئے ميدان ہموار كرنا ہے اسى ليے بہت سے مقامات پر انہوں نے
---

1)كاظم مدير شانہ چى ، علم الحديث ، مشہد ص 68 ، 70 اور قيس آل قيس الايرانيون و الادب العربى ج2 _

واضح طور پر اپنى ذمہ دارى اصول اور كلى قواعد بيان كرنا قرار دى اور ان قواعد كى مدد سے فرعى اور جزئي احكام نكالنے كى ذمہ دارى دوسرے لوگوں كے كندھوں پر چھوڑى (1)
آئمہ كے پيروكاروں اور اصحاب ميں علمى اور بالخصوص كلامى مسائل ميں مختلف رجحانات ميں متكلمين ، محدثين كے رجحانات، عصمت يا علم غيب كا انكار يا اثبات اور امام كے علم كے حوالے سے مباحث اس دور كى خصوصيات ميں سے ہيں، آئمہ كے بہت سے رفقاء جو ان كے نہايت قابل بھروسہ اصحاب ميں سے تھے متضاد عقائد ركھتے تھے (2)
2_ فقہ كى تدوين كا آغاز: اس دور ميں شيعہ مكتب كے پيروكاروں ميں فقہى حوالے سے تين بنيادى رجحانات ديكھنے ميں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آتے ہیں : اہل حدیث کا فکری میلان، کہ جو شدت کے ساتھ اجتہاد کے مخالف تھے اور فقہی احکام کو احادیث اور انکے نقل کرنے میں محدود کرتے تھے مثلا جناب کلینی اور ابن بابویہ قمی (3)
فقہ میں اجتہاد کی طرف میلان کہ اس گروہ کی رہبری دو بزرگ علماء جناب ابن ابی عقیل عمانی (4) اور جناب ابن جنید اسکافی (5) کررہے تھے ان دونوں کے فقہی نظریات میں اساسی اختلاف (6) کے باوجود

---

1)محمد حسن حر عاملی ، وسائل الشیعہ قم ، آل البیت ج 18 ص 41_
2)اس قسم کے فکری اور نظریاتی اختلاف کی تشریح شیعہ رجالی کتب میں موجود ہے مثلا محمد کشی کی ایك کتاب معرفة الرجال ، جو حسن مصطفوی کی کوشش سے نشر ہوئي ص 80، 279 ، 483 ، 488 ، 9_498، 506_
3)محدثین کے اس گروہ کی فقہ محض احادیث کے مجموعہ کی شکل میں ہوتی تھا کہ جنہیں موضوع کے اعتبار سے ترتیب دیا جاتا تھا کبھی تو انکے مجموعے میں احادیث کی سند بھی حذف کردی جاتی تھی مثلا جناب کلینی کی " الکافی فی الفروع" _
4)انکی کتاب " المستمسك حبل آل الرسول" کہ جو چوتھی اور پانچویں صدی میں مشہورترین فقہی منبع اور مرجع تھی رجوع کیجئے " آقا بزرگ طہرانی _ الذریعہ" ج 19 ص 69_
5)جناب ابو علی محمد بن احمد بن جنیہ الکاتب الاسکافی چوتھی صدی کے وسطی زمانہ کے عالم تھے انکی دو کتابوں کے نام " تھذیب الشیعہ لاحکام الشریعہ اور والاحمدی فی الفقہ المحمدی " ہیں_
6)ابن عقیل متکلمین کی مانند خبر واحد کو حجت نہیں سمجھتے تھے _ جبکہ ابن جنید اصحاب الحدیث کی مانند ان احادیث کی حجیت کے قائل تھے رجوع کیجئے " سید حسین مدرسی طباطبائي ، مقدمہ ای بر فقہ شیعہ ، مترجم ص 2 41 _

ان دو بزرگوں کے فقہ پر عمیق اثرات مرتب ہوئے _ تیسرا علمی رجحان متکلمین کی فقہ کی شکل میں ہے جناب شیخ مفید اس گروہ کی ممتاز شخصیات میں سے ہیں (1)
3 _ تلفیق (آپس میں ملانے) کا دور: شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (2) نے فقہ میں اہل حدیث اور متکلمین کے رجحانات کو تلفیق کیا اور کوشش کی فقہ کے عقل سے مربوط پہلوؤنکو محفوظ رکھتے ہوئے احادیث کی حجیت ثابت کریں انہوں نے اپنے وسیع آثار و کتابوں کے ساتھ شیعہ فقہ میں بہت سے نئے افق روشن کئے_ شیخ الطائفہ کی اہم فقہی آراء کا کے ان کے آثار میں مطالعہ کیا جاسکتاہے (1) النہایة فی مجرد الفقہ و الفتاوی (2) المبسوط (3) الاستبصار (4) تہذیب الاحکام_ فقہ تفریعی اور فقہ تطبیقی کی تقسیم انکے ہی کارناموں میں سے ہے _ یہ فقہی مکتب تین صدیوں تك شیعہ دنیا پر حکمرانی کرتا رہا شیخ طوسی کے علاوہ اس دور کی اہم ترین شخصیات جناب قطب الدین راوندی (3) اور ابن شہر آشوب ہیں (4)
4_مکتب تلفیقی پرتنقید کا دور: شیخ طوسی کے سوسال بعد فقہاء کے ایك گروہ نے کوشش کی کہ متکلمین کے فقہی مکتب کو زندہ کیا جائے اس لیے انہوں شیخ طوسی کے مکتب تلفیق پر تنقید کی اس دور کی مرکزی شخصیت ابن ادریس حلی (5) ہیں_
5_مکتب تلفیق کی اصلاح اورارتقا کا دور: شیخ طوسی کی فقہ بے پناہ جدت کے باوجود نظم، ترتیب اور اصلاح کی محتاج تھی بالخصوص انکے مکتب کے ناقدین نے بہت زیادہ ان پر اعتراضات کیے تھے ،اسی بناء پر

---

1) انہوں بہت شدت کے ساتھ ابن جنید کی فقہی روش کا مقابلہ کیا رجوع کیجئے مثلا " مفید ، المسائل الصاغانیہ والمسائل السرویة"_
2)رجوع کیجئے محمد بن حسن طوسی " الخلاف" تہران _
3)فقہ القرآن کی تصنیف کے علاوہ نہایة پر چند شروح بھی تحریر کیں _
4)متشابہہ القرآن و مختلفہ کے مصنف _
5)ابن ادریس کے حوالے سے رجوع کیجئے " دائرة المعارف بزرگ اسلامی ج 2 ذیل ابن ادریس " ص 718_

محقق حلی (1) اور انکے عظیم شاگرد علامہ حلی (2) نے اس حوالے سے وسیع پیمانے پر کوشش کیں _ ان دو بزرگوں کے فقہی آثار سے آج تك فقہی محققین بہرہ مند ہوتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ اگر ان دو بلند مرتبہ فقہی شخصیات کی کوششیں نہ ہوتیں تو مکتب تلفیق گذشتہ دور (مکتب تلفیق پر تنفید کا دور) میں ہی فراموشی کے غبار کی نذر ہوجاتا _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

6_ شہید اول کا دور: شہید اول (3)نے فقہی تفکر کو مرحلہ کمال تك پہچانے کیلئے کوشش کی اور فقہ شیعہ کیلئے ایسے اساسی اصول و قواعد تلاش کیے کہ جنکی بناء پر شیعہ فقہ نے اہل سنت کے فقہی مکاتب کی مدد کے بغیر اپنی مستقل حیثیت کو تشکیل دیا _ اسی خصوصیت کی بناء پر انکے آثار اور تصنیفات گذشتہ فقہاء کے آثار سے ممتاز ہوئے انکے بعدکے علماء ڈیڑھ صدی سے زیادہ عرصہ تك ان کے پیروکار رہے_ اور اپنی فعالیت انکے آثار پر شرح تحریر کرنے تك محدود رکھی تھي_ اس مکتب کے معروف ترین فقیہ شہید ثانی (4) ہیں_

7_ صفوی دور کی فقہ : یہ دور جو دسویں صدی سے بارھویں صدی تك جاری رہا اسمیں تین رجحان سامنے آئے:

الف) محقق ثانی کی فقہ : محقق ثانی (5) کی اہم فعالیت دو نکتوں میں خلاصہ ہوتی ہے: فقہ کے قوی دلائل کومزید مستحکم اور پائدار بنانا اور فقہ میں حکومتی مسائل کی طرف توجہ مثلا فقیہ کے اختیارات کی حدود نماز جمعہ اور خراج کے متعلقہ مسائل و غیرہ ، محقق ثانی کے اپنے بعد والے فقہاء پر اثرات مکمل طور پر واضح ہیں_

---

1)محسن امین حبل عاملی سابقہ ما خذج 4 ص 89_
2)سابقہ ما خذج 5 ص ص 396 _
3)سابقہ ما خذج 10 ص 59_
4) سابقہ ماخذ ، ج7، ص 143_
5) عباس قمی ، ہدیۃ الاحباب ، تہران، ص 254_
6) احمد بن محمد اردبیلي، زبدۃ البیان، مقدمہ_

2) مقدس اردبیلی کی فقہ : مقدس اردبیلی (6)نے اگر چہ فقہ میں کوئي اساسی تبدیل نہیں کی لیکن وہ دوسروں سے قطع نظر مخصوص روش کے حامل تھے انکی تحقیقات کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ وہ گذشتہ فقہاء کے نظریات و آراء سے قطع نظر فقط اپنی اجتہادی روش اور اپنی نظر پر اعتماد کرتے تھے علمی مباحث میں انکی شجاعت اور جدت باعث بنی کہ انکے بعد چند فقہاء نے انکی روش کو اختیار کیا _

ج)اخباریوں کی فقہ : اخباریوں کی تحریك کہ جو پانچویں صدی کے آغاز مینمتکلمین کی علمی کوششوں سے تقریباً ختم ہوچکی تھی گیارھویں صدی میں محمد امین استر آبادی کے ذریعے دوبارہ زندگی ہوگئي (1) اگر چہ اخباری فقہاء نے چند دہائیوں تك ایران و عراق کے فقہی اور علمی مراکز پر قبضہ جمالیا لیکن اس روش کے حامل مشہور فقہاء کی تعداد زیاہ نہیں ہے_

8 _ اصول کی اساس پر اجتہاد کی تجدید حیات : وحید بہبہانی (2)جو کہ بارھویں صدی ہجری میں فقہ کے نابغہ شمار ہوتے ہیں انہوں نے اپنی وسیع علمی تحقیقات سے اخباریوں کے اساسی قواعد سے مقابلہ کرتے ہوئے دوبارہ عقلی روش پر اجتہاد کو زندہ کیا _ انہوں نے فقہ، اصول فقہ کی اصلاح اور دقیق علمی تحقیقات کےساتھ کوشش کی کہ شیعہ فقہ کو ایك ترقی یافتہ ، پائدار ، منظم ،قانونی اور فقہی مکتب کی شکل میں لے آئیں(3) جناب وحید کی اس کوشش اور فعالیت سے بڑھ کر انکی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے عظیم المنزلت فقہاء کی تربیت کی کہ جنہوں نے فقہی و اصولی اساس پر قیمتی آثار عرصہ وجود میں لاکر انکی کوششوں اور ثمرات کو عظیم استحکام بخشا_

---

1)دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 10 ذیل امین استر آبادي_
2) محمد باقر بن محمد اکمل کہ انکے آثار میں سے ہے " الفوائد الحایریۃ، شرح مفاتیح الشرائع_
3)سید حسین مدرسی طباطبائي ، سابقہ ما خذص 60_

ان میں سے مشہورترین فقہاء مندرجہ ذیل ہیں :بحر العلوم (1) شیخ جعفر کاشف الغطاء (2) ، ملااحمد نراقي(3) اور حسن ابن جعفر کاشف الغطاء (4)

9_ شیخ انصاری کا دور: شیخ مرتضی انصاری (5) تیرھویں صدی کے سب سے بڑے نابغہ اور فقہ و اصول الفقہ میں دقیق روشوں کو ایجاد کرنے والے تھے انکے دقیق و عمیق روشوں نے فقہ میں انقلاب بر پا کردیا _ انکے آثار میں موجود فقہی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مجموعہ ایسا دقیق و ظریف ہے کہ کلی طورپر ناسخ ماسبق (گذشتہ فقہا کے استنباط کو منسوخ کرتا) ہے (-6) انکا فقہی مکتب انکے زمانہ سے آج تك علمی اور فقہی مراکز پر غالب ہے کہ آج تك بڑی شخصیتوں کے پیدا ہونے کے باوجود انکے مکتب میں بنیادی تبدیلی نہ آسکی _ اس دور کے اہم ترین فقہاء مندرجہ ذیل ہیں :
میرزای شیرازی (7) محمد کاظم خراسانی (8)

---

1)محمد مہدی بن مرتضی طباطبائي (متوفی 1212 قمري) صاحب تصنیف، المصابیح والدورة النجفیة_
2)کتاب " کشف الغطاء عن مبهمات الشریعة الغراء کے مصنف انکی زندگی کے حوالے سے رجوع کیجئے " محسن امین جبل عاملی ، سابقہ ما خذج 4 ص 99_
3) کتاب " مستند الشیعة ومناہج الاحکام" کے مصنف انکی زندگی کے حوالے سے رجوع کیجئے : محسن امین جبل عاملي، سابقہ ماخذ ، ج2، ص 183_
4)کتاب انوار الفقاهة کے مصنف رجوع کیجئے " : محسن امین جبل عاملی ، سابقہ ما خذج 3 ص 35 "_
5)بہت سے فقہی آثار کے مصنف مثلا متاجر ، طہارة ، صلاة ، خمس ... اور بہت فقہی قواعد ، انکے بارے میں رجوع کیجئے: محسن امین جبل عاملی ، سابقہ ما خذج 10 ص 117_
6)سید حسین مدرسی طباطبائي ، سابقہ ما خذص 61_
7)انکے درس فقہ کی تفصیل حسین بن اسماعیل رضوی کے واسطہ سے بنام " القواعد الحسنیة" موجود ہے ، رجوع کریں ، آقا بزرگ طہرانی ،الذریعہ ج 17 ص 182_
8)کتب " تکملة التبصرة ، اللمعات النیرہ ، کتاب القضاء (انکے دروس کی تفصیل انکے فرزند محمد المعروف آقا زادہ کے ذریعے معلوم ہوئي) حاشیہ المکاسب کے مصنف ، جہاں بھی شیخ انصاری نے کوئي نظر دی ہے وہاں انہوں نے ان کی تنقید کی ہے رجوع کیجئے محسن امین ، جبل عاملي، اصلی سابقہ ما خذج 9 ص 5_

سید محمد کاظم یزدی (1) ، محمد حسین نائینی (2) ، عبدالکریم حائری یزدي(3) سید ابوالحسن اصفہانی (4) سید حسین طباطبائي بروجردی (5) سید محسن حکیم (6) سید ابوالقاسم موسوی خوئي (7) اور امام خمینی (8)
این تمام بزرگوں نے دسیوں بلکہ سینکڑوں شاگردوں کی تربیت کی کہ پھر ان میں سے ہر ایك نے موجود ہ دور میں فقہ و فقاہت کے حوزہ میں اہم خدمات انجام دیں لیکن قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ اگر چہ علماء و فقہاء کے نزدیك مشہورنظریہ یہی ہے کہ مکتب شیعہ میں باب اجتہاد کھلا ہوا ہے لیکن بہت کم دیکھا گیاہے کہ یہ باب معاشرہ اور اسپر حاکم نظام پر باضابطہ صورت میں کھلا ہو ورنہ بے ضابطہ صورت میں اس کا کھلا ہونا قابل انکار نہیں ہے_

---

1)مشہور کتاب " العروة الوثقي" کے مصنف رجوع کیجئے ، محسن امین جبل عاملی ، سابقہ ما خذج 10 ص 943_
2)انکے آثار میں سے " قاعدہ لا ضرر اوررسالة فی اللباس الشکوك ہیں " نیز انکے نماز کے متعلق فقہی درس کی تفصیل انکے د و برجستہ شاگردوں میں محمد تقی آملي اور محمد علی کاظمینی کے ذریعہ جبکہ انکے مکاسب کے حوالے انکے درس کی تفصیل محمد تقی آملی اور موسی خوانساری کے ذریعے نشر ہوئي_
3)انکے آثار میں سے الصلاةبے نیز انکے نکاح کے حوالے سے فقہی درس کی تفصیل محمود آشتیانی کے ذریعے نشر ہوئي_
4)مشہور کتاب "وسیلةالنجاة" کے مصنف ہیں امام خمینی کی کتاب تحریر الوسیلہ اسی کتاب پر نظر ثانی اور امام کی اپنی آراء کے مطابق تکمیل ہے _
5)انکے تمام آثار انکے فقہی دروس ہیں جو ہم تك پہنچے نہایة التقریر محمد موحدی لنکرانی کی ہمت سے ، البدر الزاہر فی صلاةالجمعة و المسافر حسین علی منتظری کے ذریعے اور زبدة المقال فی خمس النبی و الال عباس ابوترابی کی ہمت کے ساتھ نشر ہوئي_
6)عروة الوثقی پر سب سے پہلی استدلالی شرح بنام مستمسك العروة الوثقی نیز نہج الفقاهة اور دلیل الناسك کے مصنف ہیں_
7)ان:کے درسوں کی مختلف افراد کے ذریعے تفصیل ہم تك پہنچی ہے " التنقیح فی شرح العروة الوثقی " علی غروی تبریز ی کی کوشش کےساتھ ، دروس فی فقہ الشیعة مہدی خلخالی کی ہمت سے الدر الغوالی فی فروع العلم الاجمالی رضا لطفی کی کوشش کے ساتھ مستند العروة الوثقی مرتضی البروجردی کی کوشش کے ساتھ مصباح الفقاهة محمد علی توحید کی کوشش سے اور محاضرات فی الفقہ الجعفری سید علی شاہرودی کی کوشش سے نشر ہوئیں_
8)متعدد فقہی آثار کے مصنف ہیں مثلا کتاب الطہارة کہ جو تین جلدوں میں ہے کتاب البیع کہ جو پانچ جلدوں میں ہے المکاسب المحرمة جو کہ دو جلدوں میں ہے _ تحریر الوسیلة دو جلد ہیں رسالة فی قاعدہ لا ضرر، رسالة فی التقیة اورکتاب الخلل فی الصلاة_

عہد حاضر کے معروف اصولیوں اور فقہاء میں سے اور صاحب مکتب کہ جنہیں ایسا پہلا شیعی عالم کہا جاسکتاہو جنہوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نے علم اور اجتہاد کی قدیم روایتی روش سے بہرہ مند ہوتے ہوئے بنیادی حقوق کے مفاہیم کے تعارف اورانہیں انکے صحیح مقام پر لانے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ" فقہ حکومت "پر بھی بحث کی ہو وہ مرحوم میرزا محمد حسین نائینی ہیں انکی آرا ء میں "وجوب مقدمہ واجب "کے نظریہ کے تحت مشروطیت کے قیام کو واجب قرار دینا ، علاوہ ازیں ایك اور فتوی میں ٹیکس لینے والے یعنی حکومت کو ٹیکس دینے والے یعنی عوام کے مد مقابل جواب دہ ہونا شامل ہے_ (1)
عہد حاضر کے دیگر فقہاء میں سے کہ جنہوں قدیم روش کے مطابق فقہ کی حدود میں رہتے ہوئے فقہ حکومت پر بہت زیادہ توجہ دی وہ امام خمینی ہیں انہوں نے اپنی کتاب " ولایت فقیہ " یا "حکومت اسلامی "میں ولایت فقیہ کے نظریہ کو عظمت اور ترقی دی اور آخرکار اس نظریہ کو عملی طور پر اجراء کیا _
اسی طرح دیگر مجتہدین ہیں ہے کہ جنہوں نے روایتی فقہ (قدیمی روش اور قواعد پرمشتمل) کی حدود میں رہتے ہوئے "فقہ حکومت "کو موضوع بحث بنایا شہید سید محمد باقر الصدر تھے کہ انکی حکومت سے متعلقہ مسائل میں فقہ کے حوالے سے تخلیقی اجتہادی آراء قابل توجہ ہیں (2)
اسی بحث کے حوالے سے استاد شہید مرتضی مطہری جیسے بزرگان کی فعالیت سے غافل نہیں ہونا چاہیے کہ انہوں نے اسی روایتی روش اجتہاد کی روشنی میں اپنے ہم عصروں سے بڑھ کر معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں اور الجھنوں کو حل کرنے کے طریقے بیان کیے اسی حوالے ان کا نظریہ تھا کہ کوئي شخص بھی اس وقت تك مقام اجتہاد پر فائز نہیں ہوسکتا جب تك وہ یہ اچھی طرح نہ جان لے کہ اسلام کی کائنات ، انسان ، معاشرے ، تاریخ
---

1)مزید معلومات کیلئے رجوع کریں ، میرزا حسین نائني، تنبیہ الامة و تنزیہ الملة ، جعفر عبد الرزاق ، الدستور والبرلمان فی الفکر السیاسی الشیعی ص 48 ، 47 _
2)مزید معلومات کیلئے رجوع کریں ، سید محمد باقر الصدور الاسلام یقود الحیاة_

، اقتصاد ، سیاست اور ... کے بارے میں کیانظر ہے (1)
ایسے فقہاء میں مرحوم شیخ محمد مہدی شمس الدین بھی قابل ذکر ہیں کہ جنہوں نے اجمالی طور پر فقہ حکومت پر قابل توجہ بحث کی اور اس حوالے سے اپنی آراء دیں (2)

ب) اہل سنت کی فقہ اور تغیر و تبدل کے ادوار:
اہل سنت کی فقہ اور اسمیں تبدیلی کے چھ مراحل ہیں:
1)پیغمبر (ص) کا زمانہ: شرعی نصوص تك براہ راست رسائي (اسلام کے آغاز سے گیارہ ہجری تك)
2)صحابہ کا دور: چونکہ براہ راست پیغمبر اکرم(ص) سے رابطہ رہا تھا لہذا آسانی سے ان سے قول نقل کیا کرتے تھے (گیارھویں ہجری سے چالیسویں ہجری تك)
3)تابعین کا دور: انکا ایك واسطہ کے ذریعے پیغمبر اکرم(ص) سے رابطہ تھا لہذا ان سے قول نقل کیا کرتے تھے (چالیسویں ہجری سے پہلی صدی کے تمام ہونے تك)
4)چار اماموں کا دور یا فقہی مذاہب کی تشکیل کا دور(دوسری صدی سے چوتھی صدی تك) _
5)چار آئمہ کی تقلید کا دور (تیسری صدی سے چودھویں صدی تك)
6)جدید فقہی اورقانونی بیداری اور اجتہادات کے دروازے کے کھلنے کادور(3)
دراصل اہل سنت کی فقہ چار آئمہ کے ظہور اور فقہی مذاہب کی تشکیل سے مرحلہ کمال تك جاپہنچی اور گذشتہ ادوار اس دور کو وجود میں لانے کا سبب بنے لہذا ان مذاہب کی تشکیل کیلئے راستہ ہموار ہوگیا _ تیسرے خلیفہ
---

1)رجوع کیجئے انکی کتابیں : نہضت ہای صد سالہ اخیر ، انتشارات صدرا ص 75 _71 دہ گفتار ، انتشارات صدرا 120 _121 ، تعلیم و تربیت در اسلام ، انتشارات صدرا ص 24 ، اسلام اور مقتضیات زمان ص 232_
2)انکی اس حوالے سے دو کتابیں مندرجہ ذیل ہیں نظام الحکم والادارة فی الاسلام، اور فی الاجتماع السیاسی الاسلامی ، دار الثقافة للطباعة والنشر قم_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3)محمد خضری بیك ، تاریخ الشریع الاسلامی ، بنارس ص 5_

کے دور ہیں قرآن کریم کی جمع آوری ، دوسری صدی سے احادیث کی جمع آوری کا آغاز، گوناگوں عقائد اور نظریات کا ظہور، مسلمانوں کی دیگر تہذیبوں سے آشنا ہونا کلام کے مکاتب کا وجود میں آنا، حکومت کی توسیع اور اسکے اثرات اورقانون کی ضرورت میں اضافہ و غیرہ یہ سب ان فقہی مذاہب کو وجود میں لانے کا سبب بنیں(1)

اہل سنت کے سب سے پہلے فقہی مکتب کو ابوحنیفہ (150 _80 قمري) نے تشکیل دیا (2)یہ مکتب کہ جو بعد میں حنفی کے عنوان سے مشہورہوا ، حکومت کے اسے سرکاری طور پر قبول کرنے اور حنفی قاضیوں کے تمام اسلامی مناطق میں بھیجنے سے یہ مکتب بہت سرعت کے ساتھ پھیلا (3) عباسی خلفاء ، مھدی ، ہادی اور ہارون الرشید نے قضاوت کے متعلق امور قاضی ابو یوسف کے سپرد کیے کہ جو ابوحنیفہ کے شاگرد اور حواری تھے تو یہ شخص فقط ان لوگوں کو بہ عنوان قاضی کسی جگہ پر بھیجتا تھا جو حنفی فقہ کو قبول کرتے اور اسے لوگوں میں پھیلاتے ، اسی لیے حنفی فقہ سب سے پہلے عراق، پھر مصر ، ماوراء النہر ، ایشائے کوچك اور ہند یہانتك کہ چین تك پھیل گئي (4)

مکتب ابوحنیفہ کے شاگرد اور تربیت یافتہ لوگوں نے حنفی فقہ کو وسعت دی لیکن بلا شبہ اس حوالے سے قاضی ابویوسف (5) اور محمد بن حسن شیبانی (6) کا سب سے زیادہ کردار ہے خود ابوحنیفہ کے علاوہ اس مکتب کے سب پرورده لوگ در اصل فقہ حنفی کے فقط مروج اور شارح تھے اور انہوں نے ابوحنیفہ کے فقہی نظریات کے مد مقابل کوئي جدت لانے کی کوشش نہ کی _

اہل سنت کا دوسرا فقہی مذہب مالك بن انس (7) (179 _ 93 قمري) کے ذریعے تشکیل پایا اور فقہ مالکي

---

1)ابوالفضل عزتی ،پیدائشے و گسترش و ادوار حقوق اسلامی ، ص 51_
2)دائرة المعارف بزرگ اسلامی ج 5 ذیل "ابوحنیفہ" ص 379_
3)بوجینا غیانہ ، تاریخ الدولة الاسلامیة و تشریعہا ، بیروت ص 173 ، قیس آل قیس ، الایرانیون و الادب العربي، تہران ج 5 ص 4_
4)قیس آل قیس ، سابقہ ما خذص 5_4
5)دائرة المعارف بزرگ اسلامی ج 6 ، ذیل ابویوسف_
6)بوجینا غیانة، سابقہ ما خذص 166_
7)محمد ابوزھرة ، مالك ، حیاتہ و عصرہ ، آرا وہ وفقہہ، قاہرة_

کے عنوان سے معروف ہوا _ وہ ابوحنیفہ کی آراء بالخصوص احکام شرعی کی تشخیص کے سلسلے میں ابوحنیفہ کے فقہی قیاس اور نظریات کے مد مقابل اپنے مخصوص نظریات رکھتے تھے انہوں نے سعی کی کہ فقہی روش پر حدیث کی کتاب لکھ کر اپنی آراء پیش کریں اس کتاب میں جس کا نام مؤطا ہے مالك سب سے پہلے حدیث نقل کرتے ہیں پھر مدینہ کے فقہاء کا فتوی ذکر کرتے ہیں اسکے بعد اپنی فقہی نظر پیش کرتے ہیں انکا نظریہ یہ تھا کہ احکام شرعی کیلئے روایات جیسی مستند دلیل کے ہوتے ہوئے قیاس یا اپنی رائے کی طرف نہیں آنا چاہیے_ مالکی مذہب بتدریج شمالی آفریقا ، مصر اور اندلس میں رواج پاگیا (1)

اہل سنت کے تیسرے فقہی مکتب کو ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (2) (204 _ 150 قمری) نے تشکیل دیا وہ چونکہ دونوں حنفی اور مالکی مذاہب کے بارے میں معلومات رکھتے تھے اسی لیے انہوں نے کوشش کہ ان دو مذاہب میں اساسی امتزاج پیدا کیا جائے اور اس امتزاج اور وحدت پر جدید فقہ کو تشکیل دیا جائے (3) لیکن اسکے ساتھ ساتھ انہوں نے حنفی مکتب کے استحسان اور مالکی مکتب کی استصلاح کی بھی مخالفت کي_ انہوں نے اپنی فقہی آراء کے اساسی قواعد کو اصول الفقہ کے متعلق ایك رسالہ میں تحریر کیا _ مصر میں صلاح الدین ایوبی کے ذریعے فقہ شافی رائج ہوئي (4) اور اس فقہ کے عراق اور مکہ میں بھی حامی موجودہیں (5)

اہل سنت کا چوتھا فقہی مکتب احمد بن حنبل (6) (241 _ 164 قمري) کی طرف منسوب ہے جو فقہ حنبلی کے عنوان سے مشہور ہے _ احمد بن حنبل علماء حدیث کے بڑے مفکرین میں سے شمار ہوتے ہیں انہوں نے شافعی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1)كاظم مدير شانہ چى ، علم الحديث، مشہد ص 36_
2)محمد ابوزہرہ ، امام شافعى حياتہ و عصرہ و آرا و فقہہ ، قاہرہ_
3) ج م عبدالجليل ، تاريخ ادبيات عرب، ترجمہ آذر تاش آذرنوش ، تہران ص 175_
4)قيس آل متين ، سابقہ ما خذ ، ج 5 ص 5_
5) بوجينا غيانة ، سابقہ ما خذص 174_
6)ذائرة المعارف بزرگ اسلامى ج 6 ، ذيل احمد بن حنبل_

كے ہاں درس پڑھا (1) تيس ہزار احاديث پر مشتمل حديث كى مسند لكھ كر دوسروں كو اپنى طرف متوجہ كرليا(2)انكى فقہ كى بنيادين كتاب ، سنت ، صحابہ كے فتاوى ، قياس، استحسان ، مصالح او رذرايع سے تشكيل پائيں انكے مذہب كے سب سے زيادہ پيروكار حجاز ميں ہيں (3)
فقہ حنبلى كے حوالے سے ايك نكتہ يہ ہے كہ چونكہ احمد بن حنبل آراء او رنظريات كے مكتوب شكل ميں جمع كرنے كے مخالف تھے اسى ليے انكے شاگردوں اور بعد ميں آنے والے حنبلى مسلك افراد كى آراء ميں جو احمد بن حنبل سے نقل كى گئي ہيں خاص فرق حتى كہ تضاد بھى نظر آتا ہے اور كبھى تو كسى ايك مسئلہ ہيں انكا نام ليكر نقل ہونے والے متضاد اقوال چار يا پانچ كى تعداد تك بھى ہيں (4)
اہل سنت كے ان چار اماموں كے بعد سنى فقہ نے اپنى جدت اور تحرك كو كھوديا_ چوتھى صدى سے تيرھويں صدى تك ان آئمہ كے آثار پرصرف حاشيہ يا انكى شرح و تفسير كى حد تك كام ہوا ان مذاہب كے فقہاء نے انكى آراء كے ساتھ تقريبا كوئي نئے نكتے كا اضافہ نہ كيا اسى ليے اہل سنت كى فقہ ميں اجتہاد ان چار اشخاص كى تقليد ميں تبديل ہوكر رہ گيا اگر چہ ان چار آئمہ ميں اجتہاد كو منحصر كرنے پر كوئي بھى عقلى اور نقلى دليل موجود نہ تھى ليكن بتدريج اور حاكموں كے سياسى مقاصد اور كاموں كى بناء پر اس مسئلہ ميں اجماع كى كيفيت پيدا ہوگى كہ اب اسكے خلاف آواز بلند كرنا آسان كام نہ تھا(5)
ليكن تيرھويں صدى ہجرى سے عالم اسلام مينواضح تبديليان پيدا ہوئيں_ عصرى تقاضوں ، زندگى اور معاشرتى روابط ميں گہرى اور وسيع تبديليوں كے پيش نظر اہل سنت كے بعض فقہاء فقط ان چار آئمہ كى تقليد مينمنحصر ہونے كے مسئلہ ميں شك و ترديد كا شكار ہوگئے_

---

1)وحينا غيانة ، سابقہ ما خذص 177 _
2)كاظم مدير شانہ چي، سابقہ ما خذص 55_
3)دائرة المعارف بزرگ اسلامي، سابقہ ما خذ_
4)رجوع كريں ، ابن حبيره الافصاح عن معانى الصحاح، حلب ج 1 ص 54_
5) ابوالفضل عزتى ، سابقہ ما خذص 83 _ 71 _

بتدريج اہل سنت كے فقہاء يہ بات سمجھ گئے كہ ان آئمہ كى تقليد پر كوئي عقلى و نقلى حكم اور معتبر دليل موجود نہيں ہے وہ بھى ان چار فقہاء كى مانند شرعى مسائل ميں اجتہاد كرسكتے ہيں اس حوالے سے مصر كے عظيم مفتى شيخ محمود شلتوت نے شيعہ فقہاء كى آراء پر توجہ كرتے ہوئے شيعہ فقہا كى آرا كى پيروى كے جواز كا اعلان كر كے ايك اہم ترين قدم اٹھايا _ (يہ بات قابل ذكر ہے كہ ان مندرجہ بالا چارمسالك كے علاوہ ديگر مسلك اور مكاتب بھى دائرہ وجود ميں آئے جن ميں سے بعض مسالك مثلا زيديہ اور اسماعيليہ شيعہ مسالك ميں شمارہوتے ہيں اور اپنى فقہ اور پيروكاروں كے ساتھ عہد حاضر ميں موجود ہيں اور بعض مسالك جو كسى سے وابستہ نہيں ہيں مثلا اباضى مسلك كہ جو خوارج كے مسلك ميں سے ابھى تك اپنا وجود برقرار ركھے ہوئے ہے(1) يا ديگر مسالك مثلا مسلك اوزاعى (متوفى 150 قمري) اور مسلك سفيان ثورى (متوفى 161 قمري) اور مسلك داود بن على ظاہرى (متوفى 270 قمري) كہ يہ سب سنى مسالك ميں سے شمار ہوتے ہيں ليكن بہت كم پيروكاروں كى بناء پر زيادہ عرصہ تك نہ چل سكے (2)
ليكن ان تمام مسالك ميں ايك معمولى ساموازنہ كرتے ہوئے ہم ديكھتے ہيں كہ زيدى مسلك بہت زيادہ پيروكاروں اور بے شمار علماء محدثين ، معروف فقہاء اور مؤلفين كى بناء ايك ممتاز مقام كا حامل ہے اس مذہب كى بعض كتب مندرج ذيل ہيں :
زيد بن على بن الحسين (ع) سے منسوب " المجموع" (3) يحيى بن حسين (98_ 245قمري) كى جامع الاحكام فى الحلال و

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

الحرام احمد بن يحيى المرتضى (840 _ 775قمري) كى البحر الزخار، ابراہيم بن محمد كى الروض فى الحامل شرح الكافل حسن بن احمد (متوفى 1048) كى ضوء النہار فى شرح الازہار اور محمد بن على الشوكانى (متوفى 1221)

---

1)رجوع كيجئے : موسوعة الفقہ الاسلامى ج 1 ص 32 ، صبحى الصالح ، انظم الاسلامية ، نشا تہا و تطورہا ص 207 ، صبحى رجب محمصانى ، فلسفة التشريع فى الاسلام ج 5 ص 69 _70_
2)عبدالكريم زيدان، المدخل لدراسة الشريعة الاسلامية ، بيروت ج 11 ص 148_
3) سابقہ ما خذ_

110

كى الدرر البهية والسيل الجرار و نيل الاوطار (1) (زيدى مذہب سے كافى عرصہ كے بعد ہم داود بن على الظاہرى سے منسوب ظاہرى مذہب كا نام لے سكتے ہيں كيونكہ اسكے پيروكار بہت ہى كم تھے اور آج تقريباً موجود نہيں ہيں اس مذہب كى بنيادى فقہى كتا ب" المحلى " ہے كہ جسے ابن حزم ظاہرى نے تحرير كيا اس مذہب كے استحكام اور بقاء كا باعث تھى اسى شخص كى خدمات جانى گئيں (2)

5_ اصول

اسلامى علوم ميں وہ علم كہ جو اصلى منابع اور مصادر سے اسلامى احكام اور قوانين كے استنباط كيلئے تدوين ہوا علم اصول ہے يہ علم وجود ميں آنے كے بعد سے اب تك نو مراحل سے گزرا:_

1)وجود ميں آنے كا دور: اس دور ميں اس علم كى تدوين اور اسكے مقدمات بيان كرنے كيلئے سب سے پہلى كوششيں ہوئيں_ شيعہ محققين كى رائے كے مطابق اس علم كے خالق امام باقر (ع) اور امام صادق (عليہما السلام) ہيں _ اگر چہ عصر حاضر كے كچھ محققين كا خيال ہے كہ اصلى قواعد كا سادہ انداز ميں استعمال صدر اسلام سے ہى رائج تھا(3)

2) تصنيف كے دور كا آغاز: اس دور ميں علم اصول جس كا ذكر فقہى مسائل كے درميان ہوتا تھا جداگانہ شكل ميں سامنے آيا_ ميرے خيال ميں علم اصول كى سب سے پہلى تصنيف جناب حشام بن حكم كى ہے كہ جوامامية متكلمين كے سربراہ شمار ہوتے ہيں انہوں نے كتاب " الفاظ و مباحثہا" تحرير كى (4)

---

1) موسوعة الفقہ الاسلام ، سابقہ ما خذ، الحليمي، الروض النضير ، مقدمہ ، دائرة المعارف بزرگ اسلام ج 2 ص 59 _164 ، على بن عبدالكريم شرف الدين ، الزيدية نظريہ و تطبيق ، العصر الحديث ج 2 ص 1_3 اور اسكے بعد ، فواد سزگين ، تاريخ التراث العربى ج 1 ، جزء 3 عربى ، ص 353_
2)مصطفى الزلمى ، اسباب اختلاف الفقہاء فى احكام الشريعة ص 56_
3)حسن شفايي، ملاك اصول استنباط، ص 9 ، حسن ہادى الصدر، تاسيس الشيعہ لعلوم الاسلام بغداد ، ابولاقاسم گرجى ، مقالات حقوقى ،ج2 ص 117، 113_
4) ابوالقاسم گرجي، سابقہ ما خذص 119 _ 118_

111

3)علم اصول كے علم كلام كے ساتھ ملاپ كا دور: يہ دور جو كہ زيادہ تر اہل سنت كے حوالے سے ہے ، اہل سنت كے متكلمين بالخصوص معتزلہ علم اصول ميں داخل ہوئے اور اسے اسكے اصلى راہ " فرعى و فقہى احكام كے استنباط" سے ہٹا ديا_ اس دور ميں اہل سنت كے مولفين ميں سے "كتاب آراء اصولى ابوعلي" كے مصنف محمد بن عبدالوہاب بن سلام جبائي (متوفى 303 قمرى)كتاب التحصيل كے مصنف ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر تميمى اسفراينى (متوفى 429 قمري) اور كتاب " المستصفى "كے مصنف ابوحامد غزالى (متوفى 505 قمرى) قابل ذكر ہيں_

4)علم اصول كے كمال اور دوبارہ جدا ہونے كا دور : يہ دور جو كہ مكتب شيعہ كے حوالے سے ہے علم اصول بتدريج پختگى كى منازل طے كر گيا اور كافى حد تك علم كلام كے مسائل سے جدا ہوگياس دور كے اہم ترين آثار كے جنہوں نے علم اصول كو ترقى كى انتہائي بلنديوں تك پہنچا ديا وہ ابن ابى عقيل ، شيخ مفيد اور شيخ طوسى كى تصنيفات و تاليفات ہيں _

5)استنباط كے جمود اور علم اصول ميں ٹھہراؤ كا دور: شيخ طوسى كے علمى نبوغ اور عظمت كى بناء پر تقريباً ايك صدى

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تك مختلف علوم بالخصوص اصول فقہ میں انکی آرا، اور نظریات بغیر کسی علمی تنقید کے باقی رہے اور اس دور کے مولفین کی کتب پر انکے آثار کی تقلید کی چھاپ باقی رہی _ مثلا سدید الدین حمصی رازی کی کتاب مصادر اور حمزہ بن عبدالعزیز المعروف سلار کی کتاب " التقریب" میں یہ تقلید دیکھی جاسکتی ہے مجموعی طور پر اس دور کے تمام فقہی استنباط اور نتائج شدت کے ساتھ شیخ طوسی کی آراء سے متاثر تھے_

6) تجدید حیات کی تحریك: اس دور کی خصوصیات میں سے یہ ہیں کہ ایك طرف روح اجتہاد دوبارہ زندہ ہوئي اور دوسری طرف گذشتہ بزرگان دین کی کتب کی شرح ، حاشیہ اور تلخیص کی گئي اور فن منطق کے بعض مسائل علم اصول میں داخل ہوئے اس دور کے علما اور بزرگ محققین میں سے محمد بن ادریس حلی (متوفی 598 قمری)محقق حلی ، علامہ حلي، فاضل مقداد اور شیخ بہائي قابل ذکر ہیں (1)

---

1)سابقہ ما خذ ص 121 ، 130 ، 135_

7)علم اصول میں ضعف کا دور : تشیع کی علمی محافل اور حوزات میں اخباری مکتب فکر کی طرف میلان بڑھنے سے علم اصول کی گذشتہ ادوار کی مانند رونق ختم ہوگئي اس دور میں اخباریوں اور اصولیونمیں شدید نزاع رہا، اس دور کی اخباری مکتب فکر میں اہم ترین تالیف " کتاب فوائد المدنیہ" ہے کہ جو محمد امین استر آبادی (متوفی 1033) نے تالیف کي_

8)علم اصول کا جدیدد ور: جناب وحید بہبہانی کے علمی حوزات میں ظاہر ہونے سے علم اصول بتدریج دوبارہ ترقی کے زینونکی طرف بڑھنے لگا، آپ اور آپکے شاگردوں نے اپنی حیرت انگیز صلاحیتوں سے مالامال علمی طاقت سے اخباری مکتب فکروالوں کے تمام شبہات اور تہمتوں کا جواب دیا اور یہ ثابت کرنے کیلئے بہت زیادہ کوشش کی کہ فقہی مسائل تك پہنچنے کیلئے ہم سب فقط اصولی قواعد کے محتاج ہیں اس دور میں علامہ وحید بہبہانی کے علاوہ عظیم علمی شخصیات میں سے سید مہدی بحر العلوم (متوفی 1212 قمري) کاشف الغطاء (متوفی 1227قمري) اور سید علی طباطبائي (متوفی 1221 قمري) قابل ذکر ہیں (1)

9)عصر حاضر : یہ دور جو کہ حقیقت میں علم اصول کی معراج کا دور شمار ہوتاہے شیخ مرتضی انصاری (متوفی 128) کے ظہور سے شروع ہوا اور انکے بعد انکے شاگردوں کی کوششوں سے جاری رہا _ واقعی بات تو یہی ہے کہ اس دور میں علم اصول کی ترقی کاگذشتہ ادوار میں کسی دور سے موازنہ نہیں کیاجاسکتا اس دور میں علم اصول میں تحقیقات کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائي عمیق بھی ہیں (2)

6_ کلام

اسلامی تمدن کے زیر سایہ علم کلام کی پیدائشے کی کچھ وجوہات تھیں ان میں سے ایك مسلمانوں کا غیر مسلم اقوام مثلا ایرانیوں ، رومیوں اورمصریوں سے تعلقات تھے ان روابط اور تعلقات کی بناء پر عقائد و نظریات

---

1)سابقہ ما خذ ص 138_
2)مرتضی مطہري، آشنائي با علوم اسلامی ، بخش اصول فقہ ص 263_

میں اختلاف آشکار ہوا _ مسلمانوں نے دین اسلام کے دفاع کیلئے نئي فکری اور استدلالی روشوں کو سیکھا_ اسی طرح اس علم کے وجود میں آنے کی دوسری وجہ ایسی اقوام کا اسلام قبول کرنا قرار پائي کہ جو اپنے مذاہب میں اللہ تعالی کی صفات، توحید ، قضا و قدر اور جزا و سزا و غیرہ کے مسائل میں مخصوص عقائد و نظریات کے حامل تھے_ اسی بناء پہ نئے مسلمان لوگ اسی کوشش میں رہتے تھے کہ اپنے سابقہ دینی عقائد کو دین اسلام کے سانچے میں ڈھال کر پیش کریں اسی لیے مسلمانوں نے بھر پور کوشش کی کہ عقلی دلائل سے بہرہ مند ہوکر اسلام کے بنیاد ی عقاید کو مستحکم اور پائیدار بنائیں(1)

علم کلام اپنے آغاز میں فقط عقائدی مسائل بالخصوص توحید و غیرہ پر بحث کرتا تھا اور جو شخص عقائد کے امور میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دلیل سے بات کرتا اسے متکلم کہا جاتاتھا اور خود دینی عقائد اور اصول میں بحث اور جدل کرنے کو علم کلام کا نام دیاگیا _ اسلام کے بڑے متکلمین میں سے جنہوں نے کلامی نظریات اور مسالك کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا حسن بصری (110 _ 21 قمري) کی طرف اشارہ کیا جاسکتاہے کہ جو گناہوں کے حوالے سے بہت سخت موقف رکھتے تھے _ انکا عقیدہ تھا کہ تمام افعال فقط انسانی مرضی کی بناء پر انجام پاتے ہیں
دوسری صدی ہجری ہیں ابو محرز جھم بن صفوان نے مسلك جھمیہ کو تشکیل دیا _ اس مسلك کے ماننے والوں کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی شناخت کیلئے فقط ایمان کافی ہے دیگر عبادات سے اس کا کوئي ربط نہیں ہے اور کوئي بھی اللہ تعالی کے ارادے کے سوا فعل انجام نہیں دیتا_ پس انسان اپنے افعال میں مجبور ہے (2)
تیسری صدی ہجری میں ابو سہل بشر بن معتمر ہلالی کوفی بغدادی (متوفی 210قمري) نے مسلك بشرية کو تشکیل دیا _ اسکا نظریہ یہ تھا کہ اللہ تعالی قادر ہے اور اس نے اپنے بندوں کو اپنے کام کرنے پر قادر کیا ہے لیکن یہ مناسب نہ سمجھا کہ حیات، موت اور قدرت جیسے امور بھی انسانوں کے سپرد کرے (3)
---

1) علامہ شبلی نعماني، تاريخ علم كلام، ترجمہ داعی گیلاني، ص 8_
2)خیر الدین زرکلی ، الاعلام ، ج 2 ص 226_
3) محمد شہرستاني، الملل و النحل، محمد جواد شکور کی سعی سے ، ج1، ص 72_

چوتھی صدی میں ہم چند مشہور و معروف متکلمین کا عرصہ وجود میں ظہور کا مشاہدہ کرتے ہیں ان میں سے ایك شیخ مفید ہیں انکی تقریباً دو سو کے قریب تالیفات تھیں کہ جن میں سے اکثر مختلف کلامی مسالك کے عقائد کی رد پر لکھی گئیں_ اسی صدی کے دوسرے مشہور متکلم شیخ الطایفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی ہیں وہ سب سے پہلے شخص تھے کہ جنہوں نے نجف کو شیعہ مکتب کے علمی اور دینی مرکز میں تبدیل کیا انکی کلام میں مشہور کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:الشافي، الاقتصادالہادی الی الرشاد اورتمہید الاصول_
پانچویں صدی میں مشہور متکلم ابوحامد محمد غزالی پیدا ہوئے_ غزالی کا عقیدہ تھا کہ متکلمین نے اس زمانہ میں دین کی نصرت کیلئے قیام کیا کہ جب دینی فرقوں میں اختلاف بڑھ گیا تھا اور لوگوں کے دلوں میں ایمان متزلزل ہوچکا تھا انہوں نے عقلی اور منطقی دلائل کے ساتھ شبہات پیدا کرنے کا راستہ بند کردیا تھا نیز انکا عقیدہ تھا کہ عوام کو علم کلام سے دور کرنا چاہیے کہ اگر ان میں سے کوئي "يد" ، " فوق" اور عرش پر استوار" کا معنی پوچھیں تو بھی انہیں نہ بتائیں خواہ انہیں تازیانے مارنا پڑیں (1) جس طرح کہ خلیفہ دوم حضرت عمربر اس شخص سے ایسا سلوك کیا کرتے تھے کہ جو تشابہ آیات کے بارے میں سوال کرتا پانچویں صدی کے ایك اور معروف متکلم ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن احمد شہرستانی ہیں انکی علم کلام میں معتبرترین کتاب کا نام نہایة الاقدام فی علم الکلام ہے جو علم کلام کے بیس قواعد اور اس علم کے مسائل کی فروع پر تشریح کی حامل ہے (2)
چھٹی صدی ہجری کے مشہورترین متکلم امام فخر رازی یاامام المشککین ہیں وہ علم اصول و کلام میں مکتب اشعری پر اور فروع دین میں شافعی مسلك پر تھے انکے بیشتر اعتراضات اورتشکیکات فلسفي، کلامی اور علمی مسائل میں تھے_ وہ اسلامی عقاید کی تشریح اشعری مکتب کے اصولوں کی بناء پر کیا کرتے تھے اور فقہ اہل سنت پر عمل پیرا تھے_
---

1)ابوحامد محمد غزالي، المنقد من اللال والمفصح عن الاحوال، محمدحابر کی کوشش سے _ دبر، عبدالکریم گیلانی حاشیہ الانسان الکامل ، قاہرہ_
2)ابراہیم مذکور، فی الفلسفة الاسلامية، قاہرہ_

ساتویں صدی ہجری کے عظیم ترین متکلم خواجہ نصیر الدین طوسی ہیں چونکہ خواجہ شیعہ ہونے کے ساتھ ساتھ منگولوں کے بادشاہ ہلاکوخان کی نگاہ میں اہم مقام کے حامل تھے لہذا اہل سنت کے بہت سے علماء ان سے حسد کیا کرتے تھے اور انہینسب و شتم کیا کرتے تھے انکی علم کلام میں اہم ترین کتاب " تجرید الاعتقاد" ہے(1)
ساتویں صدی میں ابن تیمیہ پیدا ہوئے وہ قرآنی علوم، حدیث، فقہ، کلام ، فلسفہ اور ہندسہ میں مہارت رکھتے تھے، وہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مسلمانوں کی سنت کا دفاع کیا کرتے تھے کہ جسکی وجہ سے اہل سنت کے دیگر مسالك کے بہت سے پیروکاروں نے انکی مخالفت کی _ اگر چہ انکا حنبلی مسلك سے تعلق تھا لیکن اس مسلك کے اصول کو اجتہاد کے ذریعہ قبول کرتے تھے اور بدعات کی مخالفت کرتے تھے اور اولیاء خدا سے تمسك کرنے اور انبیاء کی قبور کی زیارت پر تنقید کیا کرتے تھے _ علماء اسلام کے ایك گروہ نے انکی مذمت کی جبکہ ایك گروہ نے انکی تعریف کي(2)
ان تمام گذشتہ صدیوں میں علماء اسلام مینسے فقط علامہ حلی ہیں کہ جنہیں آیت اللہ کے لقب سے نوازا گیا آپ ساتویں صدی میں پیدا ہوئے، آپکی چار سو سے زیادہ تالیفات ہیں انہوں نے اپنی علم کلام کے بارے میں تالیفات مینسیاست کی بحث بھی کي_ وہ سیاست کوعین دین سمجھتے تھے انکی علم کلام کی مباحث میں شیعہ سیاسی افکار جلوہ گر ہیں_ انکی علم کلام میں اہم ترین کتا ب الباب الحادی عشر ہے اسکے ابواب میں مذہب شیعہ کے مختلف کلامی موضوعات مثلا نبوت، عصمت پیغمبر(ص) کا ضروری ہونا، پیغمبر (ص) کی افضلیت ، پیغمبر(ص) کا نقص سے دور ہونا، امامت ، امام کا معصوم ہونا اور حضرت علی (ع) کی امامت کے حوالے سے بحث اور تجزیہ و تحلیل کیاگیا ہے_(3)

---

1)میان محمد شریف، تاریخ فلسفہ در اسلام تہران_
2)دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 3 ، ذیل ابن تیمیہ_
3)خوانساری ، روضات الجنات، لقرآن ص 421 _419_

7_ تصوف، عرفان اورفتوت

تصوف کا لغت مینمعنی " صوفی بننا" ہے ، بظاہر سب سے قدیمی کتاب کہ جسمیں کلمہ صوفی اور صوفیہ استعمال ہوا وہ جاحظ (متوفی 255 قمری) کی البیان و التبین ہے (1) ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں تصوف کو صحابہ ، تابعین اور انکے بزرگان کی روش کے طور پر ذکر کیا (2) بعض نے لفظ صوفی کو صفا سے لیا کہ جسکا معنی روشنی اور پاکیزگی ہے اور صفوت سے مرادمنتخب ہے لیکن شہرت یہی ہے کہ صوفی صوف سے لیا گیا ہے کہ جسکا معنی پشم ہے اور صوفی یعنی پشم پوش (پشم پہننے والا) (3)
عرفان کو یورپی زبانوں میں " مَیستٹك"(Mystics(4 کا نام دیا گیا ہے کہ جو یونانی لفظ میستٹیکوس(Mistikos) سے لیا گیاتھا (5) اور اسکا مفہوم و معنی ایك مرموز ، پنہان اور مخفی امر ہے_
اور اصطلاح میں ایسے خاص دینی پہلو پر دلالت کرتاہے کہ جس میں کسی انسانی فرد کا کائنات کے رب کے ساتھ بلاواسطہ رابطہ اور اتصال پیدا ہونا ممکن ہے اور یہ علم انسان کو خالق کائنات کےساتھ کشف و شہود اور باطنی تجربات کے ذریعے متصل کرتا ہے دوسرے الفاظ میں عرفان سے مراد وہ روش اور طریقہ کہ جو نظریاتی طورپر علم حضوری کہلاتاہے اور عملی حوالے سے عبادت، کوشش اور زہد و ریاضت سے لولگانے کو کہتے ہیں(6)
دوسری صدی ہجری میں وہ خاص لوگ کہ جو دینی مسائل کی طرف بہت زیادہ توجہ دیتے تھے زاہد، عابد اورمتصوف کہلاتے تھے_ اس دور میں ہمیشہ میں عبادت میں مصروف ہونا ، اللہ تعالی کے لیے ترك دنیا،

---

1)عمرو بن بحر حاحظ، البیان و التبین چاپ حسن سندولی قاہرہ ، ج1 ص 283_
2)ابن خلدون، مقدمہ ، ج1 ص 611_
3)منصور بن اردشیر عبادي، مناقب الصوفیہ ص 3، 31_
mystic (4
mistikos(5
6)نورالدین کیاني ناد، سیر عرفان در اسلام، ص 7_65_

دنیاوی لذتوں سے دوری اختیار کرنا ، زہد اور ہر وہ چیز کہ جسے لوگ برا سمجھتے ہیں مثلا ثروت جمع کرنے اور جاہ طلبی و غیرہ سے پرہیز کرنا تصوف کہلا تا تھا(1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جاحظ اور ابن جوزی نے تقریباً ابتدا کے صوفیوں میں سے چالیس افر اد کا تعارف کروایاہے جن میں ابوذر، حذیفہ بن یمان، خباب بن ارث و بلال حبشي، سلمان فارسي، عمار یاسر ، مقداد اور دیگر وہ لوگ کہ جو عبادت اور زہد میں معروف تھے انکا ذکر ہوا، اسی طرح وہ اشخاص کہ جو صدر اسلام کے شیعوں میں سے شمار ہوتے ہیں (2)
تیسری صدی کے وسط سے صوفی حضرات گروہی اعتبار سے بتدریج منظم ہوگئے_ انکا اہم ترین گروہ بغداد میں تھا_معروف صوفی مثلا ابوسعید خرّاز (متوفی 277 قمري) جنید بغدادی (متوفی 298قمري) اور ابوبکر شبلی (متوفی 334 قمری) وہاں زندگی گذارتے تھے (3)کلامی اوراعتقاد کے اعتبار سے صوفیوں میں پائے جانے والے مختلف نظریات انکے فکری اور باطنی مکتبوں اور فرقوں میں اختلاف کا باعث تھے _ مثلا خواجہ عبداللہ انصاری اور ابوسعید ابو الخیر آپس میں اختلاف رائے رکھتے تھے (4)
تیسری صدی ہجری سے دوسرے علاقوں کے صوفیوں کا مرکز سے رابطہ اور نظم بڑھ گیا یہانتك کہ بغداد میں - 309 قمری میں حلاج قتل ہوا _ یہ چیز باعث بنی کہ بغداد بتدریج صوفیوں کا محور اور مرکزنہ رہا_ اسی صدی کے وسط سے ہی بغداد کے بڑے صوفی حضرات نے تالیف کا آغاز کیا اس دور کی اہم ترین کتابیں مندرجہ ذیل ہیں: خرگوشی نیشابوری (متوفی 406 قمري) کی تہذیب الاسرار، ابوبکر کلا بازی کی

---

1)عبدالله بن محمد ارضاري، طبقات الصوفيه ج 12 ، ص 5 _194_
2)رینولد" نیکلسون" پیدائشے و سیر تصوف ترجمہ محمد باقر معین، ص 14_11، مانری کورین ، تاریخ فلسفہ اسلامی ، ترجمہ جواد طباطبائي ص 73_265_
3)ابوبکر محمد بن ابراہیم کلاباذي، التعرف لمذہب اہل التصوف ، دمشق ص 30 _ 28_
4)احمد جامی ، مقامات شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری طروی ، چاپ فکری سلجوقی تہران ص 34_ 31_

تصنیف "التعرف لمذہب اہل التصوف "اور ابونصر سراج طوسی کی تالیف" کتاب اللمع فی التصوف" چوتھی صدی میں اور اس کے بعد بھی تالیف کی یہ روایت جاری رہي_ کتاب "التعرف کلا بازی "کو ابواسماعیل مستملی نے فارسی زبان میں ترجمہ کیا_ ابو حامد غزالی (متوفی 505 قمري) نے کتاب "کیمیای سعادت "کو عربی زبان میں تحریر کیا اسی طرح شہاب الدین عمر سہروردی نے ساتویں صدی ہجری میں تصوف کے حوالے عربی میں کتاب" عوارف المعارف "تالیف کی _ چوتھی صدی کے دوسرے نصف حصہ سے صوفیوں کی تاریخ خاص اہمیت کی حامل ہے ابو عبدالرحمان سلمی نیشابوری نے کتاب طبقات الصوفیہ میں 103 معروف صوفیوں کا پہلی بار اپنی کتاب میں تعارف کروایا نیز انکی کچھ باتوں کو بھی ذکر کیا_ اسی کتاب طبقات الصوفیہ کی مانند ابونعیم اصفہانی نے بھی کتاب حلیۃ الاولیاء تالیف کی جو "طبقات الصوفیہ "کا تقریباً چربہ تھی (1)
چھٹی صدی ہجری کے بعد سے صوفیوں میں گوناگوں سلسلے تشکیل پائے ہر سلسلے کا نام اس طریقت کے بانی کے نام پر ہوتا مثلا سلسلہ سہروردیہ ، شہاب الدین عمر سہروردی کے ساتھ منسوب ہے اور سلسلہ مولویہ مولانا جلال الدین بلخی کے ساتھ منسوب ہے ان سلسلوں کو مختلف واسطوں کے ساتھ صدر اسلام اور حضرت رسول اکرم(ص) سے ملایا جاتا تھا کہ اس قسم کی نسبت مستحکم دلیل و بنیاد سے خالی ہوتی ہے (2)
مجموعی طور پر پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں شیعہ اور سنی میں اختلاف نظر ، سنی مذاہب بالخصوص حنفیوں اور شافعیوں میں مذہبی مجادلے ، فقہاء اور فلاسفہ میں نظریاتی اختلاف اور مختلف جنگیں مثلا منگولوں کے حملے باعث بنے کہ تصوف لوگوں کیلئے بہت زیادہ پر کشش بن جائے، اس دور میں بزرگ ، صوفی ظاہر ہوئے مثلا ابوالحسن فرقاني، ابوسعید ابو الخیر (3) بابا طاہر عریان، ابوالقاسم قشیري، حجت الاسلام

---

1)نصر الله پور جوادي، ابو منصور اصفہانی کی سیر السلف و نصحات الانس کے حوالے سے معلومات ، معارف دورہ 14 ش 3 _
2)احمد بن عبدالله ابونعیم اصفہاني، سابقہ ماخذ 10 ص 3 _420_
3)فریش مایر، ابوسعید ابو الخیر ، حقیقت و افسانہ، ترجمہ مہر آفاق بایبوردي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

غزالی (1) ابونعیم اصفہانی (2) ، احمد غزالی ، عین القضات ہمدانی (3) احمد جامی (4) عبدالقادر گیلاني، سہروردی (5) ، نجم الدین کبري، فرید الدین عطار نیشابوری (6) شمس تبریزي، جلال الدین مولوي(7) اور بالخصوص محی الدین ابن عربي_

پانچویں اور چھٹی صدی میں تصوف ادب مینسرایت کرگیا _اکثرشعراء حضرات عرفان اور تصوف کی طرف مائل ہوگئے مثلا مولوی نے عرفانی اشعار کو معراج پر پہنچا دیا_ اس سے بڑھ کر غزالی اور سہروردی کی مانند افراد کے ظاہر ہونے سے تصوف کا فلسفی پہلو بھی ترقی کرگیا_ اس پہلو اور نظریہ کے سربراہ محی الدین ابن عربی ہیں انکے معروف ترین آثار" فتوحات مکیہ اورفصوص الحکم ہیں انہوں نے تصوف ، عرفان اور حکمت اشراق کو اپنی کتب میں استدلالی اور برہانی روش کے ساتھ پیش کیا اور وہ اسلام میں وحدت وجود کے مکتب کے حقیقی بانی بھی ہیں (8)

چھٹی صدی ہجری میں عین القضات ہمدانی (متوفی 525 قمري) جو ایك عظیم عارف اورفقیہ تھے ، پیدا ہوئے انہوں نے اپنے اوپر لگائے ہوئے الزامات کے مقابلے میں اللہ تعالی پراپنے ایمان اورنبوت و آخرت پر ایمان کا مناسب انداز سے دفاع کیا لیکن ان پر کفر اور زندقہ کی تہمت لگاتے ہوئے انہیں تینتیس

---

1)محمد بن محمد غزالي، احیاء علوم الدین ، بیروت_
2)احمد بن عبداللہ ابونعیم اصفہاني، سابقہ ما خذ_
3)عبداللہ بن محمد عین القضاۃ ، دفاعیات عین القضاۃ ہمداني، ترجمہ رسالہ شکوری الغریب ، ترجمہ و حاشیہ قاسم انصاري، تہران_
4) عبدالرحمان بن احمد جامي،نفحات الانس، محمود عابدی کی کوشش کے ساتھ_تہران_
5)یحیی بن جبش سہروردی ، مجموعہ مصنفات شیخ اشراق ، کوربن کی کوشش کے ساتھ، تہران ، محمد بن مسعود قطب الدین شیرازی شرح کلمۃ الاشراق سہروردی عبداللہ نورانی و مہدی محقق کی کوشش کے ساتھ تہران_
6)محمد بن ابراہیم عطا، تذکرۃ الاولیاء ،محمد استعلامی کی کوشش کے ساتھ ، تہران_
7)جلال الدین محمد بن محمد مولوی ، مثنوی معنوي، تصحیح و ترجمہ رینو الاولین ینکلسون، تہران_
8)رینو اور نیکلسون، سابقہ ما خذص 4 _ 32_

120 33 سال کی عمر میں قتل کردیا گیا یہ واقعہ حسین بن منصور حلاج کے قتل کے بعد اسلامی تصوف کی تاریخ میں انتہائي جانگداز واقعہ شمار ہوتاہے(1)

اسی صدی میں اس قسم کے خشك تعصب کا ایك اور مظاہرہ ایران کے مشہور فلسفی شہاب الدین سہروردی کے قتل کی شکل میں سامنے آیا وہ 549 قمری میں سہرورد زنجان میں پیدا ہوئے اور 587 قمری میں صلاح الدین ایوبی کے حکم اور حلب شہر کے متعصب لوگوں کے بھڑکانے پر اٹھتیس سال کی عمر میں قتل ہوئے ساتویں صدی ہجری میں سہروردی کا مکتب تشکیل پایا اسی صدی میں تصوف وجد اور حال کے مرحلہ سے " قال" کے مرحلہ تك پہنچا اور علمی فلسفی صورت میں سامنے آنے لگا (2)

آٹھویں صدی میں سہروردی ، ابن عربی اور ابن فارض کا عرفانی مکتب شہرت پانے لگا اور تصوف اور عرفان آپس مخلوط ہوگئے_ عرفانی علوم اور خانقاہوں کی راہ و رسم کو ایك جگہ پڑھایا جانے لگا اسی صدی میں ایران کے عظیم ترین عارف اور سخن سرا حافظ شیرازی پیدا ہوئے اسی طرح شیخ صفی الدین اردبیلی (735 _ 650 قمري) ، ابوالوفاء (متوفی 835 قمري) زین الدین ابوبکر تایبادی (متوفی 791) اور زین الدین ابوبکر محمود خوافی (متوفی 838 قمري) کہ جو ایران کے آٹھویں صدی اور نویں صدی کے آغاز میں بزرگ عرفا مینشمار ہوتے تھے ظاہر ہوئے یہ سب سہروردیہ طریقت کے پیروکار اور شیخ نور الدین عبدالرحمان قریشی مصری کے مرید تھے _ اس دور کے اور اسکے کچھ عرصہ بعد کے بڑے عرفاء میں سے جامع الاسرار کے مصنف سید حیدر آملي، علاء الدین سمنانی (736 _659 قمري) گلشن راز کے مصنف شیخ محمود شبستری (متوفی 720 قمري) نعمت اللہی سلسلہ کے بانی شاہ نعمت اللہ ماہانی کرمانی المعروف شاہ نعمت اللہ ولی اور مختلف کتب اور عرفانی نظموں کے خالق نور الدین عبدالرحمان جامی (متوفی 912 قمري) قابل ذکر ہیں تصوف نے در حققت آٹھویں صدی ہجری میں اپنے کمال کے تمام مراحل طے کرلیے تھے کیونکہ اس تاریخ کے بعد یہ زوال کاشکار ہوا (3)

---

1)زین الدین کیائي ناد ، سابقہ ما خذص 42 _131_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2)قمر گیلانی ، فی التصوف الاسلامي، مفہومہ و نظورہ و اعلامہ ، بیروت_
3)زین الدین کیانی ناد ، سابقہ ما خذص 2 ، 231_

121

صفوی دورمیں تصوف ایك نئے مرحلہ میں داخل ہوا گذشتہ قرون میں صوفی راہنماؤں کی ذمہ داری یہ تھی کہ اپنے مریدوں کی راہنمائي اور تہذیب نفس کریں اسی لیے وہ دنیا کی کوئي پرواہ نہ کرتے تھے اور حق تك وصل اور کمال انسانی میں سعادت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے تھے_ نویں صدی ہجری میں صوفی مشایخ میں سے ایك شیخ یعنی شیخ جنید جو کہ شاہ اسماعیل کے جد تھے انہوں نے طاقت و قدرت اپنے ہاتھوں میں لینے کیلئے صوفی گروہ اور اپنے مریدوں کو تیار کیا اور اسی ہدف کے پیش نظر صوفیوں کو کفار سے جہاد کیلئے مجبور کیا اور اپنے آپ کو سلطان جنید کہلایا اس تاریخ کے بعد صوفی لوگ جنگی لباس میں آگئے_

شاہ اسماعیل کے ابتدائي زمانہ حکومت میں اسکے مرید اور پیروکار ایك مدت تك اسے صوفی کہتے رہے پھر صوفی اور قزلباش کا عنوان ایك دوسرے کیلئے لازم و ملزم ہوگیا _ شاہ تہماسب کے زمانہ میں شیعوں اور قدیم صوفی مریدوں کی اولاد کا ایك گروہ دیار بکر اور ایشیا ئے کوچك کے کچھ علاقوں سے ایران میں داخل ہوا اور صوفی گروہ میں شامل ہوگئے شاہ تہماسب کی وفات کے وقت قزوین میں صوفیوں کی تعداد دس ہزار تك پہنچ گئي صوفی لوگ قزلباشوں کے دیگر گروہوں کی نسبت بادشاہ کے زیادہ قریب ہوتے تھے صوفیوں کے ہرگروہ کے سربراہ کو خلیفہ کا نام دیا جاتا تھا اور تمام صوفیوں کے سربراہ کوخلیفۃالخلفاء کہا جاتا تھا (1)

شاہ عباس نے صوفیوں کو نظرانداز کردیا اوروہ تمام اہم امور جو انکے ہاتھوں میں تھے ان سے لے لیے_ جو کچھ بھی صفویہ دور میں صوفیوں کے حوالے سے لکھا گیا وہ فقط شیخ صفی الدین اور انکے جانشینوں کے پیروکاروں کے بارے میں ہے صفوی حکومت کے وسطی زمانہ سے علماء شریعت کی قوت بڑھنے لگی اور اسی نسبت کے ساتھ صوفی لوگ زوال کا شکار ہونے لگے اور انکی مخالفت بڑھنے لگی یہانتك کہ انکے حوالے سے مرتد کافراور زندیق ہونے کی باتیں ہونے لگیں ، قاجاری دورمیں اگر چہ صوفیوں کے کام کچھ زیادہ لوگوں کی توجہ کا مرکز قرار نہ پائے لیکن حکومت کے استحکام سے معمولی آسایش حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ حملہ اور

---

1)نور الدین مدرسی چہاردہي، سلسلہ ہای صوفیہ ایران ، تہران_

122

اذیت سے محفوظ ہوگئے لیکن خانقاہیں پھر منظم اور پرجوش نہ رہیں(1)

فتوت، عربی زبان میں ایسی صفت ہے کہ جو کلمہ " فتي" سے مشتق ہوئي ہے اور اس شخص کی صفت ہے کہ جس نے جوانی اور شباب میں قدم رکھا ہویہ کتاب منتھی الارب مینجوانمردی اور عوامی کے معنی میں ذکر ہوئي ہے زمانہ جاہلیت مینیہ کلمہ دو مجازی معانی " شجاعت اور سخاوت" میں استعمال ہوا کلمہ فتوت کے مشتقات قرآن مجید کی سورتوں کہف،یوسف، نساء اورنور میں ذکر ہوئے ہیں کہ دو یا تین مقامات سے ہٹ کر باقی تمام جگہوں پر جوانمرد یا جوانمردی کے علاوہ معانی میں انکی تفسیر ذکر ہوئي ہے (2) جنگ احد میں پیغمبر اکرم نے حضرت علی (ع) کو کفار سے دلیری کے ساتھ جنگ کرنے کی بناپر فتی کا لقب دیا اور فرمایا : لا فتی الا علي_ (3) اموی دور میں فتوت کے معنی مینوسعت پیدا ہوئي اور مردانگی اور مروت کے مختلف موضوعات اس کے معنی میں داخل ہوئے لیکن اسکا اساسی رکن ایثار کہلایا کہ جو صوفیانہ فتوت کی سب سے پہلی خصوصیت تھی _

صدر اسلام میں زاہدین اور سچے مسلمان جہاد اور راہ اسلام میں جنگ کی مانند اس چیز کواپنی ذمہ داری سمجھتے تھے _ اس دور کے بعد صوفی حضرات خانقاہوں میں بسیرا کرنے لگے اور جہاد اصغر سے جہاد اکبر یعنی نفس سے جنگ کی تعلیم میں مشغول ہوئے اسی لیے فتوت کہ جو شجاعت اور کرامت کے مترادف تھا اخلاق حسنہ اور ایثار کے معنی میں تبدیل ہوگیا اور صاحب فتوت کی تین علامات قرار پائیں: (1_) ایسی وفا کہ جسمیں بد عہدی نہ ہو (2_) بغیر توقع کے تعریف کرنا (3_) بغیر مانگے دینا_ (4)

فتوت کی بھی تصوف کی مانند کوئي جامع تعریف موجود نہیں ہے_(5)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1)زین الدین کیانی ناد، سابقہ ما خذص 232_
2)یوسف 30 ، 36 ، 61، 62 ، کہف 10 ، 13، 59 ، 61 ، نساء 29 ، نور 33 ، نیز رجوع کریں محمد جعفر محجوب '' مقدمہ فتوت نامہ سلطانی ، نوشتہ مولانا حسین واعظ کاشفی سبزواری ص 9_7_
3)سابقہ ما خذمقدمہ ص 9 _
4)سابقہ ما خذص 11 _ 9_
5) سابقہ ماخذ، ص 11

123

فتوت کے حوالے سے ابن عمار حنبلی بغدادی جو اس موضوع پر قدیمی ترین کتاب " کتاب الفتوۃ" کے مصنف ہیں اس مینلکھتے ہیں کہ سنت میں فتوت کے حوالے سے احادیث بیان ہوئیں ہیں کہ جن میں سے بہترین احادیث امام جعفر صادق (ع) سے نقل ہوئیں جو انہوں نے اپنے والد اورجد مبارك سے روایت کی ہیں کہ رسول اکرم(ص) نے فرمایا: کہ میری امت کے جوانمردونکی دس علامات ہیں : سچائي ، تعہد سے وفاء امانت ادا کرنا ، کذب سے پرہیز، یتیم پر سخاوت ، سائل کی مدد کرنا ، جو مال پہنچے اللہ کی راہ میں دینا، بہت زیادہ احسان کرنا، مہمان بلانا اور ان سب سے بڑھ کر حیا رکھنا(1)
مختلف کتابوں سے تصوف اور فتوت کے حوالے سے بہت سی تعریفیں ملتی ہیں کہ ان کتابوں مینسے اہم ترین کتابیں " الفتوۃ الصوفیۃ اور طبقات الصوفیہ" مصنف ابو عبدالرحمان سلمی نیشابوری اور سالہ قشیریہ کہ جسکے مصنف ابوالقاسم قشیری ہیں_(2)
مسلم بات یہ ہے کہ ان تمام کتب کے مطالعہ سے یہ استنباط ہوتاہے کہ فتوت شروع میں تصوف کے مسالك میں سے ایك مسلك کے طور جانا گیا ، عام طورپر یہ جوانمرد لوگ اپنے "سراویل یا کسوت" نامی لباس یا حلیے کے حامل تھے جس کا عملی سرچشمہ حضرت علی کی سیرت اورکردار کو جانتے تھے (3)
تیسری صدی کے بعد فتوت صوفیوں کی مذہبی و دینی کتابوں کے علاوہ فتوت ناموں، عوامی داستانوں ، اشعار اور فارسی ادب کی صورت میں شاعروں اور اہل سخن و کلام کی تعریف و ستائشے کا محور قرار پایا(4)

---

1)ابن عمار حنبلی بغدادي، الفتۃ ص 233_ 132 صالح بن جناح ، کتاب الادب و المروۃ ، ترجمہ و تصحیح سید محمد دامادی ، پوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی تہران ص 8_
2)فتوت نامہ سلطنی ، سابقہ ما خذص 12 مقدمہ _
3)محمد جعفر محجوب ، سابقہ ما خذص 13 _ 12_
4)فتوت نامہ سلطانی ص 13 تا 15 ، علی اکبر دہخدا ، امثال و حکم ج 2_

124

فتوت کے حوالے سے قدیمی اور معتبر مصادر میں سے عنصر المعانی کیکاووس بن اسکندر بن قابوس کی کتاب قابو سنامہ ہے کہ جس کے آخری باب (چوالیسواں باب) میں جوانمرد ہونے کیلئے قانون کاذکر ہے _ قابوسنامہ کی تفضیلات سے یہ معلوم ہوتاہے کہ اس زمانہ میں اور اس سے قبل فتوت معاشرہ کے تمام طبقات میں عملی اور اخلاقی احکام کی شکل میں رائج تھا ہر کوئي اپنے کاموں میں جوانمرد ہو اور فتوت کے قوانین کی پابندی کرتا تھا_
دوسری صدی سے فتوت کا مکتب عیاري(1) کے ساتھ مخلوط ہوا اور اسکے خاص آداب اور رسوم تشکیل پائیں اسی لیے پہلوان لوگ ، ورزش کرنےوالے ، طاقتور لوگ، سپاہی اورعیار لوگ اپنے آپ کو جوانمرد کہنے لگے اور دوسری طرف سے پیشہ ور اورسوداگر و تاجر لوگ اپنی جوانمردی کیلئے مخصوص آداب اور رسوم رکھنے لگے صوفی اور خانقاہ نشین لوگ بھی اپنے مکتب میں جوانمردی کی رسوم و آداب کا خیال رکھنے لگے اور جو اس راہ میں دوسرونسے بڑھ کر کوشش کرتا وہ فتوت مینبرتر سمجھا جاتا تھا (2)
بلا شبہ فتوت کی گروہی صورت میں فعالیت ایران کے علاوہ دیگر تمام اسلامی علاقوں مثلا شام اور مصر و غیرہ میں بھی موجود تھی _ اس سے بڑھ کر تمام صلیبی جنگوں کے دوران بیت المقدس سے شوالیہ نام کے سواروں کا گروہ فرانس اور دیگر یورپی ممالك میں ان مسلمانوں جوانمردوں ، سواروں کی تقلید کرتے ہوئے یورپ میں داخل ہوئے کہ جو کرد، لر، فارس، ترك اور عرب قومیتونسے مخلوط تھے_ بعض مورخین کا عقیدہ ہے کہ یورپ میں اخلاقی بالخصوص فرانس میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اخلاقی تربیت اور اصلاح شوالیوں کے ان ممالك میں جانے سے ہوئي کہ انہوں نے ان ممالك میں جوانمردی ، اصیل زادگی (ذات کے حوالے سے نجیب) اور شجاعت کے قانون کو رائج کیا(3)

---

1) عیاری (پہلوانی کی طرح) قدیم زمانے میں ٹریننگ اور ریاضت کی بعض انواع میں سے ایك تھی جو دوسری صدی ہجری کے اواخر سے اسلامی معاشرے میں پائي جاتی ہے_ عیار اپنی زندگی میں کچھ خاص طریقوں اور اصولوں کے پابند ہوتے تھے_ بعد میں عیاری تصوف سے مخلوط ہوگئي_(مصحح)
2)فتوت نامہ سلطانی ، ص 17 ، 18 ، مقدمہ_
3) بانری کربن ، سابقہ ما خذص 119_

125

ملك الشعرا بہار نے سیستان کی تاریخ پر حاشیہ میں لکھا عرب لوگ اپنے جنگجو ، زیرك اور ہوشیار اشخاص کہ جو ہنگاموں ،شورشوں یا جنگوں میں شجاعت اور ذہانت دکھاتے انہینعیار کا نام دیتے تھے _ بنی عباس کے دور میں خراسان اور بغداد میں عیار لوگ تعداد میں بڑھ گئے تھے_ سیستان اور نیشابور میں خاصہ (بادشاہوں یا امراء کے اصحاب و مقربین) اور یعقوب لیث صفار اس طایفہ کے سرداروں میں سے تھے ہر شہر میں عیاروں کے سر براہ ہوتے تھے کہ جنہیں وہ "سرہنگ "کہا کرتے تھے اور کبھی تو ایك شہر میں کئي سرہنگ اور چند ہزار عیار موجود ہوتے تھے (1)
غزنوی اور سلجوی ادوار میں عیار لوگ شہری معاشرے کا ایك مخصوص طبقہ ہوتے تھے کہ یہ لوگ شہروں میں عام لوگوں کی مانند یا مشرقی مصادر کی اصطلاح میں "اوباش" کی صورت میں ہوتے تھے یہ لوگ کفار کے ساتھ جہاد کیلئے مسلح گروہ تشکیل دیتے تھے جنہیں عیار کہا جاتا تھا (2)
عباسی خلیفہ " الناصر لدین اللہ کا جوانمردوں کے گروہ میں شامل ہونا اور فتوت کی "سراویل "پہننا چھٹی صدی ہجری کے آخری سالوں میں ایك بڑا واقعہ تھا کہ جو فتوت کی تاریخ کے بہت بڑے واقعات میں شمار ہوتا تھا_ چونکہ وہ جوانمردی کے مکتب کا اسلامی معاشرے میں نفوذسے باخبر ہوچکا تھا اس لیے اس نے اسے عباسی حکومت کے ستونوں کو مستحکم کرنے کے لیے بہت مفید جانا تا کہ اس کے ذریعے عباسی حکومت کو زوال سے بچالے اور عباسی حکومت کی عہد رفتہ کی شان و شوکت کودوبارہ زندہ کرے (3) 656 قمری میں منگولوں کے حاکم ہلاکو خان کے بغداد پر قابض ہونے اور بغداد میں عباسی حکومت کے ختم ہونے کے ساتھ فتوت کی فعالیت میں جمود پیدا ہوگیا چند سال کے بعد حکومت ممالیك (سفید فام غلام جو گردونواح کے مختلف علاقوں پر فرمانروائي کرتے تھے) کی حمایت کے ساتھ مصر میں برائے نام عباسی خلافت ظاہر ہوئي کہ جن کے ساتھ

---

1)تاریخ سیستان ص 6_ 175_
2)مجلہ دانشکدہ ادبیات تہران ، س 4 ، ش 2 دی 1325 ص 82_
3)کاظم کاظمینی ، عیاران ص 14_ 13 ، حانری کوربن ، آئین جوانمردی ص 180 ، 175_

126

فتوت بھی ظاہر ہوئے اور انکا مکتب مصر اور شام میں رائج ہونے لگا اور یہ رواج بعد کے ادوار میں بھی جاری رہا لیکن عراق میں عباسی حکومت کے خاتمہ سے یہ مکتب زوال پذیر ہوگیا اگر چہ اسکی جڑینباقی رہیں (1)
ناصر نے فتوت ناصری کے طریقہ کو سلجوقیان کی رومی مملکت میں رواج دیا _ عثمانیوں نے بھی طاقت اور حکومت تك پہنچے کیلئے "اَخي" اور اناطولی کے اہل فتوت کو پل کے طور پر استعمال کیا_
اہل فتوت کے "اخیوں "کا شیخ صفی الدین اردبیلی کے گرد موجود ہونا اور شاہ اسماعیل صفوی کا اپنے ترکی اشعار کے دیوان میں اپنے مددگاروں اور تابعین کیلئے عنوان "اخی "کا استعمال فتیان، قزلباشوں اور شیعوں کے درمیان رابطے سے بڑھ کر ان لوگوں کے حکومتی انتظامی امور میں ناقابل انکار سیاسی اور معاشرتی کردار کو ظاہر کرتاہے _ خصوصاً یہ کہ وہ کسوت (صوفیا کا خاص لباس) پوش اور پاکیزہ صوفیوں یعنی شاہ کے فدائیوں میں سے شمار ہوتے تھے(2)
ایرانی خاندانوں کے ایران پر حکومت کے دوران عیار لوگ کشتی کرنے والے پہلوانوں کے بھیس میں سلاطین کے دربار میں موجود ہوتے تھے یافوج میں جنگجو کی صورت میں اپنے وطن کی خدمت میں مشغول تھے_ اور جب غیر ایران پر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قابض ہوئے تو یہ عیاری شکل و شمائل میں انکے ساتھ جہاد کرتے جیسا کہ منگولوں کے تسلط کے آخری دور میں عیاروں کی جماعت نے عبد الرزاق بن خواجہ شہاب الدین بیہقی کی سربراہی میں قیام کیا اور سربداران کی تحریك کو وجودمیں لائے_ یہ لوگ اپنے آپ کو شیعوں اور حضرت علی (ع) کے جانثاروں میں شمار کرتے تھے اور فتیان کے مکتب پر عیاروں کی ماند عمل پیرا ہوکر لڑتے تھے_
مشہور ہے کہ چنگیز خان نے کسی کو سلسلہ کبرویہ کے چھٹی اور ساتویں صدی کے مشہور عارف اور بزرگ صوفی شیخ نجم الدین کبری کے پاس (اس پیغام کے ساتھ) بھیجا کہ : " میں نے حکم دیاہے کہ خوارزم میں قتل

---

1)جواد مصطفي، مقدمة الفتوة ، تاليف ، ابن عمار حنفی بغدادي، بانری کوربن، سابقہ ما خذص 183_
2)عباس اقبال آشتياني،فتوت و خلافت عباسي، محلہ شرق، دورہ يكم ، ش خرداد 1310 ص 105 ،101_
3)صالح بن جناح، كتاب الاب والمروة ص 9 _ 79_

127

عام کیا جائے آپ وہاں سے باہر آجائیں تا کہ قتل نہ ہوں ، تو شیخ نے جواب دیا "میں خوشحالی کے اسی سالوں میں خوارزمیوں کے ساتھ تھا اور سخت حالات میں ان سے دور ہونا بے مروتی ہے "وہ 618 قمری میں خوارزم میں شہید ہوئے اپنے زمانہ کے بڑے عیاروں اور صوفیوں میں سے تھے اور انکا منگولوں کے ساتھ مقابلہ بہت معروف ہوا (1)
ساتویں سے نویں صدی تك چنگیز اور تیمور کی اولاد ایران پر قابض تھی تو عیاری کی عربوں کے تسلط کے دور کی مانند شہرت اور طاقت تھی ہر جگہ عیاروں کی غیر ایرانی حاکموں کے ساتھ جنگ کا تذکرہ تھا (2)
بلا شبہ ایران میں اسلامی تصوف کے رواج کے بعد ورزش اور پہلوانی بھی تصوف کے ساتھ مخلوط ہوگئي چونکہ اکھاڑوں کی صوفیوں کی خانقاہوں سے بہت زیادہ مشابہت ہے لہذا اہل ورزش کے بہت سے آداب اور القاب بھی صوفی مسلك لوگوں کے آداب و سلوك کی مانند ہیں مثلا صوفیوں کے رقص سماع میں "قول" نامی اشعار پڑھا جانا یااکھاڑونمیں کشتی کرنا اور اپنے گرد گھومنا کہ اس وقت "گل کشتی "یا "گل چراغ " اشعار پڑھے جاتے ہیں پٹھے یا شاگرد کا اپنے استاد پہلوان سے اور پیر و مرید کا باہمی تعلق اکھاڑونمیں اخوت کی بناء پر رائج ہے اسی طرح ساتویں صدی اور آٹھویں صدی میں پہلوانوں کا ایك گروہ جو کہ اپنے زمانہ میں بزرگ عرفاء اور صوفیوں میں سے تھے اور ان میں سب سے بڑے "پوریا ولی "ہیں بقول کسی کے اکھاڑوں کی خاك کو چومنا انہی کی سنت چلی آرہی ہے (3)
پہلوان محمود خوارزمی المعروف پوریا ولی ایران کے مشہورترین پہلوان ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے شاعر اور پاکیزہ قلب والے عارف بھی تھے امکان ہے کہ وہ 653 قمری مینگنج خوارزم میں پیدا ہوئے پوریا

---

1)حمد الله مستوفي، تاريخ گزيده ص 789 _
2)كاظم كاظميني، سابقہ ما خذص 14، 13_
3)پرتو بيضائي كاشاني، تاثير آيين جوانمردی در ورزش ہای باستانی ، تاريخ ورزش باستانی ايران (زورخانہ) تہران ص 352_142_

128

نے 703 قمری میں کنز الحقائق مثنوی لکھی کہ جو اپنی جگہ بے نظیر ہے _
یقینی بات یہی ہے کہ ساتویں صدی کے دوسرے نصف سے عباسی حکومت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی فتوت بھی ایك سیاسی اور معاشرتی انجمن کی حالت سے باہر آگئي اور یہ مسلك ایك پیشہ ورانہ مکتب کی شکل میں ظاہر ہوا (1) بہت سے بزرگان اسلام کہ جنہوں نے تصوف میں فارسی اور عربی نظم و نثر کے حوالے سے کتابیں لکھیں انہوں نے فتوت میں نثر لکھنے کےساتھ نظم بھی کہی کہ غالباً ان کتابوں کو " فتوت نامہ" کہا جاتا تھا_ آٹھویں صدی کے بعد بالخصوص عصر حاضر تك جوانمردی اورفتوت کی رسم تصوف کے ساتھ ساتھ سرزمین ایران میں رائج تھی اور عوامی طبقات میں باہمی روابط کو باقی رکھنے کے ساتھ انکے ظالموں اور اغیار کے مدمقابل قیام میں اہم ترین ذریعہ رہی (2)_

---

1) بانری کوربن، سابقہ حوالہ ، باب دوم ، محمد جعفر محبوب ، سیری در تاريخ فتوت ، ص 184_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2) عباس اقبال آشتیانی ، سابقہ ما خذحوالہ ص 352 _ 329_

129

چوتھا باب:

اسلامی تہذیب میں انتظامي اور اجتماعی ادارے

131

1) دیوان

یہ واضح سی بات ہے کہ فتوحات کے دور کے بعد وسیع و عریض اسلامی سرزمین ایك وسیع ، پیچیدہ دقیق اور نگہبان دفتری نظام کی محتاج تھی _ یہ ادارتی نظام انتہائي توجہ کےساتھ اس سرزمین کی درآمدت کو کنٹرول کرتا اور انکا دقیق حساب و کتاب کرتا بالخصوص وہ جو بیت المال سے ہمیشہ اپنا خرچ لیتے ان میں دقت کےساتھ مال تقسیم کرتا_ اسی طرح اسلامی سرزمین کے گردو نواح میں جو فوجی دستے بھیجے جاتے انکی نگرانی کرتا اوروہ سپاہی جو اسلامی سرزمین کی سرحدوں پر نگہبانی کی ڈیوٹی دے رہے ہیں انکی ضروریات اور خرچ کو مخصوص وقفوں کے ساتھ بھیجتا اسی طرح کہ اسلامی سرزمینوں کے اندر بھی لوگوں کی زندگی پر نظارت کی جاتی _ شعبہ عدلیہ لوگوں کے مسائل اور جھگڑے نمٹاتا اسی طرح دسیوں دیگر ذمہ داریاں تھیں کہ جنہیں یہ اسلامی سلطنت کے شعبہ جات نمٹاتے_
دوسری طرف سے اسلامی مملکت کے اس پیچیدہ نظام کی تشکیل کیلئے مضبوط بنیاد کی ضرورت تھی کہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس تمام سرزمین کی کل درآمد (اگر چہ اندازہ کے طور پر ہی)کتنی ہے اور یہ مقدار کس قدر زمین سے کس قسم کے ٹیکس کے ساتھ اور کس وقت اکٹھی کی جاسکتی ہے _اسی طرح رقم اور سکّے کہ جو اس سرزمین میں رائج تھے اسطرح بنائے جائیں کہ اس مملکت کی تمام وسیع حدود میں لوگ ان سے فائدہ اٹھاسکیں_ راستے تلاش کرنے کے بعد بنائے جاتے اور پل تعمیر کیے جاتے تا کہ خلافت کے مرکز سے جو احکامات صادر ہوں وہ سرعت کےساتھ اپنے مقصد تك پہنچیں _
فتوحات کے دور کے بعد اسلامی سرزمینوں پر جب کسی حد تك امن و سکون کی فضا چھائي تو خلفاء نے اداری نظام اور شعبہ جات کی تشکیل کیلئے قدم اٹھائے اسطرح کے بہت سے کام دوسرے خلیفہ نے بالخصوص حضرت علی (ع) کی راہنمایی میں انجام دیے_ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں :
1_ اسلامی سرزمین کو حکومتی اور سیاسی طور پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنا اور ہر ایك کیلئے گورنر

132

کا انتخاب کرنا 2_اسلامی سرزمین کی پیمائشے بالخصوص زرخیز علاقوں کی سالانہ درآمد کا اندازہ لگانے کیلئے پیمائشے اورتخمینہ3_ زراعتی زمینوں سے بہرہ مند ہونے کیلئے جدید جنتری بنانا 4_ پیمانوں کی پیمایش ، وزن حجم اور فاصلے کی اکائیونکو یکسان کرنا 5_ سکوں کو یکسان بنانا ،مالی منفعت کے حامل سرٹیفکیٹس کو رائج کرنا اور اس قبیل کے دیگر کام (1)
فتوحات کے بعد کے سالوں میں اسلامی ممالك میں بڑے بڑے شہر عرصہ وجود میں آئے یہ شہر یا تو انہی شہروں کا پھیلاؤ تھا کہ جو اسلام سے پہلے موجود تھے یا مکمل طور پر اسلام کے بعد تشکیل پائے_ بڑے بڑے شہروں میں لوگ مجبور تھے کہ ان قوانین کے تحت زندگی گزاریں کہ جو اس دور کی حکومت بناتی تا کہ سب لوگ آرام و سکون سے زندگی گزار سکیں کوئي کسی کے حق پر تجاوز نہ کرسکے_ بہر حال ان بڑے شہروں کے وجود میں آنے سے دیوانات اور مختلف

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محکمہ جات کی ضرورت اسلامی تمدن میں ناگزیر تھي_

دیوان خراج یا استیفائ:
اسلام میں جو سب سے پہلا اور اہم ترین دیوان تشکیل پایا اسکا نام دیوان خراج یا دیوان استیفاء تھا_ اس دیوان کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اسلامی سرزمینوں کے ایك بڑے حصے کی مالی امور میں سرپرستی کرے _ اس دیوان میں اسلامی سرزمینوں کے اموال و متاع کی فہرست بنا ئي جاتی تھی اس دیوان کے کاموں کی تفضیل یہ ہے کہ : ان سرزمینوں سے خراج اکھٹا کرنے کا طریقہ ، پھر انہیں مرکز خلافت کے حوالے کرنا ، انکا مسلمانوں کے درمیان تقسیم کا طریقہ اور خراج وصول کرنے کیلئے مسلمانوں میں عہدوں کی درجہ بندی و غیرہ _
جوں جوں اسلامی سرزمین وسعت پاتی گئي اور ساتھ ساتھ مسلمان بھی دیگر اقتصادی روشوں اور طریقہ کاروں سے آشنا ہوتے گئے مثلا زمین سے بہرہ مند ہونے کی مختلف روشیں و غیرہ تو دیوان خراج کی ذمہ داریوں اور سرپرستی کادائرہ بھی بڑھنے اور پیچیدہ ہونے لگا ایك دورانیے (term)میں اسلامی سلطنت کي
---

1)اس حوالے سے دیگر اقدامات کو جاننے کیلئے رجوع فرمائیں : محمد بن واضح یعقوبی ، تاریخ یعقوبی ، ترجمہ ، عبدالمحمد آیتی ، تہران ج 2،ص 54 _40_

درآمدات کاحساب و کتاب ، مال و متاع کو اکھٹا کرنا اور انہیں ترتیب دینا پھر انکے خرچ پر نگراني، ملك کی ممتاز شخصیات بالخصوص سلاطین اور حکام کے اموال کی فہرست بنانا اور ملك کے مختلف علاقوں میں مالیات کو جمع کرنے کیلئے لوگوں کو بھیجنا و غیرہ یہ سب دیوان خراج کی ذمہ داریاں شمار ہوتی تھي_
یہ دیوان خراج یا استیفاء ایران سے لیکر ہسپانیہ تك اسلامی سرزمینوں کے مختلف حصوں میں موجود ہوتے تھے اس دیوان کے سرپرست کا نام مستوفی ، مستوفی خاصہ یا مستوفی الممالك ہوتا تھا_ ایران میں بارہویں صدی تك یعنی ایرانیوں کے جدید مغربی کلچر سے آشنائي ہونے اور اہل مغرب کی تقلید میں ملك کے نظام کو تبدیل کرنے تك یہ ادارہ موجود تھا اور اپنا کام کررہا تھا(1)

دیوان برید(ڈاك اور خبر رسانی کا نظام):
معلوم یہ ہوتاہے مسلمانوں نے دیوان برید کے نظام کو ایرانیوں یا رومیوں سے سیکھا ہوگا،اسلامی دور میں اس دیوان کی ذمہ داریاں بہت زیادہ اور اہم شمار ہوتی تھیں اس دیوان کی ذمہ داریوں میں سے بعض مثلاخبریں پہچانا، حکومتی احکام منتقل کرنا اور اسلامی سرزمینوں کے گرد و نواح کی اطلاعات مرکز خلافت تك پہچانا و غیرہ تھیں _
وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس دیوان کی ذمہ داریاں بڑھتی گئیں یہاں تك کہ یہ دیوان اسلامی سرزمینوں میں امن و امان قائم رکھنے کیلئے ایك اہم شعبہ کی شکل اختیار کرگیا_ چونکہ ان سرزمینوں کے گرد و نواح کے حادثات اور واقعات سے باخبر ہونا انتہائي اہم موضوع تھا اسی لیے وقت گذرنے کے ساتھ مختلف علاقوں سے جاسوسی کی ذمہ داری بھی اس دیوان کے سپرد کی گئي _ اسی لیے یہ دیوان اسلامی سلطنت کے اہم ستونوں میں شمار ہونے لگا کہ جنکا کام مملکت اسلامی کی نگہبانی تھا_ اس دیوان کا سربراہ خلافت کی بقاء کے ضامن چار ارکان میں سے ایك رکن شمار ہونے لگا _
اسلامی خلافت نے خبروں کے نظام میں سرعت پیدا کرنے کیلئے اور دوردراز علاقوں کی اطلاعات اور
---

1)دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 8 ، ذیل ، استیفاء (سید علی آل داؤد)_

واقعات سے جلد آگاہ ہونے کیلئے وسیع پیمانے پر راستوں اور کاروانسراؤں کا جال بچھایا _ کہ ان تمام کاروانسراؤں میں کچھ برق رفتار ، آمادہ اور تیار گھوڑے موجود ہوتے تھے کہ جیسے ہی دور کے سفر سے کوئي ڈاکیا پہنچتا فوراً اسکا تھکا ماندہ گھوڑا تازہ دم گھوڑے سے تبدیل ہوتا اور قاصد بغیر وقفے کے اپنا سفر جاری رکھتا_ یہ ڈاکیے عام انسان کی نسبت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زیادہ تحمل و مشقت کے ساتھ بغیر کسی آرام اور وقفہ کے سفر جاری رکھتے تھے (1)

دیوان انشاء :
یہ دیوان اسلامی مملکت کی مختلف سرزمینونمیں " دیوان رسائل " اور دیوان ترسل" کے نام سے بھی معنون کیا جاتاتھا اس کی اہم ترین ذمہ داری حکومتی خطوط بالخصوص خلیفہ کے فرامین کو ترتیب دینا اور انہیں عالم اسلام کے تمام نقاط تك بھیجنا تھی _لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس ادارہ کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی چلی گئیں _ تاریخی اعتبار سے ایسا معلوم ہوتاہے کہ یہ وہ پہلا دیوان ہے کہ جو صدر اسلام میں خود پیامبر اکرم(ص) کی حیات میں تشکیل پایا تھا _آنحضرت(ص) کا عرب سرزمینوں کے ہمسایہ اور بڑی بڑی تہذیبوں کے حامل ممالك کے حاکموں اور بڑی شخصیات کو خط لکھنے کیلئے ایك شعبہ بنانا اس قسم کے دیوان کیلئے ایك نمونہ تھا اور ساتھ ہی ان لوگوں کیلئے دلیل اور تایید تھی جو اس شعبہ کو اسلام کا سب سے پہلا دیوان جانتے ہیں (2)

دیوان جیش:
یہ دیوان کے جسے "دیوان جند" کا بھی نام دیا گیا دوسرے خلیفہ کے دور میں تشکیل پایا_ اس دیوان کا اپنی تشکیل کے ابتدائي ایام میں کام یہ تھا کہ وہ افراد جو کہ صدر اسلام کی جنگوں میں شرکت کیا کرتے تھے انکی فہرست تیار کرنا تا کہ درست ریکارڈ ہونے کی صورت میں مسلمانونکے بیت المال کوچیك کرتے ہوئے ہر ایك کے حصہ کی مقدار واضح کی جائے _ اس فہرست کے تیار ہونے کے دوران لوگوں کا پیغمبر اکرم (ص) سے قرب کو معیار بنایا جاتا تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس دیوان کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئیں مثلا مسلمانوں
---

1)دانشنامہ جہان اسلام ج 3 ذیل برید (بہمن سرکاراتی ، نوراللہ کسایی و نادیا برگ نیسي) _
2)قلقشندی ، صحیح الاعشی فی صناعۃ الانشاء ج1 ، ص 92_

کے لشکر کے حوالے سے امور کی سرپرستی ، جنگجو لوگوں کی تعداد معین ہونا ، شہید اور زخمی ہونے والے حضرات کی فہرست بننا، اور ہر جنگجو کو اسکا حصہ یا تنخواہ ادا کرنا و غیرہ اس دیوان کی ذمہ داریوں میں سے شمار ہوتی تھیں _ اس دیوان کے سرپرست کو " ناظر الجیش" کہا جاتا تھا_

دیوان بیت المال:
یہ دیوان شروع میں ایك خاص جگہ کو کہا جاتا تھا کہ جس میں جز یہ اور خراج و غیرہ سے منتقل ہونے والے مال کو رکھا جاتا تھا تاکہ مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے حضرت عمر کی خلافت کے دوران مسجد النبی کا کچھ حصہ بیت المال کی حفاظت کیلئے انتخاب ہوا اور لوگ اسکی حفاظت کیلئے مقرر کیے گئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ شعبہ اسلامی حکومت کے مالی شعبوں میں سے ایك اہم ترین شعبہ کی حیثیت اختیار کرگیا _ اور خاص افراد اسکی سرپرستی کیلئے مقرر ہوتے تھے بیت المال کی درآمد اور مصارف معین ہوتے تھے مثلا ایك کلی تقسیم کے مطابق اسکی درآمد تین اقسام في، غنیمت اور صدقہ میں تقسیم ہوتی تھی _ لوگوں کی ضروریات پوری کرنا اور انکی سطح زندگی کو بڑھانا و غیرہ اسکے مصارف شمار ہوتے تھے بعد کے ادوار میں بیت المال اسلام کے مجاہدین کی تنخواہوں کو ادا کرنا انکے کیلئے اسلحہ مہیا کرنا ، مسلمان فقراء کی ضروریات پوری کرنا اور مسلمان اسیروں کو آزاد کروانا و غیرہ کا کام کرتا تھا(1)
واضح سی بات ہے کہ ان چند دیوان یا دفاتر کےساتھ تمام اسلامی سرزمینوں کے نظام کو چلانا ممکن نہ تھا _ لہذا ان اہم دیوان یا دفاتر کے علاوہ چھوٹے کاموں کیلئے ان تمام سرزمینوں میں متعدد اقسام کے دیوا ن موجود تھے کہ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

دیوان نفقات:
اس دیوان کے ذمے حکومتی ملازمونا ور اپنے ماتحت چھوٹے دیوانات کے مالی معاملات اور اخراجات کو نمٹاناتھا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

136

دیوان اقطاع :

وہ زرخیز زرعی زمینیں جو کہ مرکز خلافت سے زراعت کیلئے لوگوں کے سپرد کی جاتی تھینانکی آمدنی کا حساب و کتاب اور ان پر نگرانی اس دیوان کے ذمہ تھی _

دیوان عرض:
یہ دیوان سپاہیوں کے امور کے متعلق تھا اسمیں انکے ناموں کی فہرستیں تیار ہوتی تھی تا کہ بوقت ضرورت انکے بارے میں معلوم کیاجاسکے_

دیوان العمائر یا دیوا ن الابنیة المعمورة:
اس دیوان کی ذمہ داری یہ تھی کہ عمارتوں کی عمر کے حوالے سے تحقیق کرے اور انہیں تعمیر کروائے اسی طرح شہری عمارتونکی ہمیشہ دیکھ بھال کرتا رہے_

دیوان مظالم :
یہ دیوان بھی اپنے مقام پر اسلامی سرزمینوں کے اہم دواوین مینشمار ہوتا تھا اسکا کام لوگوں کی شکایا ت اور درخواستوں کے مطابق انہیں انصاف مہیا کرنا تھا بالفا ظ دیگر آج کے عدالتی اداروں کی مانند یہ کا م کرتا تھا اس دیوا ن کے منتظم کو قاضی کہا جاتا تھا اور سب سے بڑے عہدے پر فائز شخص قاضی القضات کہلا تا تھا_

2) خراج
خراج ہمیشہ سے اسلامی سرزمینوں میں اسلامی خلافت کیلئے مالی درآمد کا ایك اہم ترین منبع شمار ہوتا تھا _ چونکہ بہت سے جدید شہر تشکیل پاچکے تھے، اسلامی سرزمین کی سرحدوں کی حفاظت امن و امان کے لیے ضروری ہوچکی تھی سپاہیوں کی اجرت اور اسلامی خلافت کے دیگر اخراجات نے حکومت کو نظام چلانے کیلئے مالی درآمد کے منابع کی نئي نئي صورتوں سامنے لانے پر مجبور کردیا تھا_
فتوحات کے دور سے قبل جزیرہ عرب میں حکومت کیلئے جنوبی علاقوں اور یمن کی زراعت سے ہٹ کر اہم ترین مالی درامد اور ثروت کا منبع تجارت اور تجارتی کاروانوں سے ٹیکس وصول کرنے کی صورت میں تھا قدرتی

137
سی بات تھی کہ اسلامی سرزمینوں کے اخراجات اب فقط تجارتوں قافلوں اور کاروانوں کے ٹیکس سے پورے نہیں ہورہے تھے اسی لیے مسلمان خلفاء نے ثروت جمع کرنے کے لیے مختلف روشوں کو جانچا اور ان سب میں اہم ترین خراج مقرر کرنا تھا_ معلوم یہ ہوتاہے کہ صدر اسلام کے مسلمانوں نے خراج جمع کرنے کی روش اور زراعتی زمینوں سے ٹیکس وصول کرنا ایرانیوں سے سیکھا ہوگا کیونکہ ہمیں ایران میں اسلام کے آنے سے قبل خراج کے حوالے سے معلومات ملتی ہیں بہر حال ایران کے فتح ہونے سے قبل جزیرہ عرب میں زرعی زمینوں اور باغوں سے ٹیکس مثلا فدك کی زمینوں سے ٹیکس و غیرہ مقاسمہ (1)کی صورت میں تھا نہ کہ خراج کی شکل میں_ دوسری طرف اہم ترین مسئلہ یہ تھاکہ کس طرح ایران اور دیگر علاقوں کی مفتوحہ زمینوں سے خراج وصول کیا جائے اور ان زمینوں سے ٹیکس وصول کرنے کی شرعی نوعیت کیا ہے ؟ صدر اسلام کے بعض فقہاء کی نظر کے مطابق کہ جن زمینوں کو مسلمانوں نے جنگ کے ذریعے فتح کیا تھا وہ غنیمت شمار ہوتی تھیں لہذا ضروری تھا انکو لشکر والوں کے درمیان تقسیم کردیا جاتا لیکن یہ چیز بذات خود بہت سی مشکلات کا باعث تھی ایك یہ ہے کہ اس طرح یہ زرخیز زمینیں بہت چھوٹے حصونمیں تقسیم ہوجاتیں اور اس سے آمدن کی شرح گر جاتی دوسرا یہ کہ مفتوح ممالك میں موجود مسلمان سپاہی زمین کے مسائل اور کاشت کاری کیلئے ضروری تجربہ بھی نہ رکھتے تھے اور اگر یہ کام کرنے پر بھی قادر ہوتے تو اس وجہ سے فوجی امور نمٹانے اور اسلامی لشکر کی ہمراہی سے محروم ہوجاتے تھے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی وجہ سے مرکز خلافت میں متعدد نشستیں ہوئیں اور آخر کار یہ طے ہوا کہ مفتوحہ ممالك کی سرزمینیں انہی لوگوں کے اختیار میں دی جائیں جو پہلے سے ان پر کام کرتے تھے اسکے عوض میں ان سے سالانہ ایك معین مقدار میں مبلغ بہ عنوان زرعی ٹیکس یا خراج وصول کیا جائے لہذا ہر دس ہزار مربع میٹر کے عوض معین خراج طے کیا گیا _ البتہ یہاں بذات خود پہلے زمینوں کے زرخیز ہونے نہ ہونے ، آب ہوا کے مناسب ہونے یانہ ہونے اور جو فصلیں ان مینکاشت ہوئي تھیں انکے حوالے سے ایك تقسیم کی گئي تھي(1)
لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خراج اکھٹا کرنے کے طریقہ کار میں نقائص پیدا ہوئے ان میں سے
---

1) مقاسمہ : محصولات کے ایك حصے کو متعین کرنے کے بعد اس پر ٹیکس مقرر کرنا(مصحح)_
2) ابویوسف ، کتاب الخراج جو کہ موسوعة الخراج میں مذکور ہے بیروت ص 41، 20_

138

ایك مستقل خراج جمع کرنے کا وقت تھا ، اکثر و بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ قمری جنتری کی بناء پر خراج وصول کرنے کا وقت فصلوں کی کٹائي و غیرہ سے پہلے آجاتا تھا اس بات نے کسانوں کو کافی شکایت میں ڈال دیا اس مشکل کو دورکرنے کیلئے اسلامی خلافت نے خراج کی جمع آوری کیلئے ایسا نظام بنایاکہ اسکی رو سے فقط کٹائي کے موقع پرخراج دیا جاتا تھا(1)
وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خراج جمع کرنے کی صورت پہلے وقتوں کی سادہ شکل و صورت کھو بیٹھی بلکہ بہت سے پیچیدہ نظاموں کی طرف حرکت کرنے لگی چوتھی صدی ہجری کے بعد ہم ٹیکس اور مالی امور کے بہت سے نظاموں کامشاہدہ کرتے ہیں کہ جنکی بناء یہ آہستہ آہستہ خراج کا ٹیکس ملا نظام توجہ کھوبیٹھا ان نظاموں میں مثلا نظام اقطاع اور سیور غال کا نام لیا جاسکتاہے کہ جو منگولوں کے تسلط کے بعد اسلامی سرزمینوں میں بہت شدت سے اجراء ہوئے (2)

3)حسبہ(احتساب کا نظام)
معلوم یہ ہوتا ہے مسلمانوں نے معاشرہ میں لوگوں کے کاموں بالخصوص بازار میں مختلف تجارتی اجناس کے حامل لوگوں پر نگرانی کیلئے جو نظام وضع کیااس حوالے سے اپنے ہمسایوں بالخصوص مشرقی روم سے سیکھاہوگا_
البتہ اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ امور جو مسلمان دوسروں سے نہیں سیکھ سکتے تھے وہاں فقہی امور اور دینی تحقیقات نے اس جدید نظام کو ایجاد کرنے میں مدد دی _ اسی طرح محتسب کے عہدہ پر فائز ہونے یعنی امور کو اجرا ء کرنے کے نظام پر آنے کیلئے خاص شرائط وضع ہوئیں البتہ ان شرائط کی تشریح کیلئے شیعہ و سنی علماء میں عمیق و دقیق مباحث بھی ہوئیں مجموعی طور پر ان شرائط کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتاہے :1_ عادل ہونا 2_ درجہ اجتہاد پر فائز ہونا 3_ مرد ہونا (3)
---

1)دانشنامہ جہان اسلام ج 7 ذیل تقویم (فرید قاسملو)_
2)دائرة المعارف بزرگ اسلامی ج 9 ذیل " اقطاع" (سید صادق سجادي)_
3) محمد حسین ساکت، نہاد داوری در اسلام، مشہد، ص 21 بہ بعد_

139

علمی نگاہ اور معاشرہ مینمحتسب کی ذمہ داریوں کی اہمیت کے پیش نظر ان ذمہ داریوں کو بطور کلی درج ذیل اقسام میں تقسیم کرسکتے ہیں : (1) بازار اور پیشہ ورانہ کاموں پرنگرانی (2) معاشرہ کے عمومی رویوں پر نگرانی (3) قیمتوں اورناپ تول پر نگرانی (4) لوگوں کی عبادتوں کے طور طریقہ پر نگرانی (5) راستوں اور عمارتوں پر نگرانی (6) محدود قضاوت کے متعلقہ مسائل مثلا کم فروشی اور خرید و فروخت میں مکر وفریب پر نگرانی (7) مختلف دیگر ذمہ داریاں(1)
ایك نگرانی کرنے والے شعبہ کی حیثیت سے حسبہ کا مسئلہ انتہائي نازك اور حساس تھا حسبہ کی لوگوں کے درمیان اہمیت اور لوگوں کے امور میں اسکا نگرانی کرنے والے ادارے کے عنوان سے کام بتاتاہے کہ یہ فقط نگرانی کرنے والا ادارہ تھا لیکن اسلامی قوانین کااجراء اسکے اختیار میں نہ تھا محتسب فقط نگرانی کرتا تھا ایسا نہیں تھا کہ وہ کسی مجرم کو سزا دے بلکہ یہ کام عدالتی اور فوجداری اداروں مثلا ادارہ قضاوت مظالم، شرطہ اور نقابت کے ذمہ تھے اور یہ ادارے اپنے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اختیارات کی حدود میں رہتے ہوئے کام کرتے اور مجرموں کو انکے اعمال کی سزا دیتے (2)
تاریخی اعتبار سے ہم قرون اولیہ میں عالم اسلام کے تمام بڑے شہروں اور سرزمینوں میں اس ادارے کے قیام کا مشاہدہ کرتے ہیں ایسے افراد جو حسبہ کی ذمہ داری ادا کرتے تھے وہ محتسب یا ولی حسبہ کہلاتے تھے_ ایران میں چھٹی صدی ہجری کے بعد سے محتسب کا تقرر سلطان یا حاکم کی ایك اہم ترین ذمہ داری شمار ہوتی تھی _ وزراء اور کاتبین ایسے افراد کے انتخاب کے حوالے سے سلطان کو مشورہ دیا کرتے تھے_ مصر ، خلافت عثمانیہ ، اندلس اور ہندستان (مغلیہ دور میں) میں بھی ادارہ حسبہ اور محتسب موجود تھے ، مصر میں فاطمی خلفا کے دور مینمحتسبین کے اختیارات بہت وسیع تھے یہانتك کہ وہ فاطمی سلطان کے امور کی نگرانی کرنے کا اختیار

---

1)سیف اللہ صرامی ، حسبہ یك نہاد حکومتی ، قم ص 10 سے بعد_
2)محتسب کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بیشتر معلومات کیلئے رجوع فرمائیں : محمد بن احمد قریشي، آئین شہرداري، چاپ و ترجمہ جعفر شعار، تہران، مقدمہ ص 5_4 متن ص 10 کے بعد_

ھی رکھتے تھے_ عثمانی دور میں حسبہ ادارہ خاصے دقیق اور پیچیدہ سسٹم کا حامل تھا اس منصب پر فائز افراد محتسب یا احتساب آغاسی کہلاتے تھے _عثمانیہ دور میں محتسب کی ایك ذمہ داری احتساب کے ساتھ ساتھ ٹیکس وصول کرنا بھی تھا _
ہند مینمغلیہ دور سے حسبہ اور دیگر نگرانی والے اداروں کا قیام عمل میں آیا تو اس سرزمین کے مسلمان حاکم کی ان اداروں کے امور کی رعایت کرنے یا نہ کرنے سے یہ ادارے کبھی قوت اور کبھی ضعف کا شکار رہتے کبھی تو محتسب کی شان اسقدر بڑھتی کہ سلطان بذات خود محتسب کے امور انجام دیتا اور کبھی یہ امور عدم توجہ کی بناء پر گوشہ گمنامی کی نذر ہوجاتے _ لیکن یہ نگرانی کرنے والے ادارے، ہمیشہ ہندوستان کے مسلمانوں کی حکومت میں موجود رہے ان سرزمینوں کے علاوہ شمالی افریقا، الجزایر، تونس اور مغرب میں بھی نگرانی کرنے والے اداروں اور ادارہ حسبہ کے موجود ہونے کی معلومات ملتی ہیں _
حسبہ کے حوالے سے مختلف فقہی اور اصولی مباحث مسلمان فقہاء میں خاص ادب کے پیدا ہونے کا باعث بنیں _ اس ادب میں وہ تمام کتابیں اورآثار شامل ہیں کہ جو حسبہ کے بارے میں لکھے گئے اور ان میں حسبہ کے فقہی اور اصولی بحث انجام پائي ان آثار کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے : ایك قسم ایسے آثار کی ہے کہ جن میں عمومی طور پر اسلامی سرزمینوں میں مختلف امور کے نظاموں پر بحث ہوئي اور ساتھ کچھ حصہ حسبہ کے حوالے سے بھی خاص کیا گیا جبکہ دوسری قسم ایسی کتابوں پر مشتمل ہے کہ جو فقط حسبہ کے حوالے سے لکھی گئیں _ پہلی قسم کی کتابوں میں سے "ماوردي" کی تالیف "احکام السلطایة" اور غزالی کی تالیف احیاء علوم الدین قابل ذکر ہیں اور دوسری قسم کی کتابوں میں عبدالرحمان شیزری کی کتاب محاکم القربة فی احکام الحسبة اور ابن تیمیہ کی کتاب الحسبة فی الاسلام کا نام لیا جاسکتاہے (1)

---

1)دراسات فی الحسبة والمحتسب عند العرب ، بغاد، کتاب کی مختلف جگہوں سے اقتباس_

پانچواں باب :

اسلامی تہذیب و تمدن میں فن و ہنر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ فن معماری ، مصوری ، خطاطی اور ظروف سازی کی صنعتیں

واضح سی بات ہے کہ دنیائے عالم کی اقوام اور ملتیں فنون سے آشنائي اور اس سے بہرہ مند ہونے کے حوالے تقدم اور تاخر کا رتبہ رکھتی ہیں ایرانی اور رومی لوگ ظہور اسلام سے صدیوں قبل فنون سے آشنا ہوچکے تھے اسی لیے ظہور اسلام کے دور میں یہ دونوں قومینان فنون میں چند صدیوں پر محیط تاریخی میراث کی حامل تھیں_
جزیرہ عرب میں اسلام سے قبل مختلف فنون کے حوالے سے کوئي خاص کام نہ ہوا تھا سوائے عربی خط کے یہ خط بذات خود بہت سی فنی خوبصورتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے کیلئے تیار تھا اور تیسری صدی سے نویں صدی تك یہ ان سب محاسن کامرقع بن گیاتھا_(1)
عربوں میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل فن ،شعر اور قصیدہ گوئي کا فن تھا کہ اسلامی فتوحات نے ایکدم ان خیمہ نشین لوگوں پر ایرانیوں کے با شکوہ محلات اور یونانیوں اور رومیوں کے معابد اور کلیساؤں کے دروازے کھول دیے، اسی لیے آج ایرانی ، یونانی ، مصری اور شامی فنون کا امتزاج اسلامی حکومت کے پرچم تلے مختلف طریقوں اور روشوں کی صورت میں جلوہ افروز ہے جسے اسلامی آرٹ کہتے ہیں_(2)
پہلی صدی ہجری کے اختتام سے اسلامی حکمرانوں نے مفتوحہ سرزمینوں میں عظیم الشان مساجد اور محلات
---

1)بارسٹ ولادی میر جانسن، تاریخ ہنر ، ترجمہ پرویز مرزبان ، تہران ، علمی فرہنگی ، 1359، ص 2_191_
2) کریسٹین پرایس ،تاریخ ہنر اسلامی ، ترجمہ مسعود رجب نیا ، تہران ، علمی و فرہنگی ، 1364، ص 9_

کی تعمیر کا کام شروع کیا اور کوشش کی کہ قبل از اسلام کی عمارتوں سے بڑھ کر عظیم الشان اور باشکوہ آثار تخلیق ہوں_ لیکن دوسری صدی ہجری کے آغاز سے اسلامی آرٹ میں آہستہ آہستہ معین روایت وجود میں آئي اور ارتقائي مراحل طے کرنے لگی ماہرین نے ایسی عمارتیں جو مرمت کی محتاج تھیں ان سے قومی اورملی خصوصیات اخذ کیں اور سب کو اسلامی فنون لطیفہ سے ہم آہنگ کیا_
اسلامی معماری تین صورتوں یعنی مساجد ، مدارس اور مقبرے یا متبرك مقامات میں ظاہرہوئي _ دمشق کی جامع مسجد جو کے ولید کے زمانے میں (87 سے 96 ہجري)جیوپیٹر (روم کے خداوں کا خدا) کے معبدکی جگہ تعمیر کی گئي اسلام کے قدیم ترین آثار میں شما رہوتی ہے_(1)
اسلامی دور کے اوائل کی ایك اور عمارت حشام بن عبدالملك (حکومت125 _ 105 قمری) کا محل ہے کہ جو (مشتی) (یعنی موسم سرما کی سرائے) کہلاتا تھا _ یہ اریحا کے نزدیك میدانی علاقوں میں تعمیر ہوا اس باشکوہ محل میں ساسانی دور کے آرٹ مثلاً پروں والے شیر اور دیگر افسانوی جانوروں کا دھاتی چیزوں اورکپڑوں پر نقش ہونا ایرانی آرٹ کی واضح علامات تھیں_ عالم اسلام میں اسلامی فنون کی زیبائیوں کا ایك اورمرقع ہسپانیہ میں قرطبہ کی جامع مسجد ہے بلند میناروں اور متعدد ستونوں والی یہ خوبصورت مسجد اگرچہ آج کلیسا میں تبدیل ہوگئي ہے لیکن اب بھی عیسائي پاکیزگی پر اسلامی تقدس حاوی نظر آتا ہے_
قرطبہ کے نزدیك عبدالرحمان سوم کیلئے تیرہ سالوں میں ایك محل تیار ہوا کہ جو مدینۃ الزہرا کہلایا اگرچہ آج وہ و یرانی کا شکار ہے لیکن اسکے کچھ حصوں کی دوبارہ تعمیر اور مرمت کا کام ہو رہا ہے قاہرہ بھی اسلامی فنون کی تجلی کا ایك اورمرکز تھا _ البتہ دریا ئے نیل کے کنارے پر مصر کا پرانا دار الحکومت فسطاط اسی طرح مصر کی صنعتی تجارت کا مرکز تھا_ مصر کے اسلامی فنون کی گفتگو فسطاط کے " سوق القنادیل" (چراغوں کے بازار) کے تذکرہ کے بغیر نا مکمل ہے_
---

1)بارسٹ ولادی میرجانسن_سابقہ حوالہ_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

145
اس دور کے عالم اسلام میں سوق القناديل فنی اور صنعتی اشياء کی خريد و فروش کے مراکز میں سے ايك تھا_ فسطاط اور قاہرہ میں سبز شفاف شيشے کے ظروف درخشان زمرد _ چمکدارسفيد شيشہ اور دمشق کے تانبے کے لمبے گلدانوں نے اسماعيلی داعی کی آنکھوں کو خيرہ کيا ہوا تھا_ اسی طرح ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑوں _ لہريے داراطلسی کپڑے _ ريشمی اور سوتی کپڑے اور ان پر موتيوں کے خوبصورت کام نے ناصر خسرو کی حيرت کو دو چند کرديا تھا_(1)
بالاخرہ سلجوقی ترکوں نے حملہ کيا کہ جو 464 قمری میں فلسطين تك پہنچ گئے تھے انہوں مصريوں کو فلسطين سے نکالا اور بيت المقدس پر قابض ہوگئے يہ خبر باعث بنی کہ صليبی اقوام دوبارہ بيت المقدس پر تسلط پانے کيلئے اسلامی سرزمينوں پر حملے کرنے لگے اور ان جنگوں کے نتيجے میں اہل مشرق کی تہذيب اور فنون کے بہت سی عجائب سے يہ لوگ آشنا ہوئے(2)
بيت المقدس کے جسمیں 69 قمری میں عبدالملك بن مروان نے مسجد اقصی کے شمالی حصہ میں ايك باشکوہ گنبد تيار کروايا تھا (جسے قبہ الصخرۃ کا نام ديا گيا) کہ جو حضرت عيسی کے مزار والے کليسا کے گنبد کے برابر تھا اس گنبد نے حملہ آور صليبيوں کو حيرت زدہ کرديا تھا_ صليبيوں کا وہ گروہ جو جنگ کے بعد اپنی سرزمينونکی طرف لوٹايہ اسلامی فنون کا ايك خزانہ بھی ساتھ لے گيا _ اور ہنر و فنون کے آثاريورپی اہل فن اور صنعت کاروں کيلئے الہام بخش ثابت ہوئے(3)
صلاح الدين ايوبی نے چھٹی صدی ہجری کے آخر میں صليبيوں کے ساتھ جنگ شروع کی اور بيت المقدس کو آزاد کروايا اسکے زمانہ میں مسجد اقصی کی آرائشے و زيبائشے میں اضافہ ہوا حلب مينکاريگری کا ايك
---

1) ناصر خسرو قبادياني، سفرنامہ ، محمد دبيرستانی کی سعی سے، تہران 1373 ص 8_76_
2) کريستين پرايس ، سابقہ حوالہ ، ص 44،5_
3) سابقہ حوالہ ص 50 ، 48

146
نمونہ بيری کی لکڑی سے بنا ہوا منبر لايا گيا اور مسجد میں ايك اور محراب بنايا گيا اور گنبد کا زريں غلاف از سر نو بنايا گيا_
ان تمام چيزوں کے ساتھ جب بھی اسلامی ہنر و فن کی بات ہوتی ہے ، ايران اور ايرانی لوگوں کا ان فنون کی ترقی میں خصوصی کردار سامنے آتا ہے چوتھی صدی ہجری سے ليکر دسويں صدی ہجری تك کہ جب صفوی صوفيوں نے اپنے قيام کا آغاز کيا ان اداوار میں ايران عالم اسلام میں فن اور فن کی تخليق کا گہوارہ تھا، حقيقی بات تو يہ ہے کہ ايران ، بين النہرين ، بر صغير اور قفقاز میں سلجوقی حکومت کی تشکيل ايرانيوں کے دوبارہ فن و ہنر کی طرف لوٹنے میں اہم موڑ ثابت ہوئي_(1)
معماری میں سب سی پہلی عمارت جو ايرانی معماروں کے ہاتھوں چوتھی صدی کے آغاز میں تيار ہوئي وہ بخارا میں شاہ اسماعيل سامانی کی آرامگاہ کی عمارت تھی ، کہ جو ديگر باشکوہ مقابر کے تيار ہونے کيلئے نمونہ قرار پائي، مساجد اور مدارس کے اطراف میں مقبروں کی عمارتيں اسلامی معماری کی تيسری قسم شمار ہوتی ہيں انکا 390 قمری سے ليکر نويں صدی ہجری کے آخر تك رواج تھا، ايسی عمارتيں شروع میں اکثر سادہ ہوتی تھيں مثلا گنبد قابوس میں قابوس وشمگير کی آرامگاہ (397 ہجری قمری)، بعد میں اس کے بيرونی حصوں کی آرائشے کی گئي آہستہ آہستہ ايسی ارامگاہ ہيں بننے لگيں کہ جو کاشی کاری سے مزين ہوتی تھيں ايسی آرامگاہوں کا زيادہ تر تعلق تيموری ادوار سے ہے جيسا کہ ہرات کے نزديك خواجہ عبداللہ انصاری کا مزار جو 832 قمری میں تعمير ہوا_
مساجد کی تعمير کے حوالے سے ايرانی مسلمانوں نے ابتداء میں عرب سرزمين کے رواج کے مطابق ستون والی مساجد کی روش کو اپنايا _ ليکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد پتھروں کی جگہ پر اينٹوں کے ستون بنانے لگے کہ جن میں انواع و اقسام کے قوس دار طاقچوں کو ايجاد کيا _ کہ جو اينٹ سے ہی تيار ہوتے تھے مساجد کی تعمير

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1)سابقہ حوالہ ص 70_ 56_

147

کے حوالے سے ایرانیوں کی خاص روش میں ایوان اور بالکونی کا رواج ایرانی گھروں سے آیا ، یہ رواج گھروں سے مساجد اور مساجد سے پانچویں صدی کے دوسرے نصف میں طلباء کے لیئے تیار ہونے والے حکومتی مدارس میں پہنچا_
ایران کے سلجوقیوں نے اصفہان کو اپنا دار الحکومت قرار دیا جو مدتوں قبل صنعت و ہنر کا مرکز تھا_ اب بھی اصفہان میں سلجوقیوں کی جامع مسجد موجود ہے _ اگرچہ اس زمانہ کے بادشاہوں کے محل اور اسکے سامنے ایك بڑے میدان کے حوالے سے کچھ نہیں بچا_
اصفہان کی جامع مسجد یا وہ مسجد کہ جو زوار ہ میں 530 قمری تعمیر ہوئي ابھی بھی اپنی جگہ موجود ہے یہ یقیناً تاریخ کی وہ پہلی مسجد ہے کہ جسمیں چار ایوانوں والی معماری استعمال ہوئي ہے_
سلجوقی دور میں عمارتوں کی تزیین میں اینٹ کا استعمال بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا تھا اسی دور میں آہستہ آہستہ حاشیے اور اندرونی حصوں کی چینی کی ٹائلوں سے تزیین ہونے لگي(1)سلجوقی دور کے بعد سے چار ایوان اور گنبد والے نماز خانہ کا نقشہ تمام مساجد کی تعمیر میں استعمال ہونے لگا_
گچ یا جپسم سے تزیین پانچویں صدی کے اواخر میں را ئج ہوئي جو کبھی وہی انیٹوں والے ڈیزائن کا ہی تکرارہوتا تھااور کبھی نباتا تی اور اسلیمی (2)نقوش بنائے جاتے کہ جنکی بلڈنگ کی اصلی شکل سے ہم آہنگی نہیں ہوتی تھی معرق کاشی کاری 494 ق کے نزدیك کے سالوں ظاہر ہویی ابتداء میں یہ صرف فیروزی اور نیلے رنگ کی حد تك محدود تھی لیکن بعد میں اسمیں سرمئي ، سفید ، سیاہ ، سرخ اور زرد رنگ کا اضافہ ہوا_
سلجوقی دور کا ہنر صرف مساجد کی تعمیر اور ان میں کاشی کاری کی حد تك محدود نہ تھا _ مٹی کے خوبصورت ظروف کا بننا بھی اس دور کا ایك اورہنر شمار ہوتا تھا_ ان میں شاہکار ترین نمونے سلجوقی دور میں چھٹی صدی ہجری تك ری اور کاشان میں تیار ہوتے تھے(3)

---

1)حسین زدرشیدی ، نقش آجر و کاشی در نمای مدارس ، تہران ، محمود ماہر النقش ، طرح و احداء نقش در کاشیکاری ایران دورہ اسلامی ، تہران_
2) اسلیمی : یہ ایرانی سبك کا ایك جز تھا کہ جسمیں مختلف ٹیڑھے خطوط بنائے جاتے ہیں کہ جو کاشی کاری ،گچ یا جپسم سے کام ، قالین کے ڈیزائن بنانے میں مختلف رنگوں سے استعمال ہوتا ہے یہ چھوٹی سی ٹہنی اور پھولوں کی مانند ہوتا ہے_
3)کریستین پرایس ، سابقہ حوالہ، ص 63 _

148

ان میں سونے کے پانی اور دیگر رنگونسے مزین کاسے کوزے اور گلدان یا سیاہ ، فیروزی اور ہلکے نیلے رنگ کی تہہ چڑھے ظروف اس دورکے نمونوں میں سے شمار ہوتے تھے_ ان میں بعض کو تو سات رنگوں سے سجایاجاتا تھا_
منگولوں کے حملے کہ دوران ایران کے دستی فنون آہستہ آہستہ زوال کے شکار ہوگئے_ لیکن اسکے باوجود تیموری دور کے دھاتی شاہکار اور صفوی دور کے فولادی آثار جوہم تك پہنچے ہیں بالخصوص جالی دار ظروف اپنی جگہ بے نظیر ہیں اسی دور میں ایران مینایك اور نفیس اور خوبصورت فن شروع ہواجوکہ خطی نسخہ جات کو سونے ، چاندی اور جواہر سے ڈیزائن کرنا تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ یہ فن مقبول ہونے لگا_ صدر اسلام میں قرآن نویسی کے نتیجے میں ہی فن خطاطی تخلیق ہوا ہوگا بہت سے عظیم خطاط ایرانی تھے_ خطاطی کی مختلف اقسام میں دوخاص روشوں یعنی نستعلیق اور شکستہ کے موجد بھی ایرانی تھے_
چھٹی صدی ہجری میں کہ جب سلطان علاء الدین کیقباد نے ایشیا ئے کوچك میں اپنی حکومت قائم کی اور چونکہ وہ خود بھی خطاط ، مصور اور بڑھئي تھا اس لیے اس نے اپنے دارالحکومت قونیہ کو فنکاروں اور دانشوروں کا مرکز بنادیا_
حقیقت میں کہہ سکتے ہیں کہ پانچویں ہجری میں اگر چہ ایشیائے صغیر کی ترك حکومت خراسان اور عراق کے سلجوقیوں سے جدا ہوگئي تھی لیکن انکا فن اور معماری اسی طرح ایرانی فن اور معماری سے وابستہ تھا منگولوں کے ایران پر حملہ کے دوران بغیر اسکے کہ انہوں نے چاہا ہو یا جانا ہو ایرانی ہنرمند افراد کوایشیائے صغیر کی طرف فرار ہونے پر مجبور کردیااسی لیے یہ حملہ اس فن کی روایت کا اس سرزمین کی طرف منتقل ہونے کا باعث بنا _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عالم اسلام کی وسعت اور اسمیں متعدد اور مختلف حکومتوں کے ہونے سے یہ فائدہ ہوا کہ جب بھی کسی حادثہ کے نتیجہ میں عالم اسلام کے کسی ایك حصہ میں ہنر اور فن کو زوال حاصل ہوا تو دوسری کسی جگہ پر انہی فنون

---

1) مورست ولد مار جنسن ، سابقہ حوالہ ص 3_202_

149

نے ترقی بھی کی جب ایران منگولوں کے وحشیانہ حملوں کی زد میں تھا اسی زمانہ میں مصر کے سلطان بیبرس آرٹسٹ حضرات اور جنگجوؤں کی حمایت کر رہے تھے _ ایك قلعہ میں ایك بلند ٹیلے پر سلطان بیرس کے حکم پر حصار نما د،یوار نماپناہ گاہ بنائي گی اسمیں قدیم اہرام جیزہ کے پتھر استعمال کیے گئے _ اسی زمانہ میں شیشہ گر حلب اور دمشق میں موجودتھے کہ جنکے شاہکاروں کوعیسائي لوگ پسند کرتے تھے اور خریدتے تھے _ یہ شیشہ گر لوگ اپنے ظروف کو سونے کے پانی اور براق زرد، سرخ اور سبز رنگ کے پانی سے آراستہ کرتے تھے _
اسلامی جلد سازی کا ہنر جسمیں ہندسی (Geomatrical)اشکال کو کتابوں کی چرمی جلدونپر استعمال کیا جاتا تھا کی کشش نے مصر اور شمالی افریقہ کے ہنرمندوں کو اپنی طرف کھینچا اور یہ بالکل وہی زمانہ تھا کہ قلمی نسخہ جات میں سے کوفی خط رخصت ہو رہا تھا اور اسکی جگہ خط نسخ لے رہا تھا کہ جسمیں کوفی خط کی نسبت لچك زیادہ تھی (1)
ساتوینایل خان غازان خان (703_ 694 قمری) نے اپنے دار الحکومت تبریز کو علم و دانش اور اسلامی فنون کے مرکز میں تبدیل کردیا تھا _ وہ با قاعدہ طور پر مسلمان ہوچکا تھا اس نے تبریز کے جنوب میں ایك نیا شہر بسایا اور وہاندینی مدارس ، کتابخانہ ، ہسپتال اور ایك محل تعمیر کروایا اسکے وزیر رشید الدین فضل اللہ ہمدانی جو کہ خود بھی اپنے زمانہ کے ادیبوں میں سے تھے انہوں نے تبریز کے مشرقی حصہ میں ربع رشیدی کے نام سے ایك کمپلیکس بنوایا جو بہت سے ثقافتی مراکز اور طالب علموں ، مصوروں ، خطاطوں اور نسخوں کو سونے اور رنگوں کے پانی مزین کرنے والوں کے لیے تربیت گاہوں پر مشتمل تھا _ خود انہوں نے کتاب" جامع التواریخ " تالیف کی کہ آج اسکے کچھ حصے مولف کے زمانہ کی تصاویر کے ساتھ موجود ہیں _
ایران کی قدیم ترین پینٹنگ وہ تصاویر ہیں کہ جو کتاب منافع الحیوان کیلئے بنائي گئیں اور یہ کتاب 499 قمری میں منگول بادشاہ کے حکم پر مراغہ میں دوبارہ لکھی گئي _ اس کتاب کی پینٹنگ اور شاہنامہ فردوسی کے ایك نفیس نسخے جس کی نقل (720 ھ ق) میں تیار کی گئي کی تصاویر میں چینی فن کی اسلامی ایران کی مصوری پر تاثیر واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے_

---

1) سابقہ حوالہ ص 69_

150

مصوری کی مانند مٹی کے برتن بنانے کا ایرانی فن بھی چینی فن سے متاثر تھا،یہ برتن بنانے والے بجائے اسکے کہ اسی سلجوقی روش کو آگے بڑھاتے انہوں نے مختلف (جدید)اور آزاد روشوں کو اختیار کرلیا_ ان برتنوں اور دیواروں کی کاشی کاری میں سیاہ ، خاکستری ، فیروزی ، ارغوانی اور نیلے رنگ ہلکے اور رقیق انداز بہت دلفریب اور بھلے معلوم ہوتے تھے _
ایلخانی (منگول)دور میں ایرانی اور اسلامی ادیبوں کی منگولوں کی اولاد میں تمدن کی روح پھونکنے کی کوششیں ابھی ثمر آور ہوئیں ہی تھیں کہ یہ حکومت اندرونی مخالفتوں اور بغاوتوں کا شکار ہوگئي اور ختم ہوگئي انکے بعد تیمور لنگ ایران پر قابض ہوگیا اسکے وحشیانہ حملوں کی زد سے کوئي بھی سرزمین ایران ، ہند ، شام ، مصر اور ایشیا ئے صغیر محفوظ نہیں رہی لیکن تیمور کے بیٹے اور اسکے پوتے اور نواسے بالخصوص شاہرخ ، بایسنقر، الغ بیگ، سلطان حسین ، بایقرا اور تیمور کی اولاد کا وہ سلسلہ کہ جو ہندوستان کے عظیم مغل بادشاہ کہلائے انہوں نے مختلف فنی میدانوں میں بہت سے فنی نمونے ایجاد کرنے کے اسباب مہیا کیے_
پندرہویں صدی عیسوی کے آخر میں اندلس مسلمان کے ہاتھوں سے نکل گیا اسلامی حکومت کا وہ چھوٹاسا مرکز اپنی زندگی کے آخری سالوں میں بہت ہی خوبصورت فنون سے آراستہ تھا _ اس دور کی ایك باشکوہ عمارت قصر الحمرا ، (

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سرخ محل) تھی جب بنی نصر کے پہلے امیر محمد بن احمد نے 634 قمری اور 1236 عیسوی میں غرناطہ کو فتح کیا تو اس نے اپنا محل ایك بلند پہاڑ پر ایك چٹان پر بنایا اسکے بعد اسکی نسل کے ہر بادشاہ نے اس محل میں کچھ نہ کچھ اضافہ کیا_
اسی سلسلہ کے ایك بادشاہ محمد پنجم نے چھٹی صدی ہجری میں الحمراء کو انتہائي خوبصورت صورت میں آراستہ کیا کہ جو ابھی تك موجود ہے تقریبا اسی زمانہ میں کہ جب الحمراء محل تعمیر ہو رہا تھا قاہرہ میں مدرسہ سلطان حسین تعمیر ہوا البتہ دونوں کی معماری میں بڑا فرق تھا_ مدرسہ سلطان حسین کی وہ سمت جو قبلہ کی طرف تھی سلطان کے مقبرہ سے متصل تھی _ یہ عمارت مکعب شکل میں تھی اور اسکا گنبد بیزانس کے گنبدوں سے مشابہہ تھا_

151
مسلمانوں کے خوبصورت محلات نے ہسپانیہ کے عیسائي معماروں کو حیران کن انداز سے متاثر کیا _ عیسائي بادشاہ ہسپانیہ کو فتح کرنے کے بعد مسلمان صنعت گروں کو اسلامی طرز پر کام کرنے کا کہتے تھے چونکہ انہیں مسلمانوں کے صحن والے گھروں سے انس ہوگیا تھا اس لیے وہ یہ طرز و روش امریکا بھی لے گئے _ تیموری دور میں جیسا کہ ذکر ہوا لوٹ مار اور قتل و غارت کے باوجود تیمور نے ہنر و فن میں ترقی کا راستہ اختیار کیا تیمور کے بیٹے شاہرخ نے دارالحکومت کو سمرقند سے ہرات کی طرف منتقل کیا _ اور اپنے باپ کے ہاتھوں سے ہونے والی ویرانیوں کو دوبارہ آبادیوں مینتبدیل کیا _
شاہرخ کی ملکہ گوہر شاد نے امام رضا (ع) کے روضہ کے قریب اپنے نام سے ایك مسجد بنائي _ شاہرخ اور اسکے بعد والے بادشاہوں کے دور میں مشہد اور اصفہان کی رنگین چمکدار کاشی والی ٹائیلوں کا استعمال اپنے عروج کو پہنچا عمارتوں میں رنگین چمکدار کاشی والی ٹائیلوں کا استعمال اپنے عروج کو پہنچا _ اسی طرح تیموری دوربالخصوص شاہرخ اور بایسنقر کے دورنفیس قلمی کتابوں کے تیار ہونے کا زرین زمانہ تھا _ اس دور جیسا جلد سازی ، خطاطی ، پینٹنگ اور پینٹنگ کا ہنر کسی اور دورمیں نہیں ملتا (1)
مصوّرین نے تصویروں کے بنانے میں خاص روش ایجاد کی جو "مکتب ہرات "کہلائي _ ہرات کی پینٹنگ کا اسلوب اور شیوہ بغداد اور شیراز کے فن مصوری سے کافی حد تك مختلف تھا اور ایلخانی دور کے چینی ہنر سے متاثر تھا مکتب ہرات شاہرخ کے بعد بھی جاری رہا _ شاہرخ کا بیٹا بایسنقر میرزا جو کہ ہنر پسند اور آرام پسند طبیعت کا مالك بادشاہ تھا اس نے ایران کے بہترین چالیس مصوروں کو ہرات میں جمع کیا تا کہ وہ اسکے کتابخانہ کے قلمی نسخوں کیلئے تصاویر تیار کریں اسکی دلچسپی کی بنا پر اس دور میں جو مشہورترین کام ہوا وہ بایسنقر معروف شاہنامہ تھا کہ جسکی پینٹنگ کا کام 833 میں مکمل ہوا _ ترکمانی بادشاہ " قراقوینلو اور آق قوینلو " کے دور میں شیراز کے اہل فن حضرات نے ایك نیا طریقہ دریافت کیا کہ جو" ترکمان" کے عنوان سے معروف ہوا_
---

1) کریستین ، پرایس، سابقہ حوالہ، ص 129_

152
نویں صدی کے وسط میں ایك بچے نے اس جہان میں آنکھیں کھولیں کہ جسے بہزاد کا نام ملا یہ بچہ بڑا ہو کہ ہرات میں سلطان حسین کے دربار میں مصوری کے کام میں مشغول ہوا تھوڑی ہی مدت کے بعد اسکا نام ایرانی فن مصوری میں امر ہوگیا کمال الدین بہزاد نے ایك نیا شیوہ ایجاد کیا کہ اس میں وہ روزانہ کی حقیقی زندگی کی جزئیات بیان کرتا تھا _ اس طرز کی بہترین اور بولتی ہوئي پینٹنگ طہماسپ صفوی کے دور حکومت میں تبریز ، قزوین اور مشہد میں تیار ہوئیں ان تصویر وں میں جذاب رنگوں کے استعمال کے ساتھ ایرانی لوگوں کی روزانہ کی زندگی کو پیش کیا جاتا تھا _ (1)
ایشیا ئے صغیر میں عثمانی ترکوں کی مملکت بھی اسلامی فنون کے آشکار ہونے کی ایك اور نظیر تھی " ایاصوفیہ" کہ جو شروع میں کلیسا تھا پھر مسجد بنا اسکے اثرات انکے دل و جان میں اسقدر تھے کہ نویں صدی کے اختتام اور اسکے بعد تك اسکی معماری کے اثرات قسطنطنیہ شہر یا دیگر عثمانی حکومت کے علاقوں میں باقی اور واضح تھے ان میں سب سے بڑا اور عظیم معماری کا شاہکار مسجد سلطان احمد اول ہے جو سن 1609 عیسوی سے 1616 عیسوی تك تعمیر ہوئي _ اسی طرح اسلامی معماری کا ایك اور نمونہ مسجد سلیمانیہ ہے کہ جو سلطان سلیمان قانونی کے حکم پر "سنان پاشا "کی معماری

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور نقشہ سازی کے مطابق کے ساتھ تیار ہوئي _ سنان پاشا کہ جس نے 968 قمری میں مسجد سلیمانیہ مینکام ختم کیا ایك اور مسجد بنام رستم پاشا کو بھی تعمیر کیا _ وہ محل کہ جسکی تعمیر کا آغاز سلطان محمد فاتح نے شروع کیا تھاسلیمان قانونی کے دور میں ایك چھوٹے سے شہر کی شکل اختیار کر گیا تھا جسکے چار بڑے صحن اور چند دروازے تھے _ یہ مسلم سی بات ہے کہ مشرق قریب بالخصوص ایران میں پانچ قرن قبل مسیح قالین سازی کی صنعت رائج تھی _ سائبیریا کے جنوب میں "پا زیر یك" نام کی جگہ پر پانچ قرن قبل چھوٹا سا پشمی قالین معجزانہ طریقہ سے ہمارے لیے برف میں محفوظ رہا _ یہ قالین جس جگہ سے ملا وہ جگہ " قالی پا زیر یك " کے عنوان سے مشہور ہوگئي

---

1) فورست دلدمار جنسن ، سابقہ حوالہ ، ص 312_

153

ان سب چیزوں کے باوجود ساتویں صدی سے ایك جیسی روش کے ساتھ بہت زیادہ تعداد میں قالین تیار ہونے کا کام رائج تھا _ ایسے قالینوں کا ایك مکمل سیٹ قونیہ اور دیگر شہروں میں سلجوقیوں کی بڑی مساجد سے ملاہے _ ایران میں قالین باف افراد نے خطی نسخوں کو سونے کے پانی سے آراستہ کرنے کی روش کی مانند کام کیا قالینوں کے وسط اور حاشیوں پر مختلف انواع کے جذاب رنگ استعمال کیے _ صفوی دور میں نفیس ترین ایرانی قالین مساجد ، معابد اور متبرك مقامات کو ہدیہ کیے جا تے تھے کہ ان میں سے ایك ابھی تك باقی ہے یہ قالین شیخ صفی کی آرامگاہ کیلئے تیار ہوا تھا اس قالین کا نقشہ مقصود کاشانی نے تیار کیا تھا کہ یہ 966 قمری میں مکمل ہوا تھا اور اب یہ لندن کے میوزیم میں موجود ہے _
صفوی دور کے قالین بیشتر پشم سے تیار ہوتے تھے _ لیکن شاہ عباس کبیر کے دور میں کبھی ریشمی اور کبھی توسونے وچاندی کی تاروں سے قالیں تیار ہوتے تھے_ قفقاز والوں نے بعض ایرانی قالین بطور قرض لیے اور انہیں اس روش کے ساتھ کہ جن میں گل بوٹے اور جانور و غیرہ تھے تیار کیا _ صفوی دور کے ریشمی اور سونے کی تاروں سے تیار کپڑے ابھی یورپ والوں کے پاس موجود ہیں اس قسم کے کپڑوں پر ڈیزائن زیادہ تر پھول اور کبھی تو جانوروں اور آدمیوں کی صورت کے ساتھ بنائے جاتے تھے_
صفوی بادشاہوں میں شاہ عباس کبیر سب سے ممتاز شخصیت کا مالك تھا وہ ہنر و فن کا دلدادہ اور ہنر پرورده شخصیت کا حامل تھا در اصل اصفہان کی رونق اور شہرت اسی کے مرہون منت ہے_قدیم اصفہان کے مغربی جنوبی علاقہ یعنی نئے اصفہان میں چوك ، میدان ، مساجد ، محلات ، بازار اور بہت سے باغ کہ جو اس نے بنوائے ان کی بدولت اصفہان نصف جہا ن بنا _
شاہ عباس کے زمانے میں شہری اور عمومی تعمیرات کیلئے علاقے کا نقشہ تیار ہوا ایك بہت بڑا میدان یا چوك اس نے بنایا کہ جسے میدان نقش جہان کا نام دیا گیا _پھر اسکے تمام چارکونوں کے درمیان ایك بڑی عمارت بنائي گی ان عمارتوں کا عمومی نقشہ چار ایوانوں پر مشتمل ایك عمارت کا تھا کہ جو ایرانی معماری میں قدیم

154

ادوار سے ربط رکھتا تھا _ یہ چار بہترین عمارتیں یہ تھیں: مسجد شاہ ، مسجد شیخ لطف اللہ ، قیصریہ کے بازار کا دروازہ اور عالی قاپو کی عمارت _ (1)
شہر کے درمیان میدان شاہ پانچ سومیٹر سے زیادہ رقبہ پر مشتمل تھا بازار بھی تھا اورساتھ ساتھ چوگان بازی اور تیر اندازی کے میدان کا کام بھی دیتا تھا میدان کے تمام اطراف کو ایك دو طبقہ عمارت نے گھیرے میں لیا ہواتھا نچلے طبقہ میں دھات کاری اور کندہ کاری والوں کی دوکانیں تھیں کہ جہاں وہ لوگ اپنی فنی ایجادات میں مصروف تھے_
اس میدان کے مشرقی حصے میں مشہور اور خوبصورت مسجد یعنی مسجد شیخ لطف اللہ تعمیر ہوئي تھی _ (1012 قمری ، 1603 عیسوی) البتہ مسجد شاہ اصفہان مسجد شیخ لطف اللہ سے بڑی ہے اور اسمیں ایك قابل دید اور باشکوہ صحن ہے _
میدان شاہ کے مغربی جانب چھ طبقات پر مشتمل عالی قاپو کا محل تھا کہ اسکے چوتھے طبقہ میں بہت سے ستونوں والا ایك ایوان ہے جہاں بادشاہ بیٹھ کہ کھیلیں اور جشن دیکھا کرتا تھا _ شاہ عباس نے شہر کے مرکز میں ایك کھلی اور وسیع سڑك بنوائي کر جسکا نام چارباغ ہے کہ جسکے کناروں پر درخت چنار کی چندقطاریں لگوائیں اس سڑك کا اختتام سی و سہ پل یا پل اللہ وردیخان پر ہوتا ہے _
شاید جانسن کی بات درست ہے کہ اس نے گیارہویں صدی کے اوائل یعنی سترہیں صدی عیسوی کے ابتدائي پچاس سال کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

معماری کی دنیا میں اسلامی عروج اور ترقی کا آخری مرحلہ قرار دیا ہے کیونکہ اس دور میں عالم اسلام کے تین مقامات پرفن کے تین شاہکار وجود میں آئے :ایران میں میدان شاہ اصفہان ، ہندوستان میں تاج محل یا ارجمند بانو بیگم کی آرامگاہ اور عثمانی مملکت میں مسجد سلطان احمد اول _ (2)

---

1) بورست و لدمار جنسن ، سابقہ حوالہ ، ص 200
2)سابقہ حوالہ، ص 202_

155

اصفہان میں شاہ عباس کے دور میں ایك یا دو مصوروں کی تصاویر اور پینٹنگ بہت زیادہ رائج تھیں اور لوگوں میں مقبول تھیں وہ آقا رضا اور پھر رضا عباسی تھے جو اس فنی روش کے سردار مانے جاتے تھے اس فنی اسلوب میں معروفترین ہنرمند رضا عباسی تھااسکا شاہ عباس کے دربار سے تعلق تھا اسکی تمام پینٹنگز اس دور کے تمام ہنرمندوں کیلئے نمونہ عمل کا درجہ اختیار کر گئي تھیں _ گیا رھویں صدی کے پہلے چوتھائي حصہ میں ایك اور نامی گرامی مصور معین مصور تھے کہ جنکی افسانوں اور تاریخ کے حوالے سے پینٹنگز شہرہ آفاق تھیں _

ہندوستان میں تیمور لنگ کا نواسہ بابر میرزا کی ہنر سے دلچسپی کے باعث مکتب ہرات کے بعض فنی آثار خصوصاً بہزادکے تمام فن پاروں کو جمع کیا گیا ، بابر کا بیٹا ہمایوں کہ جس نے فن و ہنر سے عشق اپنے والد سے وراثت میں لیا تھا ایران میں ایك سال کے قیام کے بعد ہنرمندوں کا ایك گروہ بھی ہندوستان ساتھ لے گیا اس سے ایرانی کلچر اور ہنر دوبارہ ہندوستان پر چھانے لگا مصوری میں ہندوستان کے مغلیہ آرٹ کی روش ایرانی اور ہندوستانی مصوری کی آمیزش کا ثمرہ تھی _ ہند میں مغلیہ آرٹ کے بانی میر سید علی تبریزی اور عبدالصمد شیرازی تھے_ امیر حمزہ کی داستان کو تصویروں میں لانے کے بہت بڑے کام پر میر سید علی اور پچاس دیگر ہندوستانی ہنرمندوں نے کام کیا اور یہ کام ہمایوں کے بیٹے اکبر بادشاہ کے زمانے میں ختم ہوا _ (1)

اکبر کہ جو مغلیہ سلسلہ کا سب سے بڑا بادشاہ تھا معماری سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اس نے آگرہ اور فتح پور سیکری میں بہت سے گنبد اور قبّے اور محلات تعمیر کروائے فتح پور کی بڑی مسجد ایرانی اور ہندوستانی آرٹ کا ملاپ تھی _ اس نے 1014 قمری میں انتقال کیا اور اسکا بیٹا جھانگیر تخت حکومت پر رونق افروز ہوا وہ مصوری اور افسانوی پینٹنگ کا دلدادہ تھا _ اسی لیے ہندوستان میں فن مصوری کی مقبولیت جاری رہی _ 1038 میں جھانگیر کا بیٹا شہاب الدین المعروف شاہ جہان بادشاہ بنا تو اس دور تك فن مصوری بہت ترقی کر چکا تھا وہ اس کے ساتھ ساتھ معماری میں بھی کافی دلچسپی رکھتا تھا اس نے اپنی ملکہ ارجمند بانو بیگم کی ابدی آرامگاہ کے

---

1) ذبیح اللہ صفا ، سابقہ حوالہ، ص 13_ 41_

156

عنوان سے خوبصورت اور عظیم الشان" تاج محل " بنانے کا حکم صادر کیا اس تاریخی عمارت کا فن معماری تیمور کے دور کی ایرانی معماری سے متاثر تھا _ یہ آرامگاہ اگر چہ شاہ جہاں نے اپنی ملکہ کیلئے تیار کروائي تھی لیکن وہ خود بھی ساتھ ہی دفن ہے _

ایران میں صفوی عہد کا آخری زمانہ اور ہندوستان میں مغلیہ دور کا آخری زمانہ دونوں ہی اندرونی اختلافات اور جنگوں سے دوچار تھے لیکن اسکے باوجود دونوں حکومتیں سانس لے رہیں تھیں کہ نادرشاہ افشار نے دونوں بادشاہتوں کو ختم کردیا _ اسی زمانہ میں عثمانی بادشاہت کافی حد تك اطمینان و آسایش سے بہرہ مند تھی اور سلطان احمد جشن و سرور کا دلدادہ تھا _ اسی لیے اس دور کے فنکاروں کی افسانوی تصاویر اور پینٹنگز مثلا لونی (1) ابھی بھی موجود میں اور انکی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے 1727 عیسوی یا 1140 قمری میں استانبول میں چھاپ خانے کی صنعت آنے سے قلمی نسخوں اور کتابوں کو دربارہ لکھنے اور انکی تصویریں بنانے کا دور شروع ہوا _ سلطان احمد سوم کے آخری دور سے عثمانی سلطنت کی معماری یورپی معماری سے متاثر ہوئي اور دیگر اسلامی فنون مصوری ، مٹی کے برتن بنانا اور اینٹوں پر نقش و نگار دسویں صدی ہجری کی رونق کھو چکے تھے ،البتہ قیمتی پتھروں کو تراشنے ، کپڑوں پر کڑھائي اور زری کا کام

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سترھویں صدی کے وسط تك چلتا رہا_
قاجاری دور میں صفوی دور کے فنون کو باقی رکھنے کی کوششیںہوئیں مگر کامیاب نہ ہو سکےں کیونکہ بہت سے فنون زوال کا شکار ہوگئے تھے لیکن خوشنویسی کا ہنر تینوں اقسام نستعلیق ، شکستہ نستعلیق اور نسخ میں اپنی بلندی کو چھونے لگا _ اسی طرح پھول اور پرندوں کے حوالے سے مصوری کے فن خصوصاً لاکی کے آثار نے بہت ترقی کی اور اسی دور میں کتاب سے ہٹ کر فن مصوری نے ایك ایرانی مکتب کی شکل اختیار کی _ (2)

Levni (1
2) مرصع رنگین ، منتخبی از آثار نفیس خوشنویسان بزرگ ایران تا نیمہ قرن چہاردہم ،تہران ، ج 1، نگارستان خط ، مجموعہ آثار میرزا غلامرضا اصفہانی ، احمد سہیل خوانساری کی کوشش_

2_ علم موسيقي

عباسی خلافت کے دور میں اور اس زمانہ میں کہ جب تحریك ترجمہ اپنے عروج پر تھی _ ایران ، ہندوستان اور یونان سے موسیقی کی کتب ترجمہ ہوئیں _ عباسی خلفاء نے بھی علم موسیقی کی ترویج اور وسعت میں بھر پور سعی کی _ یہاں ہم عباسی دور کے موسیقیدانوں کے آثار اوراختراعات کا مختصر سا ذکر کرتے ہیں :
ابراہیم بن ماہان موصلی (188 _ 125 قمری) اسکا والد ماہان ،ارجان یا ارگان فارس کا دہقان تھا فارس سے ہجرت کرتاہوا کوفہ پہنچا وہاں ایك ایرانی خاندان میں شادی کی _ ابراہیم نے موسیقی کا فن ایرانی موسقیدانوں "جو انویہ "سے سیکھا اور حیرت انگیز ترقی کی کہ اسکی شہرت عباسی خلیفہ مہدی کی دربار تك پہنچی عباس خلیفہ مہدی اور اسکے بیٹے ہارون الرشید کی دعوت سے ابراہیم نے دربار میں خاص مقام و منزلت پائي _ بغداد اور دربار خلفاء کے اکثر گلوکار ، موسیقار، بالخصوص فن موسیقی کے بزرگ دانشور حضرات مثلا اسحاق موصلی اسی کے تربیت یافتہ شاگرد تھے _ (1)
اسحاق موصلي، ابراہیم موصلی کا بیٹا تھا کہ جو تقریباً 150 قمری میں ری میں پیدا ہوا اس نے علم موسیقی کے اصول و قواعد اپنے والد اور ماموں منصور زلزل کے ہاں سیکھے اور اپنے دور میں علم موسیقی میں بے نظیر مقام حاصل کیا اسکے موسیقی میں مکتوب آثار مثلا الاغانی و الکبیر ، النغم ، الایقاع اغانی معبد اور کتاب الرقص اب موجود نہیں ہیں یہ ہارون الرشید ، مامون ، معتصم اور واثق عباسی کے دور میں رہا اور 235 میں اسکا انتقال ہوا _
ابوالحسن علی بن نافع ، اسکا لقب زریاب تھا وہ بصری کے عنوان سے معروف تھا اور نسب کے اعتبار سے ایرانی اور اسحاق موصلی کے شاگردوں میں سے تھا _ اس نے ایرانی موسیقی کے آلہ" بربط" میں جدت پیدا کي_ بربط کے چارتاروں میں ایك اور تار کا اضافہ کیا اور بربط کو بنانے کیلئے عقاب کے ناخن اور شیر کے بچے کی انتڑیوں کو استعمال کیا کہ اس سے بربط کی آواز زیادہ جاذب ہوگئي زریاب نے اپنے مکتب میں فن موسیقی کے
---

1) ابوالفرج اصفہانی ، الاغانی ، قاہرہ ، ج 5 ، ص 208، ص 230_

حوالے سے نئے اصول و قواعد بنائے_ اور اسی کا شیوہ اہل مغرب میں بھی مقبول ہوا بالخصوص اسپین کے مکتب موسیقی کی ایك روش زریاب کی تخلیق تھی کہ جو سرزمین مغرب میں منتقل ہوئي_ (1)
منصور زلزل عباسی دور میں ایك ایرانی موسیقی دان تھا کہ جو بربط بجانے میں استاد اور بے نظیر گلوکار تھا _
ابونصرفارابی (339 _ 259 یا 260 قمری) ایران کا عظیم الشان فلسفی ، ریاضی دان اور موسیقیدان تھا _ فارابی نے موسیقی میں قیمتی ترین کتابیں تالیف کیں ، اسکی موسیقی کے حوالے سے کتابیں مندرجہ زیل ہیں : المدخل الی صناعة الموسیقي، کلام فی الموسیقا، احصاء الایقاع ، کتاب فی النقرة مضافا الی الایقاع اور مقالات کے عنوان سے رسالہ ان میں سے بعض کتابیں ختم ہو چکی ہیں _ موسیقی کے حوالے سے فارابی کی اہم ترین کتاب احصاء العلوم و الموسیقی الکبیر ہے اسی وجہ سے قرون وسطی میں فارابی کو موسیقی میں سب سے بڑا مصنف جانا جاتا ہے _ فارابی نے موسیقی کے دو معروف

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پردوں " وسطای زلزل اور وسطای فرس میں دقیق مطالعہ کیا اور انکے فاصلوں کو بیان کیا _(2)
ابوعلی سینا (428 _ 370 قمری) طب ، فلسفہ ، منطق میں عظیم تالیفات کے ساتھ ساتھ فن موسیقی میں انتہائي اہم تالیفات کے حامل ہیں انہوں نے کتاب شفا میں فن موسیقی کیلئے ایك باب خاص کیا بوعلی سینا پہلے شخص ہیں کہ اسلام میں موسیقی کے بارے میں انکی فارسی میں کتاب ابھی تك موجود ہے یہ وہی کتاب النجاۃ ہے جسکا انکے شاگرد ابوعبیدہ جو زجانی نے ترجمہ کیا اور اسکا نام "دانشنامہ علایی "رکھا _ (3)
---

1) H.G. Farmer A historY of Arabian Music to the Xth Century London . . p
2) احصاء العلوم ، فصل موسیقی ، بنری جورج فارمو، سابقہ حوالہ، ص 144، مہدی برکشلی ، موسیقی ، ایوانشہر، کمیسیون ملی یونسکو در ایران نیز Encyclopaedia of Islam. New Edition S . v . Musiki Byo. Wright
3)مہدی برکشلی ، سابقہ حوالہ، دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ، ذیل ابن سینا ، موسیقی ، تقی بینش ، ہنری جارج فارمر، تاریخ موسیقی خاور زمین ، ترجمہ بہزاد باشی ، تہران ، ص 368_

159 صفی الدین عبدالمومن ارموی (619 _ 613 قمری) ساتویں صدی ہجری میں ایرانی موسیقی کا درخشاں ستارہ تھا ، انکی دو معتبر کتابیں " الادوار" اور " رسالہ الشرفیہ " کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ فارابی کے بعد وہ سب سے بڑا اور اہم ترین شخص ہے جنہوں نے فن موسیقی کے قواعد میں تحقیق کی ہے _ اسکی کتاب "الادوار "میں فارسی اور عربی کے قدیم ترین راگ موجود ہیں _
عبدالقادر غیبی مراتمی (838 قمری) تیموری دور (تیمور اور شاہرخ کے دربار) میں نظری علم موسیقی کا اہم ترین عالم شمار ہوتا ہے اسکی سب سے بڑی کتاب "جامع الالحان "ہے دوسری کتاب "مقاصد الالحان "جو جامع الالحان کی نسبت چھوٹی ہے ، شرح الادوار بھی مراغی کی تالیف ہے کہ ابھی بھی موجود ہے _ اسی طرح مراغی کی کتاب کنزالالحان انتہائي قیمتی کتاب تھی کہ جو فن موسیقی سے آشنا لوگوں کیلئے بہت اہمیت کی حامل تھی اور اس کے نغموں پر مشتمل تھی لیکن اب موجود نہیں ہے اسکا بیٹا اور پوتا بھی موسیقیدان تھے اسکے بیٹے کا نام عبدالعزیز تھا جس نے "نقاوۃ الادوار" اور پوتے نے "مقاصد الادوار" کتابیں لکھیں _
نویں صدی ہجری کے بعد ایران میں کوئي بڑا موسیقیدان ظاہر نہیں ہوا کبھی کبھی کوئي شخصیت سامنے آتی رہی لیکن کسی نے جدت پیدا نہیں کی _ ایرانی موسیقی کے ترك موسیقی اور عرب ممالك حتی کہ مشرق بعید کے ممالك کی موسیقی میں اثرات واضح ہیں اور موسیقی کی فارسی اصطلاحات ان مناطق کی زبان اور تہذیب میں واضح اور آشکار ہیں_(1)
---

1)ہنری جارج فارمر، مجلہ روزگار نو ، ش 1، 1942_

چھٹا باب :

اسلامی تہذیب کےمغربي تہذیب پر اثرات

163 دنیا کی موجودہ تہذیب پوری تاریخ میں تمام اقوام کی کوششوں کا نتیجہ ہے اگر چہ موجودہ تہذیب دیگر اقوام کی تہذیبوں سے خصوصیات کے اعتبار سے مختلف ہے لیکن یہ حقیقت میں گذشتہ تہذیبوں کا مرکب ہے _ واضح سی بات ہے کہ اس جدید تہذیب کے وجود میں آنے اور وسعت پانے میں اسلام کا کردار دیگر تہذیبوں سے کم نہیں ہے _ میرے خیال میں گوناگوں تہذیبوں کی ترکیب اور اقوام عالم میں نظریاتی تبادلہ اس جدید تہذیب کے وجود میں آنے اور وسعت پانے میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بہت زیادہ کردار رکھتا ہے _ اور اسلام بھی اس امتزاج کے اسباب مہیا کرنے میں متاثر کن اور اساسی کردار رکھتا ہے _
اس باب میں اس موضوع پر گفتگو ہوگی کہ مختلف تہذیبوں کے امتزاج اور ان میں فکری ، ثقافتی اور علوم کے تبادلہ اور انکو مغرب میں منتقل کرنے میں اسلام کا کردار کیسا تھا ؟
اسلام سے مغرب میں علم اور تہذیب کا نقل و انتقال تین راہوں سے انجام پایا :
1) مسلمانوں کااسپین ، اٹلی ،سسلی اور صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کے ساتھ میل جول اور انکا عالم اسلام کے مختلف مناطق میں اسلامی تہذیب اور کلچر سے آشنا ہونے اور عالم اسلام کی باہر کی دنیا سے سرحدوں کے ذریعے_
2) پانچویں صدی سے ساتویں صدی ہجری تك عربی کتب کا یورپی زبانوں میں ترجمہ _
3) ان عربی کتب کی تدریس اور ان سے فائدہ اٹھانا کہ جنہیں مسلمان دانشوروں نے علمی مراکز میں تحریر یا ترجمہ کیا تھا_
مغرب والوں کا اسلامی تہذیب و تمدن سے آشنائي کا ایك اہم ترین مرکز اسپین تھا _ اسپین کے عیسائیوں

پر اسلامی نظریات کی چھاپ انکے عیسائي رہبروں پر اسلامی نظریات کے اثرات سے دیکھی جا سکتی ہے _ جیسا کہ کہاگیا ہے کہ ٹولڈو(طلیطلہ) شہر کے پادری ایلی پنڈس نے اسلامی عقائد سے متاثر ہوتے ہوئے حضرت عیسی کی الوہیت کا انکار کیا اور کہا کہ وہ بشر اور خدا کے منہ بولے بیٹے تھے دوسری طرف اس زمانہ میں اسپین کے لوگ عربی لباس پہنتے تھے اور اسلامی و عربی آداب کاخیال رکھتے تھے کہا جاتا ہے کہ غرناطہ (گراناڈا) شہر کی دو لاکھ مسلمان آبادی میں سے فقط پانچ سو عرب تھے باقی سب خود اسپین کے لوگ تھے _ (1)
اسلامی آثار کا یورپی زبانوں میں ترجمہ : مجموعی طور پر عربی زبان سے یورپی زبانوں میں ترجمہ کے رواج کو عیسائي مملکت کے اندرونی اوربیرونی دو قسم کے اسباب میں تقسیم کیا جا سکتا ہے _
صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کا مسلمانوں کی تہذیب سے آشنا ہونا اور مسلمانوں کی علمی میراث اور کتابوں کے ایك مجموعہ کا سامنا کرنے کو بیرونی سبب شمار کیا جا سکتا ہے،عیسائیوں میں اہم ترین اندرونی سبب یہ ہے کہ عیسائي دانشور حضرات کو معلوم نہ تھا کہ یونانی علماء بالخصوص ارسطو ، سقراط، بطلمیوس اور جالینوس کے علمی آثار کے مقابلے میں کیا کریں ، بہت سارے دلائل اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ عیسائي علماء اور فلاسفہ ان یونانی آثار کے اصلی متون سے استفادہ کرنے پر قادر نہیں تھے ، چونکہ یونانی معیاری زبان اور ان آثار کی کتابت کے مابین بارہ صدیوں کے فاصلے کے باعث عیسائیوں کے بہترین زبان شناس اور مترجمین بھی ان متون کے ادراك سے عاجز تھے ، اور ساتھ بہت سے یونانی کلاسیکی آثار ختم ہوچکے تھے اور ان تك پہنچنے کیلئے عربی زبان سے ترجمہ کے علاوہ کوئي اور راستہ نہ بچا تھا اسی لیے عربی آثار سے لاطینی میں ترجمہ کی تحریك شروع ہوئي_
یہ تحریك دو بڑے ادوار میں تقسیم ہوتی ہے:پہلا دورہ ویٹیکن کے پاپ سیلوسٹر دوم (1003 _ 998عیسوي) کے اس عہدے پر پہنچنے سے شروع ہوا اور اسپین کے مقامی حاکموں میں سے آلفونسوی دہم کی حکومت کے

---

1)دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ، ج 10 ، ذیل انڈلس_

165 زمانہ میں ختم ہوا _ اور دوسرا دور این آلفونسو (1284 _ 1253 عیسوی) کے زمانہ سے شروع ہوا _ دونوں ادوار میں اہم فرق یہ ہے کہ پہلے دور میں عربی آثار سے عمومی طور پر لاطینی زبان میں ترجمہ ہوتا تھا جبکہ دوسرے دور میں زیادہ تر عربی زبان سے اسپینی اور رومی زبان میں ترجمہ ہوتا تھا اس دور میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے مترجم افراد سامنے آئے کہ جنکی تعداد کا 150 تك تخمینہ لگایا گیا ہے _(1)
ان افراد میں بعض افراد کی اس حوالے سے خدمات پر یوں نگاہ ڈالی جا سکتی ہے :
افریقی گروہ میں کینسٹینٹن کے ذریعے وسیع پیمانہ پر آثار کا ترجمہ ہوا اسکے ترجمہ شدہ آثار میں طب کے حوالے سے جالینوس کے آثار اور فلسفہ میں ارسطو کے آثار قابل ذکر ہیں _ ہوگوسینٹالایی نے ارسطو ، یعقوب بن اسحاق کندی ، ابومعشر بلخی اور دیگر افراد کے آثار کا ترجمہ کیا ، یوہیس ہیسپالیسنر نے ارسطو ، بتّانی ، فارابی ، فرغانی ، قبیصي، محمد بن موسی خوارزمی ، یعقوب بن اسحاق کندی اور ابو معشر بلخی کے کثیر آثار کاترجمہ کیا اسکا اہم ترین کام بوعلی سینا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے آثار کو لاطینی زبان میں ترجمہ کرنا ہے مایکل اسکاٹ نے بھی بہت سے ترجمے کیے بالخصوص اسکا اہم کام ارسطو کے تمام آثار کا ترجمہ کرنا ہے _ پلاٹوی ٹیولیای نے بھی مختلف علمی میدانوں مثلا نجوم ، ریاضی ، ہندسہ ، اور فلسفہ میں بہت سے آثار کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا _ (2)
عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کی تحریك "گراردوی کرموناي" کا مقام انتہائي کی اہمیت کا حامل ہے اس نے لاطینی زبان میں ستر کے قریب آثار کا ترجمہ کیا ان میں بہت سے علمی موضوعات مثلا طب ، فلسفہ ، نجوم ، اخلاق ، سیاست و غیرہ شامل ہیں ، طب کے حوالے سے اسکے قلم سے ترجمہ شدہ جالینوس اور سقراط کے آثار اور اسکے ساتھ مسلمان شارحین کے آثار کا ترجمہ یونانی طب کا ایك مکمل مجموعہ کہلاتا ہے _

1_ عقلی علوم ، اسلامی فلسفہ اور الہی علوم کے مغربی تہذیب پر اثرات
بارہویں صدی عیسوی کے ابتدائي سالوں میں گونڈیسالومی اور خواں شقوبی نے بوعلی سینا ، فارابی اور غزالي
---

1)دانشنامہ جہان اسلام ، ج 7 ، ذیل ترجمہ ، نہضت (سید احمد قاسمی)_
2)سابقہ حوالہ، ج 5 ، ذیل پلاوی تیولیای ، فرید قاسملو_

166
کے آثار کا ترجمہ کیا ، اہل مغرب ان ترجمہ شدہ کتابوں کے ذریعے ارسطو کے نظریات و عقائد سے آشنا ہوئے ، حقیقی بات یہی ہے کہ اہل مغرب ارسطو کے بارے معلومات حاصل کرنے میں مسلمانوں کے احسان مند ہیں اور اسمیں کوئي شك و شبہہ نہیں ہے کہ یورپ والے مسلمانوں کے نظریات سے آگاہ ہونے کے بعد فلسفہ کے عاشق ہوئے اور ارسطو کے آثار کا مطالعہ کرنے لگے_
ارسطو اور ابن رشد کی تعلیمات آپس میں مخلوط ہو چکی تھیں اس کی روش اور نظریات وسیع پیما نہ پر یہودیوں میں پھیل چکے تھے_ اسی طرح یہ نظریات عیسائیوں میں بہت گہرائي تك اس طرح سرایت کر رہے تھے کہ کلیسا والے پریشان ہونے لگے یہاں تك کہ سن تھامس نے عربی زبان کے مترجمیں پر تنقید کی اور ارسطو اور اسکی کتابوں کے عرب شارحین کے عقائد و افکار میں فرق پر زور دیا ابن رشد کے علاوہ بو علی سیناکی آراء و افکار کا بھی سرزمین مغرب میں بہت زیادہ استقبال ہوا_
بوعلی سینا کے جو افکار مغرب میں منتقل ہوئے ان میں سے ایك معقولات کا موضوع تھایعنی وہ چیزیں جو عقل کے ذریعے قابل درك ہیں بوعلی سینا کا ایك نظریہ یہ بھی تھا کہ ہر موجود کی اساس تجزیہ کے قابل نہیں ہے اور موجودات میں کثرت و اختلاف کی بنیاد بذات خود مادہ ہے _
سرزمین مغرب کے بعض دانشور مثلا راجر بیکن کا یہ عقیدہ تھا کہ ارسطو کے فلسفہ کے اثرات مغرب میں زیادہ نہیں تھے خواہ اسکی وجہ اسکی کتابوں اور رسالوں کا کم ہونا ہو خواہ اسکی کتابوں اور رسالوں کا آسانی سے درك نہ ہونا ہو یہاں تك کہ پیغمبر اسلام (ص) کے بعد اسلام کے بڑے فلاسفہ مثلا بوعلی سینا اور ابن رشد نے ارسطو کے فلسفہ کو سمجھا اور موضوع بحث قرار دیا اگر چہ اس دور میں بوئیٹس نے ارسطو کے بعض آثار کو ترجمہ کردیا تھا فقط مانیکل اسکاٹ کے دور میں کہ جب اس نے ارسطو کی طبیعت اور حکمت کے بارے میں بعض کتابوں کا عربی سے لاطینی میں ترجمہ کیا تو اس دور میں مغرب میں ارسطو کے فلسفہ کو پسند کیا گیا(1)_
---

1)دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ، ج 3 ذیل" ابن رشد" (شرف الدین خراسانی اُ جَ ع ذیل" ابن سینا"_

167
648 قمری ہجری میں عیسائي مبلغین کے حکم پر ٹولٹو شہر میں مشرقی علوم سے آشنائي کیلئے پہلا ادارہ قائم ہوا، اس ادارہ میں عربی زبان ، عیسائي اور یہودی دینی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی تا کہ مسلمانوں میں تبلیغ کیلئے افراد تیار کیے جائیں اس ادارہ کا سب سے بہترین طالب علم ریمنڈ مارٹن تھا ،اسکا یورپ میں مسلمان مصنفین کے بارے میں معلومات کے حوالے سے کوئي ثانی نہ تھا وہ نہ صرف یہ کہ قرآنی آیات اور اسلامی احادیث سے آگاہی رکھتا تھا بلکہ فارابی سے لیکر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابن رشد تك علم الہی اور اسلامی فلسفہ کے تمام علماء سے نکات بھی جانتا تھا ریمونڈ مارٹین نے غزالی کی مشہور کتاب تھافت الفلاسفہ پر بھی تحقیق کی اور اس کتاب کے بعض حصوں کو اپنی کتاب "پوگو فیڈي" میں نقل کیا غزالی کے افکار و عقائد جب سے یورپی دانشوروں کے ہاں منتقل ہوئے اسی وقت سے عیسائي اہل فکر کیلئے بہت اہمیت کے حامل ہیں اور اب بھی ان کے لیے مفید ہیں _
فلسفہ میں اسلام کی دیگر عظیم شخصیات میں سے کہ جو یورپ میں مشہور ہوئیں جناب ابن رشد تھےاٹلی میں انکے افکار و نظریات تقریباً سولھویں صدی عیسوی تك چھائے رہے،ان کے عقائد عیسائیونمیں بہت سی مباحث کا باعث قرار پائے_
مغرب میں ابن رشد کے فلسفہ کی پیروی کہ جسے اصطلاحی طور پریوروازم کانام دیا گیا جدید علوم کے ظہور تك یورپ میں فلسفہ کی بقا کے اسباب میں سے ایك سبب تھا(1) _
یہ مسلمہ بات ہے کہ اس علم الہی کے حوالے سے مسلمانونکی خدمات بے حد اہمیت کی حامل ہیناور وہ لوگ جو اسلامی دانشوروں کو جدت و بنیاد سے محروم کہتے ہیں یقیناً انہوں نے ابن رشد اور غزالی کے آثار کا مطالعہ نہیں کیا ٹوماز ایکوئنس کی مشہور کتاب "سوما"اسی کوتاہ فکری پر ایك دلیل ہے_
چارصدیوں سے زیادہ مدت تك یورپ کے تمام تعلیمی اور ثقافتی مراکز پر اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات چھائے رہے _
جب یورپ میں اسلامی افکار کی برتری کا دور ختم ہو ا پھر بھی مشرق و مغرب میں ثقافتی رابطہ باقی رہا اور یہ رابط و تعلق تیرھویں صدی عیسوی میں اپنے عروج کو پہنچا ، اگر ہم اس دور کے باقی ماندہ
---

1) سابقہ حوالہ ج 2_

168
آثار کا تجزیہ کریں تو دیکھیں گے کہ اسلامی تسلط ہمیشہ جاری رہا اور یہ اسلامی برتری قرون وسطی کے ادوار میں اس سے کہیں زیادہ تھی کہ جس کا تذکرہ آج کیا جاتا ہے_

2_ اسلامی طب کے مغربی تہذیب پراثرات
اسلامی طب نے مغربی طب پر مختلف انداز سے اثرات ڈالے ان میں سے ایك اسلامی طبیبوں کے بہت سے آثار کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہونا تھا، ان اطباء میں سے ایك اہم ترین طبیب محمد بن زکریا رازی ہیں کہ جنکے بہت سے آثار لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئے اور ہر کتاب باربار شایع ہوئي بہت سے مغربی مورخین اور دانشوروں کا یہ نظریہ ہے کہ رازی کی کتاب " الجدری و الحصبة" (پھوڑے اور خسرہ) انکی سب سے بڑی تالیف ہے یہ کتاب 1498عیسوی میں پہلی بار ترجمہ ہو کر شایع ہوئي اس کے علاوہ یہ کتاب چالیس بار یورپ میں شایع ہوئي معلوم یہ ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب میں اسلامی طبی کتابوں میں سے اس کتاب کے ترجموں اور چھپنے کی تعداد دیگر کتب سے بہت زیادہ ہے _
رازی کی ایك اور کتاب" الحصی المتولدہ فی الکلی و المثانہ 1896 عیسوی میں پیرس میں شایع ہوئي _
1279 عیسوی میں چارلس اول کے دور میں رازی کی کتاب الحاوی فرح بن سالم نامی ایك یہودی طبیب کے ذریعے لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئي اور 1542 عیسوی میں پانچ بار شایع ہوئي _ یہ کتاب یورپ میں علم طب کے نصاب کی اہم ترین کتاب شمار ہوتی تھی _
دوسرے طبیب کہ جنہوں نے مغربی طب کو متاثر کیا جناب بو علی سینا ہیں انکی کتاب قانون بہت سالوں تك مغرب کی اہم ترین طبی کتاب شمار ہوتی رہی پندرھویں صدی عیسوی کے آخر میں اس کتاب کی سولہ بار یورپ میں اشاعت کی گئي جو پندر ہ بار لاطینی زبان اور ایك بار عبری زبان مینتھی _ اس کتاب کی لاطینی اور عربی زبان میں لکھی گئي تفاسیربے شمار ہیں یہ کتاب سترویںصدی عیسوی کے دوسرے نصف حصے تك کئي بار شایع ہوئي اور ایك طویل مدت تك ایك نصابی کتاب شمار ہوئي رہی شاید علم طب میں آج تك اسکی مانند کوئي کتاب اسقدر رائج نہ رہی ہو_

169
اس کے علاوہ اور کئي پہلوں سے اسلامی علم طب نے مغربی طب کو متاثر کیا_ میرے خیال میں یورپ میں ہسپتالوں کا وجود میں آنا شرقی اور اسلامی ہسپتالوں سے متاثر ہونے کی بناء پر تھا_ علاوہ ازیں یورپی طبیب جس چیزمیں مسلمانوں کے احسان مند میں وہ مختلف بیماریوں کے طریقہ علاج تھا یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یورپی طبیبوں نے بہت سی بیماریوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مثلا خسرہ ، ٹائیفائڈاور طاعون کا علاج اور اسی طرح بہت سے طبی آپریشنوں کے طریقہ کار کو مسلمانوں سے سیکھا جسکی مثال یہ ہے کہ مسلمان طبیب زھراوی قرطبی کا طبی رسالہ یورپ میں آج علم جراحت کی اساس کے طور پر جانا گیا ہے _(1)

3_ اسلامی ریاضیات کے مغربی تہذیب پر اثرات
مغرب میں علم ریاضی کی ترقی کے حوالے سے اسلامی ریاضی دانوں کے اثرات بہت زیادہ ہیں یورپی لوگ مسلمانوں کے ذریعے دہائي نظام کی عدد نویسی اور ہندی اعداد کی شکل سے آشنا ہوئے جو آج بھی مورد توجہ ہے _ یہ اثرات خاص طور پر کتاب " المختصر فی الجبر و المقابلہ" کے ترجمہ کے ذریعے پڑے _ یہ کتاب بار بار لاطینی زبان میں " لبیبر الگوریسمي" (یعنی خوارزمی کی کتاب) کے نام سے ترجہ ہوئي اسی کتاب کے لاطینی ترجمہ سے کلمہ "algorism" کا معنی حساب کرنا اور حساب کرنے کی روش لیا گیا _
قرون وسطی کے ادوار میں یہ کتاب یورپ میں شہرہ آفاق تھي_ اور سولھویں صدی عیسوی میں فرانسیسی ریاضی دان فرانسویت کے زمانہ تك یورپی ریاضی دانوں کے مطالعات کی بنیاد چلی آئي _ خوارزمی کی ایك اور اہم ترین کتاب کہ جسکا نام " حساب ھند" ہے ،خود اصل کتاب تو اب باقی نہیں رہی لیکن چودھویں صدی عیسوی میں اسکا لاطینی زبان میں ہونے والا ترجمہ موجود ہے _ اسلامی ماخذات میں یہ کتاب " الجمع و التفریق بحساب الہندسہ" کے نام سے پہچانی جاتی ہے _
---

1) فؤاڈ سزگین : تاریخ نگارشہا ی عربی ، ج 3 ترجمہ اشاعت از خانہ کتاب ، مقدمہ ، ص 30 کے بعد_

خوارزمی کے علاوہ دیگر اسلامی دانشوروں کے کی کتابیں بھی اسی دور میں اور بعد کے ادوار میں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں (1) مثلا خیام ، خواجہ نصیر الدین طوسی اور فارابی کی علم ریاضی میں کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں

آخری مسلمان ریاضی دان کہ جنگے قرون وسطی بعد کے ادوار میں آثار کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا جناب بہاء الدین عادلی تھے کہ جو شیخ بہائي کے نام سے مشہورترین ہیں انکی کتاب " خلاصۃ الحساب انگلش ، فرانسیسي، اور جرمنی زبان میں ترجمہ ہوئي ریاضی کے پرعملی پہلو مثلاًچند حصوں پر مشتمل منظم و غیر منظم اشکال الجبرا کی مساواتوں کے متعدد عددی اور ہندسی راہ حل ، pعدد(n) کے دقیق میزان تك پہچنا اور متعدد اضلاع پر مشتمل چیزوں کی حدود اور مساحت کی نمائشے کیلئے مختلف روشینو غیرہ اس مسلمان ریاضی دان کے محنتوں کا ثمرہ تھا کر جو مغرب میں منتقل ہوا(2)

4_ اسلامی علم فلکیات کے مغربی تہذیب پر اثرات
اسلامی ماہرین فلکیات کی معلومات و تحقیقات میں انکی بہت سی اختراعات بھی شامل ہیں مثلا مختلف انداز کی جنتریونکا بنانا اور ستاروں کے حوالہ سے مختلف معلومات اسی طرح سیاروں کی حرکت کے بارے میں جدیدنظریات یہ سب اسلامی نجوم کے اہم ثمرات تھے کہ جو سرزمین مغرب میں منتقل ہوئے_
آج تو مکمل طور پر واضح ہو چکا ہے کہ مغربی ماہرین فلکیات مثلا نیوٹن ، کپلر اور کوپرینك اسلامی علم نجوم سے آشنا تھے اور اسلامی ماہرین فلکیات کی تحقیقات اور ثمرات سے بہت زیادہ بہرہ مند تھے قرون وسطی کے ادوار میں سب سے پہلے اسلامی ماہر فلکیات کہ جو مغرب میں بہت زیادہ مشہور ہوے احمد بن کثیر فرغانی تھے انکی کتاب " جوامع علم نجوم" گوارڈوی کرمونای اور یوھنیس ھسپالنسز کے ذریعے یورپ میں ترجمہ ہوئي اور یہ
---

1) گوستالو بون _ ص 567_
2) سید حسین نصر، علم و تمدن در اسلام ، ترجمہ احمد آرام ، تہران 1359 ، ج 2 ص 137_138_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کتاب یورپ میں آٹھ صدیوں تك مورد استفادہ رہی ایك اور اسلامی دانشور کہ جنکے نظریات مغرب میں توجہ کا مرکز قرار پائے پانچویں صدی ہجری کے زرقالی اندلسی ہیں انکی علم نجوم میں مشہور کتاب" زیج طلیطلي" لاطینی زبان کے ماہرین فلکیات کی مرکز توجہ قرار پائي_
جب مسلمانوں نے اپنی حکومت کے تحت تمام اسلامی ممالك میں رصد خانے قائم کے اور ستاروں کے حوالے سے ابتدائي معلومات حاصل کیں تو اسلامی ماہیرین فلکیات کا نام پوری دنیا معروف ہوا دور و نزدیك سے علم کے تشنہ انکی طرف رجوع کرنے لگے مغرب کے بادشاہ نہ صرف یہ کہ اندلس کے مسلمان علماء کی طرف رجوع کرتے تھے بلکہ اپنی علمی مشکلات کے حل کیلئے اپنے نمایندے مشرق کے اسلامی ممالك میں بھیجتے تھے تا کہ علم نجوم کے حوالے سے مشکلات حل کرسکیں اور مسلمانوں کے بنائے ہوئے بہت سے نجومی آلات مثلا اصطرلاب ، نجومی کرے (گلوب)اور گھڑیاں و غیرہ سرزمیں مغرب میں منتقل ہوئیں _
اسطرح مغرب میں بھی ستارہ شناسی کا علم ترقی کرنے لگا تقریباًیہ بات یقینی ہے کہ اوقات کے تعین کیلئے پنڈولم کے استعمال کا طریقہ کار مسلمانوں سے اسپین کے راستے مغربی سرزمینوں میں منتقل ہوا اوریہ مسلم ہے کہ یہی وسیلہ بہت سی دیگر علمی ایجادا ت کی اساس بنا، حقیقت میں کہا جا سکتا ہے کہ مغرب میں ستارہ شنا سی کے علم میں ترقی اسلامی ستارہ شناسی کی بناء پر ہوئي اور یہ اسپین کے اس یہودی کے ذریعے ہو ا کہ جس نے 1106 عیسوی میں عیسائیت کو قبول کیا اور پڈرو آلفونسو کے نام سے معروف ہوا _ آج اسکی تالیفات مینسے بہت کم بچا ہے لیکن اس نے اپنے بعد کے ستارہ شناس لوگوں بالخصوص فرانس اورانگلنیڈ کے ماہرین فلکیات کو بہت متاثر کیا_رابرٹ گروسٹسٹ کہ جو ایك مدت تك آکسفورڈ یونیورسٹی کے پرنسپل بھی رہے اور اس مادی جہاں کے بارے میں ریاضیاتی نظم کے قائل تھے ان کی علمی ترقی کااصلی سبب اسلامی کی زندہ روایت سے براہ راست تعلق اور عربی سے لاطینی زبان مینعلمی آثار کا ترجمہ تھا_(1)

---

1) جرجی زیدان ،سابقہ حوالہ ، ص 294 _288 ، سید حسین نصر ، سابقہ حوالہ ، ص 162_161 گوسٹالو لوبون ،سابقہ حوالہ، ص 586_

5_ اسلامی جغرافیہ کے مغربی تہذیب پر اثرات

مسلمانوں کے مغرب کے جغرافیہ میں اثرات اور وہاں اس علم کی ترقی میں انکے کردار پر مطالعہ اور تحقیق کوئي آسان کام نہیں ہے کیونکہ یہ واضح نہیں ہے کہ مسلمانوں کی جغرافیہ کے حوالے سے معلومات کس حد تك مطالعاتی اور کس حد تك تجرباتی مشاہدات اور سیر و سفر کی بناء پر تھیں_
اگرچہ تیسری صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری تك اس حوالے سے بہت سی کتابیں عربی زبان میں لکھی گئیں لیکن ان سب کو درست اوربے عیب نہیں سمجھا سکتا دوسری طرف تاجروں اور جہاز رانوں کے مختلف سیر و سفر کے تجربات اور مشاہدات انتہائي اہمیت کے حامل ہیں جغرافیہ کے موضوع پر لکھنے والے مؤلفین یقینا ایسے لوگوں سے خوب بہرہ مند ہوتے تھے کیونکہ یہی تاجراور دریانورد لوگ ہی تھی کہ جنہوں نے اسلام کے قرون وسطی کے یورپ سے تعلقات قائم کیے اور اسلامی تہذیب کو یور پ میں منتقل کیا _
جغرافیہ کے حوالے سے مختلف سفرنامے ، جغرافیائي کتابیں اور زمین کے حدود اربعہ کی تشریحات ،مختلف انواع کے جغرافیائي نقشہ جات اورفلکیات کی راہنما کتابیں یہ سب مغربی جہاز رانوناور جغرافیہ دانوں کے زیر استعمال تھیں_
اسلامی ماہرین فلکیات کے جغرافیائي آثار دیگر جغرافیائي کتب سے بڑھ کر قرون وسطی کے یورپ میں مقبول و معروف تھے اور ان میں سے بعض یورپی زبانوں میں ترجمہ بھی ہوئے_ سب سے پہلی جگہ جہاں جغرافیہ کے عیسائي اساتذہ نے اسلامی جغرافیہ کی تعلیم لی وہ اسپین کا شہر ٹولڈ تھا اور انہوں سے سب سے پہلی چیز زمیں کا گول ہونا سمجھا کیونکہ اس کو سمجھے بغیر بر اعظم امریکا کا دریافت ہونا ممکن نہ تھا_
اسلامی ماہرین فلکیات علم جغرافیہ کو زیادہ تر جغرافیائي طول و عرض کے تعین کے لیے مطالعہ میں لاتے تھے اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بطلميوس كى سات تقسيمات كے مطابق ربع مسكون (1)كو سامنے لاتے تھے_ اسى قسم كى تقسيمات 1501
---

1)زمين كا وہ چوتھائي سطحى حصہ جو خشك ہے اور انسانوں اور حيوانات سے آباد ہے_

173
سے 1504 عيسوى تك پرتگا ليوں كے دريائي نقشوں ميں مرتب و منظم كى گئي تھينان ہى تقسيمات كے بعض نقشہ جات كوحتى كہ اٹھارہويں صدى كے اواخر ميں بھى يورپى جغرافيائي نقشہ جات ميں ديكھا جا سكتا ہے_
مسلمان جہاز رانوں كاجغرافيہ ميں اہم ترين اقدامات ميں سے ايك قطب نما كو استعمال ميں لانا تھا _ اگر چہ يہ چينيوں كى ايجاد تھى _ ليكن يہ معلوم نہيں تھا كہ وہ لوگ آيا اسے كشتى رانى ميں استعمال كرتے تھے يا نہ؟ كيونكہ وہ كبھى بھى ساحل سے دور نہيں ہوئے تھے_ ليكن مسلمانوں كى صورت حال مختلف تھى جب يورپى لوگ چين كے وجود سے بے خبر تھے تو اس دور ميں يمسلمانوں كے اس ملك كے ساتھ تجارتى تعلقات تھے لہذا قوى امكان يہى ہے كہ مسلمانوں نے يورپى لوگوں كو اس قطب نماسے آگاہ كيا ہو_ چونكہ يورپى لوگ تيرھويں صدى سے پہلے تك قطب نما استعمال نہيں كرتے تھے جبكہ اسلام كے عظيم مورخ اور جغرافيہ دان ادريسى نے بارھوين صدى كے وسط ميں قطب نما كے بارے ميں گفتگو كى ، مسلمانوں ميں اس كے استعمال كو بيان كيا اور وہ اسكا يورپ ميں منتقل ہونا مسلمانوں كے ذريعے سمجھتے ہيں_
دوسرى طرف سے واسكو ڈے گاما كے دريائي راستوں كے ذريعے مشرقى سرزمينوں تك پہنچے سے كئي صديا ں قبل مسلمان ان سرزمينوں سے آگاہ تھے يہ شخص بھى مسلمان ملاح احمد بن ماجد كے ذريعے (2،1) "Goodhope" كے راس (Promontry) سے ايشيا كے ساحل تك پہنچا حقيقى بات يہ ہے كہ ماركوپولو سے پانچ سو سال پہلے ہند اور چين كى طرف ملاح راستہ ايك مسلمان ملاح سليمان سيرافى كے ذريعے معلوم ہو چكا تھا(3)_
---

1) جنوبى افريقا كا معروف را س جس كے بارے ميں كہا جاتاہے كہ واسكو ڈے گا مانے اسے 1497 ميں دريافت كيا (مصحح)
2) را س يا Promontry ، خشكى كا وہ تكون اور ابھرا ہوا حصہ جو سمندر ميں دور تك چلا گيا ہو (مصحح)_
3)م،م شريف ، منابع فرہنگ اسلامى ، ترجمہ سيد جليل خليليان ، تہران ، ج 2 ص 84، شہريار رامہرمزى ، عجائب الہند ، ترجمہ محمد ملك زادہ ، تہران، احمد فرامرزى ، تاريخ جغرافى در دورہ اسلامى ، مجلہ تقدم ، ش 1 ص 538_

174

6_ اسلامى ہنر و فن كا يورپ ميننفوذ

مسلمانوں نے مختلف علوم و دانش ميں علمى ترقى اور اختراعات كے ساتھ ساتھ فنون لطيفہ ميں بھى اپنےخاص ذوق و سليقہ كے ذريعے بھى اپنى دھاك بٹھائي _ اسلامى تعليمات سے الہام ليتے ہوئے ہنر و فن اور صنعت كو وسعت دينے لگے آئي ايچ كرسٹى اس بارے ميں كہتے ہيں كہ " يورپ والے ايك ہزار سال سے زيادہ مدت تك تعجب كے ساتھ اسلامى دنيا كے ہنر و فن كى زيبائيوں كا مشاہدہ كرتے رہے اور وہ ان چيزوں كو غير معمولى سمجھتے تھے(1)_
فنون لطيفہ كى يہ نئي اصطلاح ان مصنوعات كيلئے تھينجو روح انسان كو وسعت بخشتى ہيں _ اسلام سے قبل بھى مہذب اقوام كم و بيش فنون لطيفہ كى حامل تھيں البتہ مسلمانوں كى ان فنون لطيفہ ميں استعداد ديگر اقوام كى نسبت زيادہ تھى _ كچھ مغربى دانشوروں كا خيال ہے كہ فن مصورى ميں اسلام نے بعض موانع كى وجہ سے زيادہ ترقى نہيں كى جبكہ يہ نظريہ تمام مسلمانوں پر صادق نہيں آتا كيونكہ مسلمان بالخصوص ايرانيوں نے اس فن ميں اہم ارتقائي مراحل طے كيے(2)
مسلمہ بات يہ ہے كہ اسلامى ہنر و فن ان سرزمينوں سے تعلق ركھتا ہے كہ جہاں مذہب اسلام كا نور پھيلا ہوا تھا(3)اسلام كى ترقى اور مسلمانوں كے ديگر اقوام سے روابط نے بلا وجہ كے مذہبى تعصبات كو ختم كرديا تھامسلمان مختلف فنون مثلا معمارى ، انجينيرنگ، سنگتراشى ، لكڑى پر كندہ كارى اور خطاطى ميں بہت بڑے استاد تھے ليكن اچھے مجسمہ ساز ، اور مصور نہ تھے يا ان فنون ميں ماہرين كم تھے(4)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) توماس واکر آرنولد والفرد گیوم، اسلام میراث ، ترجمہ مصطفی علم ، تہران ، انتشارات مہر 1325، ص 68_
2) جرجی زیدان ، تاریخ تمدن اسلام ، ترجمہ علی جواہر کلام ، تہران ، امیر کبیر ، 1333 ، ج 3 ص 9_298_
3) ارنست کونل ، ہنر اسلامی ، ترجمہ ہوشنگ طاہری ، تہران ، انتشارات توماس ، 1255، ص 12_11_
4) کریتیس پرایس ، تاریخ ہنر اسلامی ، ترجمہ مسعود ، رجب نیا، تہران 1247بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب ، ص 9_8_

175

فن خطاطی نے مسلمانوں میں بہت ترقی کی اسی حوالے سے یورپی کاریگر اسلامی عربی خطوط سے آشنا تو ہوئے لیکن انہیں پڑھ نہیں سکتے تھے مگر ان کے مشابہہ لکھتے تھے_ دوسری طرف سے مقدس مقامات کی زیارت ، یورپی لوگوں کا اسلامی علوم کے حصول میں دلچسپی اور تجارتی حوالے سے انکا اشتیاق و غیرہ انہیں اسلامی سرزمینوں کی طرف کھینچ لا یا لہذا جب وہ واپس پلٹے تو اپنے ساتھ اسلامی علوم و فنون کو بھی یورپی سرزمینوں تك لے گئے(1)
ایك چیز جسے یہ یورپی طالب علم اسلامی مدارس سے اپنے ساتھ یورپ لے گئے وہ " اصطرلاب" تھا کہ آکسفوردیونیورسٹی میں آج بھی ایك قدیمی ترین اصطرلاب موجود ہے کہ جسے 984 عیسوی میں اصفہان کے اصطرلاب ساز ابراہیم کے بیٹوں نے بنایا تھا(2)
اسلام کے ابتدائي دور کی دھاتی مصنوعات میں سے قرطبہ کے ایك جرونا (3)نامی کلیسا میں ایك ڈبہ ہے کہ جو لکڑی سے تیار ہو اہے اور اسکے اوپر چاندی کا ورق چڑھا یا گیا ہے کہ جس پر شاخوں اور پتوں کا ڈیزائن ہے یہ ڈبہ اموی حکومت (76_961 عیسوي) کے دور سے تعلق رکھتا ہے_(4) اسلام کے ابتدا ئي دور سے سونے اور چاندی کی کوئي چیز باقی نہیں رہی البتہ امراء کے استعمال میں رہنے والے پیتل ، تابنے اورکانسی سے بنائے گئے ظروف کے بارے میں تحقیق کی جا سکتی ہے (5)
اسلامی کاریگروں نے برتنوں کے جدید اور خوبصورت ڈایزائنز کے علاوہ ان کی خوبصورتی کے لیے ان پر طلائي نقش و نگاری میں بہت کام کیا ، بارھویں صدی کے وسط میں دھاتی چیزوں پر سونے کا کام عروج پر
---

1)توماس واکر آرنولد و آلفرد گیوم ، سابقہ حوالہ، ص 35_
2) سابقہ حوالہ ص 7_36_
3) gerona_
4)سابقہ حوالہ ص 38_
5)سابقہ حوالہ، ارنست کوتل ، سابقہ حوالہ ، ص 70_68_

176

پہنچا (1) منگولوں کے عراق کے شہروں پر حملے نے اس علاقہ سے کاریگروں کو نکلنے پر مجبور کردیا اور یہ صنعت مصر میں قدم جمانے لگي_(2)
دوسری چیزوں میں سے مٹی کے کوزے اور طشت ملتے ہیں جو تیرھویں اور چودہویں صدی عیسوی کے دور سے متعلق ہیں کہ ان میں سے بعض نمونے ویکٹوریا اورالبرٹ کے میوزیم میں موجود ہیں کہ ان نمونوں میں سے تو بعض اسقدر اعلی اور خوبصورتی سے تیار ہوئے ہیں کہ دنیا میں کسی جگہ بھی انکی مثال موجود نہینہے_ لیکن چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں دھاتی چیزوں پر طلا کاری کی صنعت زوال کا شکار ہوگئي _(3)
پندرھویں صدی عیسوی میں اٹلی کے لوگوں نے مشرق سے تجارتی روابط کی بناء پر اپنے شہروں وینس اور ورونامیں ان صنعتوں کی تقلید کرنا شروع کی _ اسی طرح شہر ونیس میں رہائشے پذیرایك ایرانی کاریگر گروہ نے خوبصورت دھاتی اشیاء تیار کرنا شروع کیں _
قرون وسطی میں اسلامی کاریگروں کے ہاتھوں دھاتی ظروف پر سونے چاندی کا کام یورپی لوگوں کی مینا کاری کی مانند تھا بس فرق یہ تھا کہ یورپی لوگ سونے چاندی سے تزیین کرنے کی بجائے مختلف رنگوں کے شیشوں سے نقوش تیار کرتے تھے_(4) اگر چہ مسلمانوں نے ان ظریف صنعتوں کے بعض ڈیزائنوں کو دوسری جگہوں سے لیا لیکن اپنے ذوق اور سلیقہ کی بناء پر ان میں تبدیلی کرتے ہوئے انکو جدید ڈایزائنوں میں پیش کیا _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) توماس واکر آرنولڈ و آلفرڈ گیوم ، سابقہ حوالہ ، ص 38 ، گوسٹاولولوں ، تاریخ تمدن اسلام و عرب ، ترجمہ سید ہاشم حسین ، تہران ، انتشارات کتابفروشی اسلامیہ ، 1347 شمسی ص 1_640_
2) درشت کونل ،سابقہ حوالہ ، ص 5_94_
3) گوسٹاولوبوں ، سابقہ حوالہ ، ص 41_ 639 ، ٹوماس واکر آرنولڈ وآلفرد گیوم ،سابقہ حوالہ ص 42_
4) سابقہ حوالہ ص 3_42 ، ارنست کونل ،سابقہ حوالہ ، ص 9_68

177

مسلمان چمکدار اور مینا کاری شدہ کوزے بنانے میں بہت مہارت رکھتے تھے _ چوتھی صدی کے دور سے متعلق کچھ کوزے مشرق قریب ، شمالی افریقا اور اسپین میں دریافت ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صنعت کس حد تك پھیلی ہوئي تھي_ شہر" رے" اسی صنعت کے بڑے مراکز میں سے شمار ہوتا تھا اس خوبصورت ہنر کے بہت سے نمونہ جات وہاں سے دریافت ہوئے ہیں جو پیرس کے لیور عجائب گھر میں رکھے ہوئے ہیں(1)
یورپی کاریگروں نے پھولوں کی تصویر کشی جو اس دور میں مغرب میں موجود نہیں تھی میں ایرانیوں کی تقلید کي_ شامات اور مملکت عثمانیہ سے جو ظروف ان تك پہنچے انہوں نے انہیں اپنے کام کیلئے نمونہ قرار دیا(2) شیشہ سازی کی صنعت اور اس پر آرائشے اور مینا کاری کا کام یہ سب مسلمانوں کے ذریعے یورپ میں منتقل ہوا(3)
ایران ، سوریہ اور مصر پر عربوں کے حملہ سے پہلے ان علاقوں میں کپڑا بننے کی صنعت کا دور دورا تھا اور مشرقی روم کے ہمسایہ میں ایسے مراکز تھے کہ جہاں مختلف نقش و نگار اور تصاویر والا ریشمی کپڑا تیار ہوتا تھا پھر اس صنعت کے بڑے بڑے مراکز ظہور پذیر ہوئے اور اس صنعت سے متعلق اصطلاحات اور مخصوص الفاظ یورپی زبانوں میں منتقل ہوئے_
مصر میں مسلمانوں کے سب سے پہلے دار الحکومت فسطاط کا تیار شدہ کپڑا کہ جو انگلستان میں لیجایا جاتا تھا اسے فاستونی کہا جا تا تھا_ اسی طرح وہ کپڑا کہ جسے آج دمسك (دمسہ) یا دمیاطی کا نام دیا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے سب سے بڑے تجارتی مرکز دمشق سے درآمد کیا جاتا تھا مسلمانوں کے ہاں تیارہ شدہ کپڑے کو اٹلی کے تاجر دمشق سے خریدتے تھے _ غرناطہ کے کپڑے یورپ مینگرناڈین کے نام سے مشہور تھے، ہاتھ

---

1)سابقہ حوالہ ص 47، کریشین ارایس ، سابقہ حوالہ، ص 3_42_
2) شامات سوریا، اردن، فلسطین اور مصر کے مناطق کو اس زمانے میں شامات کہا جاتا تھا(مصحح)_
3) ارنست کونل ، سابقہ حوالہ، ص 7_26 توماس واکر آرنولڈ وآلفرد گیوم ، سابقہ حوالہ، ص 51_50_
4) سابقہ حوالہ ص 52_

178

سے بناہوا ایرانی ریشمی کپڑا بھی یورپ میں بہت مقبول تھا(1) _
یورپ کے درباروں کی بڑی تقریبات میں خواتین ایران کے بنے ہوئے ابریشمی کپڑے زیب تن کیے شرکت کیا کرتی تھیں بغداد اور ایران سے بننے ہوئے ریشمی کپڑوں کے ٹکڑے آج بھی برلن ،لیوور اور لیون کے میوزیمز میں موجود ہیں کہ جو دسویں صدی عیسوی کے آخر میں بُنے گئے تھے مشرق سے تیارہ شدہ کپڑوں کی ہر روز مغرب میں مانگ بڑھ رہی تھی جزیرہ سسلی میں قصر پالرمو میں مسلمانوں نے ریشمی کپڑے تیار کرنے کا کارخانہ لگایا جہاں سے مدتوں تك نفیس کپڑے یورپ کے دیگر مناطق مینبرآمد ہوتے رہے (2)
اسی دوران مغربی اور مشرقی ایشیاء کے فنون کا تبادلہ ہوتا رہا ،چین میں مسلمانوں کا ایسا گروہ سامنے آیا کہ جو عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے انکے فنون پوری اسلامی دنیا میں مشہور تھے مشرقی اور اسلامی فنون کا یورپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ ماہرین فن بھی مشرق اور مغربی فن پاروں کی تشخیص اور فرق کرنے میں لاچار تھے_ (3)
اسلامی فنون کے شاھکاروں میں سے ایك قالین تھا کہ جو زندگی کے لوازمات میں شمار ہوتاتھا_ سولھویں صدی عیسوی میں ایرانی قالین باف افراد کی مہارت اتنے عروج کو پہنچ چکی تھی _ کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد آج بھی اُس دور کے قالینوں کی نظیر نہیں ملتی اُس زمانہ کے شاہکار قالینوں میں سے ایك ویکٹوریا اورالبرٹ میوزیم میں موجودہے جوشہر اردبیل میں شیخ صفی الدین اردبیلی کے مقبرہ سے لیا گیا تھا(4)
مسلمانوں کے دیگر فنون لطیفہ میں سے ہاتھی دانت کی خوبصورت چیزوں کے بعض نمونے (5)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) گوستاوبولوں ، گذشتہ مدرك ، ص 638 ، ارنست كوتل ، سابقہ حوالہ، ص 91_190_
2) سابقہ حوالہ، ٹوماس واكر آرنولڈ و آلفرڈ گيوم ، سابقہ حوالہ، ص 556_
3) سابقہ حوالہ ص 8_57 ، كريستين پرايس ،سابقہ حوالہ، ص 6_158_
4) ارنست كونل ،سابقہ حوالہ ص 192، 278،209، 8_284 ، ٹوماس واكر آرنولڈ و آلفرد گيوم ، سابقہ حوالہ ،ص 60_
5) محمد مددپور ، تجليات حكمت معنوی در ہنر اسلامی ،تہران ، اميركبير ، 1374، ص 240_

179

لندن ، پيرس اور ديگر جگہوں پر موجود ہيں اگر چہ ان چيزوں كی ظاہری شكل و صورت مشابہہ ہے ليكن ان پر بنے ابھرے ہوئے زيادہ تر نقوش مختلف ہيں_(1)
مٹی اورپتھر كے برتنوں پر نقش و نگار ايك بہترين اسلامی ہنر تھا كہ پہاڑی دُركا بنا ہوا ايك ظرف آج بھی سينٹ مارك وينس ميوزيم وينس ميں موجود ہے اور اسكی تاريخی اہميت كی وجہ يہ ہے كہ اس پر دوسرے فاطمی خليفہ كا نام " عزيز" لكھا ہوا ہے(2) فنون ميں سے مسلمانوں كا ايك اور فن جو مغرب ميں منتقل ہوا اورجس نے يورپی لوگوں كو مسحور كيا وہ قيمتی دھاتوں اور پتھروں كی تراش كاری كا فن تھا_(3)
يہ تسليم شدہ بات ہے كہ كتابوں كو چھاپنے اور جلدی بندی كرنے كی بنياد ڈالنے والے قرون وسطی كے مسلمان تھے_ اگر چہ چھاپنے كی صنعت پندرھويں صدی ميں يورپيوں كے ذريعے مكمل ہوئي ليكن زمانہ قديم مينسنگی چاپ بہت مقبول تھی _ يورپ ميں كاغذ سازی كا سب سے پہلا كارخانہ مسلمانوں كے ذريعے سسلی اور اسپين ميں لگايا گيا پھر اٹلی ميں يہ كام آگے بڑھا _
پندرھويں صدی ميں جب كتاب چھاپنے كا كام وسيع ہوا تو اس كام ميں كاغذ كو بنيادی حيثيت حاصل ہوگئي تھی _(4)
سولھويں صدی كے آغاز ميں يورپی ماہرين فنون نے مسلمانوں كے فنون لطيفہ سے نئے ڈيزائن تخليق كيے ان ڈيزائنز سے سے معلوم ہوتا ہے كہ انہوں كسقدر زيادہ اسلامی فن پاروں كی تقليد كی (5) يورپی لوگوں نے آغاز اسلام كے دور سے ہی اسلامی ہنر كی خاص خصوصيات كا مشاہدہ كيا اور اس خاص ذوق و سليقہ كو سمجھنے كے ليے رغبت و اشتياق كا اظہار كيا_
سترويںصدی ميں يورپ ميں جلد كے كاغذ ، حاشيہ اور كتاب كی جلد كے كونونكا صيقل (چمكدار پن)
---

1) ٹوماس واكر آرنولد و آلفرد گيوم، سابقہ حوالہ، ص 4_63_
2) سابقہ حوالہ ص 64_
3) گوستاولوبوں ، سابقہ حوالہ ، ص 385، 15_43، 639_
4) ٹوماس واكر آرنولڈو آلفرڈ گيوم ، سابقہ حوالہ ص 65_
5) سابقہ حوالہ ص 70_68_

180

ہونا اور اسكی رنگوں سے بھر پورڈيزائن معروف ہوئے تھے وہ براہ راست اسلامی اور مشرقی فن پاروں سے ليے گئے تھے_

اقوام اسلامی كے فن مصور ی كے مغربی فن مصور ی پر اثرات
بعض اقوال كی بناء پر مسلمانوں كے نزديك انسان اور زندہ موجودات كی تصوير بنانا مكروہ شمار ہوتی ہے _ ليكن اسلامی تہذيب كے باقی ماندہ آثار سے معلوم ہوتا ہے كہ يہ مسئلہ وقت گزرنے كے ساتھ اپنی اہميت كھوبيٹھا_ آرنلڈ كے نظريہ كے مطابق اسلام كے ابتدائي دور مينمشرقی مصوری نے مغربی فن مصوری ميں زيادہ اثرات نہيں ڈالے بلكہ يہ اثرات اس وقت نمايا ں ہوئے جب مسلمانوں كا بحيرہ روم كے خطہ پر قبضہ ہواتھا(1)
صليبی جنگوں كے زمانہ ميں كہ مسلمانوں اور عيسائيونميں جنگی تعلق قائم ہوجانے كے باعث بہت سی خوبصورت اشيا، مصنوعات اور فن پارے جو مسلمانوں كے ذوق اور سليقہ كی عكاسی كرتے تھے يورپ ميں منتقل ہوئے يورپ كے شہروينس ، جينوا ، اور پيزا اس قسم كی اشياء كے سب سے بڑے تجارتی مراكز تھے بلا شبہہ يہ خوبصورت چيزيں اپنے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جاذب نقش و نگار کے بدولت سرزمین مغرب کی فن مصور ی کو متاثر کرتی تھیں_
وہ چیزیں کہ جنکی مغرب کے مصوربہت تعریف اور تقلید کیا کرتے تھے قالینوں اور کپڑوں پر گوناگوں تصاویر تھیں جنکا اس زمانہ میں رواج تھا(2)
ایك مشہور ترین اسلامی جام کہ جس پر انسانی صورت بنائي گئي ہے لیور کے میوزیم میں موجود ہے اس
---

1) سابقہ حوالہ ص 2_71_
2) گوستاو لوبوں ، سابقہ حوالہ، ص 7_634_

181
جام کا نام " جام سن لوئي" معروف ہے جس سے ایك طویل مدت تك فرانس میں بچوں کو غسل تعمید دیا جا تا رہا تھا(1)
بارہویں صدی عیسوی کے بعد ڈیو سکوریڈس اور جالینوس کی تالیفات کے ساتھ ساتھ کتاب کلیلہ و دمنہ اور مقامات حریری میں افسانوی حیوانات کی تصویریں اس انداز میں بنائي گئي ہیں کہ ان کی رنگ آمیزی مغربی مصوری کہ ہم پلہ نظر آتی ہے بلکہ بعض اوقات تو اس سے بھی بڑھ گئیں تھیں یہ نسخہ جات اور افسانوی تصاویر قرون وسطی کی اسلامی تہذیب کی تاریخ کے حوالے سے بے حداہمیت کی حامل ہیں (2)

اسلامی موسیقی کے مغربی موسیقی میں اثرات
دسویں صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے تك اسلامی اور مغربی موسیقی میں کوئي زیادہ فرق نہ تھا جس دور میں مشرقی اور یورپی موسیقی میں اختلاف بہت کم تھا دونوں مکتب فیثاغورس کے مقیاس پر چلتے تھے اور یونانی اور شام کے اسلوب کو استعمال کرتے تھے_
مسلمہ امر یہ ہے کہ ظہور اسلام سے قبل عربوں کی موسیقی ایران اور مشرقی روم کی موسیقی کے زیر اثر تھی اور دونوں فیثاغورس کے مقیاس کو استعمال میں لاتے تھے بعد میں موسیقی کے اوزان میں تبدیلی پیدا ہوگئي لیکن اسحاق موصلی نے فیثاغورس کے طریقہ کا ر کو دوبارہ رائج کردیا _(3)
مسلمان موسیقی دانوں نے موسیقی کے جدید آلات ایجاد کرنے اور جدید راگ تیار کرنے کے ساتھ ساتھ علم موسیقی میں بہت سی کتابیں بھی تالیف کیں_(4)
---

1) سابقہ حوالہ ص 7_636_
2) ارنست کونل ،سابقہ حوالہ ص 8_87_
3) ج ، فارس، موسیقی ، ترجمہ مصطفی علم ،تہران ، انتشارات مہر 1325، ص 6_135_
4) جرجی زیدان ،سابقہ حوالہ ، ج 3، ص 301 _ 299_

182
اس دور میں مندرجہ ذیل موسیقی کے اہم آلات رائج تھے: عود ، رباب ، قانون ، بانسری ، دف اور طبل یہ آلات چھوٹی تقریبات میں استعمال ہوتے تھے لیکن فوجی بینڈ یا بڑے پروگرامونمیں شہنائي ، باجا ، جھانجھ اور ڈھول و غیرہ استعمال ہوتے تھے کہا جاتا ہے کہ اسلامی اقوام کا یہ نظریہ تھا کہ بیماریوں کے علاج میں بھی موسیقی اثر رکھتی ہے حتی کہ بعض حیوانات بھی موسیقی کے راگوں سے متاثر ہوتے ہیں جبکہ عرفا کا عقیدہ تھا کہ روح پر سے موسیقی کی روحانی تاثیر ایك ازلی (1)امر ہے اور موسیقی کو سننے کے دوران دوبارہ کلام حق سنتے ہیں_ (2)
ایرانی اور عرب لوگ موسیقی کے آلات کو ایجاد کرنے اور انہیں پا یہ تکمیل تك پہنچانے والے لوگ ہیں جسطرح کہ فارابی علم موسیقی کے ایك مولف اور رباب اور قانون کو ایجادکرنے والے تھے_ تیسری صدی ہجری کے آغاز مینمسلمانوں نے بانسری کو ایجادکیا _ البیاض اور ابو المجدنے پانچویں صدی ہجری میں ارغنون(ایك قسم کا باجا) بنایا صفی الدین عبد الموسی ارموی نے چار کونوں والا سنتور اختراع کیا محمد بن احمد خوارزمی نے بھی اسی دور میں " مفاتیح العلوم' ' نامی ایك کتاب تالیف کی جس میں موسیقی کے بعض مسائل کو حل کیا _ فارابی کے بعد ابن سینا اور حسن بن ہیثم موسیقی مینمعروف شخصیات تھیں ، ان نکات کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری علم موسیقی کے بہت سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مؤلفین کا دور شمار ہوتی ہے _(3)
جو کچھ مسلمانوں نے موسیقی کی دنیا کو دیا انتہائي اہم اور گرانقدر ہے اسلامی موسیقی ایشیا میں ہندوستان تك پھیل گئي لیکن ہندوستان کی نسبت اسکے یورپ میں اثرات زیادہ ہےں قرون وسطی میں مسلمانوں کے قلم سے موسیقی میں بہت سے کتابیں تالیف ہوئیں اور ان میں سے بعض لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں _ لیکن اب ہمارے پاس اس حوالے سے اہم مصادر موجود نہیں ہیں_ اب صرف فارابی کی کتابوں کا لاطینی ترجمہ کہ جو یوھانس ھیسپالنسز کے ذریعے ترجمہ ہوئیں اور ابن رشد کی کتاب کا لاطینی ترجمہ کر جومائیکل اسکاٹ کے
---

1) ازلی امر سے مراد یہ ہے کہ ارواح اس دنیا میں آنے سے پہلے مذکورہ امر کا تجربہ کرچکی ہیں (مصحح)
2) محمد مدد پور ، سابقہ حوالہ، ص 162_
3) سابقہ حوالہ ، ص 62 _ 159 ، توماس واکر آرنولڈ وآلفرڈ گیوم ، سابقہ حوالہ ص 42 _139_جرجی زیدان، سابقہ حوالہ ص 301_

183
ذریعے انجام پایا موجود ہیں _
راجر بیکن نے موسیقی کے حوالے سے اپنی کتاب میں بعض مقامات پر بطلمیوس اور اقلیدس کے ساتھ فارابی کا نام ذکر کیا ہے اور ابن سینا کا بھی نام لیا ہے _ گروم مراوی نے اپنی کتاب "میوزیکا" کی ایك فصل فارابی پر لکھي_ موسیقی کی دنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی پیش کش موسیقی "موزون" تھی جسکی ابتدا میں کندی نے کچھ توصیف کی پھر فرانکو اور اسکے شاگردوں نے اسلامی موسیقی کے اوزان اور طریقہ کار کو استعمال کیا _ اسپین والے تیسری صدی ہجری مں اسلامی موسیقی کے اوزان اور راگوں کو استعمال کیا کرتے تھے_ مسلمانوں نے موسیقی کے سب سے زیادہ آلات اور وسائل یورپ میں منتقل کیے_(1)

اسلامی معماری کے یورپی معماری پر اثرات اور نقوش
بلا شبہ مسلمانوں نے یورپ کے مختلف فنوں بالخصوص فن معماری کو متاثر کیا _ اگر چہ بہت سے مولفین یورپ میں محرابی کمروں کو مسلمان کی تقلید سمجھتے ہیں اور انکے نظریہ کے مطابق دسویں صدی ہجری میں مصر ، سسلی اور اٹلی میں اس قسم کے کمرے بنائے گئے لیکن یہ بات اتنی بھی درست نہیں ہے کہ ہم محرابی شکل کی معماری کو مکمل طور پر مسلمانونکا مرہون منت سمجھ لیں_(2)
کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلامی معماری کے اصول غیر مسلم اقوام سے لئے گئے ہیں بعض دیگر کے مطابق مغربی معماری رومی معماری کی جدید صورت ہے جبکہ بعض تمام چیزوں کو ایران اور آرمینیاکی طرف نسبت دیتے ہیں کہ اس نظریہ پر بحث قابل توجہ ہے کیونکہ ارمنستان ، ایران ، عراق اور ماوراء النہر میں معماری کے حوالے سے جو کام ہوا ہے اس نے مغربی معماری کے رومی معماری سے تعلق کو مشکوك بنا دیا ہے_(3)
---

1) توماس واکر آرنولڈ و آلفرڈ گیوم ، سابقہ حوالہ، ص 7_143_
2) گوستاو لوبوں ،سابقہ حوالہ ، ص 12_710 ، ارنست کوئل ، سابقہ حوالہ، ص 16 ، 96_
3) مارتین س ، بریگز ، معماری اور ساختمان ، در میراث اسلام ، ص 8_207_

184
مسلم بات یہ ہے کہ سوریہ کے علاقے، آرمینیاکا کچھ حصہ ، شمالی افریقا کا آباد علاقہ اور مصر ان سرزمینوں کا حصہ تھے کہ جنہیں مسلمانوں نے رومی بادشاہت سے جدا کیا تھا اسکے علاوہ اسپین جو کہ ویزگوٹز کے ہاتھوں میں تھا مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا_(1) مسلمانوں کو ان سررمینوں کی فتح کے دوران بہت زیادہ عمارتوں اور زبردست انجینیرزاور معماروں کا سامنا کرناپڑا کر جنکی معماری کا طریقہ رومی معماری سے مختلف تھا_ بعض محققین کے مطابق ان انجنیئروں اور معماروں نے بہت سے فنون بیزانسی معماروں کو سکھائے_
بعض محققین کے فتوحات کے آغاز میں عربوں کی معماری سے آشنائي نہ ہونے کے نظریہ کے باوجود قابل اہمیت نکتہ یہ ہے کہ اسلامی معماری ان تمام صدیوں میں اگر چہ دیگر مختلف اقوام کے فن معماری سے مستفید ہوتی رہی لیکن ایسی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خصوصیات کی حامل ہے کہ جس کی بناء پریہ دنیا کے تمام دیگر معماری کے اسالیب اور فنون سے ممتاز ہے_
مسلمانوں نے شروع میں مساجد اور محلات بنائے_ مدینہ کی سب سے قدیمی مسجد کہ جو رسول اکرم(ص) کے زمانہ یعنی 622 عیسوی میں بنائي گئي ، مسجد کوفہ 629 عیسوی میں بنائي گئي اور 842 عیسوی میں فسطاط (قاہرہ) مینمسجد بنائي گئي یہ سب مسلمانوں کے ہاتھوں بنی ہوئے مساجد کے چند نمونے ہیں _(2)
ساتویں صدی کے آخری سالوں میں 639عیسوی میں مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح کے بعد مسجد حضرت عمر کے نزدیك قبة الصخرة کے نام سے ایك عظیم الشا ن عمارت بنائي گی قبة الصخرہ کے بعد مسلمانوں کی اہم تعمیرات میں سے دمشق کی سب سے بڑی مسجد ہے جو آٹھویں صدی کے ابتدائي سالوں میں بنائي گئي البتہ یہاں امکان ہے کہ اس مسجد کی عمارت شام میں عیسائیوں کے کلیساؤں سے کچھ مشابہت
---

1) ویزگوٹ ان مغربی گوٹوں (جرمنی کی ایك قوم)میں سے تھے کہ جو 410 عیسوی میں اٹلی کے بادشاہ آلادیك کے زمانہ میں وہاں سے پھولوں کی سرزمین(فرانس) چلے گئے اور پیرنہ پہاڑیوں کے دونوں طرف یعنی فرانس اور اسپین میں آباد ہوگئے_
2) محمد مددپور ،سابقہ حوالہ ، ص 250_249

رکھتی ہو اس مسجددمشق کے مینار سب سے پہلے مینار ہیں جنکے ذریعے لوگوں کو نماز کی طرف دعوت دی جاتی تھي_ (1)
اسپین میں قرطبہ کی مسجد اسلام کی سب سے بڑی مسجد ہے جسکی بنیادیں 786 عیسوی میں رکھیں گئیں اس مسجد کے بارہ حصے ہیں اور ہر حصہ میں رومی ڈیزائن کے بیس ستون ہیں (2) سامرا کی مسجد بھی اسلام کے تاریخی آثار میں سے ہے کہ جسکے صحن میں گہرائي تك ایك محراب ہے اور اسکے گرد چند ایوان ہیں _(3) قاہرہ میں مسجد ابن طولون بھی ان مساجد میں سے ہے کہ جن میں بین النہرین کی قدیمی مساجد جیسی خصوصیات ہیں_(4)
نویں سے بارھویں صدی عیسوی کے دوران مسلمانوں کے ہاتھوں بہت سی مساجد اور فوجی قلعے تیار ہوئے جنکے ڈیزائن صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے مسلمانوں سے سیکھے اسی طرح یورپ والوننے "میچیکولیشن"(5) نامی کنگرے بنانے کا طریقہ بھی مسلمانوں سے سیکھا چودھویں صدی عیسوی میں فرانس اورانگلستان میں محلات اور قلعے بنانے کے دوران اس قسم کے کنگروں نے دوسری صورت اختیار کر لی _
اسپین میں تیرھویں صدی عیسوی کے بعد اسلامی معماری کا شاہکار قصر الحمرائ"الکازار"(القصر) ہے اشبیلیہ میں المرابطین نامی محل کے کھنڈرات اور طلیطلہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کے قدیمی معابد کو دیکھ معلوم ہوتا ہے کہ کسطرح مراکش کی طرف سے مغربی معماری کا طرز تعمیراسپین میں پھیلا_(6)
---

1) ارنست کونل ، سابقہ حوالہ ،ص 17_114 ، محمد مددپور ، سابقہ حوالہ، ص 7_256_
2) سابقہ حوالہ ص 4_363_
3) ٹوماس داکر آرنولڈ و آلفرڈ گیوم ، سابقہ حوالہ، ص 217_
4) محمد مدد پور ،سابقہ حوالہ، ص 6_265_
5) Machicolation ، دیوار پر کنگرے کا نام ہے جسمیں مختلف سوراخ رکھے جاتے تھے کہ جن سے مختلف وسایل کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کی جاتي تھي_
6) سابقہ حوالہ ص 221 _ 220 ، ارنسٹ کونل ، سابقہ حوالہ، ص 67 و 74_165_

قرون وسطی میں مساجد کی عمارتوں کے ڈیزائن اور اسلوب معماری نے واضح ترقی کی اور مختلف صورتوں میں سامنے آیا سارا سن طرز کے اسلامی ، گنبدوں نے یورپ کے نشا ۃ ثانیہ کے دور کے گنبدوں کو متاثر نہیں کیا لیکن مسلمانوں کے میناروں کی روش معماری اٹلی میں چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی میں رائج تھي_
جسطرح اسلامی معماری نے ترقی کی اسی طرح گول ، نوك دار ، آدھی دائرہ کے اور دو مرکز رکھنے والے ہلال اورایك اور ہلال جسے "ایرانی "کہتے تھے بھی رائج ہوئے اسی طرح ایسی کھڑ کیوں کا رواج ہوا جو مختلف رنگوں کے شیشوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے مزین تھیں حالانکہ اس زمانہ میں یورپ میں رنگوں والے شیشوں کا رواج نہ تھا اسلام سے قبل آرمینیااور سوریہ کی پتھروں سے بنی ہوئي عمارتوں اور ایرانی اینٹوں والی معماری کے قرون وسطی کے یورپ میں اثرات سے ہٹ کر نوك دار ہلال بنانا مسلمانوں کی ہی ایجاد تھی _
بلا شبہ ایك تو مسلمانوں کے صلیبی جنگوں میں تعلقات اور دوسراقرون وسطی کے دوستانہ روابط اسلامی معماری کو سرزمین مغرب میں پھیلانے کے باعث بنے _(1) ڈالور کی کتاب "پیرس کی تاریخ " میں ملتا ہے کہ " پیرس کے نٹرڈام کلیسا کو بنانے کیلئے اسلامی معماروں کے ایك گروہ کی خدمات لی گئي_(2) اسپین میں اسلامی حکومت کے دوران اکثر عمارتوں میں اسلامی فنون کو عیسائي فنون پر برتری حاصل تھی مثلا مشہور محل سقوبیہ جو گیارھویں صدی عیسوی مینالفانس ششم کے حکم سے بنایا گیا تھا_(3)
موسیولونر میں لکھتا ہے کہ " فرانس کے بہت سے کلیساؤں میں مسلمانوں کی معماری کے اثرات واضح محسوس ہوتے ہیں" (4) اسی طرح اسلامی فن معماری کے ایك ماہر موسیو پریس کا یہ نظریہ ہے کہ " یورپ میں سولھویں صدی کے آخر تك خوبصورت میناروں کا جو رواج تھا ان کے ڈیزائن مسلمانوں سے لیے گئے تھے"_(5)
---

1) سابقہ حوالہ، ص 8_47 ، ٹوماس واکر آرنولڈ و آلفرد گیوم ،سابقہ حوالہ، ص 3_222_
2) سابقہ حوالہ ص 5_224 ، ارنست کونل ، سابقہ حوالہ ، ص 47، 65_
3) گوسٹاو لوپوں ، سابقہ حوالہ، ص 714_
4) کریستین پرایس ، سابقہ حوالہ، ص 117_
5) گوسٹاؤ لولون ، سابقہ حوالہ ، ص 714_

ساتواں باب:

اسلامی تہذیب کے جمود کے اندرونی اور بیرونی اسباب

الف : بیرونی اسباب

1_ صلیبی جنگیں

بلا شبہ صلیبی جنگوں کے برپاہونے کا ایك مضبوط ترین سبب دینی اور مذہبی انگیزہ تھا اور اس بات کو مسلمان اورعیسائي لوگ دونوں قبول کرتے ہیں البتہ ان جنگوں کے بر پا ہونے کے دیگر اسباب بھی بیان ہوئے مثلا عیسائي معاشروں میں پادریوں کے اثر و رسوخ کا بڑھنا، ایشیا ء صغیر میں سلجوقی ترکوں کو پیش قدمی سے روکنا ، قسطنطنیہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ، عیسائیوں کا بالکان کے علاقہ میں داخل ہونا ، عیسائیوں میں شوالیہ (1)سپاہیوں میں اپنی شجاعت دکھانے اور یروشلم کی بادشاہت پر قبضہ کرنے کیلئے جوش و خروش پیدا ہونا اور ان سب سے اہم یورپی ممالك کی معاشرتی اور سیاسی صورت حال(2)_
یورپ کی معاشرتی اور سیاسی صورت حال کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے اس حصہ میں بادشاہتوں کا ایك درخشان ترین دور فرانس کے بادشاہ چارلمین کا زمانہ (800 عیسوي) تھا ٹھیك اسی کے زمانہ میں مسلمانوں کی پیش قدمی اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی اور وہ عیسائیوں کیلئے بہت بڑا رقیب شمار ہوتے تھے_ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد چارل مین کے جانشین بادشاہوں کی نالائقی ، برے اقتصادی حالات ، تہذیب کا فقدان اور انسانی آبادی میں کمی کے باعث یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بادشاہت علاقے کے جاگیر داروں میں تقسیم ہوگئي ، ہر کوئي
---

1) شوالیہ: قرون وسطی کے عیسائي گھڑ سوار سپاہی (مصحح)_
2) رنہ گروسہ ، تاریخ جنگہای صلیب ، ترجہ ولی اختر شادان ، تہران ص 1،9_

190
اپنے اپنے علاقہ میں تمام تر اختیارات کے ساتھ حکمرانی کرتا تھا اگر چہ نئے بادشاہ سے وفاداری کا حلف اسکی تاجپوشی کی تقریب میں اٹھایاجاتا تھا لیکن یہ سب کچھ فقط برائے نام تھا فوج بھی ان گھڑ سواروں پر مشتمل ہوتی تھی جن کی باگ ڈور بادشاہ اور ان جاگیر داروں کے ہاتھ میں تھي_
دسویں صدی عیسوی سے مغربی یورپ بالخصوص فرانس میں اقتصادی اور صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ آبادی میں بھی اضافہ ہونے لگا انہی حالات کے ساتھ ساتھ مصر بھی ہندوستان اور یورپ کے مابین پُل کی حیثیت اختیار کر گیا_ مصری ملاح "وینس" اور "رن" اور کسی حد تك مارسی جہازرانوں کے توسط سے ہندوستان سے مصالحہ جات اور دیگر اشیاء لاتے تھے اور یہ تجارت قرون وسطی میں یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ یعنی شہر وینس کی ترقی میںاہم کردار ادا کرتی تھی _ (1)

2_ منگولوں کی آمد
ساتویں صلیبی جنگ(652_646قمری /1254_1248عیسوی کے زمانہ میں منگولوں نے ایشیا کے مشرق سے اسلامی ممالك پرحملہ کردیا اور ایران کے بادشاہ سلطان محمد خوارزم شاہ کو شکست دی اور فرار پر مجبور کردیا حقیقت میں تیرھویں صدی عیسوی کو"وحشت و خوف کی صدي"کا نام دینا چاہیے کیونکہ اس صدی میں وحشیوں کا تحرك اور تمدنوں کا زوال ایك ساتھ تھا_
سرزمیں شام اس زمانہ میں ایوبی امراء کے ہاتھوں میں تھی جس کے ہر منطقہ میں ایك حاکم حکومت کرتا تھا _ مصر بھی خاندان غلاماں کے قبضہ میں تھا اور وہ ایوبیوں کے دشمن تھے_ ہلاکو خان نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے سپاہوں کو شام کی طرف حرکت دی ، لیکن مصری خاندان غلاماں کے امیرقدوز نے سال 658 قمری میں منگولوں کو عین جالوت کے علاقے میں شکست دی _
---

1) سات صلیبی جنگوں کے اسلامی تہذیب و تمدن پر اثرات کے بارے میں مزید جاننے کیلئے رجوع فرمائیں عبداللہ ناصری طاہری ، علل و آثار جنگہای صلیبي، تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی 1373، ص 47_37_

191
منگولوں کے زمانہ ظہور سے ہی عیسائي انکے حلیف بننے کے خواہشمند تھے _ انہوں نے بہت سے سفراء منگول دربار بھیجے تھے _ ایك طرف منگولوں کی مغرب کی طرف تیزی سے حرکت نے انہیں منگولوں کی طاقت سے آگاہ کیا دوسری طرف سے مسلمانوں کی جنگ عین جالوت میں فتح سے وہ اس اندیشہ میں پڑے کہ خاندان ممالیك(غلاماں) عیسائیوں کیلئے بہت بڑا خطرہ ہیں اسی لئے انہوں نے منگولوں کے ساتھ اتحاد کا ارادہ کیا پایائے اعظم اوربن چہارم نے ہلاکو خان کی طرف خط بھیجا _ اس میں اس نے ہلا کوخان کے عیسائیوں کے ساتھ طرز عمل کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ اسے عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی _
ہلاکوخان خط پہنچنے سے پہلے ہی 1264/663 عیسوی میں مرگیا اور اسکا بیٹا اباقاخان اسکا جانشین مقرر ہو ا نئے خان نے بادشان بیزانس (قسطنطنیہ)کی بیٹی سے شادی کی ہوئي تھی اور دین مسیحیت قبول کر چکا تھا وہ عین جالوت کی شکست سے سخت رنجیدہ تھا اپنے اسلاف سے بڑھ کرعیسائي دنیا سے روابط کا خواہشمند تھا _ بہت سے سفرا جو منگولوں کے خان سے مغرب کی طرف جاتے تھے عیسائي تھے اور کوشش کررہے تھے کہ عیسائیوں کو یروشلیم اور بیت المقدس پر حملہ میں اپنا حلیف بنائیں_
لیکن ابا قاخان کو 680 قمری /1282 میں حمص کے مقام پر سلطان قلاوون کی طرف سے شدید شکست کا سامنا کرنا پڑا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جب احمد کلودار نے اسلام قبول کیا اور مسند حکومت پر متمکن ہوا تو ممالیك اور منگولوں میں دوستانہ روابط پیدا ہوئے تو سلطان قلاوون نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنی پوری طاقت کو صلیبیوں کے خلاف استعمال کیا اسکے بعد اسکے فرزندملك اشرف شرف نے بھی باپ کی روش کو جاری رکھا اور 0 69 قمری 1291 عیسوی میں صلیبیوں کے آخری گروہ کو شام سے نکالا_ منگولوں اور ممالیك کے درمیان دوستانہ روابط زیادہ عرصہ نہ چل سکے _ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں جنگ ہوئي غازان خان نے مصر اور شام پر قبضہ کیا لیکن ممالیك کی فوج نے بالآخرہ منگولوں کو 702 /1303 عیسوی میں ہمیشہ کیلئے شام سے نکال دیا _(1)

---

1) عبدالله ناصری طاہر ، سابقہ حوالہ، ص 93 _ 92_

192

منگولوں کا حملہ اور اسکے نتائج

اسلامی دنیا کو تاریخ میں اگر چہ اغیار کے حملوں کے تجربات ہوئے لیکن کم کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئي تجربہ بھی منگولوں کے حملہ کی مانند شدید اور تلخ تھا ہم اس مختصر سے تبصرے میں کوشش کریں گے کہ اسلامی تہذیب و تمدن کے جمود میں وحشی منگولوں کے ہولناك طوفانی حملوں کے کرداد کا جائزہ لیں_

اسلامی دنیا پر منگولوں کا حملہ
منگولوں کے قبائل کے مقتدر سر براہ چنگیز خان نے اپنے ماتحت قبایل کی ضروریات پوری کرنے کیلئے ہمسایہ ممالك یعنی چین اور ایران کو غارت کرنے کا پروگرام بنایا _ چین اس زمانہ میں اختلاف اور تفرقہ کا مرکز بناہوا تھا_ اس نے سب سے پہلے اس ملك پر حملہ کی تیار کی _ دوسال تك اسکے چین پر حملات جاری رہے ان دو سالوں میں اس نے اس نعمات سے مالامال ملك کو تباہ و برباد کردیا _ ان حملات کے بعد ابھی اسکا دنیائے اسلام پر تجاوز کرنے کا ارادہ نہ تھا_ کیونکہ اسے ایران کے بادشاہ سلطان محمد خوارزم شاہ کی قوت و طاقت کے حوالے سے بہت سی خبریں مل رہی تھیں_ اس نے کوشش کی کہ سب سے پہلے اس ملك کے حوالے سے دقیق معلومات حاصل کرے اور ساتھ ساتھ کسی بھی عنوان سے اسے حملہ شروع کرنے کا بہانہ بھی مل جائے _(1) اسی زمانہ میں خلافت عباسیہ روز بروز اپنی طاقت کھورہی تھی سلطان محمد خوارزم شاہ خراسان میں اپنی پے درپے کامیابیوں کے بعد اور ہندوستان سے بغداد تك اور آرال کے دریا سے خلیج فارس تك ایك متحدہ حکومت تشکیل دیتے ہوئے اس کا ارادہ تھا کہ عباسی خلیفہ کوہٹا کر اپنا من پسند خلیفہ لائے اور یہ اقدام سلطان محمد خوارزم شاہ کی بہت بڑی غلطی تھی اسکی بناء عباسی خلیفہ مجبور ہوا کہ محمد خوارزم شاہ کی حکومت تباہ کرنے کیلئے چنگیز خان سے مدد مانگے_

---

1) شیرین بیانی ، مغولان و حکومت ایلخانی در ایران ، تہران _ ص 17 _10_

193
اگر چہ یہ موضوع چنگیزخان کیلئے مناسب بہانہ بن سکتا تھا لیکن ایران پر 615 /1218 عیسوی میں حملہ کی اصلی وجہ منگولوں کا وہ تجارتی قافلہ بنا جو کہ خوارزم شاہ کی مملکت کے مشرقی سرحدی علاقہ میں شہر اترا ر کے حاکم کے ہاتھونتباہ و برباد ہوا اور اس قافلہ میں سوائے ایك شخص کے تمام افراد قتل ہوگئے یہ وہی وقت تھا کہ چنگیز خان نے ایران پر حملے کا حکم صادر کیا _(1)

منگولوں کی پیش قدمي
منگولوں کا ایك لشکر چنگیز کے بیٹے تولی کی کمانڈ میں جنوب کی طرف بڑھا جبکہ دوسرے منگول لشکر چنگیزکے بیٹوں اکتای اور جغتای کی کمانڈ میں اترار کی طرف روانہ ہوئے اور خود چنگیز بھی 616 قمري/ 1220 عیسوی میں کاشمر اور بلا ساقوں شہروں سے ہوتا ہوا کہ جو پہلے سے منگولوں کے قبضہ میں آچکے تھے بخارا کی طرف بڑھا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سلطان محمد خوارزم شاہ کہ جسے ابھی تك منگولوں کا سامنا نہیں ہوا تھا سمرقند سے بخارا اوربخارا سے سیحون کی طرف لشکر کے ساتھ بڑھا اس دوران اس نے تمام صوبوں سے فوج کو جمع کرنے کا حکم دیا _ منگولوں کے ساتھ جنگ میں سلطان محمد خوارزم شاہ کی فوج پر ایسی سخت ضرب لگی کہ اگر اسکے شجاع بیٹے جلال الدین کی جانفشانی نہ ہوتی تو ہ خود بھی اس لڑائي مینمارا جاتا بہر حال شکست نے سلطان محمد کے دل میں ایسا خوف ڈالا کر وہ مازندران کی طرف فرار ہوا اور وہاں سے کسی جزیرہ میں پناہ لی اور وہیں غم سے جان دي_(2)
منگولوں کا پہلا نشانہ شہر اترار تھا کہ وہاں انکا تجارتی قافلہ لوٹا گیا تھا لہذا سب سے پہلے انہوں نے اسی شہر کا محاصرہ کیا پانچ مہینے کی مزاحمت کے بعد شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیے حملہ آور منگولوں نے کسی پر رحم نہ کیا سب کو خاك و خون میں غلطاں کردیا منگولوں نے یہاں سے مملکت ایران کو ویران کرنا شروع کیا اور پھر جو

---

1) عباس اقبال آشتیانی ، تاریخ مغول و اوایل تیمور در ایران ، تہران_
2) شیرین بیانی ، دین و دولت در ایران عہد مغول ، تہران ص 19_14_

بھی شہر انکے راستے میں آیا سب شہر والوں کا قتل عام کیا اور پھر اس شہر میں سوائے خاکستر کے کوئي چیز باقی نہ رہنے دیتے _
انہوں نے سمرقند ، بخارا ، خوارزم ، بلخ ، مرو ، ہرات اور دیگر تمام شہروں اور قصبات کو تباہ و برباد کیا اور بعض دیہاتوں میں تو پالتو جانوروں پر بھی رحم نہ کیا بالخصوص وہ شہر کہ جہاں کچھ مزاحمت ہوئي وہاں کسی چیز کو نہ چھوڑا گیا _ مثلا جب چنگیز کو دس ماہ تك طالقان کے لوگوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے اپنے بیٹوں(جغتای ، اوکتای ، تولي) کو مدد کیلئے بلایا تو ان لوگوں کی مزاحمت اور جغتای کے قتل ہونے کی سزا کا انتقام ایسے لیا کہ اس شہر میں کسی کتے اور بلی کو بھی زندہ نہ چھوڑا _(1)

چنگیز کے جانشین اور عالم اسلام پر حملوں کا تسلسل
10 رمضان 624 قمر ی اور 1227 عیسوی میں چنگیز خان مرگیا اس نے اپنی موت سے قبل مشرقی ممالك کی سلطنت تولی کے حوالے کی اور مغربی ممالك کی پادشاہی اکتای کو بخشی 5 66 قمری 1253 عیسوی میں چنگیز کے پوتے ہلاکو خان کو ایشیا کے معاملات کی ذمہ داری ملی تا کہ ایران کی تمام مقامی حکومتوں کوختم کرتے ہوئے ایك واحد منگولی حکومت کو تشکیل دے _ اس نے فرقہ اسماعیلیہ کی 170 سالہ حکومت کو بھی ختم کیا اور ایران کے تمام قبایل اور گروہوں کو اپنے مقابل سر تسلیم ختم کرنے پر مجبور کیا _
لیکن ہلاکوخان کی سب سے بڑی کامیابی بغداد یعنی اسلامی خلافت کے مرکز کو فتح کرنا تھی اس نے بغداد پر چارو نطرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا چھ دن مزاحمت کے بعد 4 صفر 655 یا 1257 عیسوی میں اہل بغداد نے ہتھیار ڈال دیے کچھ افراد کے علاوہ باقی تمام شہر والوں کو قتل کردیا گیا اسکے بعد ایك ایك کرکے عراق کے تمام شہروں پر منگولوں کا قبضہ ہوتا چلا گیا ہلاکوخان بغداد کو فتح کرنے کے بعد آذربایجان کی طرف روانہ ہوا

---

1) ج ، ج ساندوز ، تاریخ فتوحات مغول ، ترجمہ ابوالقاسم حالت ، تہران ، امیر کبیر ، ج 2 ص 114_

اس نے پہلے مراغہ اور بعدمیں تبریز میں سکونت اختیار کی اسکے بعد عراق مکمل طور پر اور خاص طور پر افسانوی شہر بغداد یعنی اسلامی خلافت کے مرکز کی سیاسی اہمیت ختم ہوگئي اور منگول اپنی حاکمیت کے اختتام تك یعنی 734 قمری 1335 عیسوی تك اس سرزمین پر قابض رہے(1)_

منگولوں کی پیش قدمی کا اختتام او ر ایلخانی حکومت کی تشکیل
ہلاکوخان کی مسلسل یہی کوشش تھی کہ ماوراء النہر میں دریائے جیحوں سے بحیرہ روم کے مشرق اور مغرب میں مصر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تك اسكى بادشاہت كى حدود پر اسكا تسلط برقرار رہے _ اسى ليے اس نے شام و سوريہ پر حملہ كيا انہى سالوں ميں مصر اور قاہرہ خاندان مماليك (غلاماں)كے ہاتھوں ميں تھا اور وہ دنيائے اسلام كے دفاع كى ذمہ دارى اپنے كندھوں پر محسوس كرتے تھے انہوں نے منگولوں سے كوئي سمجھوتہ نہ كيا اور فلسطين ميں عين جالوت كے مقام پر منگولوں كو سخت شكست فاش سے دوچار كيا اسطرح منگولوں كا ناقابل شكست والا طلسم ہميشہ كيلئے ٹوٹ گيا اسكے بعد شام ميں منگولوں كے ما تحت علاقے انكے ہاتھوں سے نكل گئے اور دوبارہ مصر كے مماليك ان علاقوں پر حكومت كرنے لگے اسكے بعد ديگر جنگى معركوں ميں منگولوں كو شكست ديتے ہوئے انہوں نے دريائے فرات كو اپنے اور منگولوں كے درميان سرحدى پٹى قرار ديا _

جنگى معركوں ميں كئي دفعہ ہارنے كے باوجود ہلاكو خان نے اپنى بادشاہى اور فوجى قوت كو مستحكم كرتے ہوئے " ايلخان" كے نام سے اپنى حكومت كا اعلان كيا اسكى حكومت كى حدود شرق ميں دريائے جيحون اور مغرب ميں مصر تك اور شمال ميں قفقاز اور جنوب ميں خليج فارس تك پھيلى ہوئي تھيں_

ہلاكو خان 663 قمرى اور 1265 عيسوى ميں 48 سال كى عمر ميں دنيا سے رخصت ہو ا اسكے بعد 654 سے 736 تك آٹھ ايل خانوں نے حكومت كى _ آخرى ايلخان منگول بادشان جو كہ لا ولد تھا بہت زيادہ عيش و عشرت كى بناء پر 736 قمرى اور 1336 عيسوى ميں فوت ہوا اسكے بعد حكومت كے دعويدار اختلافات كا شكار

---

1) رشيد دو ، لى _ شن ، سقوط بغداد، ترجمہ اسداللہ آزداد ، مشہد ، انتشارات آستان قدس رضوى ، ص 2_ 141_

ہوئے جسكى بناء پر ايل خان مختلف ٹكڑوں ميں بٹ گئے _(1)

منگولوں كے دور ميں اسلامى دنيا كى تہذيبى صورت حال كا جائزہ

دوسو سال پر محيط منگولوں كى حكومت كا دور اسلامى مماليك كى تاريخ ميں ايك انتہائي تكليف وہ دور شمار ہوتا ہے _ كہ اس دور ميں منگولوں كى وحشيانہ حركات كى بناء پر اسلامى تہذيب و تمدن كو ناقابل تلافى نقصانات پہنچے _ منگولوں كى وحشيانہ تباہى سے پہنچنے والا ايك ناقابل تلافى نقصان بغداد پر قبضہ كے وقت كتابخانوں كو تباہ كرنا اور چند ہزار جلد كتاب كو آگ كى نذر كرنا تھا _

ابن خلدون كے بقول منگولوں نے اسقدر زيادہ اور بے شمار كتابوں كو دريائے دجلہ ميں پھينكا كہ ان كتابوں سے دريا ميں گويا ايك پل بن گيا كہ ديہاتوں كے لوگ اور گھوڑ سوار اس پل كے ذريعہ ايك كنارے سے دوسرے كنارے تك جاتے تھے_ بغداد كى تباہى كے ساتھ اسلامى خلافت كا مركز اور دنيائے اسلامى كا سياسى اقتدار بھى ختم ہو گيا اور اسلامى مقدس مقامات مثلا مساجد ، مدارس اور علمى حوزات ويران ہو گئے يا يہ كہ علمى تحقيقات اور ترقى سے محروم ہو گئے_(2)

ليكن اسى راكھ سے اسلامى تہذيب و تمدن نے دوبارہ جنم ليا اوراس طرح نشو و نماپائي كہ كافر منگول بھى متاثر ہوئے بلكہ اسلامى تہذيب كے عاشق ہو گئے_ اور اسى دور ميں اسلام كے بہت سے عظيم اديب اور دانشور ظاہر ہوئے جن ميں سے ہر ايك نے اپنے مقام پر اسلامى تہذيب و تمدن كے احياء كيلئے بہترين كردار ادا كيا ان عظيم لوگوں ميں مثلا مولوى ، سعدى ، حافظ ، عطا ملك جوينى اور خواجہ نصير الدين طوسى قابل ذكرہيں _ مثلا خواجہ نصير الدين طوسى كے حوالے سے كہا جاتا ہے كہ ہلاكو خان ان سے اس قدر متاثر تھا كہ جو وقت خواجہ معين فرماتے وہ اس وقت سفر پر روانہ ہوتا يا كوئي كام كرتا شايد يہى مسلمان دانشوروں كا دانشمندانہ اور شايستہ طرز عمل تھا كہ اسلامى تہذيب دوبارہ ثمر آور ہوئي اور وہ قوم منگول كہ جس نے اسلام كو تباہ كرنے كيلئے كمر

---

1) شيرين بيانى ، مغولان و حكومت ايلخانى در ايران _ ص 76_
2) اشپولر ، سابقہ حوالہ ، ص 4 _170_

باندھ ركھى تھى وہ اب اسلام كہ حامى اور مروّج بن چكى تھى اسى زمانہ ميں اسلامى اور ايرانى تہذيب و تمدن چين كى

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

طرف منتقل ہوا اوراد ہر سے چینی علوم بھی سرزمیں ایران میں پھیل گئے بالخصوص چینی ماہرین فلکیات کا ایران میں گر مجوشی سے استقبال ہوا اور انکے تجربات سے خوب فائدہ اٹھایا گیا _
الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ منگولوں کے حملہ نے مسلمانوں کی مادی اور معنوی زندگی کو بہت زیادہ حد تك ویران کردیایہاں تك کہ اس دور کا علمی زوال اور معاشرتی سطح پر فقر و نادانی تاریخ کے کسی دور سے قابل موازنہ نہیں ہے _ حقیقی بات یہی ہے کہ اگر وحشی منگول ایران اور تمام اسلامی ممالك پر حملہ آور نہ ہوتے اور یہ سب ضرر و نقصان نہ پہنچتا تو آج اسلامی ممالك بالخصوص ایران کے حالات کچھ اور طرح ہوتے_

3: سقوط اندلس
بلاشبہ اسلامی تہذیب و تمدن کے تاریخی سفر میں سقوط اندلس اور دنیا کے اس خطہ میں مسلمانوں کی حکومت کا زوال ایك تلخ ترین واقعہ ہے_ اندلس کا وہ اسلامی معاشرہ کہ جو آٹھویں صدی سے پندرھویں صدی تك مسلسل علمی ، معماری ، ثقافتی اور فنی شاہکار کو وجود میں لاتا رہا آخر کیوں ضعف اور پس ماندگی کا شکار ہو کر تاریخ کا حصہ بن گیا اور دنیا کے سیاسی نقشہ سے اس اسلامی تمدن کا وجود مٹ گیا ؟

اندلسمسلمانوں کی فتح سے پہلے
جزیرہ ایبرے کے وہ حصے بحیرہ روم جو انہ کے ساتھ ساتھ اسپین کے جنوب اور پرتگال کے جنوب مشرق میں موجود ہیں انہیں یا پورے جزیرہ ایبرے کو مسلمانوں نے اندلس کا نام دیا _ " کلمہ اندلس" جرمنوں کے ایك قبیلہ واندال کے نام سے لیا گیا تھا کہ جو پانچویں صدی کے آغاز میں مغربی روم کی بادشاہت کے مختلف حصوں میں بٹ جانے کے بعد اسپین کے جنوب میں آباد ہوئے _
ظہور اسلام سے قبل اندلس پرواندالوں اورویزگوٹوں نے حملہ کیا یہ قبائل پیر نیز کی پہاڑیوں کو عبور کرنے

198
کے بعد اندلس میں داخل ہوئے کئي سالوں کی جنگ اور خونریزی کے بعد واندال قبیلہ مغرب پر جبکہ ویزیگوٹ قبیلہ اندلس پر قابض ہو گیا ویزیگوٹ لوگ آغاز میں کیتھو لك نہ تھے جبکہ اندلس کے مقامی لوگونکی اکثریت کیتھولك عیسائیوں پر مشمل تھی _ بہر حال 589 عیسوی میں وہاں بڑی تبدیلیاں ہوئیں بادشاہ اور ویزیگوٹوں کے روساء مذہب کیتھولك میں داخل ہوئے _
آٹھویں صدی کے آغاز میں ویزیگوٹوں کے طبقہ اشراف اورومی لوگوں کے ثروت مند لوگ آپس میں گھل مل گئے یوں ایك امیراور ثروت مند لوگوں کا طبقہ تشکیل پایا کہ جنہوں نے تمام تجارتی اور اجتماعی امتیازات خودحاصل کرلیے اور باقی لوگوں کو اقتصادی حوالے سے اپنا محتاج بنا دیا جسکی بناء پر عام لوگ ان سے ناراض ہوئے _ ویزگوٹوں کی حکومت کی کمزوری کے اسباب کو چار اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے 1_ امراء کے طبقات میں جانشینی کے معاملہ پر اختلافات 2_ معاشرے کے دیگر لوگوں کا امراء طبقہ کے امتیازات پر ناراضگی اختیار کرنا اور سپاہیوں کا غیر قابل اعتماد ہونا 3_ عقائد کی جانچ پڑتال اور یہودیوں کا تعاقب اور انہیں گرفتار کرکے اذیتیں دینا 4_ اقتصادی حوالے سے برے حالات (1)

مسلمانوں کے ہاتھوں اندلس کی فتح
اس زمانہ میں افریقا اور مغرب کا حاکم موسی بن نصیر تھا جب وہ ویزیگوٹوں کی حکومت کے زوال سے مطلع ہوا اسے اندلس کی تسخیر کا اشتیاق ہوا تو اس نے اپنے غلام طارق بن زیاد کو حکم دیا کہ سال 92 قمری /711 عیسوی میں تنگ دروں کو عبور کرتے ہوئے کہ جنہیں بعد میں جبل الطارق کا نام دیا گیا ایك ہزار سپاہیوں کے ساتھ اسپین کی سرزمین پر اترے اور اس جگہ کو فتح کرے _ طارق بن زیاد نے اسپین میں داخل ہوتے ہیں ویزیگوٹوں کے بادشاہ کو شکست دی اور اسپین کے مرکز تك پیش قدمی کی اور اس نے ایك سال مینہی اندلس کو جنوب سے شمال تك فتح کر لیا دوسری طرف سے موسی بن نصیر نے 93 رمضان میں ایك عظیم سپاہ کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) دائرة المعارف بزرگ اسلامی ، ج 10 ، ص 323 ، ذیل ، انڈلس_

199
ساتھ جبل الطارق سے گزتے ہوئے اندلس کے اہم شہروں کو فتح کیا اور طارق سے جاملا _
البتہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ابتداء میں عرب لوگ انڈلس کی مکمل فتح اور وہاں رہنے کے موڈمیں نہ تھے وہ محض کچھ مال غنیمت لیکر واپس افریقا جانے کے خیال میں تھے لیکن طارق کی غیر متوقع وسیع پیمانے پر کامیابی نے انکی سوچ بدل دي_(1)

اسلامی حکومت کے دور میں اندلس کی سیاسی تاریخ
مسلمانوں کی حکومت کے دوراں اندلس کی سیاسی تاریخ مجموعی طور پرتیں ادوار میں تقسیم ہوتی ہے_

الف) اندلس دمشق کی مرکزی اموی حکومت کا ایك حصہ (132_98 قمری / 755_716)عیسوي
اس زمانہ میں دمشق کی خلافت کی سرحدوں میں اندلس افریقہ کی حکومت (آج کا تیونس)کا ایك حصہ شمار ہوتا تھا انڈلس کے حاکموں کا تقرر افریقہ کے والی کرتے تھے جو قیروان میں سکونت پذیر تھے_ ان سالوں میں تقریبا بیس افراد اندلس کے حاکم ہوئے کہ ان میں صرف دو شخص پانچ یا پانچ سے زیادہ سالوں تك حکومت کر سکے اسی زمانہ میں اندلس کے حکمران مزید اسلامی فتوحات کے پروگرام میں رہا کرتے تھے_

ب) اندلس پر اموی حاکموں کا جداگانہ سلسلہ (422_ 138 قمري) / (1031 _ 755عیسوي)
اموی حکام نے تین صدیوں تك اندلس پر حکومت کی اس سلسلہ میں سولہ بادشاہ گذرے سب سے پہلے بادشاہ کا نام عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام تھا(172_138 قمری /788_ 755عیسوي)اور اس سلسلہ کے آخری بادشاہ کا نام حسان بن محمد تھا (422_ 418قمري/1031_1527 عیسوي) اموی حکومت کے دوران
---

1) حسین مونس ، سپیدہ دم انڈلس ، ترجمہ حمید رضا شیخی ، مشہد ، آستان قدس رضوی ، ص 36_25_

200
اندلس کی شمالی سر حدیں کئي بار تبدیل ہوئیں جزیرہ ایبرے کے شمال میں اسلامی حکومت کی حدود بالخصوص شمالی سر حدیں کئي بار تبدیلی ہوتی رہیں اندلس پر عظمت اور نعمات کی فراوانی کا دور تھا لیکن آہستہ آہستہ اموی حکومتی خاندان میں اندرونی اختلافات اور ان اختلافات کاعوای سطح تك پھیل جانے سے اندلس کی تاریخ میں ایك غمگین دور شروع ہوا ور اس خطہ کا عروج ، ثروت اور ترقی اندرونی جنگوں کی نذر ہوگئي_

ج) اندلس میں جاگیر دارانہ دور 898_ 422 قمري/ 1492_1031عیسوي
امویوں کے زوال کے بعد سرزمین اندلس کا شیرازہ بکھر گیا _ بنی حمود وادی الکبیر کے اکثر شہروں اور تقریبا دریائے شنیل تك کے علاقے پر حکومت کرنے لگے اسی زمانہ میں عرب کے متعدد خاندان اور جاگیر داروں کے متعدد سلسلوں نے مختلف شہروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا 478 قمري/1085 میں طلیطلہ کے سقوط کے بعد مرابطوں نے تقریبا آدھی صدی تك اندلس پرحکومت کی اس حکومت کی حدود میں نہ صرف یہ کہ مکمل مراکش اور موریطانیہ تھا بلکہ جنوب میں دریائے اور رسٹگال تك اور شمال میں مراکش کے مغربی حصہ تك انکی حکومت تھی اندلس میں مرابطوں کی حکومت زیادہ عرصہ تك نہ چل سکی بلکہ بربروں کے موحدون نامی ایك اور گروہ نے 541 قمری /1145 عیسوی میں مرابطوں کے بربری سلسلہ کو ختم کردیا_ مرابطوں کے زوال کے حوالے سے مختلف اسباب میں سے ایك یہ تھا کہ اس سلسلہ کے رؤساء ، افسر لوگ اور دیگر بلند پایہ حکام زرق و برق تہذیب اور اخلاقی بدعملیوں میں غرق ہو چکے تھے_(1)
موحدوں کے زمانہ میں اندلس عیسائیوں کے پے درپے حملوں کی زدمیں تھا اندلس کے مشرق و مغرب کے علاقے ایك ایك کرکے عیسائیوں کے ہاتھوں میں آگئے یہانتك کہ ساتویں صدی کے وسط میں اندلس کے شمال ، مغرب اور مشرق کے تمام اسلامی شہروں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا اور اندلس کی اس عظیم مملکت میں صرف جنوبی شہر عزناطہ اور چند

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چھوٹے شہر مسلمانوں کے پاس رہ گئے موحدوں کی حکومت کے آخری ایام میں
---

1)محمد ابراہیم آیتی ، انڈلس یا تاریخ حکومت مسلمین در اروپا ، انتشارات دانشگاہ تہران_

201
انکے مخالف محمد بن یوسف نصری کہ جو ابن احمد کے نام سے معروف تھا اس نے سال 635 قمري/ 1238 عیسوی میں غرناطہ کے علیحدہ ہونے کا اعلان کیا عیسائي اندلس کے بڑے شہروں پر قبضہ کے بعد کئي بار ابن احمد کی مملکت پر حملہ آور ہوئے لیکن غرناطہ کے سپاہیوں نے سختی کے ساتھ انکے حملے کو پسپا کردیا بنی احمد با بنی نصر نے ڈھائي صدیوں سے زیادہ مدت تك اندلس کے جنوب پر حکومت کی بالاخر 898قمري/ 1492 عیسوی میں اسلامی شہر غرناطہ فرنانڈو پنجم کے ہاتھوں سقوط کر گیا اور بنی نصر کے اخری امیر ابو عبداللہ کے فرار کے ساتھ اندلس مکمل طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا_(1)

اندلس کے علمی اور ثقافتی حالات کا جائزہ
انڈلس اپنی جغرافیائي حیثیت کی بنا پر ہمیشہ سے عالم اسلام اور مغرب کا مرکز توجہ رہاتھا با لفاظ دیگر دنیا کے اس خطہ نے مسلمان حکومت کی برکت سے چند صدیوں تك مشرق و مغرب کے درمیان رابطہ کے پل کا کردار ادا کیا _ علمی اور ثقافتی پہلوں سے کئي میدانوں میں واضح ترقی کی مثلاً اندلس میں دیگر اسلامی ممالك کے اثرات کی بناء پر علوم قرآنی کے دائرہ میں علوم حدیث اور فقہ (فقہ مالکي) نے وسعت اختیار کی _
جہاں تك تجرباتی علوم کا تعلق ہے اندرونی اختلافات کی بناء پرحکم دوم کی حکومت(366،350قمري) کے زمانہ تك واضح ترقی نہ کر سکا البتہ اسکے زمانہ حکومت میں علم کی مختلف اقسام مینکافی ترقی ہوئي یہانتك کہ قرطبہ کی لائبریری میں تقریباً چار لاکھ تك کتابوں کی تعداد موجود تھی _
علم طب میں اندلس نے بہت زیادہ ترقی کی اس سرزمین پر بہت سے حاذق اطبا ظاہر ہوئے _ فلسفہ ، کلام شعر اور ادبیات کے حوالے سے بھی اسلامی اور یورپی سرزمینوں کی سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے ثقافتی تبادلہ کے دروازہ کا کام دیتا رہا اور معروف و مشہور شخصیات کی پرورش کی _ ہنر و فنون کے اعتبار سے بھی اندلس
---

1) دایرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 1 ذیل اندلس (عنایت اللہ خاکی ناد)_

202
نے بہت ترقی کی اس دور کے بعض آثار ہنر و فن ہمیشہ اسلامی تہذیب و تمدن کا فخر شمار ہوتے رہے مثلا معماری کے حوالے سے مسجد قرطبہ ، شہر الزہرا اور مدینۃ الحمراء کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ ہر مقام اپنی جگہ پراس دور کے یورپ میں اسلامی فن معماری کا عجوبہ شمار ہوتا تھا_
اس طرح دیگر فنون مثلاًخطاطی اور مٹی کے ظروف بنانے کے حوالے سے انتہائي اہمیت کے حامل آثار وجود میں لائے گئے جو آج بھی اندلس میں اسلامی تمدن کے درخشان دور کی تصویر ہیں _(1)

عیسائیوں کے ہاتھوں اندلس کے سقوط کے اسباب
اندلس میں مسلمانوں کے زوال پر مختلف نظریات پیش ہوئے ہینکہ ان نظریات کو تین اقسام اندرونی اسباب ، بیرونی اسباب اور جیوپولیٹیکل اسباب مینتقسیم کیاجا سکتا ہے:

الف: اندلس میں مسلمانوں کے زوال میں موثر اندرونی اسباب
جب بنی امیہ کے زمانہ مینمسلمانوں نے اندلس کو فتح کیا اس زمانہ میں اسلامی نظام میں بہت سی بدعات اورانحرافات پیدا ہو چکے تھے کہ ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں:
1_ وہ اسلامی حکومت کہ جو اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) کے بعد لوگوں کی خلیفہ سے بیعت پر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تشکیل پاتی ہے اب ایك خاندان کی وراثتی اور آمریت پر مبنی حکومت مینتبدیل ہوچکی تھی حاکم بجائے اسکے کہ الہی احکام کا اجراء کرتاصرف اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی کرتا تھا _
2_ مساوات جو کہ اسلامی نظام کا ایك اہم رکن شمار ہوتی تھی ختم ہو چکی تھی حالانکہ قرآن اور سنت پیغمبر (ص) نے فضول برتری کے امتیازات کو باطل قرار دیا تھا اور فضیلت کے معیار کو صرف تقوی اور پرہیزکاری قرار دیا تھا لیکن اموی عربی نسل کو سب سے برتر نسل شمار کرتے تھے اور قریش کو عرب میندیگر قبائل پر برتر سمجھتے تھے_
---

1) سابقہ حوالہ ص 326_

3_ حکومت کی درآمدت جوکہ لوگوں کے عمومی امور پر صرف ہونی چاہے تھیں حکومت کی آسایش اور عیش و عشرت پر خرج ہورہی تھیں جسکی وجہ سے عام لوگوں مینحکومت سے ناپسندیدگی کے جذبات بڑھ رہے تھے_
4_ لوگوں کو گرفتار کرنا، قید کرنا،تشدد کرنااور قتل عام کرنا بنی امیہ کے حکام کے روزمرّہ کے معمول تھے وہ حکومتی سپاہیوں سے اپنے مخالفین کو تباہ و برباد کرنے کا کام لیتے تھے_
5_ زندگی کے معمول میں ، خوراك ، لباس گھر بار میں ... دنیاوی عیش و عشرت سے وابستگی بنی امیہ کی حکومت میں رواج پاگئي تھي_
6_ شراب پینا ،عورتوں سے شعف ، گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت ، اور زمانہ جاہلیت والے اشعار پڑھنا بنی امیہ کے زمانہ کے رواج تھے ،یہ غیر اسلامی حرکات اسلامی فاتحین کے ساتھ مفتوحہ علاقونمیں بھی سرایت کر گئیں_
ان تمام اسباب کا مجموعہ بتاتا ہے کہ کسطرح بنی امیہ کی حکومت کے ذریعے مسلمانوں کا انحراف اندلس میں بھی داخل ہو گیا _ اسلامی اقتدار کے ساتھ ساتھ خاندان بنی امیہ کے انحرافات اور بدعات اور بہت سی بلند پایہ اسلامی تعلیمات کا مسنح ہونا ،ایك بڑا سبب تھا کہ جو اندلس کے مسلمانوں کو بتدریج کمزور کرنے کی بنیادی وجہ قرار پایا کہ جسکی بناء پر بیرونی اسباب اور دشمنان اسلام کو پیش قدمی کرنے کا کافی موقع ملا _(1)

ب: سقوط اندلس کے بیرونی اسباب
بہت سی جنگوں میں مسلمانوں کی مسلسل کامیابی ، یورپ کے وسیع علاقہ کا فتح ہونا اور عیسائیوں کی صلیبی جنگوں میں ناکامی سے یورپ والوں کو سخت خفت کا سامنا کرنا پڑا ،انہوں نے مسلمانوں کو خاص طور پر اندلس سے پیچھے دھکیلنے کیلئے ایك طویل المیعاد منصوبہ بنایا اس پروگرام کے دو مرحلے تھے 1_ فوجی حملہ اور اسپین کی سرزمین واپس لینا 2_ ثقافتی یلغار

1_ سید محمد طہطاوی ، غروب آفتاب در انڈلس ، علل انحطاط حکومت مسلمانان در اسپانیا ،تہران ، دار الصادقین ، ص 17_16_

1_ فوجی حملات اور بتدریج اسپین کی سرزمین واپس لینا: اسپین کی سرزمین کو واپس لینا یا دوبارہ فتح کرنا پاپ اعظم کی طرف سے عیسائیوں کیلئے شرعی ذمہ داری کے عنوان سے القاء ہوا انہوں نے ابتداء میں کوشش کی کہ چھوٹے چھوٹے علاقوں کو محفوظ کرلیں پھر انہیں وسیع کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوئے جن چیزوں نے عیسائیوں کی پیش قدمی میں مدد کی ان میں سے ایك عربوں کی بربروں سے جنگ تھی _
اس زمانہ میں ایك شخص "آلفونسوپڈرو "المعروف آلفونسوی اول ،گالیسیا کے علاقہ میں حاکم تھا جو ایك تجرکار ، فہمیدہ اور فعال شخص تھا اس نے اس موقعہ سے بہت فائدہ اٹھایااور اسطرح اپنی مملکت کو وسعت دی کہ اسکے بعد مسلمان اسکی حکومت ختم نہ کرسکے اسی وجہ اسپینی لوگ آلفونسوی اوّل (757_ 739 عیسوي) کی حکومت کو عیسائي اسپین کی حقیقی ولادت قرار دیتے ہیں_ آلفونسوی نے شمالی اندلس کے عیسائیوں کومسلمانوں کے خلاف بغاوت پرابھارا اور کچھ عرصہ بعد یہ علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے _ اندلس کی حفاظت کیلئے مسلمانوں کی آخری امید غرناطہ میں بنی احمد یا بنی نصر کی حکومت کا ظہور تھا _سلسلہ بنی نصر کی طویل عرصے تك حکومت بحال رہنے کی دو وجوہات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھیں :ایك یہ کہ غرناطہ کی کوہستانی حیثیت اور دوسرا اسکا افریقا کے نزدیك ہونا _ یعنی وہ خطرہ کی صورت میں شمالی افریقا کے مسلمانوں سے مدد کی درخواست کر سکتے تھے_
بہر حال اندرونی مشکلات اور باشکوہ عمارتونکے بنانے میں فضول نمود و نمایش اور اسراف سے کام لینے کی وجہ سے یہ حکومت مالی حوالے سے کمزور ہوگئي اسی طرح تخت و تاج پر قبضہ پانے کیلئے اندرونی اختلافات اور مختلف مفادات باعث بنے کہ فرنانڈودوم کے لشکر نے چند مراحل کے بعد مکمل طور پر غرناطہ کا محاصر ہ کر لیا _
آخر کار مسلمان سمجھ گئے کہ اب اس شہر کا دفاع ممکن نہیں رہا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے، بنی نصر کا آخری سلطان اور اسپین کے آخری مسلمان بادشاہ ابوعبداللہ کے وہاں سے الوداع کے بعد اس علاقے سے اسلامی پرچم ہمیشہ کیلئے اتر گیا_(1)

---

1)سابقہ حوالہ ص 18_17_

205

2_ یورپی عیسائي اور سقوط اندلس کے لئے ثقافتی یلغار کے ذریعے ثقافتی سطح پر اسباب فراہم کرنا:اندلس کے مسلمانوں کے زوال میں ایك اہم ترین سبب پروپیگنڈا یا دوسرے لفظوں میں یورپی لوگوں کی اسلام کے خلاف ثقافتی یلغار تھی _
انہوں نے ایك طولانی مدت کے پروگرام کے تحت اسلامی معاشرہ میں سستی ، لادینیت اور بے پروائي کے بیج بودیے اور مسلمانوں سے سخت انتقام لیا اندلس میں مسلمانوں کی ابتدائي فتوحات کی ضربات اس قدر سخت تھیں کہ خود پاپ میدان عمل میں آگیا اور اس نے اندلس کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے اپنا دینی اثر و رسوخ استعمال کیا اور اس حوالے سے مسلمان سرداروں اور حکام میں اختلافات سے بھر پور فائدہ اٹھایا _
ایك مسلمان عرب سردار کہ جس نے عیسائیوں کی بہت مدد کی براق بن عمار تھا اس نے عیسائي سرداروں اور کلیسا کے عہدیداروں کے ساتھ مختلف مباحث اور گفتگو میں انہیں نصیحت کی کہ مسلمانوں سے براہ راست جنگ کرنے سے پرہیز کریں اور پیمان صلح باندھنے وقت کوشش کریں تا کہ مسلمان معاشرہ اندر سے کھوکھلا ہوجائے اس نے ان سے کہا کہ مسلمانوں کے ساتھ تین چیزوں میں پیمان صلح باندھیں:دینی تبلیغ میں آزادي، مسلمانوں کو تعلیم دینے میں آزادی اور مسلمانوں کے ساتھ تجارت میں آزادی _
اسکی نظر کے مطابق پہلی دو چیزونسے مسلمان لوگ بالخصوص نوجوان ،مسلمان استاد کے حوالے سے اپنی طبیعی احترام کی بنا پر ، یورپی اور عیسائي لوگوں کیلئے ایك طرح کی برتری اور احترام کے قائل ہوجائیں گے اور انہیں مقام کے حوالے سے اپنے سے قوی اور بلند سمھیں گے جسکے نتیجہ میں مسلمان اپنے عقائد میں سست اور لاپروا ہوجائیں گے جبکہ تیسری چیز مسلمانوں میں خوراك ، پوشاك اور حرام کھانے پینے والی چیزوں کے حوالے سے موثر ہوگی اور انہیں آہستہ آہستہ غیر ذمہ دار اور لاپرواہ بنادے گي_
اندلس کے مسلمان حاکموں نے اسی پیمان سے دھوکہ کھایا اور صلح پر راضی ہو گئے _ عیسائیوں کے ساتھ صلح کرنے کے بعد اندلس کے مسلمان اخلاق اور کردار کے حوالے سے فاسد اور تباہ ہوگئے _ عیسائي مبلغین اور

206

راہبوں نے خوبصورت اور شاندار تفریح گاہیں بنائینجن میں وہ عیسائیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے مسلمانوں کی شخصیات اتوار والے دن ان تفریح گاہوں میں جاتی تھیں تا کہ سیر و تفریح کے علاوہ عیسائي جوان لڑکیوں کے حسن و جمال کا بھی نظارہ کریں _ اسی زمانہ میں براق بن عمار کی نصیحت کے مطابق یورپ کی شراب اندلس مینبہت زیادہ مقدار میں آنے لگی تا کہ مسلمان جوان دیوالیہ ہوں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شراب خوری مسلمان جوانوں میں رواج پاگئي _ جو بھی شراب سے انکار کرتا اسے قدامت پسند یا متعصب کا خطاب ملتا _
اب مسلمان نوجوان اپنی دینی اور معاشرتی اقدار کی اہمیت کے قائل نہ رہے مساجد صرف بوڑھے لوگونکے لیے مخصوص ہوگئي جبکہ عشرت کدے اور عیش و شراب کے مراکز نوجوانوں سے بھر گئے جو عیسائي لڑکیوں سے لذت لینے کیلئے وہاں جمع ہوتے تھے_ عیش و عشرت اور تجملات پسندی اسقدر بڑھ گئي کہ ان خواہشات کی تکمیل حلال کمائي سے ممکن نہ تھی لہذا اداروں میں فساد ، رشوت اور لوٹ مار عام ہوگئي _ اشیاء کی تولید کرنے والے طبقات مثلا کسان ، کاریگر اور صنعت کار لوگ عدم توجہ کا شکار ہوگئے اور ہر روز غریب ہونے کے ساتھ ساتھ موجودحالات سے ناراض بھی تھے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(1)_
اسکے بعد عیسائیوں نے بعض مسلمان سرداروں کی خیانت کے ذریعے شہر والانس پر قبضہ کر لیا اور اس شہر میں فجیع جرائم کے مرتکب ہوئے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا بلکہ مسلمان خواتین کے ناموس کو ان کے شوہروں کی آنکھوں کے سامنے لوٹا_ انہوں نے اس شہر پر اتنی تیزی سے قبضہ کیا کہ دیگر شہروں کے حکام اپنی فوج کو تیار ہی نہ کرسکے_
بہرحال اس طرح عیسائیوں نے اپنے مکارانہ ہتھکنڈوں سے اسلامی معاشرہ کو آلودہ کرتے ہوئے بتدریج اسپین کے دیگر شہروں پر بھی ایك ایك کرکے قبضہ کرلیا_
---

1)سابقہ حوالہ ص22_8_

207

ج: اسلامی اندلس کے سقوط کے سیاسی جغرافیائي geopolitical اسباب:

اندلس میں مسلمانوں کی فتوحات کے حوالے سے جغرافیائي سیاسی gepolitical اہم نکتہ یہ ہے کہ جزیرہ ایبري(اندلس) مکمل طور پر فتح نہیں ہوا تھا اور مسلمانوں کے مکمل قبضہ میں نہیں آیا تھا_ بالخصوص اندلس کا شمالمغربی بڑا علاقہ مسلمانوں کی دستبرد سے محفوظ رہا تھا_ اسی طرح اندلس کے دیگر حصوں میں ایسے علاقے بھی رہے ہیں جہاں مسلمانوں کا مؤثر قبضہ نہ تھا_ اگرچہ اسپین مکمل طور پر عیسائیوں کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا _ مگر عیسائیوں نے اسپین کے شمالی سواحل اور خلیج بیسکے(Biscay) کے قریب پٹی اپنے لئے محفوظ رکھی ہوئي تھی تاکہ کسی دور میں مسلمانوں کے اندرونی اختلافات اور لا ابالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی جگہ سے جنوبی علاقوں پربتدریج قدم بڑھائیں اور آہستہ آہستہ اسپین کو دوبارہ عیسائیت کے دامن میں لوٹا دیں _ (1)

نتیجہ بحث
عالم اسلام کی اندرونی تبدیلیونکا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا مادی اور غیر مادی قدرت و طاقت کے حوالے سے مسلمانوں کا زوال صدیوں پہلے شروع ہوچکا تھا _ نظام خلافت میں ضعف ، منگولوں کے حملے اور ان کے کبھی نہ بھرنے والے گھائو مسلمانوں کے زوال کی سرعت کا باعث بنے، اسی زمانے میں اہل یورپ عالم اسلام سے تجارت اور صلیبی جنگوں کے ذریعے پیدا ہونے والے نزدیکی تعلقات کی بدولت اپنی ثقافتی اور علمی تحریك و بیداری کا آغاز کرچکے تھے _
قابل توجہ بات یہ ہے کہ یورپ کی فکری اور ثقافتی سطح پر نشاط کا آغاز سال 1453 عیسوی یعنی قسطنطنیہ مینمشرقی روم کی شکست سے ہوا (2) حالانکہ مسلمانوں کے زوال کا اہم ترین موڑکچھ عرصہ بعد یعنی 1492 عیسوی میں اندلس کی آخری اسلامی حکومت کی شکست پر رونما ہوا البتہ دو صدیوں کے گزرنے کے بعد یہ تبدیلی مکمل طور پر اور موثر انداز میں اہل یورپ کے حق میں انجام پذیر ہوئي_
---

1)سابقہ حوالہ ص22_8_
2) مونتگمری وات، اسپانیای اسلامی ، ترجمہ محمد علی طالقانی ، تہران ، بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب ص 32 _ 10 _

208

ب:اندرونی اسباب

1_ استبداد(آمریت)

بشری تہذیب و تمدن کی تاریخ کے ہر عصر مینہم ایسے ادوار کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جنہیں "آمریت" کے دور کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے بعض محققین کی نظرمینآمریت فقط مشرقی سماج کے ساتھ مختص ہے جبکہ دیگر بعض کے رائے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے مطابق تمام بشری معاشروں اور سماج میں ایسے مظاہر رہے ہیں_ انپی نظر مینہر ملك اپنی تاریخ کے بعض ادوار میں آمر بادشاہوں کے شکنجہ میں رہا ہے _
اس گفتگو میں ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن پر آمریت کے اثرات کا تجزیہ کریں اور یہ دیکھیں کہ کیسے اسلامی تہذیب وتمدن کے زوال کے اسباب میں ایك سبب آمریت بتایا گیا ہے اور یہ کہ خود آمریت یعنی کیا ؟ کیسے پیدا ہوتی ہے ؟ وہ اسلامی معاشرے جو آمریت میں گرفتار رہے ان کی کیا صفات ہیں ؟

آمریت یا استبداد (Dictatorship)کی تعریف:
لغت میں آمریت سے مراد"یکہ و تنہا" اور "خود اپنے طور پر ہی کام کرنا " اور "اپنی رائے کو مقدم کرنا" ہے عرب دانشور عبدالرحمان کواکبی کے بقول : "لغت میں آمریت سے مراد یہ ہے کہ ایك شخص ایسا کام جو مشورہ سے انجام دینا چاہیے فقط اپنی رائے سے انجام دے "، کواکبی کی رائے میں سیاسی لحاظ سے آمریت یعنی کسی ملت کے حقوق پر ایك فرد یاگروہ کا بغیر کسی مواخذہ کے ڈر کے تسلط پیدا کرناہے _ (1)
اس بناء پر آمریت اپنی رائے اور اپنی پسند کو فوقیت دینے پر مشتمل ایسا نظام ہے کہ جسمیں ایك حکومت یا دقت سے دیکھیں تو ایك شخص جو حکومت میں بعنوان حاکم ہے ،عوام و ملت کے سامنے کوئي عہد اور ذمہ داري
---

1) عبدالرحمان کواکبی ، طبایع الاستبداد، ترجمہ عبدالحسنین قاجار، ترتیب و تدوین صادق سجادی تہران ، ص 16 _

محسوس نہینکرتا _ یعنی ایسا نظام کہ جسمیں حکومت لا قانونیت پر قائم ہے یعنی موجودہ قوانین اس وقت تك نافذ رہیں گے جب تك آمر انہیں اپنے مفاد میں پائے گا ،اسی لئے آمرانہ نظام میں قوانین میں بہتری کیلئے ترمیمات بے معنی اور خالی ہوتی ہیں _(1)

اسلامی ممالك میں آمریت کا سرچشمہ
یہ کہ آمریت کا سبب و سرچشمہ کیا ہے مختلف نظریات پیش کئے گئے ہیں_ مشرقی اسلامی معاشروں کے اقتصادی پہلو کے تجزیہ و تحلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آمریت کا تسلط ان ممالك میں میں اتفاقی نہ تھا ان لوگوں کے طریقہ پیداوار ، سماجی معاملات اور ان معاشروں سے بننے والے مختلف شعبہ جات اس کیلئے راہ ہموار کرتے تھے مثلاً ایرانی معاشرہ کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاشرہ میں لا محدود آمرانہ قوانین تین اسباب کی بناء پر وجود میں آتے رہے :

1_ اقتصاد اور آبپاشی کا طریقہ کار:
ایرانی کسانوں کی گذشتہ ادوار سے اب تك اہم مشکلات میں سے ایك پانی اورآبپاشی کا مسئلہ تھا_ ایران کے بیشتر زرعی علاقے دنیا کے خشك علاقوں میں سے شمار ہوتے ہیں اور یہی وجہ بہت عرصہ سے ہمارے ملك کے اقتصادی زوال کا سبب بنی ہوئي ہے (2)_ اسی موضوع کی بناء پر وقت کی طاقتور حکومتوں نے ایك طرف تو بند باندھے اور نہریں جاری کرتے ہوئے زرعی کاموں کو وسعت دی اوردیہاتی لوگوں کی مدد کی تاکہ زراعت کی بھاری ذمہ داری سے بہتر طریقے سے عہدہ براء ہو سکیں دوسری طرف اس سہولت سے مکمل فایدہ اٹھایا اور اپنی حکومت اور تسلط کو مستحکم اور پائیدار کیا _
---

1) محمد علی کا توزیان، استبداد در دموکراسی ونہضت ملي، تہران ص 12_
2) مرتضی راوندی _ تاریخ اجتماعی ایران _ تہران _ ج 2 ص 288 _

2 _ عمومی مالکیت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے کہ پانی کے مسئلہ کی بناء پر مرکزی حکومت نے کسانوں کو اپنے تابع کرلیا تھا زرعی زمین کی وسعت اور پھر اسکی سیرابی کے لیے پانی کے بہت بڑے منصوبے اور ان رزعی زمینوں کے استعمال کے لیے ان منصوبوں کو چلانا ناقابل اجتناب کام تھا_ اسی طرح آبپاشی کے مصنوعی طریقوں کی انتہائي ضرورت بڑے بڑے اداروں کی تشکیل اور ایك فرد کی مطلق حکومت کو بھی اپنے ہمراہ لے آتي_
آمر حکمران سماج کی نمائندگی میں ان تمام سرزمینوں کا فرضی مالك اور انکے چلانے کا عہدہ دار ہوتا تھا_ اسکے علاوہ حکومت آبپاشی کے وسیع قومی کے اداروں اور پانی کے تمام منابع کی بھی مالك شمار ہوتی تھی _ اسطرح سے ملك کا وسیع حصہ زمین اور پانی کی صورت میں یعنی پیداوار کے حقیقی وسائل کی صورت میں حکومت کی ملکیت تھے_ (1)

3_بیورکریسی (دیوان سالاري)
عمومی مالکیت نے خصوصی حق ملکیت کو تباہ کردیا_ آفیسرز اور کارکنوں کی صور ت میں حکام کا ایسا طبقہ ظاہر ہوا کہ جو حاکم مطلق کے ماتحت ان تمام زمینوں اور پانی کے ہر منصوبے کی نگرانی کرتا تھا اور انہیں اپنے زیر اختیار رکھتا تھا_اسی شعبہ کے تحت ایك بہت بڑا ادارہ وجود میں آیا کہ جو پورے ملك میں پھیلا ہوا تھا _ اسطرح ایران کی تاریخ کے ایك مخصوص مرحلہ میں زمین، آبیاری اور رفاہ عامہ کے امور کے حوالے سے بیورکریسی آگے بڑھتی چلی گئي اور اقتصادی و اجتماعی بنیادوں پر چھا گئي،اس طرح آمر حاکم تمام حکومتی شعبوں اور فوج ، مختصر یہ کہ بیورکریسی کا حاکم شمار ہوتا تھا اور اسکی طاقت مطلق اورلامحدود تھي_(2)
---

1)مصطفی وطن خواہ_ موانع تاریخی توسعہ نیافتگی درایران _ ص 9 _ 138
2) سابقہ حوالہ ص 156_

البتہ یہاں واضح کرنا چاہئے کہ یہ آمر بادشاہ اپنے لامحدود اختیارات کی صحیح توجیہ کےلئے آئیڈیالوجی کی مدد لیتے تھے وہ اس تاریخی دور میں اپنی طاقت کے الہی ہونے کا نظریہ پیش کرتے رہے کہ یہ ایك آسمانی مقدس حکم ہے کہ حکومت انکی نسل میں منتقل ہوتی رہے اور یہ پرچار کرتے رہے کہ بادشاہ کی خدمت خدا کی خدمت ہے نیز بادشاہ کا حکم بھی خدا کا حکم ہے (1)_ یقینا اس کام سے انکا مقصود یہ تھا کہ عوام کے دلوں میں بادشاہ کا مافوق الفطرت رعب و وحشت طاری رہے اور وہ کبھی بھی بادشاہ کے خلاف بغاوت کا خیال بھی ذہن میں نہ لائیں بلکہ ہمیشہ بادشاہ کے تابع اور فرمانبردار رہیں _

آمریت کے نتائج
جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے کہ ایك آمرانہ سماج میں تمام مسائل ایك خاص فرد کی پسند اور سلیقہ کی بناء پر تشکیل پاتے ہیں شاید کہا جاسکے کہ آمریت کا سب سے معمولی نقصان انفرادی حقوق کا ضائع ہونا ہے _ آمرانہ سماج میں آمریت کی شکل مخروطی ہوتی ہے یعنی ایك درجہ کے کسی ایك عنصر یا عناصر کے لامحدود و حقوق نچلے درجے کے عناصر کے حقوق سے مطلق بے بہرہ ہونے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں ایك طرف سے حقوق سے کلی محرومی اور دوسری طرف طاقت و قدرت کی یہ ترکیب لوگوں کے اذہان کو تباہی کی طرف لیجاتی ہے اس غلط صورت حال کو برداشت کرنا بالخصوص آزاد ذہنوں کے لئے بہت مشکل ہے _
کیونکہ کسی فرد کی فردیت اس وقت تشکیل پائے گی جب وہ ہمیشہ حقوق سے بہرہ مند ہو جبکہ آمرانہ سماج میں اکثر لوگوں کیلئے حقوق موجود ہی نہینہوتے جب تك آمرانہ سماج بنیاد سے ہی ختم نہ ہو حقوق رکھنے والا فرض کبھی بھی حقیقت نہیں پاسکتا اور اس صورت حال کا بالآخر نتیجہ حقوق سے مطلق محرومیت ہے نہ کہ اکثریت کی طاقت کی قدر اور حفاظت اسی لئے ایسے معاشروں میں فردیت وجود میں نہیں آسکتی (2)_
---

1)فرہنگ رجائي ، تحول اندیشہ سیاسی در شرق باستان، ص 88_
2) احمد سیف ، پیش درآمدی بر استبداد سالاری در ایران _ ص 27_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لہذا جب آمریت پر مشتمل مختلف اسباب کے تحت بالفاظ دیگرجب تمام چیزیں ایك آمر حاکم کے ارادہ کے تحت وجود میں آئیں تو ایسے معاشروں کے سماجی معاملات مثلاً اقتصادی ، معاشرتي، سیاسی اور بطور کلی اس معاشرہ کی تہذیبی ترقی کی ہم کیسے توقع کرسکتے ہیں _
ایك سماج کلچر و ثقافت کے حوالے سے اسی وقت ترقی کرسکتا ہے کہ جب ترقی کیلئے ضروری شرائط اور ماحول میسر ہو _ پس آمریت زدہ معاشروں کے حوالے سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ اس معاشرہ کی تہذیب و ثقافت ترقی کرے اور وسعت اختیار کرے یا اگر کسی مسئلہ میں کوئي ترقی بھی ہوتی ہو تو اس کے ثمرات کی حفاظت ہوسکے _

اسلامی معاشروں میں آمریت
دین اسلام کے ظہور سے فکر بشریت میں ایك عظیم انقلاب پیدا ہوا اس الہی دین کا مقصد انسانوں کو ان تمام قسم کی قید و بند سے نجات دینا تھا جو طول تاریخ میں اسکو جکڑے ہوئے تھیں_ اسلام حکومتی معاملات میں فرد واحد کی رائے کو محور بنانے کا مخالف ہے بلکہ مشورہ کو حکومت کی بنیاد قرار دیتا ہے _ رسول اکرم (ص) اکثر مسائل میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کرتے تھے اور آنحضرت (ص) کے بعد خلفاء راشدین بھی ایسا رویہ اپناتے تھے کہ لوگ اندرونی رغبت و رضا سے انکی اطاعت کیا کرتے تھے اگر کسی کیلئے کوئي سزا مقرر ہوتی تو وہ اطاعت کرتے اور تعمیل کرتے تھے_
لیکن جب بنی امیہ مقام اقتدار پر پہنچے تو بہت سے مسائل تبدیل ہوگئے رواداری اور تحمل پر مبنی حکومت کا دور ختم ہوچکا تھا معاویہ کے والی اور حکام کو یہ خوف تھا کہ اگر لوگوں کو آزادی دی گئي تو وہ بغاوت برپا کریں گے لہذا تشدد کی پالیسی شروع ہوئي_ سب سے پہلے معاویہ کا ہی دور تھا کہ جب رسمی طور پر تشدد کا کام شروع ہوا وہ لوگ جو معاویہ کے مخالف سمجھے جاتے تھے اور انہیں گرفتار کرکے سزائیں دی جاتی تھیں (1)_

عباسی خلفاء کے ادوار بھی اسی طرح تھے بلکہ بعض تو اموی دور سے بھی بدتر تھے _ ان ادوار میں خلفاء اپنے مخالفین کو قتل کرنے سے بھی نہ چوکتے تھے اس قسم کی سیاست سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ لوگ متنفر ہونے لگے_
آمریت و استبداد کوئي ایسا مظہر نہیں ہے کہ جسے ہم تاریخ کے کسی خاص دور میں محدود کردینبلکہ آج بھی بہت سی اقوام آمریت کا شکار ہیں لیکن بعض ادوار تاریخی میں آمریت ایسی خاص شکل وصورت میں سامنے آئي کہ مورخین اور دانشوروں کی توجہ کا مرکز قرار پائي مثلاً عثمانی بادشاہت کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس بہت بڑی بادشاہت کے سقوط کا ایك اہم سبب عثمانی بادشاہوں کی آمریت اور عوام کی ناراضگی تھا_ اسی طرح ایران کی تاریخ کا تجزیہ و تحلیل کریں بالخصوص مشروطیت کے دور کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتاہے کہ لوگوں کا قیام اور انقلاب مشروطیت مکمل طور پر ظلم اور آمریت کو ختم کرنے اور قانون پر مبنی عادل حکومت کی تشکیل کیلئے تھا_
عصر حاضر میں بھی مشرق وسطی کے تیل کی دولت سے مالا مال بہت سے ممالك آمرانہ نظام و حکومت کے حامل ہیں _ دانشوروں کے نظریہ کے مطابق ان ممالك کی حکومت کا ہم ستون تیل کی دولت سے تشکیل پانے والا اقتصاد اور دوسرا یہ کہ عمومی درآمدات سے بے نیازی ہے گویا کہ تیل نے انہیں عوام سے بے نیاز کردیا ہے بہرحال آمریت کی کوئي بھی وجہ ہو اور کسی زمانہ میں بھی ظاہر ہو یہی کہیں گے کہ یہ تہذیب و تمدن کے زوال کا اہم سبب ہے اوراسلامی تہذیب و تمدن بھی اسی قانون و قاعدہ سے مستثنی نہیں ہے اسلامی تہذیب کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس قدر بادشاہوں کی آمریت و استبداد کم ہوا اسی قدر اسلامی تہذیب کی ترقی اور وسعت کیلئے اسباب و امکانات حاصل ہوئے _

2_ دنیا پرستی ،قدامت پسندی اور حقیقی اسلام سے دوري:
آنحضرت (ص) اسلام کے پیغمبر ہونے کی حیثیت اپنی سیرت طیبہ اور روش زندگی کو ایسے سامنے لائے جو ہر
---

1)_ جرجی زیدان ، تاریخ تمدن اسلام، ترجمہ علی جواہر کلام، ص 724 _ 723_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قسم کے اسراف و نمود و نمایش سے دور تھي_ آپ کی غذا ، رہائشے اور لباس معاشرہ کے معمولی ترین افراد کی مانند سادہ اور چمك دمك سے دور تھا_ آپکی وفات عظمی کے بعد خلفاء راشدین کی سیرت بھی آپ (ص) سے مشابہت رکھتی تھی وہ بھی سعی کرتے تھے کہ اسلام حقیقی اور رسول اکرم (ص) کی سیرت طیبہ کی پیروی میں مادی نمود و نمایش سے دور رہیں اور تمام مسلمانوں کیلئے نمونہ عمل کی حیثیت سے رہیں جبکہ اموی خلافت کے آغاز سے ہی دنیا پرستی اور تجملات مسلمانوں کے حقیقی اسلام سے دوری کا باعث بنے اسی طرح فکرو نظر اور روشن خیالی کی راہ میں قدامت پسندی کی رکاوٹ بھی اسلامی تہذیب وتمدن کے زوال کا سبب قرار پائي_

الف: دنیا پرستي
ابن خلدون کا نظریہ تھا کہ حکومتیں انسانی زندگی کی مانند ایك عمر اور اسکے مختلف مراحل جیسے پیدائشے ، رشد و جوانی اور ضعف و بڑھاپا رکھتی ہیں _ انکے خیال کے مطابق حکومتیں پیدائشے سے زوال تك پانچ مراحل سے گزرتی ہیں :
پہلا مرحلہ کہ جسکا نام کامیابی کا مرحلہ ہے فرد حاکم قوم کے اندرونی روابط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اقتدار حاصل کرتا ہے یہ قومی روابط ایك طرح سے مختلف امور اور فیصلوں کو اسکی ذات میں منحصر ہونے سے مانع ہوتے ہیں _دوسرے مرحلہ میں وہ کوشش کرتا ہے اپنی حاکمیت کو مستحکم کرتے ہوئے اقتدار کو اپنی ذات میں منحصر کرلے_
تیسرے مرحلہ میں اپنے اقتدار پر بھروسہ رکھتے ہوئے آسودگی اور آسایش کی نعمات سے بہرہ مند ہوتا ہے _ دوسرے الفاظ میں وہ طاقت واقتدار کے پھل چنتا ہے اس مرحلہ میں نمود و نمائشے اور آسودگی کا اظہار ہوتا ہے وہ دیگر مشہور حکومتوں کی مانند بے پناہ رقم شہروں کو خوبصورت بنانے اورعوامی عمارات کی تعمیر پر لگاتا ہے_ اسی طریقہ کار پر چلتے ہوئے اس کے ماتحت، حواری اور حکومتی کارندے دونوں ہاتھوں سے مال و ثروت جمع کرتے ہیں اور پر تعیش زندگی اختیار کرتے ہیں پھر اقتصادی ترقی کا زمانہ آتا ہے حاکم طبقہ کی توجہ اور حوصلہ

افزائي کی وجہ سے مصنوعات ، خوبصورت فنون اور علوم ترقی کرتے ہیں اسی دوران آرام وسہولت کا زمانہ آپہنچتا ہے اس زمانہ میں انسان دنیاوی لذتوں اور آسائشے سے بہرہ مند ہوتے ہیں یہاں حکومت کے ارتقا کا پہلا مرحلہ مکمل ہوجاتا ہے_
چوتھے مرحلہ میں حاکم طبقہ اور رعایا کی مسرتوں کا عروج کا دور ہے یہ لوگ پچھلی نسلوں کی مانند زندگی کی لذتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس امر سے غافل ہیں کہ پچھلی نسل نے ان لذتوں تك پہنچنے کیلئے کتنی جدو جہد کی تھیں وہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ تعیش اور زرق وبرق سے بھرپور زندگی اور معاشرتی تہذیب کی دیگر سہولیات ہمیشہ سے موجود تھیں اور موجود رہیں گی _
تجملات، آسائشے اور خواہشات نفسانی کو پور اکرنا گویا انکے لئے ایك عام سی بات ہوجاتی ہے وہ اس دور میں گذشتہ لوگوں کی محصولات اور ایجادات پر مکمل طور پر اکتفاء کیئے ہوئے ہوتے ہیں ایسے مصائب اور اسباب جو ممکن ہے کہ انکی کامیابیوں میں خلل ڈال دیں ، ان کے مقابلے میں کمزور پڑجا تے ہیں پانچوےں مرحلہ میں حکومت زوال کی کی راہوں پر قدم رکھتی ہے اس دور میں فضول خرچی اور اسراف کا آخری مرحلہ شروع ہوتا ہے_ تن آساني، تجملات، جسمانی ضعف اور اخلاقی تباہی کا حملہ یا اندرونی اضمحلال یا دونوں اسباب کی بناء پر یہ حکومت تباہ ہوجاتی ہے _ (1)

سلسلہ بنی امیہ کا آغاز اورعیش و عشرت کی ابتدائ
اکثر اسلامی فتوحات بنی امیہ کے دور میں مکمل ہوئیں یہ چیز ایك طرح سے حقیقی اسلام کی صورت بگاڑنے میںاہم کردار رکھتی ہے کیونکہ اسلام ایسے خاندان اور ان کے وابستہ لوگوں کے ذریعہ ترویج ہورہا تھا کہ جو خود اسلام کے زیادہ معتقد نہ تھے_ بنی امیہ نے دین میں مختلف بدعتیں ایجاد کیں اور ان بدعات کو دین کے نام سے پھیلایا _ انہوں نے اسلام کے زریں قانون مساوات کو پائوں تلے روندڈالا اور عرب کی عجم پر برتری کے نظریہ کا پروپیگنڈا کیا _
---

1) عبدالرحمان ابن خلدون ، مقدمہ ابن خلدون، ترجمہ محمد پروین گنابادی تہران_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اموی حکمرانوں نے اسلامی حکومت کی بہت سی درآمدات کو اپنی عیش وعشرت اور خوبصورت محلات بنانے پر صرف کیا اسی بناء پر عوامی طبقات میں ناراضگی کی لہر دوڑی اور یہ چیز اموی حکمرانوں کے سلسلہ کو ختم کرنے کا باعث بني_ انکے بعد بنی عباس نے بھی اسی طرز عمل کو جاری رکھا اور انہیں بھی بنی امیہ کی مانند انجام کا سامنا کرنا پڑا_

خلفاء اورا مراء کی بے پناہ ثروت اور اسکے نتائج
خلیفہ اسلامی ممالك کی حکومت میں مکمل اختیارات کا مالك تھا_ تمام درآمدات سب سے پہلے اس کے ہاتھوں میں پہنچتی تھیں _ لہذا قدرتی طور پر وہ تمام لوگوں سے زیادہ مال و دولت کا مالك تھا_ خلفاء کے بعد علاقوں کے والی اور امراء بھی بے پناہ دولت کے مالك تھے_ کیونکہ وہ مالیات اور ٹیکس جمع کرتے تھے جتنا چاہتے تھے لوگوں سے چھین لیتے تھے _
یہ ایك طبعی بات ہے کہ انسان جسقدر زیادہ ثروت و دولت کا مالك ہو تو اس کی زندگی کا معیار اتنا ہی وسیع اور بلند ہوتا ہے وہ خوراك، لباس اور نمود و نمایش میں بہت زیادہ افراط کرتا ہے_ تعیش کی طرف رجحان نے عرب بدووں کو صحرا نشینی والی خصلتوں سے دور کرکے یوں شہری زندگی کی آسائشےوں کا عادی کردیا کہ وہ تعیش اور تفنن میں روم اور ایران کے بادشاہوں سے بھی سبقت لے گئے _ سب سے پہلے حضرت عمر نے معاویہ کے فاخرہ لباس پر اعتراض کیا اور کہا اے معاویہ تم نے ایران کے بادشاہ کسری کی مانند لباس پہنا ہے؟(1)_
بنی امیہ کے خلفاء پھولوں کے نقش ونگار والا ریشمی لباس پسند کرتے تھے جیسا کہ ہشام بن عبدالملك کے نقش و نگار سے بھرے ہوئے بارہ ہزار ریشمی لباس مشہور ہیں_ اسطرح کے نمود و نمایش اور آسائشے پسندی نے مسلمانوں کو رام کرلیا تھا اور یہ چیز مسلمانوں پر پڑنے والی مہلك ترین ضرب تھي(سقوط اندلس کا مطالعہ کریں) (2)
---

1)سابقہ حوالہ_
2) زين العابدين قرباني، علل پيشرفت اسلام و انحطاط مسلمين _ تہران _ ص 89 _ 382 _

ب: قدامت پرستي

اسلامی تہذیب و تمدن کے زوال میں ایك سبب قدامت پرستی ہے کہ اس سے پہلے کے ہم اسلامی تہذیب پر اس کے اثرات کا مطالعہ کریں سب سے پہلے اسکی دقیق تعریف و تشریح کرینگے _ قدامت پرستی کے مختلف معانی ہیں مثلاً توقف، تبدیلی قبول نہ کرنا، جمود اور تہذیب اور حقیقی و بلند اقدار کا ترقی نہ کرنا ہے_
قدامت پسندی فکر و نظر کے میدانوں میں وجود پاتی ہے اور اگر کردار و رجحانات سے ظاہرہو تو جمود کہلاتا ہے _
قرآنی مفاہیم میں بھی (قدامت پسندي) کو معرفت و شناخت کیلئے مانع و رکاوٹ کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے ؟ (ثم قست قلوبكم من بعد ذلك فهی كالحجارة اور اشدّ قسوة ...)(بقرہ 74)
قرآنی نگاہ میں یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے فکر و تدبر سے دوری اختیار کرلی ہے اور ناقابل ہدایت ہوچکے ہیں پس قدامت پسندی حق کو قبول کرنے اور حقیقی کمال و سعادت تك پہنچنے میں رکاوٹ ہے اسکے ساتھ ساتھ یہ دینی افکار کی ترقی میں بھی مانع ہے _
قدامت پسندی کے ہوتے ہوئے حقیقت، معرفت، حکمت، حکومت ، انتظام ، سیاست اور معیشت کے ساتھ فکری اور عملی طور پر پروان نہیں چڑھا جاسکتا _
قدامت پرست لوگ اسلام سے فقط خشك و جمود یافتہ تعلیمات لیتے ہیں کہ زمان و مکان کے تقاضوں کے مد مقابل کسی قسم کی لچك، تحقیق اور نمو سے خالی ہیں _ اور کبھی بھی اپنے اسلامی افکار و نظریات اور عمل میں غلطی اور نظرثانی کے قائل نہیں بلکہ ہمیشہ ٹھراؤ اور خواہ مخواہ کے توقف کے شکار ہیں _(1)
ایك قدامت پرست انسان اپنی فکر و نظر کا ایك مضبوط جال اپنے ارد گرد تن لیتا ہے اور کبھی بھی اپنے افکار اور عقائد کو تبدیل کرنے پر تیار نہیں ہوتا_ استاد مطہری اس مسئلہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "اسلامی دنیا میں کچھ فکری تحریکیں سامنے آتی ہیں کہ انکا نام افراط یا جہالت رکھنا چاہئے ان تحریکیوں کے ذریعہ دینی امور اور بے جا دخل میں افراط سے کام لیا گیا جبکہ ان کے مد مقابل کچھ ایسے فکری رویے سامنے آئے کہ جو تفریط

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) محمد جواد رودگر، تحجر و تجدد از منظر استاد مطہری کتاب نقد سال ہفتم شمارہ 2_3 ص 50_ 49_

اور جمود کے حامل تھے_ لیکن یہ سب گذشتہ دور میں تھا مسلمانوں کو چاہیے کہ قرانی تعلیمات پرعقیدہ رکھیں اور معتدل انداز سے فکری حرکت کرے_ (1)

استاد مطہري منحرف فکری تحریکوں کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہوئے تین ایسے کلی مکاتبکے بارے میں بتاتے ہیں کہ جو شدید انداز سے جمود فکری کا شکار تھے اور قدامت پرستی کی تبلیغ و ترویج میں اہم کردار ادا کرتے تھے :

1)_وہ عناصرکہ جنہوں نے سیاسی مقاصد کی خاطر "حسبنا کتاب الله" کا نظریہ پیش کیا _ اور فکری انحراف پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اہلبیت رسول سے لوگوں کو دور کرنے میں مؤثر کردار اداکیا_

2)_ایك اورگروہ نے پہلی تحریك کے مدمقابل "حسبنا احادیثنا واخبارنا" کا نعرہ بلند کیا اور قرآن کریم کو مہجور قرار دینے میں اہم کردار ادا کیا اور لوگوں کو بنیادی اور زندگی بخش معارف و تعلیمات سے دور کیا_

3)_وہ عناصر کہ جنہوں نے تقدس کے رنگ میں قرانی تعلیمات کے ناقابل فہم و درك ہونے کا نظریہ پیش کیا اور "این التراب ورب الارباب" کا نعرہ بلند کیا جسکا نتیجہ فکری تعطیل کی صورت میں سامنے آیا اور یہ گروہ "معطلہ" کہلایا _(2)

اگر ہم اسلام کے مختلف سماجی ادوار میں اسلامی نظریہ اور فکری وثقافتی تحریکوں کی تاریخ میں تحقیق کریں تو یہ مشاہدہ کریں گے کہ ان مندرجہ بالا تین کلی تحریکوں کی بناء پر "اخباریت اور ظاہر پرستی " اور انکے مد مقابل "باطنیت اور تاؤیل" کی شکل میں حنبلیوں اور اسماعیلیوں کے دو غلط فکری نظام سامنے آتے ہیں کہ ان دو فکری نظاموں اور اخباریت کی تحریك نے اسلامی تہذیب و تمدن کے پیکر پر شدید اور خطرناك ضربیں لگائیں کہ استاد مطہري کے بقول "اسلام نے اخباریوں اور حدیث مسلك لوگونکے ہاتھوں جو ضرب کھائي وہ کسی اور تحریك سے نہیں کھائي تھي"_ (3)

---

1) مجموعہ آثار ج 21 ص 129 _ 128_

2) سابقہ حوالہ ج 6 ص 900 _ 878 _

3) رودگر، سابقہ حوالہ ص 53_ 219

ج) اسلامی دنیا میں عقل اور عقل دشمن تحریکیں

بہرحال تمام تہذیبوں بالخصوص اسلامی تہذیب و تمدن کا عروج و زوال مختلف فکری تحریکوں کا مدیون منت ہے_ بعض اہل فکر وتحقیق اسلامی افکار و ثقافت کے زوال کا سبب متوکل عباسی (247_ 232 قمري) کا دور خلافت سمجھتے ہیں اس خلیفہ سے پہلے کے خلفاء مکتب معتزلی یعنی عقل گرائي کی طرف رجحان رکھتے تھے اور اہل نظر ، حکماء ، فلاسفہ اور دانشوروں کے حامی سمجھے جاتے تھے لیکن یہ خلیفہ مکتب اہل حدیث سے وابستہ ہوا ، عقائد معتزلہ کی مخالفت کی اور عقائد وافکار میں جدل و مناظرہ کو ممنوع کیا_ یہاں تك کہ کوئي بھی علمی مباحث اور مناظرہ کا اہتمام کرتا اسے سزا دیتا تھا_

ان اقدامات کا یہ نتیجہ نکلا کہ احمد بن حنبل کے پرچم تلے اہل حدیث کے گروہ نے ترقی کی جو فقط سنت و حدیث کی تقلید کرتے تھے اور جو کچھ نقل ہوا صرف اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے اور اپنے مخالفین یعنی اہل عقل و نظر بالخصوص معتزلہ پر کفر کا الزام لگاتے تھے _ یہ تحریك امام محمد غزالی کے ظہور اور انکی مشہور کتاب "احیاء علوم الدین" کے سامنے آنے سے شدید تر ہوگئي_ صرف تعقل کو ممنوع کرنے اور معتزلہ کو کافر قرار دینے پر اکتفاء نہ کیا گیا بلکہ شیعہ اثنی عشری جیسے مکاتب پر بھی کفر، رافضیت اور باطنیت کی تہمت لگائي گئي_

اسلامی تفکر میں جمود پیدا کرنے والے ان اسباب کے ساتھ ساتھ قرن ششم وہفتم میں تصوف کی وسیع پیمانے پر ترویج کو بھی شامل کیاجاسکتا ہے _ بعض محققین کی نظر کے مطابق یہ تصوف علوم عقلی مثلاً فلسفہ اور استدلال کے مدمقابل بہت بڑی مصیبت شمار ہوتا ہے کیونکہ اہل تصوف شریعت اور عقل کے پیروکاروں کے مد مقابل کشف و شہود کو حقائق کے درك کا وسیلہ پیش کرتے تھے، حقیقت تك پہنچنے کیلئے عقل و استدلال کو ناکافی سمجھتے تھے اور کبھی تو عقل کو الله

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تعالی کی معرفت و شناخت کیلئے حجاب کا عنوان دیتے تھے_
مجموعی طور پر مندرجہ بالا اسباب کو اسلامی تفکر و نظریہ کی ترقی میں اہم موانع سمجھا جاسکتا ہے جب بھی فکر و استدلال کے راستے بند کیے جائیں تو خودبخود قدامت پرستی اور جمود پروان چڑھیں گے اخر میں ہم اسلامی نظریہ کی تاریخ کا تجزیہ کرتے ہوئے جمود اور قدامت پرستی کوفکر و استدلال میں توقف سے تعبیر کرسکتے ہیں _

221
آٹھواں باب:

بیداری عالم اسلام کی نشا ۃ ثانیہ

223

1_ صفوي:

الف) صفویوں کا ظہور:

آیا صفوی خاندان عرب تھے یا ترکی یا کردی یا ایرانی _ اس حوالے سے محققین میں اختلاف نظر ہے _(1) اس خاندان کے سب سے پہلے فرد شیخ صفی الدین اردبیلی (735_ 650 قمري) جو کہ ایران کے بزرگ مشائخ اور عرفاء میں سے تھے _ اپنے مرشد کی جستجو میں شیخ زاہد گیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکے مقرب قرار پائے پھر انکی وفات کے بعد طریقت زاہد یہ کے رئیس بنے _(2) شیخ صفی الدین کا مقام معنویت بڑی اہمیت کا حامل تھا انہوں نے طریقت کے اس لباس میں مذہب تشیع کی وسیع پیمانے پر نشر واشاعت کی یوں ان کی ذہانت اور زیرکی وجہ سے یہ مسلك ایران ، شام اور برصغیر تك وسعت سے پھیلا_ (3)
شیخ صفی کے بعد انکے فرزند صدر الدین انکے جانشین بنے آرامگاہ بننے سے انکے پیروکاروں کی فعالیت بڑھي(4) ایلخانان کے بعد بتدریج اردبیل کی خانقاہ کے شیوخ سیاسی کھیل میں داخل ہوئے _ اس کے بعد خواجہ علی اور ابراہیم مقام خلافت پر پہنچے اسی دوران صفویوں کی تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں یہاں تك کہ سنہ 851 جنید صفوی طریقت کے رئیس بنے _
---

1) ابن بزاز اردبیلی (درویش توکلی بن اسمعیل بزاز) صفوۃ الصفا مقدمہ و تصحیح غلامرضا طباطبائي _ تہران ص 70 حسین ابدال زاہدی ، سلسلہ النسب صفویہ ، تہران ، ایرانمہر 11_ 10 _
2)ابن بزاز_ سابقہ حوالہ فصول ششم ، ہفتم_
3)راجو سیوری ، ایران عصر صفوی ، ترجمہ کا میز عزیزی ، تہران ، نشر مرکز ص 8_
4) ابن بزاز، سابقہ حوالہ ص 983، 898_

224
انہوں نے دنیاوی اقتدار و طاقت کو ہاتھ میں لینے کی طرف اپنا میلان آشکار کیا اور سلطان کا لقب اپنے لئے پسند کیا کہ یہ چیز ان کے دنیاوی جذبوں کے صفوی طریقت کے دیگر معنوی پہلوؤنپر غلبہ کی عکاسی کرتی ہے انہوں نے کئي بار اپنے مریدوں کو کفار کے خلاف جہاد پر اکسایا_(1) حیدر 860 قمری میں جنید کے جانشین بنے پھر حیدر کے بعد علی اسکا جانشین بنا اس نے اپنے آپ کو بادشاہ کہا (2) صفویوں کی سیاسی سرگرمیاں باعث بنیں کہ آق قو نیلو جوکہ صفویوں کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دوست اور ہم پیالہ تھے انکے حوالے سے تشویش کا شکار ہوئے بالآخر علی آق قو نیلوؤں کے ہاتھوں قتل ہوا اور اسماعیل جوکہ سات سالہ تھا اہل اختصاص (صفویوں کے خصوصی وفادار و محب لوگ) کے ذریعے گیلان فرار کروا دیا گیا _(3)

ب) صفوی حکومت کی تشکیل :
سنہ 905 قمری میں اسماعیل دوبارہ اردبیل میں پلٹا اور اپنے مریدوں کو منظم کیا _ اس نے سنہ 907 قمری میں آق نیلووں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تبریز شہر پر قبضہ کرلیا اور تاجبوشی کی تقریب منعقد کی یہ سب اقدامات اہل اختصاص نے انجام دیے چونکہ اس وقت اسماعیل کی عمر چودہ سال سے زیادہ نہ تھی _ (4)اس نے رسمی طور پر حکومت کا مذہب شیعہ قرار دیا اور امامیہ اثنا عشریہ کی ترویج اور استحکام کے لئے کوششیں کیں(5)_
کچھ عرصہ بعد اسماعیل نے ایران کے شمالی مشرقی علاقوں کی صورت حال درست کرنے کیلئے ازبکان سے جنگ کی لیکن اہل شمشیر (ترك لوگ) اور اہل قلم (دفاتر کے ایرانی لوگ) (6) میں اختلافات کے باعث
---

1) نیوری ، ص 16 _ 15_
2) خوانویر _ جیب السیر ، زیر نظر محمد دبیر ساقی ، تہران ، ص 438 _
3) سابقہ حوالہ ص 442 _ 440_
4) سابقہ حوالہ ص 51_ 446_ حسن بیگ روملو، احسن التواریخ باتصحیح عبدالحسنین نوابي_
5) جہان گشائي خاقان،ص 80 (تاریخ شاہ اسماعیل) مقدمہ اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارس ایران در پاکستان ص 6_145_
6) سیوری ، سابقہ حوالہ ص 31_30_

کے باعث وہ معرکہ غجددان میں کچھ پیش رفت نہ کرسکے اور یہ معرکہ ایرانیوں کے ضرر میں اختتام پذیر ہوا_ مغربی محاذ میں بھی اسماعیل عثمانیہ کی سنی حکومت سے اساسی اختلافات رکھتا تھا _ عثمانی حکومت کسی صورت مینبھی صفویوں کی شیعہ حکومت کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھی نیز صفوی کے حامیوں کے آناتولی میں اقدامات اور خود صفویوں کی عثمانیہ کے امور میں مداخلت مشہور جنگ چالدران (سنہ 920 میں) کا باعث بنی کہ جسمیں صفویوں کی شکست کے باعث تبریز پر دشمن کا قبضہ ہوا اور شاہ اسماعیل اپنی عمر کے آخری آیام تك اس شکست سے متاثر اور شرمندہ رہا _

ج) استحکام کا مرحلہ:
سنہ 930 قمری میں شاہ اسماعیل کی وفات کے بعد تہماسب تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا (4) اس نے اپنی حکومت کے دوران صفوی اقتدار کی اہلیت اور صلاحیت کو ثابت کیا سب سے پہلے امراء اور قزلباشوں کی سرکشی اور نافرمانی کو دبایا کہ جو ایرانیوں کے مقابلے میں زیادہ اختیارات اور طاقت کے طالب تھے اور قزلباشوں اور حکومتی امراء کے درمیان ایك خاص نظم قائم کیا کہ جسکی بناء پر اس کا 54 سالہ اقتدار اپنے آخری ایام تك مستحکم اور باقی رہا _
شاہ تہماسب نے سنہ 935 قمری میں مرو کے مشہور جنگی معرکہ میں ازبکان کو شکست دی _ (5)
اس نے جنگی چالوں اور توپخانہ کے استعمال سے صفوی حکومت کو آدھی صدی تك متحد اور مستحکم رکھا _ اس کے بعد شاہ اسماعیل دوم کے مختصر دور سلطنت (985_ 984 قمری) اور سلطان محمد خدابندہ کے دور حکومت (996_ 985) میں قزلباشوں کی مداخلت کی وجہ سے صفوی حکومت کے اندرونی اور بیرونی حالات خراب ہوگئے تھے(1)
---

1) خورشاہ بن قباد الحسیني، تاریخ ایلچی نظام شاہ ص 5_ 84_
2) روملو، احسن التواریخ ص 281_ 277_
3) اسکندر بیك منشی ، تاریخ عالم آرامی عباسی ، ص 341_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

د) زمانہ عروج :

سنہ 996 قمری میں عباس میرزا تخت شاہی پر متمکن ہوا اس نے بھی اپنی اصلاحات کا ایسا جلوہ دکھا یا کہ یورپ کے بادشاہوں اور پاپا ے روم نے بھی اپنے سفیروں کو اس کے دربار میں بھیجا (1) شاہ عباس نے اپنی حکومت کے ابتدائي ایام میں قزلباشوں کی مختلف جماعتوں کی گروہ بندی کا مشاہدہ کیاوہ سمجھتا تھا کہ اس سے پہلے کہ اسکا اقتدار انکی سازشوں کی نذر ہو انکی سرکشی کو ختم کریا جائے _ لہذا اس نے قزلباشوں کی جگہ فوج میں جارجین، چرکس اور آرمینین اقوام کے دستوں کو داخل کیا جسکی بناء پر ایك منظم فوج تشکیل پائي کہ جسے اس نے یورپی فوجی تکنیك بالخصوص چارلی برادران کی فوجی تربیت اور بارودی اسلحہ اور توپخانہ سے آراستہ کیا_ فوج کے ذریعے قزلباشوں کو پر قابوپایا_ امن بحال کیا اور حکومت کی اقتصادی صورت حال کو درست کیا_
شاہ عباس تجارت بالخصوص بیرونی تجارت کو بہت زیادہ اہمیت دیتا تھا(2) اس نے یورپی حکومتوں کے ساتھ تعلقات بڑھائے ، یورپی ممالك میں اسکے سفیروں کی بڑی تعداد اسکے وسیع اقدامات کی عکاسی کرتی ہے_ ان اقدامات کے ثمرات کی بناء پرجان چارڈن (فرانسیسی سیاح) نے ایران کی سیاحت کے بعد کہاتھا کہ اس عظیم بادشاہ کی وفات سے ایران کی رونق اورفلاح و بہبود بھی ختم ہوگئي(3)
سال 1038 قمری میں شاہ کی شاہزادوں کے قتل اور انہیں حرم میں محبوس کرنے کی سیاست کے باعث صفوی دربار ایسے تجربہ کار لوگوں سے محروم ہوگیا جو شاہ عباس کی پالیسوں کوجاری رکھ سکتے تھے_ شاہ عباس کے بعد شاہ صفی نے قدرت کی باگ ڈور سنبھالي، اس کے زمانہ اقتدار میں ولایات ممالك کو ولایات خاصہ میں تبدیل کرنے کی سیاست (صوبونکے اختیارات کی تقلیل) وسعت اختیار کر گئي اس سیاست کو عباس
---

1) نصراللہ فلسفی ، زندگانی شاہ عباس تہران ، انتشارات علمی ج 4 ص 5 ص 1271 _ 1325_
2) سیوری ، سابقہ حوالہ ص 99_
3) سیوري، درباب صفویان ،تہران ص 168_
4) محمد یوسف والہ قزوینی اصفہاني، ایران در زمان شاہ صفی و شاہ عباس دوم ، تہران انجمن آثار و مفاخر فرہنگي_ ص 15_ 313_ 51_ 35_

227

اول نے درآمدات بڑھانے اور ملك کے دفاعی سسٹم کو مضبوط کرنے کیلئے شروع کیا تھا ،لیکن شاہ صفی کے دور میں اس سے ملك کے دفاعی شعبہ کو نقصان ہوا اور خاندان امامقلی خان کہ جس نے اس حوالے سے بہت سے خدمات انجام دیں تھیں مکمل طور پر ختم ہوگیا (1) شاہ عباس دوم جو کہ شاہ صفی کا جانشین تھا وہ بھی ملك کے خراب حالات کو زیادہ بہتر نہ کرسکا اگر چہ اس نے اپنی بادشاہت کی سرحدوں کو ہر قسم کے حملے سے بچائے رکھا اور سال 1058 میں قندھار کو تیموریوں سے واپس لے لیا_
شاہ سلیمان کے اقتدار تك پہنچنے سے صفوی سلسلہ کے زوال کا دور شروع ہوا اس دور میں علماء کا ملك کے سیاسی اور مذہبی امور میں نفوذ تیزی سے بڑھا لیکن صفوی اقتدار شاہ سلطان حسین کے دور میں مکمل طور پر ضعف کا شکار ہوا جو کہ ایك کمزور شخصیت کا حامل تھا اور ملك کے امور سے لا پرواہ تھا_ اس زمانہ میں قندھار کے افغان لوگ جو کہ صفویوں کے تسلط کو پسند نہیں کرتے تھے ایران پر حملہ آور ہوئے اور سنہ 1135 قمری میں اصفہان پر قبضہ کرکے صفوی سلسلہ کے اقتدار کو ختم کردیا(2)

خارجہ روابط
صفوی دور حکومت میں انکے مغرب مینہمسائے عثمانی تھے، شمال و مشرق میں ازبکان اور ان کے مشرق میں مغل تھے ،صفویوں کے انکے ساتھ روابط بہت سے نشیب وفرازسے گذرے_

الف) ہمسایوں کے ساتھ روابط
صفویوں کے اپنے ہمسایوں کے ساتھ روابط میں فقط انکا مذہب (شعیت) ہی اہم تاثیر کا حامل نہ تھا بلکہ بہت سے اسباب اور دلائل دیگر بھی موجود تھے_ ایران کے شمال مشرق میں ازبکان لوگ اپنے صحرائي مزاج

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) ولی قلی بن داود بن قلی شاملي_قصص الخاقاني_ ص 412 _406_
2) تاریخ ایران دورہ صفویان _ پوہشی از دانشگاہ کمبریج ترجمہ یعقوب آنہ ص 126_122_

228

اور قبائلی نظام کے باعث اکثر ایرانیوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہوتے تھے لیکن یہاں اہم نکتہ یہ ہے کہ صفویوں نے اکثر ان کے ساتھ طاقت کی زبان استعمال کی اور فتح پائي(1) دونوں حکومتوں میں مذہبی اختلافات کے علاوہ جنگ وجدال کا اہم سبب دونوں ممالك کے مابین جغرافیائي اور سیاسی سرحدوں کا نہ ہونا تھا اس کشمکش کے ساتھ ساتھ دونوں میں دوستانہ روابط بھی موجود رہے ،بہت سے ایرانی اور ازبکی سفیروں کی رفت وآمد نیز ازبکوں کا حج کے اعمال بجالانے کیلئے ایران سے عبور کرنا صفویوں کے ساتھ دوستانہ روابط کا متقاضی تھا(2)
صفویوں کے عثمانیوں کے ساتھ روابط بھی صلح وجنگ کا آمیزہ تھے ،بہت سی جنگیں اور مختلف صلح نامے سے اس فراز و نشیب کی عکاسی کرتے ہیں _ ایران اور عثمانیوں میں اہم ترین معرکہ جنگ چالدران تھی کہ عثمانیوں کے باغی شاہزادے سلطان مرادکی (3) شاہ اسماعیل کی طرف سے حمایت اور دونوں حکومتوں کے مذہبی اختلافات کے باعث یہ جنگ پیش آئي_ شاہ تہماسب کے دور میں سال 962 قمری میں (4) صلح آماسیہ کے عہدنامہ سے یہ روابط ایك نئے مرحلہ میں داخل ہوگئے_ اس صلح نامہ کے تحت کردستان ، بین النہرین اور جارجیا کا کچھ علاقہ عثمانیہ کو حاصل ہوا اس کے مد مقابل آرمینیا، کاخت اور آج کے مشرقی آذربائیجان کا کچھ حصہ ایران کا جزو شمار ہوا _(5) سرحد متعین ہوگئي اور یہ معاہدہ سلطان محمد خدابندہ کے دور تك باقی رہا_ (6) شاہ عباس کے ابتدائي دور میں اس نے مجبور ہوکر ایران کے کچھ علاقے عثمانیوں کے حوالے کئے لیکن بعد میں اس نے عثمانیوں سے واپس لے لیے(7) شاہ صفی کے زمانہ اقتدار میں عثمانیوں نے بغداد پر قبضہ

---

1) عباسقلی غفاری ، روابط صفویہ و ازبکان ج 1_
2) اسکندر بیگ منشي، سابقہ حوالہ ص 73_ 72_
3) ہامر پور گشتال ، تاریخ امپراتوری عثمانی ص 19_ 816_
4) خورشاہ _سابقہ حوالہ ص 86_ 184 اسکندر پلك منشی ، سابقہ حوالہ ج 1 ص 9_128_
5) عبدالرضا ہوشنگ مہدوي، تاریخ روابط خارجی ایران از ابتدای دوران صفویہ تاپایان جنگ دوم جہاني، ص 33_
6) راجرسیوري، سابقہ حوالہ ص 73_70_
7) سابقہ حوالہ ص 6_83 _

229

کرلیا اور بادشاہ نے سال 1049 قمری میں عثمانیوں کے ساتھ معاہدہ قصر شیرین طے کیا جس کی روسے بصرہ اور مغربی کردستان کا کچھ حصہ عثمانیوں کو دیا گیا جبکہ مشرقی آذربائیجان، رواندوز، آرمینیا اور جارجیا ایران کو دیے گئے، یہ معاہدہ بہت اہمیت کا حامل تھا کہ کیونکہ اس معاہدہ کی روسے متنازعہ علاقوں کا مسئلہ حل ہوا اور ایك صدی تك دونونحکومتوں میں صلح برقرار رہی _(1)
آخری نکتہ یہ ہے کہ عثمانیوں کے ساتھ ایران کے روابط میں مختلف عوامل کردار ادا کرتے تھے _ مثلاً مذہب، سیاسی عوامل سرحدی علاقوں کے قبائل کی حرکات، سرحدوں کا متعین نہ ہونا اور عثمانیوں کی توسیع پسندي_
مغلوں کے ساتھ تعلقات میں دیگر ہمسایوں کی نسبت بہت کم معاملہ جنگ وجدال تك پہنچا یہاں صرف اہم مسئلہ قندھار کا تھا_مغلول کے ساتھ دوستانہ روابط اکثر صفوی بادشاہوں کے زمانہ میں رہے ہیں دونوں حکومتوں نے باہمی روابط میں امن اورصلح قائم رکھنے کو ترجیح دی _(2)
(ب) یورپی حکومتوں کے ساتھ روابط : سال 912 قمری کے بعد سے خلیج فارس میں پرتگالیوں کے نفوذ کی بناء پر شاہ اسماعیل نے کوئي چارہ نہ دیکھتے ہوئے انکے اقتدار کو قبول کیا اصل میں وہ عثمانیوں کے خلاف ان سے مدد لینا چاہتا تھا _ پرتگالیوں سے قرار داد میں یہ درج تھا کہ وہ ایرانی لوگوں کو بارودی اسلحہ کے استعمال کا طریقہ سکھائیں_ شاہ تہماسب کی عثمانیوں کے ساتھ بیس سالہ جنگی دور میں پرتگالیوں نے کچھ مقدار میں بندوقیں اور جدید اسلحہ ایرانیوں کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دیا _(3) اس دور کے بعد عیسائي مبلغین نے دوستانہ روابط برقرار کرنے کی کوششیں شروع کیں_
سال سنہ 1006 قمری میں دو انگریز آنتھونی شرلی اور رابرٹ شرلی شاہ عباس کے دربار میں حاضر ہوئے _
---

1) ہوشنگ مہدوی ، سابقہ حوالہ ص 5_ 104_
2)ریاض السلام ،تاریخ روابط ایران و ہند، ترجمہ محمد باقر آرام و عباسقلی خان ، تہران _
3) ہوشنگ مہدوي، سابقہ حوالہ ص 3، 23_

230

ایك سال کے بعد شاہ عباس نے انتھونی شررلی کو بادشاہ کی طرف سے دوستی کے خطوط کے ساتھ پایائے اعظم اور یورپ کے بادشاہوں مثلاً روم کے بادشاہ رودلف دوم فرانس کے بادشاہ آنري، ملکہ انگلستان اور وینس کے حاکم دوك توسکانی کی طرف بھیجا _ انتھونی کا مشن یہ تھا کہ وہ ان بادشاہوں کی مشترکہ دشمن عثمانیوں کے ساتھ جنگ میں حمایت حاصل کرے_
پرتگالیوں کے ساتھ انگریزوں کی رقابت کے سلسلہ میں انتھونی جیکسن ماسکو کی کمپنی کے نمائندے کی حیثیت سے ایران آیا_ وہ ملکہ الیزبتھ کی طرف سے شاہ تھماسب کےلئے بہت سے خطوط لایا کہ جنکا مقصد تجارتی روابط برقرار کرنا تھا_
انگریزایسٹ انڈین کمپنی کے ذریعے سال 1024 قمری میں آہستہ آہستہ ایرانی بازاروں میںداخل ہوئے وہ ایران میں کپڑا لائے انہوں نے شیراز اور اصفہان میں تجارت خانے قائم کیے اور شاہ عباس سے بہت سی سہولیات حاصل کیں_ شاہ عباس انگریزوں کی دریائي طاقت کو پرتگالیوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا بالآخر امامقلی کی کوششوں سے انگریزوں ے مدد لی اور ہرمز کو پرتگالیوں کے چنگل سے آزاد کروالیا _(1)
سال 1074 قمری میں ایران کے بعد یورپی حکومتوں کے ساتھ روابط میں فرانسیسی لوگ ظاہر ہوئے ،کیپشن گروپ ایران میں فعال ہوئے انہوں نے اصفہان میں مراکز قائم کیے اور انگریزوں اوراہل ہالینڈ کی مانند انہوں نے بھی دربار سے سہولیات حاصل کیں (2) ایسٹ انڈیا انگریز کمپنی نے صفوی دور کے اختتام تك ایران میں اپنے من پسند حقوق بحال رکھے صفویوں کے غیر ملکی روابط کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ شاہ اسماعیل ، شاہ تھماسب اور شاہ عباس کبیر جیسے حاکموں نے اپنے ملك کے استقلال اور دشمنوں کے مد مقابل اس کی حفاظت کیلئے بھر پور کوشش کی اور دو صدیوں تك ایك مستحکم اور طاقتور حکومت کے ذریعے اپنے ملك کی سیاسی اور قومی سرحدوں کا بھرپور دفاع کیا_
---

1) راجر سیوري، سابقہ حوالہ ص 13_ 106_
2)عبدالحسین نوایي، روابط سیاسی و اقتصادی ایران در دورہ صفویہ ،تہران فصل ہشتم_

231

صفوی دور کی تہذیب و تمدن

مذہب شیعہ کوسرکاری قرار دینا اور اسکے نتائج:

جیسا کہ بتایا گیاہے کہ شاہ اسماعیل نے سال 907 قمری میں تبریز میں ایران کے سرکاری مذہب کو شیعہ قرار دیا اور حکم دیا کہ آذربائیجان تك ریاستوں کے خطباء "ائمہ اثنی عشر سلام اللہ علیہم الی یوم الحشر" کے نام خطبہ پڑھیں(1) مذہب شیعہ کو سرکاری قرار دینے سے صفویوں کیلئے سب سے پہلا مرحلہ شیعی فقہی احکام کا اجراء اور حکومت کے امور کا شیعہ فقہ کے مطابق چلنا تھا_
ایران میں شیعہ فقہ سے آگاہ افراد کی کمی کے باعث شاہ اسماعیل کو جبل عامل اور بحرین کے شیعہ علماء کا سہارا لینا پڑا اور انہیں ایران کی طرف دعوت دي(2) شاہ تھماسب کے دور میں اس پر زیادہ توجہ دی گئي اور بہت سے شیعہ علماء نے ایران کی طرف ہجرت کی _ بعض علمائے دین نے صفوی حکومت کا ساتھ دیا اور انہیں استحکام بخشا جسکے نتیجہ میں بادشاہوں نے بھی علماء دین اور انکے مقام کو عزت و توقیر سے نوازا اور اہم حکومتی مناصب مثلاً صدر ، شیخ الاسلام ،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مجتہد ، قاضی اور مفتی وغیرہ کے عہدے علماء کے حوالے کیے_
شاہ عباس کے زمانے میں اسکا اقتدار اوررعب و دبدبہ مذہبی قوتوں پر حاوی رہا لیکن اس کے بعد علماء کا غلبہ بڑھتا گیا اور صفوی حکومت کے آخری ایام مینبالخصوص سلیمان اور حسین صفوی بادشاہ کے دور میں علامہ باقر مجلسی عہد صفوی کے علماء میں ایك بارسوخ ترین شخصیت بن کر ابھرے اور آپ اصفہان کے شیخ الاسلام تھے _ انہوں نے خود امام زمانہ (ع) کے نائب کی حیثیت سے شاہ سلطان حسین کو اپنا نائب قرار دیا ہوا تھا_
علمائے جبل عامل کا شاگردوں کی تربیت اور صفوی حکومت کو شیعہ عادل بادشاہت کے طور پر تسلیم کرنے کا کردار انتہائي اہمیت کا حامل تھا_ اس دور میں علماء نے تعلیم ا ور کتب کی تالیف کے ذریعہ مذہب تشیع کی وسیع پیمانوں پر ترویج میں مدد کی اور شیعہ علوم ومعارف کی ترقی اور وسعت کے اسباب فراہم کیے_ (3)
---

1) خواندمیر ، سابقہ حوالہ ج 4 ص 467_
2) مہدی خوایانی منفرد، مہاجرت علماء شیعہ از جبل عامل بہ ایران _ ص 100_
3) سابقہ حوالہ ص 13_110_

ادبیات

تاریخ ادبیات کے محققین صفوی دور میں شعر وشاعری کے زوال یا پر رونق ہونے میں اختلاف نظر رکھتے ہیں _ مآخذ تاریخ کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسماعیل ترکی زبان میں شعر کہتے تھے اور خطایی تخلص رکھتے تھے(1)_
شاہ تہماسب کے زمانہ میں مخصوص سیاسی اور مذہبی صورت حال کے پیش نظر شعر زیادہ تر مرثیہ سرائي ، نوحہ خوانی او رآئمہ معصومین (ع) کی مدح میں تبدیل ہوگیا تھا کہ جسکا ایك نمونہ محتشم کاشانی کا مشہور قصیدہ ہے کہ جسے شاہ تہماسب کے تقاضہ پر اس نے کہا تھا _(2)
شاہ عباس ہمیشہ شعراء کی صحبت میں رہتا تھا _ دورہ صفوی میں شعر وشاعری پر ہندی سبك چھایا ہوا تھا اس دور میں تاریخ نویسی بعض مخالف اقوال کے باوجود ترقی پر گامزن تھی کہ جسکا ایك نمونہ اسکندر بیك منشی ہیں کہ جو عہد صفوی کے عظےم ترین تاریخ نویس شمار ہوتے ہیں _(3)

مدارس اور علوم
علماء شیعہ کی ایران کی طرف ہجرت اور انکا مختلف شہروں مثلاً شیراز، تبریز ، قزوین ، مشہد ، قم اور اصفہان میں سکونت پذیر ہونا باعث بنا کہ وہ ان شہروں کے مدارس میں تدریس میں بھی مشغول ہوگئے _ چارڈن نے اصفہان کے مدارس کی تعداد 57 ذکر کی _(4)
علمائے دین کی دینی مدارس میں فعالیت اور صفوی بادشاہوں کے تعاون کے زیر سایہ شیعہ مذہب کے علوم نے بہت وسعت اختیار کی مثلاًاسلامی فلسفہ ملا صدارا ، میرداماد اور انکے شاگردوں جیسے علماء کی وجہ سے بہت
---

1) رسول اسماعیل زادہ، شاہ اسماعیل صفوی ، خطایی ، انتشارات بین الملل الہدي_
2) اسکندر بیك منشي، سابقہ حوالہ ج 1 ص 277_
3) راجر سیوری ، سابقہ حوالہ ص 213_
4) حسین سلطان زادہ ، تاریخ مدارس ایران در عہد باستان تا تا سیس دارالفنون ، تہران ص 57 _ 256_

زیادہ ترقی کر گیا _ اسی طرح علم طب نے بہت زیادہ اہمیت پیدا کي_ حکیم باشي(ایك عہدے کا نام) کا صفوی دربار میں عہدہ ایك اہم عہدہ شمار ہوتا تھا اس دور میں میننشے کی چیزوں سے بے ہوش کرتے ہوئے مختلف اقسام کے آپریشن کیے گئے_ (1)
علم طب کے علاوہ علم نجوم بھی مورد توجہ تھا _ بادشاہ لوگ اپنے منصوبوں اور فیصلوں میں علم نجوم سے فائدہ اٹھاتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھے_

معماري
صفوی دور کی معماری نے کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے ترقی کی _ اصفہان صفوی دور کی معماری کا شاہکار ہے یہ جملہ "اصفہان نصف جہان ہے" اس ترقی کو بیان کر رہا ہے کہ جو شاہ عباس کے دور میں پیکر حقیقت میں تبدیل ہوئي _ شاہ تہماسب نے دارالحکومت تبریز سے قزوین منتقل کیا اور قزوین میں جدید عمارتیں بنائیں_ شاہ عباس نے اصفہان میں اپنے بلند و بالا منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا _
اصفہان اور اسکے ارد گرد کے علاقوں کا طبیعی حدود اربعہ شہر کو وسعت دینے کیلئے انتہائي مناسب تھا_ ایسا شہر جس میں بہت سی سڑکیں محلات ، مساجد و مدارس، بازار، قلعے اور برج و مینارہوں ان سب کے بنانے اور وجود میں لانے میں بہاء الدین محمد عاملی (شیخ بہائي) کی مہارت وکوشش بہت اہمیت کی حامل ہے _ چہار باغ ، میدان عظےم نقش جہان، مسجد شیخ لطف اللہ، مسجد شاہ اور عالی قاپو ، اس دور کی معماری کے اعلی نمونے ہیں_
دوسرا شاہکار چہل ستون ہے کہ جو شاہ عباس اول کے زمانہ میں بننا شروع ہوا اور شاہ عباس دوم کے دور میں تکمیل ہوا اور سفیروں کے استقبال کی جگہ تھا_ آج بہت سے زینے، حمام، کاروانسرا، مدارس، مساجد اور دیگر متبرك مقامات صفوی دور کی عظیم الشان معماری کی حکایت کررہے ہیں (2)

---

1) سیویل الگود _ طب در دورہ صفویہ ، ترجمہ محسن جاوید_ دانشگاہ تہران_
2) زکی محمد حسن ، ہنر ایران، ترجمہ محمد ابراہیم اقلیدی ، صدای معاصرص 37 احمد تاجبخش ، تاریخ صفویہ ، انتشارات نوید شیراز_

234

کپڑا اور قالین بننے کا کام

صفویوں نے قالین بننے کی صنعت کو دیہاتوں سے بڑھا کر ملکی سطح تك ترقی دی اور ملك کے اقتصاد کا اہم جزو قرار دیا_ قالین بننے کا سب سے پہلا کارخانہ تقریباً شاہ عباس کبیر کے زمانہ میں اصفہان میں قائم ہوا(1) صفوی دور کے قالینوں میں سے قدیم ترین نمونہ "اردبیل" نام کا مشہور قالین ہے کہ جو لندن کے ویکٹوریا البرٹ میوزیم میں موجود ہے اسے سال 942 قمری میں تیار کیا گیا تھا_
شاہ عباس کے زمانہ میں قالین تیار کرنے کے حکومتی کارخانوں کی تعداد زیادہ تھی اور آرڈر پر قیمتی قالین تیار کیے جاتے تھے_ مثلاپولینڈ کے بادشاہ سیگسمنڈ سوم نے ایران سے قالین خرید کر اپنی بیٹی کو جہیز میں دیے _ قالین تیار ہونے کے علاوہ کپڑا بننے کی صنعت نے بھی قابل ذکر ترقی کي_ قیمتی لباس اور محلات کے خوبصورت پردوں نے سیاحوں کو مبہوت کردیا تھا_ درخشاں رنگوں کی آمیزش ، جدت اور اسلیمی وگل دار ڈیزائینوں سے تزیین نے ایرانی ماہرین کو اس قابل بنادیا کہ وہ ایسا کپڑا بنائیں جو خوبصورتی اور جدت میں بے نظیر ہو (2)
کہا یہ جاتا ہے کہ اصفہان کے بازار میں پچیس ہزار کاریگر کام کرتے تھے اور کپڑا بنانے کی انجمن کا صدر ملك کا ایك طاقتور ترین شخص شمار ہوتا تھا_ ریشم اور ریشم کے کپڑوں کی تجارت اس دور کی ایك اور صنعت تھی کہ جو انتہائي اہمیت کی حامل تھی بقول چارڈن:شاہ عباس ریشم بنانے اور برآمد کرنے والا سب سے پہلابادشاہ تھا _ ریشم جارجیا ، خراسان، کرمان بالخصوص گیلان اور مازندران کے علاقوں سے حاصل ہوتا تھا اور سالانہ 22 ہزار عدل (3) ریشم کی پیداوار یورپ برآمد ہوتی تھی _ (4)
---

1) راجر سیوري،سابقہ حوالہ ص 33 _ 132_
2) سابقہ حوالہ ص 6 _ 125 _
3) عدل: وزن کا ایك پیمانہ (مصحح)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

4) شاردن ، سياحتنامہ شاردن ، ترجمہ محمد عباسی ، تہران امیر کبیر ج 4 ص 370 _ 369

235

فوجی اسلحہ

چالدران کی جنگ میں صفوی فوجی عثمانی فوج کے بارودی اسلحے اور توپخانہ کے مد مقابل زیادہ نہ ٹھہرسکے ، چونکہ اس قسم کے اسلحہ کے استعمال سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ایرانی فوج زیادہ طاقتور نہ تھي_
شاہ عباس کے بادشاہ بننے اور ماڈرن فوج کی تشکیل سے پہلے ایرانی فوج کا ڈھانچہ قزلباشوں کے گروہوں پر مشتمل تھا_ یہ وہ خوفناك جنگی طاقت تھی جنکا عثمانی بھی احترام کرتے تھے_ لیکن چالدران کی جنگ کے بعد فوجی ڈھانچے میں تبدیلی ناگزیر تھی _ شاہ تہماسب نے جوانوں کے انتخاب سے پانچ ہزار افراد کی ایك رجمنٹ تشکیل دی کہ جنہیں "قورچي" کہا گیا _ اس رجمنٹ سے ایك ماڈرن فوج کی بنیاد فراہم ہوئي اور شاہ عباس کبیر کیلئے راستہ ہموار ہوا _(2)
شاہ عباس کبیر نے فوج کی ابتدائي بنیاد (شا ہسونہا یعنی بادشاہ کے حامي) تشکیل دینے کے ساتھ ایك نئي فوج خاص نظم کے ساتھ تشکیل دی کہ جو مختلف اقوام اور اقلیتوں پر مشتمل تھی _ شاہ نے اس کام کے ساتھ ساتھ شرلی برادران سے بہت قیمتی فوجی علوم بھی کسب کیے _ اور پہلی دفعہ ایرانی فوج میں مختلف دھڑے ، پیادے ، سوار اور توپخانہ وجود میں آئے _ اسی طرح توپ بنانے اور گولے مارنے کا فن بھی شرلی برادران سے سیکھا گیا _ (3) لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ شاہ عباس نے ایرانی فوج میں جس چیز کی بنیاد رکھی اس کے جانشینوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی جس کے نتیجہ میں ایرانی فوج روز بروز کمزور ہوتی چلی گئي یہاں تك کہ نادر شاہ کے زمانہ میں ایرانی فوج میں دوبارہ قوت پیدا ہوئي_
---

1) خانبابابیانی ، تاریخ نظامی ایران، جنگہای دورہ صفویہ ص 59_
2) راجو سیوري، سابقہ حوالہ ص 199 _

237

صفویوں کا دفتری نظام

صفویوں کے حکومتی ڈھانچے میں بادشاہ تمام امور کا سربراہ ہوتا تھا کہ جو ملك کو اداروں اور شعبوں کے عہدیداروں اور منصب داروں کے ذریعہ چلا تا تھا ، ذیل میں ان عہدوں اور مناصب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:
ایك عہدہ "وکیل نفس نفیس ہمایون' ' تھا کہ جو سیاسی امور میں برجستہ کردار ادا کرتا تھا یہ عہدہ سپہ سالاروں میں سے ہوتا تھا اور "صدر " کے عہدہ کیلئے انتخاب میں بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتا تھا_ چالدران کی جنگ کے بعد اس عہدہ کی اہمیت ختم ہوگئي ،اب یہ دین اور دنیاوی امور میں نائب السلطنہ شاہ نہیں رہا تھا بلکہ دفاتر کے شعبہ کے سربراہ کی حیثیت اور صفوی حکومت کے نمائندہ کے حیثیت سے پہچانا جاتا تھا اور صفوی دور کے آخر میں تو اس عہدہ کانام و نشان ہی نہ رہا _
دوسرا مقام "امیرالامرائ" کا تھا_ صفوی دور میں قزلباش لشکروں کا سپہ سالار اس عہدہ پر فائز ہوتا تھا جو فوجی طاقت رکھنے کے ساتھ ساتھ دفتری امور پر واضح کنٹرول رکھتا تھا_(1)
صفوی حکومت کے فوجی عہدوں میں سے ایك عہدہ"قورچی باشي" تھا کہ جو قبائلی رجمنٹوں کا کمانڈر ہوتا تھا _ شاہ اسماعیل اول کے بعد یہ عہدہ بہت اہمیت کا حامل ہوا _ شاہ عباس کے دور میں جارجین اور چرکسوں کی وجہ سے ان فوجی مناصب نے ایك منظم اور مسلح فوج کو وجود بخشا_
شاہ کے بعد کا مقام " وزیر " کہلاتا تھا کہ جسے"اعتماد الدولہ " کا لقب دیا جا تا تھا _ دیوان کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا تھا کہ جسکے ماتحت بہت سے وزیر ، منشی اور دیگر حکومتی عہدیدار کام کرتے تھے _ دیوانی عہدیداروں کا انتخاب وزیر کی مہر کے بغیر کوئي حیثیت نہ رکھتاتھا _"صدر" کا عہدہ کہ جسکی ذمہ داری نظریاتی اور مذہبی وحدت کو وجود میں لانا تھا، صفوی حکومت کے مسلك مناصب میں سے اہم منصب تھا_ اگر چہ "صدر" مسلك شیعہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) سابقہ حوالہ ص 79_ 70_

237

کا سربراہ تھا لیکن سیاسی نظام کی ہم آہنگی کے بغیر فعالیت انجام نہیں دیتا تھا _ وہ دیوان بیگی (عمومی قوانین میں شاہ کا مکمل اختیارات رکھنے والا نمائندہ) کے ساتھ عدالتی امور کو بھی نمٹا تا تھا _ یہ سب اعلی حکام درالحکومت میں ہوتے تھے کہ جنکے ماتحت بہت سے عہدیدار انکی ذمہ داریوں کو بجالانے میں ان سے تعاون کیا کرتے تھے_(1)

صفویوں کا زوال

اس شاہی سلسلہ کے زوال کے بارے میں مختلف نظریات سامنے آئے ہیں _ صفوی جوکہ ایك شیعہ حکومت تھی تقریباً 220 سال تك جاری رہی ، اس مدت میں صفوی بادشاہوں نے جو بھی سیاسی پالیسیاں بنائیں وہ ایك طرح اس حکومت کے تدریجی زوال میں کردار ادا کرتی ہیں _ شاہ عباس کبیر کی تجربہ کار شخصیتوں اور شاہزادوں کو ختم کرنے کی سیاست اور املاك ممالك کو املاك خاص میں تبدیل کرکے بیشتر درآمد کے ذرائع پیدا کرنے کی سیاست نے حکومتی ڈھانچے پر بہت برے اثرات ڈالے_ شاہ عباس کی فوج میں بہت سی خوبیوں اور امتیازات کے باوجود قزلباشوں کی نسبت دیگر قبائل اور اقوام کے سپاہی صفوی حکومت اور ایران سے بہت کم عقیدت رکھتے تھے_
صفویوں کے سقوط کے دیگر اسباب میں سے عہدوں اور مناصب پر نااہل اور نالائق افراد کا ہونا اور مریدی و مرشدی کا روحانی رابطہ ختم ہونا نیز افغانوں کا اصفہان پر ناگہان اور برق رفتاری سے حملہ تھا کہ اس طولانی مدت میں ان تمام اسباب نے اکھٹے ہوکر ایرانی حکومت کے ایك اہم سلسلہ کو ختم کردیا_

---

1) سابقہ حوالہ ص 97_

238

عثمانی حکومت

امارت سے بادشاہت تك

عثمانی حکومت کی بنیاد آٹھویں صدی ہجری اور چودہویں صدی عیسوی کے آغاز میں رکھی گئي _ اس حکومت کا نام عثمان غازی (حکومت 724_680) سے لیا گیا کہ جو اغوز ترکوں کے ایك قبیلہ کا سردار تھا _ یہ ان ترك قبائل کا حصہ تھے جو سن 463 ہجری ذیقعدہ میں الپ ارسلان سلجوقی کی بیزانس(مشرقی روم) کے بادشاہ رومانس چہارم پر فتح کے بعد موجودہ ترکی میں سلجوقی حکومت قائم ہونے کے ساتھ سلاجقہ روم اور بیز انس کے ما بین سرحدی علاقوں میں سکونت پذیر ہوئے (1)منگولوں کے رومی سلاجقہ پر تسلط کے بعد جب ایلخانان (منگولوں) کی گرفت کمزور پڑگئي تھی تو انہوں نے اسی علاقہ میں سرداری حاصل کرلی تھي_
اگرچہ عثمانی قبائلی امراء کو اناتولی کے دیگر امراء پر کوئي برتری حاصل نہ تھی بلکہ ان کی نسبت کمزور اور حقیر محسوس ہوتے تھے(2)_ لیکن اپنی خاص جغرافیائي حدود اور دیگر عوامل بالخصوص جہاد کیلئے فوج تیار کرنا اور بحیرہ اسود کے کنارے کے ساتھ ساتھ بیز انس کی دیگر سرزمینوں کو اپنے ساتھ ملحق کرنے کی بناء پر یہ مملکت وسعت اختیار کر گئي اور روز بروز یہ اقتدار بڑھتا گیا جسکے نتیجہ میں یہ ایك قبیلہ سے ایك وسیع حکومت اور بادشاہت تك پہنچ گئے _ (3)
عثمان غازی کی حکومت کے درمیانی دور میں عثمانی حکومت تشکیل پائي _ یہ کامیابی اہل تصوف کے شیوخ، ابدالوں اور با باؤں نیز علماء و فقہاء سے اچھے روابط کی وجہ سے حاصل ہوئي کیونکہ علماء وفقہاء کا مسلمان ترکوں میں روحانی اثر ورسوخ بہت زیادہ تھا _

---

1) ادموند کلیفورد یاسورث_ سلسلہ ہای اسلامی ، ترجمہ فریدون بدرہ ای ص 210_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2) چاستا نفورد جی ، شاد، تاریخ امپراتوری عثمانی ترکیہ جدید _ ترجمہ محمود رمضان زادہ ص 36 _
3) بامر پور گشتال _ تاریخ امپراتوری عثمانی ، ترجمہ میرزا ازکی علی آبادي، تہران ج 1 ص 43 _

239

اور اہل فتوت کی تنظیمیں کہ جو انتہائي وسعت کے ساتھ تمام شہری طبقات میں مؤثر کردار ادا کر رہی تھیں ، انکی خدمات اور کوششوں کا نتیجہ عثمانی حکومت کی صورت میں سامنے آیا _(1)

عثمان غازی جو کہ اپنی مدبرانہ سیاست اور عثمانی سماج کے تمام طبقات اور مختلف شعبہ جات زندگی کے لوگوں سے اچھے تعلقات اور اپنے مسلمان اور عیسائي ہمسایوں سے اچھے مراسم رکھنے کی بناء پر ترك قبائل کے رہبر کے مقام پر فائز ہوچکا تھا ،اس اپنی مملکت کو وسعت بخش کر اپنے جانشینوں کے لئے مزید فتوحات کے اسباب فراہم کردیے تھے اور اپنی چھوٹی سی حکومت کی ایسی مضبوط بنیاد رکھی تھی کہ جو حکومت کے استحکام اور وسعت کی ضمانت فراہم کرتی تھي_(2)

اورخان غازی (761_724ق) جو کہ اپنے والد عثمان غازی کے سیاسی اور فوجی معاملات میں انکا دایاں بازو تھا اس فتوحات کو جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ حکومت کو منظم کرکے اسے بادشاہت میں تبدیل کرنے کی کوشش جاری رکھي_ اس نے اہم شہر بروسہ پر قبضہ کرلیا کہ جس پر فتح پانے کے حالات چند سالوں سے بن رہے تھے اور اسی شہر کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور عثمانی حکومت کے مستقل ہونے کے اعلان کیلئے اپنے نام سے سکہ جاری کیا اور اس کا نام خطبات میں پڑھاجانے لگا_ یہ سال 726 قمری تھا (3) اس لیے بعض مورخین اسے عثمانی حکومت کا پہلا بادشاہ شمار کرتے ہیں (4)

اس نے اس کے بعد ایشاے کوچك اور دیگر اہم مناطق اور شہروں پر قبضہ کرتے ہوئے بیزانس (روم) کو ایشیا سے باہر دھکیل دیا(5)_ اس سلطنت کے اندرونی کشمکش میں بعض رقیبوں کی درخواست پر

---

1) اوزون چارشیعی واسماعیل حقي، تاریخ عثمانی ،ترجمہ ایرج نوبخت تہران ج 1 ص 126 _ 125_استانفورد چی ، شاو،سابقہ حوالہ ص 43_
2) استانفورد چی شاد، سابقہ حوالہ ص 223 ، لردکین راس، قرون عثمانی ، ترجمہ پروانہ ستاری ، ص 24 _
3) مادر _ یورگشتال ، سابقہ حوالہ ص 83 کے بعد سے ، اوزون چارشیلی ص 141 _ 129 _ 147 کے _
4) Sanderora، siyasi Tarib، Ank، 1989، p31
5) اوزون چارشیلی ،سابقہ حوالہ ص 147 _ 141 _ استانفوردچی شاو، گذشتہ مدرك ص 45_ 44_

240

اس کے اندرونی امور میں دخل دیا اور کچھ مواقع سے بہترین فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں اپنی فوج کو داخل کیا _ بالکان میں مزید فتوحات کیلئے اپنے آپ کو تزویری اہمیت کے حامل جزیرے گیلی پولی (Gallipoli)میں مستحکم کیا _ (1)

بیزانسی (رومي) طاقت کے تشنہ لوگوں کے لئے اسکی اہمیت اسقدر زیادہ تھی کہ اس ملك کے دوبادشاہوں نے اسکے ساتھ اپنی بیٹیوں کی شادی کیلئے ارادے کا اظہار کیا _ ایك اور بادشاہ نے مجبور ہوکر اپنی مملکت میں اس کی فتوحات کو تسلیم کرلیا_(2)

اور خان بیگ حکومت اور فوج کے معاملات کو منظم کرنے میں بھی فعال تھا اس نے ایك منظم فوج کو تشکیل دیا تھا نیز "ینی چري" سپاہیوں کی ابتدائي شکل بھی اسی دور میں وجود میں آئي (3)_ اسکے اپنے والد کی مانند اہل فتوت و تصوف اور علماء سے روابط بہت اچھے تھے ،اہل فتوت میں سے اسکے کچھ وزیر بھی تھے اس نے ابدالان (زاہدوں) کے لئے خانقاہیں اور دینی علوم کی تدریس کیلئے مدارس بنائے (4) اس کے بعد سب سے پہلے سیاسی روابط جمہوری جنیوا (5) سے ہوئے کہ جس کی کالونیاں بحیرہ روم کے جزائر وسواحل میں تھیں_ ان روابط کے نتیجہ میں انکے درمیان ایك تجارتی معاہدہ بھی وقوع پذیر ہوا_ (6)

اور خان غازی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مراد اول (791_ 761ق) المعروف خداوندگار اسکا جانشین بنا_ وہ اپنے والدکے زمانہ حیات میں "روم ایلی "میں جنگ مینمصروف تھا _ اس نے بھی اپنے والد کی مانند اسی سرزمین میں فتوحات کا دائرہ بڑھانے کی کوشش جاری رکھي_ ادرنہ (موجودہ ترکی کا ایك شہر) کی فتح

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) Kramers ،op ،cil- p -192-193
2) Gokbilgin ،Tayyib ،Ta‹otnonin vol 9 ،P -402-403
3_ احمد راسم، عثمانی تاریخی ، ج 1 _ ص 52_51 استانفورد جی شاو،سابقہ حوالہ ص 43 کے بعد ،اوزون چارشیلي،سابقہ حوالہ ص 150 _152
4_ شمس الدین سای ، قاموس الاعلام، استانبول _ ص 3943 ،حامر ، یورگشتال ،سابقہ حوالہ ص 111 _
5- Genova
6- kromers‹op . c.+ p 193

241

کہ جو اس کے تخت نشینی کے سال انجام پائي برا عظم یورپ میں عثمانیوں کی حکومت قائم ہونے کے اعتبار سے بہت اہمیت کی حامل تھي_

یہ اور بالکان کی تاریخ بلکہ یورپ کی تاریخ میں اہم مرحلہ شمار ہوتی ہے_(1) اس بہت بڑے شہر جو کہ بعد میں عثمانیوں کا درالحکومت بنا ،فتح کے بعد قسطنطنیہ کا خشکی کے راستے سے یورپ سے رابطہ کٹ گیا_ (2) اس طرح در حقیقت مشرقی روم کے دارالحکومت کے محاصرہ کا پہلا قدم اٹھایا گیا تھا_

مراد کے دور میں بعد والی فتوحات نے جزیرہ یونان کے علاوہ تمام بالکان کو عثمانیوں کے اختیار میں دے دیا_ کہاجاسکتا ہے کہ ان فتوحات کے ذریعہ پانچ صدیوں تك چلنے والی حاکمیت کے بیج بوئے گئے _ ایسی حاکمیت کے جس نے اس نئے تمدن کو جنم دیا کہ جو تاریخ کے اوراق پر مختلف قومي، دینی اور لسانی عناصرکی آمیزش سے ظاہر ہوا_ (3)بہرحال ان فتوحات نے دنیائے غرب کو وحشت زدہ کردیا یہاں تك کہ پاپائے روم نے عثمانیوں کو روکنے کیلئے دو صلیبی جنگوں کا آغاز کیا_ (4)

لارڈ کیں اس کے تجزیہ کے مطابق مراد اول فوجی اور سیاسی قیادت میں اپنے والد اور دادا سے بڑھ کر تھا اسکی کوششوں سے مغرب مشرق کی گرفت میں آگیا جیسا کہ یونانیوں اور رومیوں کے دور میں مشرق اہل مغرب کی گرفت میں تھا ،وہ پہلے تین عثمانی حکمرانوں کے باہمی موازنہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ عثمان نے اپنے گرد قوم کو جمع کیا ،اس کے بیٹے اور خان نے ایك قوم سے ایك حکومت تشکیل دی جبکہ اس کے پوتے مراد اول نے اس حکومت کو بادشاہت پہچادیا_ مراد کے بھی اپنے والد اور دادا کی مانند اہل فتوت سے بہت اچھے

1- Inalcik ،sevim - yucel ؛in IA vol /p- ،op ،cit ،vol ،p .26 -27
2_ احمد راسم ،سابقہ حوالہ ص 63_
3- sander ،op. cit‹P .31
4 _ اوزون چارشیلی ، سابقہ حوالہ ، ص 200 _ 193 _ احمد راسم ،سابقہ حوالہ ج1 ص 67_65_ 79_ 78_ لارڈکیں ، سابقہ حوالہ ، ص 58_ 57_

242

روابط تھے یہاں تك کہ اس کے زمانے کے و قف ناموں میں یہ عبارات موجود ہیں کہ فلان کو فلان جگہ اخی کی حیثیت سے معین کرتاہوں _(1)

مراد کے بعد سلطان بایزید اول (804_ 791 ق) نے روم ایلی میں فتوحات کا دائرہ بڑھایا اور آناتولی کے چند امراء کو اپنا اطاعت گزار بنایا_ اور قسطنطنیہ کا تین بار محاصرہ کیا اور بیزانس کے بادشاہ کو ایسی قرار داد قبول کرنے پر مجبور کیا کہ جسکے تحت وہ شہر میں ایك محلہ کہ جس میں مسجد ہو مسلمانوں کے ساتھ خاص کردے اورعدالتی امور کے لیے ایك اسلامی ادارہ بھی قائم کرے(2) اس کی فتوحات نے عثمانی مملکت کو فرات سے دانوب تك پھیلادیا تھا،لیکن آناتولی پر تیمور کی یلغار سے فتوحات کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا_ انقرہ کی جنگ (3) (ذی الحجہ 804ق) میں بایزید کی تیمور سے شکست کھانے سے عثمانی تاریخ کا پہلا دور کہ جسے اسلامی فتوحات کا پہلا دور کہا گیاہے ،ا پنے اختتام کو پہنچا_

عثمانی کامیابیوں اور انکے تسلط واقتدار کے اسباب کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

1_ بیزانس اور بالکان کی حکومتوں کو کمزور اور عثمانی فتوحات کیلئے راستہ ہموار ہو نے کے اسباب:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) مذکورہ حکومتوں میں اندرونی کشمکش اور ختم نہ ہونے والی باہمی جنگیں اور ملوك الطوایفی کا دور دورہ کہ جسکے نتیجہ میں مرکزی حکومت کا اقتدار کمزور پڑگیا_(4)
2) بالکان کے آرتھوڈوکس عیسائیوں کا لاطینی کلیسائوں سے نفرت کرنا اور عثمانیوں کے خلاف پادریوں کے صلیبی فوج تیار کرنے کے اقدامات کر قبول نہ کرنا_ یہ احساسات اتنے شدید تھے کہ بالکان کے بہت سے عیسائي عثمانیوں کو اپنے لیئے کیتھولك کلیسا کے تسلط سے نجات دہندہ سمجھتے تھے_(5)

1- Neset ،Cagatar ،Makaleler velncele meler ،konra ،1983 ،P 290
2)بامر، یورگشتال ، سابقہ حوالہ ص 206 اوزون چارشیلی ،سابقہ حوالہ ص 334_
3- Yinane ،Op. Cit. P 386 ،Sevil-Yucel ،Op. Cit P 63 ،68
4) شاو، سابقہ حوالہ ص 36 _ لارڈکین راس، سابقہ حوالہ ص 55 _
5) لارڈ کین رس ، سابقہ حوالہ ص 44_ 51_

243

3_ٹیکسوں کے بڑھانے کی وجہ سے دیہاتی لوگوں کا حکومتوں سے ناراض ہونا یہ ٹیکس وغیرہ اتنے زیادہ تھے کہ کبھی کبھی یہ لوگ حکومت کے خلاف بغاوت کیا کرتے تھے_(1)
2_ عثمانیوں کو مستحکم کرنے والے اسباب : فوجی صلاحیتوں سے مالامال ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور میں عثمانی حکومتوں کو اندرونی اختلافات کا سامنا نہیں کرنا پڑو_ اور مذہبی اور اقتصادی محرکات کے ساتھ ساتھ فتوحات کی خاطر دائمی جنگ کے لیے آمادگی بھی اہم اسباب تھے_(2)
عثمانیوں کو مستحکم کرنے والے بعض دیگر اسباب یہ ہیں کہ مفتوحہ سرزمین پر لچکدار سیاست اور پالیسیاں روا رکھنا رکھا، مفتوحہ علاقوں کے لوگوں سے مذہبی تعصب سے پاك رویہ رکھنا ، غیر مسلم رعایا کو اپنی رسم و رواج کے مطابق رہنے کی اجازت دینا، آرتھوڈوکس کلیسا کے ٹیکسوں کو معاف کرنے والے قانون کو برقرار رکھنا(3) اورگردو نواح کے عیسائي امراء سے دوستانہ روابط رکھنا اور بعض اوقات ان میں سے کچھ اسلام کی طرف راغب ہوکر مسلمان ہوجاتے تھے، اسی وجہ ان امراء کی بعد والی نسلیں مثلاً میخال اوغلواور اورنوس او غلو عثمانی مملك کے بارسوخ خاندانوں میں میں شمار ہونے لگے_(4)
مفتوحہ سرزمینوں میں رعایا کی سہولت کے پیش نظر قانون و نظم کی برقراری ، انکی جان ومال کی حفاظت اور حکومت کا رعایا پر ٹیکسوں میں کمی کرنا یہ وہ امور تھے جنکی بناء عیسائي رعایا عثمانیوں کو اپنے سابق حاکموں پر ترجےح دیتے تھے_(5)

---

1) استانفورڈ جی ، شاد ،سابقہ حوالہ ص 100
2) استانفورد جی شاد،سابقہ حوالہ ص 40
3) لارڈکین راس ، سابقہ حوالہ ص 26_ 24
4) اوزون چارشیلی ، سابقہ حوالہ ص 131 ، 141 ، استانفورڈ جی شاو،سابقہ حوالہ ص 85 _ 82 _ 52 لارڈکین راس، سابقہ حوالہ ص 27 _ 24
5) Sender،Op.Cit.P.30

244

تیمور کی یلغار اور بایزید اول کے بیٹوں کے باہمی کشمکش سے خلاء پیدا ہوا ،اسکے بعد عثمانی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوا کہ جسے عثمانی بادشاہت کی دوبارہ تشکیل اور عثمانی حکومت کے عروج کے دور سے یاد کیاجاتا ہے_ سلطان محمد اول کے زمانہ میں دوبارہ عثمانیوں میں یکجہتی پیدا ہونے کے بعد مراد دوم نے قسطنطیہ کو ایك مدت تك محاصرہ میں رکھا_(1) اور اناتولی کے بہت سے امراء کو اطاعت گزار بنایا _(2)
سلطان محمد دوم (حکومت 886_855 / 1481_ 1451 عیسوي) المعروف فاتح تخت نشین ہوا، اسے عثمانی فتوحات کی تاریخ میں اہم ترین فتح یعنی سنہ 857 کا / 1452 عیسوی میں قسطنطیہ کی فتح اور بیزانس کی بادشاہت کے خاتمہ کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

توفيق حاصل ہوئي يہاں تك كہ قرون وسطى كا دور ختم ہوا اور قرون جديد كا دور شروع ہوا_ اس نے قسطنطيہ كو عظےم الشان مساجد اور مدارس كے اسلامى دارالحكومت ميں تبديل كرديا_(3)
مغرب ميں سربيا ، بوسنيا، ہرزگوينيا اور شمال ميں جزيرہ كريمہ پر قبضہ كرليا_ ليكن شہربلغراد كو فتح كرنے سے ناكام رہا (4) فاتح نے مشرقى روم كے دارالحكومت كو فتح كرنے اور ديگر فتوحات كے ذريعے مملكت عثمانيہ كو ايك بہت بڑى طاقتور بادشاہت ميں تبديل كيا اور خود ايك عظيم الشان بادشاہ كے روپ ميں دنيا كے سامنے جلوہ گر ہوا_ (5)
وہ تجارت كے پھلنے پھولنے كو بہت اہميت ديتا تھا_ عمومى مصالح كے پيش نظر اس نے مملكت عثمانيہ كے اٹلى سے روابط كو كنٹرول كرتے ہوئے انہيں ايك خاص نظم ميں لايا _ اٹلى كے تاجروں پر كسٹم ٹيكس كى معافى ختم كردي_ اور بعد ميں انكے تجارتى مال پر كسٹم ٹيكس دو فى صد سے پانچ فيصد بڑھاديا اور مملكت عثمانيہ كے شہرى خواہ يوناني، يہودى ، ارمنى اور مسلمانوں كو سہولت دى كہ اٹلى كے تاجروں كى جگہ يہ لوگ تجارت كريں_
---

1) sevim-yucel ،Op.cit ،PP 69-97
2)احمد راسم،سابقہ حوالہ ، ص 54_
3) سابقہ حوالہ ص 205_ 202، 215_ 214_
4) احمدراسم ، سابقہ حوالہ ص 205 _ 202_ 215_214_
5) Kunt ،Metin ،Op.cit ،P 76 ،inalcik ،P 464...intarkdunvasi ....

اس دور مينبعض شہر مثلاً بروسہ جو كہ ايران اور سعودى عرب كے تجارتى قافلوں كے راستہ ميں آتا تھا ، تجارت كے مركز ميں تبديل ہوگيا بالخصوص يہ شہر ايرانى ريشم كى تجارت كے باعث ريشمى كپڑوں كى صنعت كا بہت بڑا مركز بن گيا _ (1)
سلطان محمد فاتح كا دور تہذيب وتمدن اور علوم كى ترقى اور پھلنے پھولنے كا زمانہ بھى تھا _ وہ خود بھى اعلى سطح كى تعليم حاصل كيے ہوئے تھا اور تركي، فارسي، عربى لاطينى ، يونانى اور عربى زبانوں كو جانتا تھا _ (2) استانبول كو فتح كرنے كے بعد فورى طور پر اس نے ايا صوفيہ كليسا كو مسجد ميں تبديل كرنے اوراسكے نزديك ايك مدرسہ بنانے كا فرمان جارى كيا_ اور علاء الدين على قوشجى (متوفى 879 قمري) كو وہاں كا سرپرست اور منتظم بنايا_
قوشجى ايك زمانہ ميں سمرقند كے رصدخانہ كا منتظم تھا_ الغ بيگ كے قتل كے بعد اوزدن حسن آق قونيلو كى خدمت ميں پيش ہوا چونكہ وہ مذكورہ بادشاہ اور عثمانى سلطان ميں ايك مصالحت كيلئے فاتح كے دربار ميں حاضر ہوا تھا اس ليے فاتح كى توجہ كا مركز قرار پايا اور اس نے قوشجى كے استنبول ميں اقامت پذير ہونے پر رضايت كا اظہار كيا_ قوشچى نے ثمرقند كے علمى مركز كو مملكت عثمانيہ ميں منتقل كرنے اور مملكت عثمانيہ ميں بہت سے علوم مثلاً رياضى اور نجوم كى ترقى ميں اہم كردار ادا كيا اس نے عربى زبان ميں علم ہيئت كے متعلق ايك رسالہ لكھا اور فاتح كى اوزدن حسن پر فتح كى مناسبت سے اسكانام فتحےہ ركھا_(3)
فاتح كے حكم پر مسجد فاتح كے گرد ونواح ميں بننے والے مدارس نيز دربارسے وابستہ مدارس اور علمى مراكز علماء دين اور حكومتى عہديداروں كى تربيت كے اہم مراكز بن چكے تھے_(4)
---

1) Inalcik ،Op.cit ،P 465 ،Inalcik ،La ،Vol ،534-533 PP 7
2_ احمد راسم ، سابقہ حوالہ ص 219_
3_ ابوالقاسم قرباني، زندگى نامہ رياضى دانان دوره اسلامي_ تہران ص 364 _360 _
4) Huseyin ،Yurdaydin ،Dusunceve bilim Tavihi(1300-1600) in Turkiye Tarihi ،ed sim Aksin ،Vd 2 PP. 181-182،

فاتح كے بعد سلطان بايزيد دوم اور اس كے بعد سلطان سليم اول (926_ 918ق) المعروف ياووز (بے رحم) تخت نشين ہوا _ اس نے چالدران كى جنگ ميں شاہ اسماعيل صفوى پر كاميابى كے علاوہ مكمل طور پرا ناتولى پر تسلط، شام اور مصر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کو فتح کرنا اور ممالیك (غلاموں) کی حکومت ختم کرتے ہوئے عثمانی مملکت کو دوگنا کردیا_ "خادم حرمین شرفین" کا لقب اختیار کیا اور شریف مکہ کی طرف سے اس کے نام کاخطبہ پڑھا گیا اور مصر میں خاندان عباسی کے آخری خلیفہ "متوکل علی اللہ سوم" سے خلیفہ کا عنوان اپنے لیے اور اپنے عثمانی خاندان کیلئے منتقل کرنے کے لیے پورے عالم اسلام پر حکمرانی کے درپے ہوا(1)_ انہی فتوحات بالخصوص بحیرہ روم کے مشرقی اور شمال مشرقی تمام سواحل کے عثمانی مملکت سے الحاق نے اس مملکت کی اقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کیا _(2)
شاہ سلیم بذات خود شاعر تھا فارسی میں اسکا دیوان آج بھی اس کی یادگار کے طور پر باقی ہے _ وہ علماء اور عرفاء کی محفل میں بیٹھنا پسند کرتا تھا_ شیخ محی الدین ابن عربی کے ساتھ عقیدت کی بناء پر شام میں انکی قبرپر ایك مقبرہ بنایا _(3) اس نے اپنے زمانے کے مشہور علمی وثقافتی مراکز کی لائبریریوں سے نفیس کتابوں کو استنبول منتقل کیا اور علماء ، ہنرمندوں اور تاجروں کو بھی استنبول دعوت دي، اسطرح وہ چاہتا تھا کہ جسطرح وہ اسلامی دنیا کا طاقتورترین سلطان نظر آتا ہے _ اسی طرح اسکا دارالحکومت بھی عالم اسلام کا عظےم الشان شہر بن جائے(4)_ اگر چہ شاہ سلیم نے آٹھ سال سے زیادہ حکومت نہیں کی اسکے باوجود اتنی قلیل مدت میں روم ایلی اور آناتولی کے علاقوں کی ایك مقامی مملکت ایك عالمگیر بادشاہت تك ترقی کرگئي _(5)

---

1) Serafeddinturan ،selim in La sander ،Vol 10 p 427-432 ،opcit p 35
2) Derin ،op. citP 481
3) محمد امین ریاحي، زبان و ادب فارسی در قلمرو عثمانی ،تہران ص 178 _ 168 الہامہ مفتاح و وباب ولی ، نگاہی بہ روند نفوذ وگسترش زبان و ادب فارسی در ترکیہ ، تہران ص 202_194
4) Kunt ،P.116 ،op درباره ہنرمندان و دانشمندان وشعرای راہی شدہ از ایران بہ استانبول در زمان سلطان سلیم _ نصراللہ فلسفی ، جنگ چالدران _ مجلہ دانشکدہ ادبیات، س1 ،ش 2 ،ص 111 _ فریدون بیك منشات السلاطین _ استانبول ج 1 ، ص 405 _
5) kunt ،op ،cit p-119

سلیم کے بعد اسکابیٹا سلیمان (974 _ 926 قمری / 1566_ 1520 عیسوي) المعروف قانوني، کبیر اور باشکوہ _(1) تخت نشین ہوا_ اس نے اپنے آباؤ اجداد کی روایت کو جاری رکھا _ اپنے اقتدار کے ابتدائي دور سے ہی مملکت عثمانیہ کو مشرق ومغرب سے برّی و بحری مناطق میں وسعت دینا شروع کردیا_ مثلاً اس نے سات مرتبہ ہنگری پر حملہ کیا_(2) جنگوں اور حملوں کا یہ دائرہ وہاں سے بڑھا یہاں تك کہ ہنگری سے آگے بوہم (چیکو سلواکیہ) اور باداریا تك جاپہنچا_(3) اس نے دوبارہ سن 1529 اور 1532 عیسوی میں اس امید پر ہیسبورگ خاندان کے مرکز حکومت پر حملہ کیا جو یورپ کے وسیع حصہ پر حاکم تھے_(4)تا کہ اس پر قبضہ کرسکے یا کم از کم آسٹریاکی فوجی حیثیت کو ایسا تباہ کردے کہ ہنگری کے معاملات میں دخل دینے سے باز رہے(5)_ لیکن مختلف اسباب کی بناء پر اس شہر کو فتح نہ کرسکا(6)_
سلیمان نے کئي بارمسلسل چند سال تك صفوی سلطنت پر بھی حملہ کیا لیکن تہماسب صفوی کی افواج کی طرف سے زمین جلانے والی سیاست کی بناء پر سلیمان کی آذربائیجان عراق عجم اور عراق عرب پر فوجی کامیابیاں زیادہ مستحکم نہ رہ سکیں _ بالآخر 962 قمری / 1505 عیسوی میں آماسیہ معاہدہ پر دستخط کرتے ہوئے ان جنگی ثمرات کو بھی کھو بیٹھا_(7)
لیکن عراق اس کے پہلے حملے (سال 942 _ 940 قمري) _(1534 _1533عیسوي) میں شاہ سلیمان کے قبضہ میں آگیا اس فتح کے ساتھ شاہ سلیم کے زمانے سے شروع ہونے والی اسلامی خلافت کے تمام

1- Magnificent
2) لردکین راس ، سابقہ حوالہ ص 261_
3)استانفورڈجی ، شاو، سابقہ حوالہ ، ص 171_
4) دایرۃ المعارف فارسی ، ج 1 ص 32 _ 25_
5) استانفورد جی ، شاد،سابقہ حوالہ ص 170_
6) لرد کین راس، سابقہ حوالہ ص 205_ 198_
7) رئیس نیا مقدمہ : نصوح مطراق چي، بیان منازل ، تہران ص 53_ 31 _ دایرۃ المعارف فارسی ج 1 ص 236_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

8- Kramers ،Op . Cit ،P 195

248

دارالحکومتوں کو فتح کرنے کی مہم ختم ہوگئي_(1)

مملکت عثمانیہ کی وسعت مشرق میں خلیج فارس تك پھیل گئي (2) بلاشبہ باشکوہ سلیمان کے دور میں مملکت عثمانیہ کی سرحدیں وسعت کی آخری حدوں کو چھونے لگیں تھیں_ اسکی وفات کے زمانہ میں یورپ میں بن بوڈاپسٹ کی تمام سرزمین جزیرہ عرب کے آخری کنارے بندگارہ عدن تك اور افریقا میں مراکش سے ایشیا میں ایران تك تمام سرزمینیں اسکی مملکت میں شامل تھیں_(3)

شاہ سلیمان نے اپنی آدھی صدی پر محیط حکومت میں سوائے زندگی کے آخری چند سال کے بقیہ زندگی ایك محاذ سے دوسرے محاذ پر جنگ و حملہ میں گذاری کیونکہ دارالحرب کی طرف مملکت کو وسعت دینا ، اسلامی عقیدہ جہاد کے ضروری احکام میں سے تھا_ اسی لئے جب وہ اپنی عمر کے آخری دور میں اندرونی مشکلات ومسائل کو حل کرنے اور بڑھاپے کی بناء پر چند سال جہاد نہ کرسکا تو شیخ نوراللہ جو کہ اس زمانہ کے فقہاء میں سے تھے ، انہوں نے اعلان کیا کہ جو بادشاہ جہاد جیسا فرض اجرا نہیں کررہا ہے اسکا مواخذہ کرنا چاہئے _ بعض محققین اس تنقید کو اس کے لشکر کشی کے دور کے اختتام کی وجہ سمجھتے ہیں اسی دور میں وہ وفات پاگیا _(4)

شاہ سلیمان ایك انتھك جنگی کمانڈر ہونے کے ساتھ ساتھ عدل و نظم کے قیام کی خواہش رکھنے والا قانون دان بھی تھا_ اسکی واضح مثال اسکا "قانون نامہ سلیمان" ہے کہ جو اس کی براہ راست نگرانی میں شرعی احکام اور گذشتہ قوانین بالخصوص قانون نامہ محمد دوم فاتح کی رعایت کرتے ہوئے اور اس زمانہ کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تدوین کیا گیا _ نیز اس قانون نامہ کو مترتب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ طبقہ حاکم اور سلطان کے تابع افراد کے حقوق اور فرائض کی تشخیص کی جائے اور رعایا کے حقوق و مالی مسائل کو حل کیاجائے اور حکومتی اداروں کے فرائض کی حدود معین کی جائیں وغیرہ ...

---

1) kramers ،op.cit ،p 37
2)_ استانفورد چی ، شاوسابقہ حوالہ ص 175_ 174_
3) Sander ،op cit ،P 37.
4) Gokbilgin LA ،11 ،P 155.

249

مذکورہ قانون نامہ شیخ الاسلام ابوالسعود آفندی کی راہنمائي اور فتاوی کے ساتھ ساتھ ملا ابراہیم حلبی کی نگرانی میں تدوین ہوا _ اس قانون نامہ کے وسیع پیمانہ پر اجراء ہونے کی صلاحیت کی بناء پر اسے "ملتقی الابحر" یعنی سمندروں کی ملاقات کی جگہ " کانام دیا گیا _ اور یہ قانون نامہ انیسویں صدی میں قانون میں اصلاحات اور ترامیم کے دور تك باقی رہا (1)_ سلیمان کو قانونی کا لقب بھی اسی لئے دیا گیا تھا_

شاہ سلیمان کا طولانی دور حکومت ہنر و ادب کی رونق کے ادوار میں سے ایك دور جانا جاتا ہے _ شعراء ، ہنرمند، قانون دان، فلاسفہ ، مورخےن ، دانشور حضرات ، علماء ، اہل ادب اور دربار کے مہمان ان تمام مادی وسائل سے بہرہ مند تھے جو اس نے ان کیلئے فراہم کئے تھے_(2)

اسکے دور حکومت میں برگزیدہ علماء کی فہرست میں عبداللہ شیخ ابراہیم شبستری اور ظہیرالدین اردبیلی بلاشبہ ایرانی مملکت سے تعلق رکھتے تھے_(3)

معماری کے آثار مثلاً سلیمانیہ ، مسجد سلطان سلیم اور اس کے گردو نواح کے آثار کہ جو شاہ سلیمان کے حکم پر سال (996_ 894 قمري/1588_ 1489 عیسوي) مینمعروف معمارسنان کی نگرانی میں دائرہ وجود میں آئے، شاہ سلیمان کے دور کے عظیم الشان شاہکار ہیں _ سنان فن معماری میں نابغہ روزگار تھا وہ سلیمان کے بہت سے حملات میں شریك تھا اور 350 سے زیادہ معماری کے فن پارے مثلاً بڑی ، چھوٹی مساجد، مدرسہ ، دالقرائ، مقبرہ ، عمارت، محل ، دارالشفاء ، کاروانسرااور حمام و غیرہ اس سے منسوب کیے جاتے ہیں(4)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) استانفورد جی شاد،سابقہ حوالہ ص 162 ، 185_ 184_ 238 _ 237 ،ورڈکین راس ،سابقہ حوالہ ص 214_ شمس الدین سامی ،سابقہ حوالہ ص 568_
2) الہامہ مفتاح و وحاب لی ،سابقہ حوالہ ص 206 _
3) Gokbilgin ،OP.cit ،152 P
4) Oktay ،Aslanapa ،la in sinan ،10 ،Meydan. Lorousse - . pp ،1981 1st) vol.11 ،pp ،Gokbilgin : 35، La . p 11.vol ،149

250

کہاجاتا ہے کہ شاہ سلیم کے دور میں جتنے ہنرمند لوگ اسکے حکم پر استنبول میں آئے وہ سب شاہ سلیمان کے دور میں بھی اپنے ہنر وفن کے کرشمے دکھاتے رہے_ (1)
شاہ سلیمان کا دور مملکت عثمانیہ کی عظمت کے عروج کا دور تھا ایك نظریے کے مطابق خود شاہ سلیمان سیاست میں تمام عثمانی بادشاہوں میں پہلے نمبر پر ہے (2)_ ان سب عظمتوں کے ساتھ ساتھ، اسی شاہ کے نصف دور حکومت سے مملکت عثمانیہ کی جڑیں کھوکھلی ہونابھی شروع ہوگئیں یہ صورتحال بعد کی صدیوں میں بھی جاری رہي_(3)
لارڈ کین راس نے اگر چہ شاہ سلیمان کی شخصیت کے مختلف مثبت اور اہم پہلوؤں پر خاص توجہ اور انہینزور دار انداز میں بیان کیاہے کہ جن کی بدولت اس نے عثمانی حکومت کو ایك خاص نظم دیکر عظمت و قدرت کی معراج پر پہنچایا لیکن وہ اس بات کو نہیں بھولا کہ انہی عظمتوں اور بلندیوں میں زوال وپستی کے بیج بھی مخفی تھے کیونکہ اس کے بعد جو بھی سلاطین آئے ان میں نہ کوئي فاتح تھا نہ قانون گذار اور نہ ہی فعال حاکم (4)

3_مغل سلاطین

دین اسلام کا ہندوستان میں داخل ہونا اور پھر اسلامی حکومت کی تشکیل مختلف مراحل پر مشتمل ہے _ قرن اول کی ابتداء سے ہی مسلمان تجار نے مالابار اور گجرات کے ساحلوں مینسکونت پذیر ہندوستانیوں کی مقامی آبادی سے تجارتی تعلقات قائم کیے پھر اسلام کا ایك نئے اور پرکشش دین کے عنوان سے ان علاقوں میں آہستہ آہستہ تعارف ہوا_

---

1) استانفورد جی شاد، سابقہ حوالہ ص 61_
2) آنستونی بریج، سابقہ حوالہ ص 22_
3) استانفورد جی شادسابقہ حوالہ ص 291_
4)لارڈکین راس_سابقہ حوالہ ص 264_

251

بعد کے ادوار میں مسلمان غازیوں کے ان علاقوں پر حملوں سے ہندوستانیوں کی دین اسلام سے آگاہی اور دلچسپی بڑھتی چلی گئي _ مسلمان مجاہدین کے ساتھ عرفا اور صوفیوں کی بہت بڑی تعداد اسلام کی تبلیغ و ترویج کیلئے اس سرزمین میں داخل ہوئي کہ انہوں نے مسلمان مجاہدین سے مختلف انداز سے اپنے مکتب کی بہت وسیع شکل میں اور عمیق انداز میں ہندوستانیوں میں ترویج کی _
مسلمانوں کی زیادہ تر فتوحات ہندوستان کے شمالی علاقوں میں انجام پائیں_ شروع میں ترك اور افغان سلاطین ان علاقوں میں داخل ہوئے_ بعد کے ادوار میں مختلف مسلمان خاندان ہندوستان میں حکومت کرتے رہے _ مثلاً دکن کے بہمن ، قطب شاہي، تغلق و ... آخرکار مغل مسلمان خاندان ہندوستان کی بلا مقابلہ سیاسی اور اقتصادی قوت کی صورت میں سامنے آیا_ مغلیہ خاندان اپنے منظم اور مرتب نظام حکومت کی بناء پورے ہندوستان کو ایك حکومت کے پرچم تلے لے آئے_ بلاشبہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا عروج مغلیہ خاندان کے اقتدار کے دوران تھا_

سیاسی تاریخ

ہند کے مغلیہ سلسلہ حکومت یا بابری حکومت کی بنیاد ظہر الدین بابر نے رکھی کہ جسکا نسب تیمور مغل تك پہنچتا تھا_ تیمور چونکہ منگول قوم سے نسبت رکھتا تھا اسی لئے بعض تاریخی ماخذات میں مغلیہ سلسلہ حکومت کو ہندوستان کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

منگولوں کے عنوان سے بھی یاد کیا گیا ہے_(1)
ظہیرالدین ابتدا مینسمرقند کا حاکم تھا_ اس نے 910 ہجری قمری میں شہر کابل پر قبضہ کرلیا اس دور میں اسکے ہمسایوں میں دو بڑی طاقتیں صفوی اور ازبك تھے ان کی موجودگی میں وہ ہرگز اپنی مملکت کو مرکزی ایشیا یا ایران کی طرف نہیں بڑھا سکتا تھااسی لئے اس نے اپنے حملات اور فتوحات کا مرکز مشرقی علاقوں مثلاً ہند اور
---

1) شیخ ابوالفضل مبارك ، اکبرنامہ، غلامرضا طباطبائي مجد کی کوشش سے تہران _ مؤسسہ مطالعات وتحقیقات فرہنگی ص 138

کابل کو قرار دیا _ بابر کی 936ہجری قمری میں وفات کے بعد اسکا فرزند ہمایوں تخت نشین ہوا ، ہمایوں اپنے طاقتور رقیبوں یعنی اپنے سوتیلے بھائي کامران میرزا اور شیرشاہ سوری کی طرف سے دبائو میں تھا ،بالآخر 951 ہجری قمری میں شیر شاہ سوری سے شکست کھانے کے بعد اس نے شاہ طہماسب صفوی کے دربار میں پناہ لی _ یہانتك کہ 962ہجری قمری مینایرانیوں کی مدد سے دوبارہ اپنا تاج و تخت واپس لے لیا _(1)
ہمایوں کے بعد جلال الدین اکبر تخت نشین ہوا اگر چہ اس کی عمر چودہ سال سے زیادہ نہ تھی لیکن اس نے اپنے ایرانی شیعہ سرپرست بہرام خان کی تدبیروں سے اپنی حکومت کی ابتدائي مشکلات پر قابو پالیا _
اکبر نے اپنے دور حکومت میں دارالحکومت کو دہلی سے آگرہ کی طرف منتقل کیا _ اس نے اپنے دانا وزیر ابوالفضل علامی کی مدد سے اپنے ماتحت علاقوں میں ایك خاص نظم و قانون جاری کیا_ اکبر بادشاہ کا دور حکومت مغلیہ دور کا عروج شمار ہوتا ہے_(2)
اس نے اپنے رقیبوں کی بہت سی بغاوتوں اور ہندووں کی بغاوت کا قلع قمع کرتے ہوئے اپنی حکومت کو پندرہ صوبوں میں تقسیم کیا اور بذات خود گورنروں کے کاموں کی نگرانی کرتا تھا_
1014 ہجری مینجلال الدین اکبر نے آگرہ میں انتقال کیا _ اسکے بعد اسکا بیٹا جہانگیر تخت نشین ہوا_ جہانگیر نے اپنی حکومت کے دوران سکھوں کی سب سے بڑی بغاوت کا خاتمہ کیا_ اس وجہ سے ہندوؤں میں اسکے حوالے سے کینہ پیدا ہوا_ ہندوؤں نے جہانگیر کے رقیبوں کا ساتھ دیا جسکی بناء پر بعض علاقے احمد نگر، دکن وغیرہ مغلیہ مملکت سے نکل گئے_ جہانگیر نے بھی زندگی کے آخری سالوں میں مجبورہوکر کابل میں سکونت اختیار کي_
1037 قمری میں جہانگیر کابڑا بیٹا شاہ جہاں تخت نشین ہوا چونکہ اسکی ملکہ نورجہاں ایرانی تھي، اسی لیے بہت
---

1) بایزید بیات _ تذکرہ ہمایوں واکبر، محمد ہدایت حسن کی تصحیح سے_ تہران، انتشارات اساطیر ، ص 3_
2) شیخ ابوالفضل مبارك سابقہ حوالہ ص 205_

سے ایرانیو ں نے مغلیہ دربار میں جگہ پائي_(1)
مغلیہ سلسلہ کا آخری قوی ترین بادشاہ اورنگ زیب تھا کہ اس نے اپنے خاص مذہبی رجحان کی بناء پر ایرانیوں سے اچھے روابط نہیں رکھے_ اسکے دور اقتدار کے بعد مغلیہ حکومت روز بروز کمزور اور ضعیف ہوتی چلی گئي اور آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوگئي_

مغلوں کے صفویوں سے روابط
بابر بادشاہ نے کابل میں حکومت کے دوران شاہ اسماعیل صفوی اور شاہ طہماسب صفوی سے محدود سے روابط شروع کیے اس نے صفویوں سے دوستی کی بناء پر ازبکوں کے مد مقابل اپنی حکومت کو محفوظ رکھا_ ہمایوں کا دور حکومت بہت اہمیت کا حامل تھا_ ہمایوں کی ایران میں اقامت اور ایرانیوں سے آشنائي کی بناء پر دونوں حکومتوں میں قریبی روابط برقرار ہوئے اور بہت سے ایرانی مغلیہ دربار میں وابستہ ہوئے کہ ان میں سب سے اہم ہمایوں کا وزیر بہرام خان تھا_
جلال الدین اکبر صفویوں کے دوبادشاہوں شاہ طہماسب اور شاہ عباس کا ہم عصر تھا(2)دونوں حکومتوں کے اچھے روابط میں اہم مسئلہ قندھار تھا کہ جسے اکبر نے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا یہ شاہ عباس کبیر کے ابتدائي دور میں ہوا کہ جب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایران کے حالات کچھ اچھے نہ تھے_
اکبر کی مانند جہانگیر اور شاہ جہاں کے بھی صفویوں کے ساتھ روابط میں قندھار کا مسئلہ موجود رہا _مجموعی طور پر بابر کے زمانہ سے لیکر بعد تك قندھار دونوں حکومتوں کے مابین ادھر اُدھرمنتقل ہوتا رہا_ لیکن دونوں حکومتوں کے صبر وحوصلہ کی بناء پر اس مسئلہ سے خصومت نہیں بڑھی کیونکہ جب ایك حکومت قندھار پر قابض

---

1) ش، ف ، دولافوز تاریخ ہند، ترجمہ محمد تقی فخرداعي، گیلانی ، تہران کمیسیون معارف ص 161_
2) ریاض الاسلام ، تاریخ روابط ایران وہند ، امیرکبیر ص 2_271 _

254

ہوجاتی تو دوسری طرف کا عارضی سکوت دونوں حکومتوں کے باہمی ر وابط کا موجب رہا _ (1)دونوں حکومتوں کے تدریجی زوال کے ساتھ ساتھ یہ روابط بھی بے اعتنائي اور سستی کا شکار ہوگئے_

مغلوں کے یورپی حکومتوں سے تعلقات
یورپی لوگ سن 1498 عیسوی میں واسکوڈ گاما(2) کے دریائي سفر کے ذریعہ پہلی مرتبہ سرزمین ہند سے واقف ہوئے _ 1500 عیسوی میں پرتگالیوں نے کالی کوٹ کے ساحلوں پر قدم رکھا_ کچھ عرصہ کے بعد مسلمان تاجرجوکہ پرتگالیوں کے آنے سے ناراض تھے انہوں نے پرتگالیوں کو کو چین(3) کے علاقے کی طرف دھکیل دیا_ 1509 عیسوی سے 1515 عیسوی تك پرتگالیوں نے گوابندرگاہ پر قبضہ جماتے ہوئے استعمار کا پہلا ستون کھڑا کیا (4)_
یہ لوگ اکبر بادشاہ کے آخری دور تك ہندوستان کی بیرونی تجارت کو اپنے کنٹرول میں لیے ہوئے تھے _ روئي اور ہندوستانی مصالحوں جیسی اجناس یورپی حکومتوں کو درآمد کرتے تھے_ جلال الدین اکبر سال 1580 عیسوی میں دوپرتگالیوں پادریوں سے ملاقات کے دوران عیسائي دین سے واقف ہوا_(5)
1600 عیسوی میں انگریزوں نے سرزمین مشرق سے تجارت میں زیادہ منافع اور فوائد کے حصول کے پیش نظرایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی _ 1608 عیسوی میں اس کمپنی کا پہلا وفد ویلیم ہاکنز کی سربراہی میں دربار جہانگیر میں حاضر ہوا اس ملاقات میں ہا کنز نے انگلینڈ کے بادشاہ جیمز اول کا خط بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا_ (6)

---

1) عبدالرضا ہوشنگ مہدوي، تاریخ روابط خارجی ایران، امیر کبیر ص 98_
2- Vasco du gama
3- Cochin
4) احمد میر فندرسکی _ پیدایش وسقوط امپراتوری مستعمراتی پرتغال در ہند_ تہران ص 21_
5) برایان گاردنر، کمپانی ہند شرقي_ ترجمہ کامل حلمی ومنوچھر ہدایتی ص 31_
6) احمد محمد الساداتی _ تاریخ المسلمین فی شبہ القارہ الہند و باکستانیہ وحضارتہم ،مکتبہ نہضة الشرق، جامعہ القاہرة، ص 365_

255

جہانگیر کی طرف سے انگریزوں کے وفد کا پرتباك استقبال ہوا _ یہانتك کہ جہانگیر نے انگریز سفیر کو چارسو فوجی سواروں کی کمانڈ کے عہدہ کی پیش کش کی _ کچھ عرصہ بعد ہاکنز سورت بندرگاہ کی طرف لوٹ گیا_ یوں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ انگریزوں کا مغلوں سے پہلا رابطہ ہوا _
سن 1612 عیسوی میں جہانگیر کی حکومت میں انگریز فوج نے ہالینڈ کی فوج کے ہمراہ بحیرہ ہند میں پرتگالیوں کو سخت شکست دي_ اس شکست سے جہانگیر بہت زیادہ خوش تھا _ مسلمان حاجیوں کوہمیشہ پرتگالیوں کی طرف سے حملوں اور لوٹ مار کا سامنا تھا_ اس شکست سے مسلمان حاجی کافی حد تك پرتگالیوں کے حملوں سے آسودہ ہوگئے_ اس واقعہ کے بعد انگریز وفد کی درخواست کے پیش نظر جہانگیر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان میں فعالیت کی اجازت دي_
یونمغلوں نے انگریزوں کے تعاون کے ساتھ پرتگالیوں پر غلبہ پالیا اور انہیں ہندوستان کے ساحلوں سے دور دھکیل دیا (1)_
شاہجہاں کے دور میں بھی پرتگالیوں کے ساتھ جنگ اور انگریزوں سے دوستی کی پالیسی جاری رہی _ 1622 عیسوی میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شاہجہاں نے پرتگالیوں سے نمٹنے کے لئے ہگلی کے علاقوں میں فوجی دستے بھیجے ان فوجی دستوں نے انگریزوں کے تعاون سے پرتگالیوں کو شکست دی اور انہیں غلام کے طور پر بازاروں میں بھیجا گیا یہ قدم پرتگالیوں کے اقدامات کے جواب میں اٹھایا گیا تھا_(2)
اورنگ زیب کے دور میں اسکے عقائد کی بناء پر انگریزوں سے نزاع پیدا ہوا اس نے بنگال میں انگریزوں سے جنگ کی اور اس جنگ کے بعد سورت کی بندرگاہ کو انگریزوں کے قبضہ سے چھڑالیا _ لیکن دریائي راستوں سے حاجیوں کے قافلوں کی حفاظت و مدد کے پیش نظر اس نے انگریزوں سے صلح کی اور سورت کی بندرگاہ ان کے سپرد کی _ اورنگ زیب کے آخری دور میں انگریزوں نے چند علاقوں مثلاً مدراس، بمبئي ' کلکتہ میں بہت سے مراکز قائم کرلیے_(3)
---

1) برایان گاردنر ،سابقہ حوالہ ص 58_
2) ش، ف ، دولافوز،سابقہ حوالہ ص 158_
3) برایان گاردنر ، سابقہ حوالہ ص 95_

256
1707 عیسوی میں اورنگ زیب نے وفات پائي_ اب بحر ہند میں پرتگالیوں کی جگہ مکمل طور پر انگریزوں نے سنبھال لی _ فرانسیسوں نے 1644 عیسوی میں کلبرٹ کی مدد سے فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھي_ دوسال کے بعد فرانس حکومت نے بیجاپور کے علاقے میں تجارت خانہ قائم کیا اور "پونڈوشري" نام کا ایك شہر بنایا _ نیز انہوں نے سال 1688 عیسوی میں بنگال اور چندرنگر میں اپنے تجارتی مراکز قائم کیے_(1)

مغلوں کا اداراتی اور سیاسی نظام
مغلیہ نظام حکومت میں بادشاہ حکومت کے تمام شعبوں پر مکمل تسلط رکھتا تھا اور پورے نظام کا سربراہ تھا _ سلطان کوبیشتر شاہ کے عنوان سے یاد کیا جاتا تھا_ جیسے جیسے بادشاہ کا اقتدار مستحکم ہوتا جاتا اسکی تمام امور میں دخالت بڑھتی جاتی تھی جیسا کہ جلال الدین اکبر کے دور میں تھا اس نے حکومت و رعایا کے تمام امور میں اپنی رائے کو رعایا اور درباریوں پر مسلط کیا _
بادشاہ کے بعد مختلف دیوان تھے کہ ان سب میں اہم ترین دیوان اعلی تھا جس کا فرض تھا کہ بادشاہ کی آمدنی اور املاك (خالصات) پر نگرانی کرے _ اس دیوان کا سربراہ وکیل (وزیر) ہوتا تھا_ اس کے بعد دیوان بخشی تھا کہ جسکا سربراہ میر بخشی ہوتا تھا کہ اس دیوان کی ذمہ داری پوری مملکت میں حکومتی امور کاتحفظ تھا_ "صدر الصدور"کی سربراہی میں دیوان انصاف سیاسی امور ، جرمانوں اور دیگر عدالتی امور میں فعالیت کرتا تھا_ (2)
اکبر کے دور میں حکومت کا نظام مکمل صورت میں سامنے آیا_ اس نے حکومت کو بہت سے صوبہ میں تقسیم کیا _ ہر صبوبے دار کے ساتھ صدر اور بخشی کا عہدہ بھی موجود ہوتا تھا_ اسی طرح ہر صوبہ چند"سرکار' ' (ضلعوں) میں تقسیم ہوتا تھا_
---

1) ش، ف ، دولافوز ، سابقہ حوالہ ص 193_
2) Raj ،Kumar ،Surrey of Medival India New Delhi 1999 Vol 11 P.151

257
اس دور میں فوجی عہدے "منصب" کے عنوان سے جانے جاتے تھے_ مثلاً منصب پنج ہزاري، سہ ہزاری ، چہار ہزاری ، ... یہ فوجی عہدے چونکہ بادشاہ کے احکامات مثلاً ٹیکسوں کو وصول کرنا اور جنگ کے لئے افراد مہیا کرنا وغیرہ _ بجالاتے تھے اکثر وبیشتر بادشاہ سے املاك و زمینیں وصول کرتے تھے کہ اس قسم کی املاك کو 'جاگیر" کا عنوان دیا جاتا تھا_ البتہ جاگیروں کا ملنا فوجیوں کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ امراء طبقہ حتی کہ علماء بھی ان سے بہرہ مند تھے_

فارسی ادبیات
جرمنی کی مشہور اسلام شناس اسکالر شیمل کے بقول مغلوں کا دور ہندوستان میں فارسی ادبیات کے عروج کا دور ہے(1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیونکہ شاعروں کی کثرت اور نئے و منفرد موضوعات اور مضامین کی فراوانی اسقدر زیادہ تھی کہ ایرانی فارسی زبان لوگ مغلوں کے دربار سے وابستہ ہوئے تاکہ انکی اس نعمت کے عظےم دسترخوان سے بہرہ مند ہوسکیں_
990 قمری میں اکبر بادشاہ کے دور حکومت میں فارسی زبان حکومت کی سرکاری زبان قرار پائي_ یہ بادشاہ فارسی ادبیات اور ثقافت کو خاص اہمیت دیتا تھا _ آج کی اصطلاح کے مطابق اس نے ایك دارالترجمہ کی بنیاد رکھی تاکہ سنسکرت اور ہندی کی قدیم کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ ہو_ شاید اس دور میں فارسی اشعار کے مطالب ومضامین مینجدت اور وسعت کی ایك وجہ شعرا حضرات کا ہندی ادبیات سے آشنائي اور قربت رکھنا ہو(2)
اس دور میں معروف شعراء کے بہت سے دیوان سامنے آئے_ ایرانی شاعروں کی ہندوستان کی طرف
---

1) آن ماری شیمل ، ادبیات اسلامی ہند، ترجمہ یعقوب آند، امیر کبیر ، 1373 ص 38 ، 37_
2) محمد فتوحي، نقد خیال، نقد ادبی در سبك ہندی ، تہران روزگار 1371 ، ص 73_

258
ہجرت اور امراء و اشراف طبقہ کی شاعروں کو اہمیت دینا باعث بنا کہ اکبر بادشاہ کے دور میں فیض دکني، غزالی مشہدی اور عرفی شیرازی جیسے شعراء ظاہر ہوئے _ ایرانی شاعروں کی یہ ہجرت جہانگیر اور شاہ جہاں کے دور میں بھی جاری رہی _ جہانگیر کے دور میں طالب آملی (سال 1036 قمری) ایك مشہور ترین شاعر تھے کہ جنہیں ملك الشعرائے دربار کا اعزاز حاصل تھا_
اسی طرح صائب تبریزی (سال 1081 قمري) ہندی سبك مینایك مشہور ترین شاعر تھے جو شاہ جہان کے ہاں خصوصی مقام کے حامل تھے، کہ اورنگ زیب کے بادشاہ بننے سے زبان فارسی اور اس کے ساتھ شعراء کی رسمی حمایت کم ہوتی گئي _ لیکن ایك اور مشہور شاعر بیدل دہلوی (1054 _ 1133 قمري) اسی دور میں ظاہر ہوئے جنکے اشعار فارسی میں ہندی سبك کے عروج کی حکایت کرتے ہیں _
اسی طرح اس دور کے دیگر شعراء میں غالب دھلوي_ شیدا فتحپوری اور حزین لاہیجی ہیں _ مغلیہ عہد میں مصنفین اور منشی حضرات نے بہت سی ادبی اور تاریخی کتب کو لباس تحریر پہنایا _ دنیا کی تاریخ ، عمومی تاریخ اور خاص سلسلوں کی تاریخ کے حوالے سے بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف ہوئیں اس دور میں ہندی کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کافی پر رونق تھا_ مثلاً رامائن ، مہا بھارت (جنگ نامہ) اور اور اوپانشاد کا سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ اسی دور کے ترجمہ کی مثالوں میں سے ہے _(1)

مسلمان عرفا اور انکی ہندوستان میں خدمات
دینی مبلغین میں صوفیا اور عرفا کرام نے مسلمان سپاہیوں اور تجار کی صورت میں فاتحین کے ہمراہ اپنی خاص طریقت و منش کی بناء پر بہت سے ہندوستانیوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا_
---

1) دانشنامہ جہان اسلام ، ج 1 ص 74 _73 ذیل ''باہریان '' ادبیات (منیب الرحمان)_

259
انہوں نے غزنوی دور کے بعد دور دراز کے علاقوں میں مثلاً ہندوستان کے شمال میں ایسا مقام اور حلقہ اثر بنالیا تھا کہ وقت کے سلاطین اور امراء بھی انکا احترام کرنے میں مجبور ہوتے تھے_ مثلاً شیخ بہاء الدین زکریا کے دور میں شہر ملتان برصغیر کے مسلمانوں کا مرکز تھا_(1)
ہندوستان کے عرفان اور تصوف کے حوالے سے ایك قابل غور نکتہ یہ ہے کہ فارسی زبان عرفان وتصوف اکھٹے ہمسفر رہے جس قدر فارسی زبان وسعت اختیار کر گئي عرفان و تصوف نے بھی ترقی کی اور اسی طرح فارسی کے زوال کے ساتھ اس نظریہ کا حال بھی ویسا ہی ہوا، مجموعی طور پر برصغیر میں چار صوفی سلسلے ظاہر ہوئے _ چشتیہ _ سہروردیہ ، قادریہ اور نقشبندیہ_(2)
ان سلسلونکے اولیاء اور اقطاب کے مقبرے لوگوں میں احترام کے حامل تھے آج بھی ہر سال عرس کے ایام یعنی انکی وفات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے دن ہزارونلوگ ان اولیاء کے مزاروں پر اکھٹے ہوتے ہیں اور خاص انداز سے مراسم بجالاتے ہیں _ یہ چاروں سلسلے اپنا نسب حضرت علی _کی ذات مبارك سے ملاتے ہیں _
سہروردیہ :جیسا کہ نام سے معلوم ہے کہ یہ سلسلہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے منسوب ہے _ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (متوفی 666 قمري) کی سعی وکوشش سے برصغیر میں یہ سلسلہ پھیلا بالخصوص بنگالی علاقوں میں اس سلسلہ کا بہت بڑا حلقہ اثر ہے _ ہندوستان میں اس سلسلہ کے مشہور اقطاب میں سے معروف ایرانی شاعر فخرالدین عراقی قابل ذکر ہیں کہ جو شیخ زکریا کے داماد تھے_
قادریہ:اس سلسلہ کے بانی عبدالقادر گیلانی (متوفی 561ہجری قمري) تھے_ ہندوستان میں ا س سلسلہ کے سب سے پہلے خلیفہ صفی الدین صوفی گیلانی تھے اور اس سلسلہ کے سب سے اہم خلیفہ آٹھویں خلیفہ ابوعبداللہ محمود غوث گیلانی تھے کہ جو (923 ہجری قمری)میں ظہیرالدین بابر کے دور میں شہر لاہور میں فوت ہوئے_

---

1) عباس رضوی اطہر ، تاریخ تصوف در ہند ،ترجمہ منصور معتمدی ، تہران 1380 _ ج 1 ص 135_
2) غلامعلی آریا، طریقہ چشتیہ در ہند وپاکستان ، تہران ، زوار ص 91_ 60_

260

نقشبندیہ :اس سلسلہ کے بانی خواجہ بہاء الدین نقشبند(791_718ہجری قمري) تھے_ ہندوستان میں بابر کے دور میں خواجہ محمد باقی عبداللہ (متوفی 1012 قمري) کے ذریعے اس سلسلے کی بنیاد رکھی گئي _ اس سلسلہ کے سب سے اہم ترین خلیفہ شیخ احمد سرہندی تھے کہ جو "الف ثاني" کے لقب سے معروف ہوئے_
چشتیہ: صوفیا کا سب سے قدیمی سلسلہ ہے _ اس سلسلہ کی وجہ تسمیہ ہندوستان میں اس سلسلہ کے بانی خواجہ معین الدین کا ہرات کے قریب ایك بستی چشت سے تعلق تھا_ اس سلسلہ کے اہم ترین خلفاء میں خواجہ حسن بصري، فضیل عیاض ، ابراہیم ادھم اور ابوالاسحاق شامی قابل ذکر ہیں_(1)
خواجہ معین الدین سنہ 537 قمری میں پیدا ہوئے _ انہوں نے سلسلہ چشتیہ کے مشایخ کے حضور زانوے تلمذتہیہ کیا ، علم و معرفت حاصل کی اور خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد بغداد میں نجم الدین کبری کی زیارت کےلئے تشریف لے گئے _ اصفہان میں قطب الدین بختیار کاکی سے آشنائي ہوئي اور قطب الدین خواجہ معین الدین کے مرید بن گئے اور خواجہ کے ہمراہ ہندوستان کی طرف سفر کیا اور بعد میں ہندوستان کے مشہور عرفاء میں سے قرار پائے_ (2)
خواجہ معین الدین لاہور میں سکونت پذیر ہوئے _ ان کے مشہور خلفاء میں سے قطب الدین بختیار، حمید الدین ناگوري، شیخ سلیم چشتی ، نظام الدین اولیاء اورامیر خسرو دہلوی قابل ذکر ہیں _
مغلیہ حکومت کے بانخصوصاً مشایخ کا احترام اور عظمت اسقدر زیادہ تھی کہ اکبر بادشاہ ہر سال خواجہ معین الدین کے مزار کی طرف پیدل جاتا تھا اور اس نے اپنے بیٹے کا نام بھی سلیم رکھا کہ جسے بعد مینجہانگیر کا لقب ملا_ اور ہر سال خواجہ کے احترام کے پیش نظر انکے زائرین کو بہت سے تحائف سے نوازتا (3)

---

1) سابقہ حوالہ ،ص 74_69_
2) عباس رضوی ،سابقہ حوالہ ،ص 152_ 141_
3) دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 11 ذیل بختیار کاکی _ (غلامعلی آریا)_

261

خواجہ معین الدین کے مشہور ترین خلیفوں میں سے ایك خواجہ نظام الدین اولیاء تھے وہ شہر "بدایون" میں پیدا ہوئے انکے مرید حسن دھلوی کی کوشش سے انکے کلمات کتاب "فواید الفوائد" میں جمع کیے گئے وہ سال 663 قمری میں انتقال فرماگئے_ انکے عرس کی تقریبات میں شرکت کرنے کیلئے پورے ہندوستان سے لوگ دہلی میں جمع ہوتے ہیں (1)
ہندوستان اور اسلام کے دیگر مشہور عارف علی بن عثمان ہجویری ہیں کہ جنہیں داتا گنج بخش (داتا یعنی استاد) کا مشہور لقب ملا_(2)
ہجویری کو غزنہ کے گرد نواح میں ہجویر علاقے کی طرف نسبت دی گئي ہے _ انہوں نے طریقت و عرفان میں سب سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پہلی فارسی کتاب "کشف المحجوب" کو تحریر کیا _ اندازہ یہ ہے کہ آپ سال 450 سے 465 کے درمیان میں فوت ہوئے ہیں اور لاہور میں دفن ہوئے_(3)
اس سلسلہ کی مشہور ترین شخصیت اور عظیم شاعر امیر خسرو دہلوی تھے کہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایك كامل عارف بھی تھے_ امیر خسرو شعر میں شہاب الدین محمود بدایونی کے شاگرد تھے_ اور ترکی ، فارسی اور ہندی زبان پر عبور رکھتے تھے _ نیز موسیقی میں بھی استاد تھے _ مثنوی کہنے میں نظامی کے تابع اور غزل میں سعدی کے مرید تھے_ وہ حقیقت میں برصغیر کے سب سے بڑے فارسی زبان کے شاعر شمار ہوتے تھے_ انکی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں :

1_ دیوان
2_ خمسہ کہ جسمیں مطلع الانوار ، شیرین و خسرو ، مجنون و لیلی ، آئینہ اسکندری اور ہشت بہشت شامل ہیں _
3 _ تاریخی حماسے مثلاً قران السعدین اور مفتاح الفتوح_(4)
---

1) غلام علی آریا،سابقہ حوالہ ،ص 55_
2) عبدالحسین زرین کوب ، جستجو در تصوف ایران ، امیر کبیر ،ج 3 ،ص 71_
3) علی بن عثمان ہجویری ، کشف المحجوب ، وکوفسکی کی سعی سے_ تہران ج 2 ص 19_18_
4) دانشنامہ ادب فارسي، زیر نظر حسن انوشہ ، ج 4،بخش اول ص 273 ذیل امیر خسرو دہلوي_

ہندوستان کے اسلامی ہنر و فنون

بنیادی طور پر برصغیر میں اسلامی فن پارے وہاں کے مقامی ہنر و فنون سے مختلف تھے _ لیکن مختلف اقسام کے اسالیب میں مقامی ہنر سے ربط پیدا کرلیا تھا_جغرافیائي اور قومی اعتباری سے مشترك ہونا اور وہاں کا خام مواد اور مقامی ہندی اساتذہ کی راہنمائي باعث بنی کہ عالم اسلام میں مسلمانوں کے ہندوستانی طر ز وسبك کے فن پارے بھی سامنے آئے _ا لبتہ برصغیر مینخالص اسلامی فنون کے بارے میں گفتگو خاص اہمیت کی حامل نہیں ہے_
ان فنون میں سے ایك معماری ہے کہ جو مغلیہ عہد میں اپنے عروج کو پہنچی _ معماری ایك اسلامی ہنر ہونے کے ناطے سے خاص خصوصیات کی حامل ہے اسی بناء پر اسلامی معماری ایك ہنر ہونے کے ناطے تمام اسلامی مناطق کے فن معماری سے مشابہت رکھتی ہے_
بنیادی طور پر برصغیر چند مختلف مراحل کا حامل ہے:
1) ابتدائي فاتحین کا دور
2) غزنویوں سے مغلوں تك کا دور
3) مغلیہ دور
مغلیہ حکام ایك نئے سلسلہ حکومت کے ناطے اپنے تعارف اور شہرت کی ضرورت محسوس کرتے تھے _ اور چونکہ وسیع و عریض سرزمینوں پر سکونت پذیر گوناگوں تہذیبوں اور عقائد کے لوگوں پر حاکم تھے، اس لیے اپنی خودنمائي کیلئے معماری کو ایك بہترین ذریعہ سمجھتے تھے_ یہ حکام چاہتے تھے کہ عظیم الشان عمارتیں بناکر لوگوں میں اپنا مقام ومنزلت اور شہرت کو بڑھائیں_(1)
---

1) اباکخ، معماری ہند، ترجمہ حسین سلطان زادہ، تہران ، دفتر پوہشان فرہنگی _ ص 14_ 12_

مصورین کے برعکس اس دور کے معمار بہت کم اپنا نام ذکر کرتے تھے ہم سوائے چند افراد کے اس دور کے دیگر معماروں سے بے خبر ہیں _مجموعی طور پر اس دور کی معماری کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ سب عمارتیں بادشاہوں اور امرا کے حکم سے بنائي جاتی تھیں کہ بعد میں انکے ارد گرد دیگر حکام کی طرف سے نئي چیزوں کا اضافہ ہوتا رہتا _ اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دور کی طرز معماری بہت آہستگی سے تبدیل ہوئي جیسا کہ مغلیہ عہد کی ابتدائي معماری بے روح تھی کہ جو بعد میں آہستہ آہستہ دلکش اور زیبا ہوتی چلی گئي _
جلال الدین اکبر کے دور میں دہلی میں ہمایونکا مقبرہ بنایا گیا جسے مغلیہ عہد کی معماری کے ممتاز نمونہ کے عنوان سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے _ یہ عمارت سال 970 قمری سے 978 تك کے درمیانی عرصہ میں بنائي گئي_ اس کے معمار سید محمد اور اس کے والد میر ك سید غیاث نام کے افراد تھے_ مسجد فتح پور سیکری نیز مغلیہ عہد کی ابتدائي معماری کا ایك اور نمونہ ہے _بعد کے ادوار میں مثلاً جہانگیر اور شاہ جہاں کے زمانہ میں فن معماری مستحکم انداز سے مختلف اسا لیب کے ساتھ ترقی کے زینے طے کرتا رہا_ جہانگیر کے ایرانی وزیر عبدالرحیم خان خانان کے حکم سے مشہور باغ "شالیمار باغ" بنایا گیا _ اس وزیر کے بارے میں شہرت تھی کہ اس نے ہندوستان کو ایران بنادیا ہے_
فن معماری کا ایك اور عظےم الشان فن پارہ تاج محل ہے کہ جو شاہ جہان کے زمانہ میں مغلیہ عہد کے فن معماری کے عروج کی عکاسی کررہا ہے _ شاہ جہان نے یہ تاج محل اپنی ایرانی ملکہ ارجمند بانو بیگم کیلئے تیار کروایا تھا _ اس کے چار مینار اور ایك پیازی شکل کا گنبد ہے اس کے اردگرد خوبصورت باغات ، بازار اور کاروانسرائیں تھیں کہ جنکی درآمد اس مقبرہ کے امور پر خرچ ہوتی تھی ،سب چیزیں بالخصوص خوبصورت و زیبا باغات شاید"جنت میں باغات" کے اسلامی نظریہ کی حکایت وعکاسی ہے (1) تاج محل تیار ہونے میں بائیس سال لگے بقول ویل ڈیورینٹ صرف اس مقبرے کا موازنہ ویٹی کن کے معروف کلیسا سن پیٹرو سے (2) کیا
---

1) سابقہ حوالہ ص 98_
2) ویل ڈیورینٹ، مشرق زمین (کا حوارہ تمدن) ترجمہ احمد آرام و دیگران ، تہران ج 1 ص 685_

جاسکتاہےمغلیہ عہد کی معماری کے بارے میں آخری نکتہ یہ ہے کہ در اصل مغلیہ عہد کی معماری ایرانی ، مرکزی ایشیا اورہندوستانی نمونوں کا با مہارت آمیزہ ہے کہ جسمیں مغلیہ عہد کے آخری دور میں یورپی اسلوب کی بھی آمیزش ہوئي کہ جسکی بناء اس فن معماری نے عالمی سطح کے مقبول فن پاروں کو تشکیل دیا _

فن مصوری :
معماری کی طرح فن مصوری بھی ابتداء میں دو آرٹ ایرانی (تیموري) اور ہندی کا آمیزہ تھا_ نیز عہد مغلیہ میں معماری کی مانند فن مصوری نے بھی آغاز میں حکومتی دربار میں ترقی کی گویا فن مصوری کا آغاز دربار سے ہوا اور مصوروں کے سب سے پہلے حامی حاکم وسلاطین تھے_
تاریخی ماخذات کی رو سے ظہیر الدین بابر ایك ہنرمند اور ہنر دوست شخص تھا_ اسکا کائنات کی قدرتی خوبصورتیوناور شکار کی طرف بہت زیادہ میلان باعث بنا کہ اس قسم کی پینٹنگ اور تصویروں کی طرف مائل ہو_ بابر کے دور کی فقط ایك پینٹنگ کہ جو برلن کے حکومتی میوزیم میں موجود ہے ، اس قسم کے رجحان کی عکاسی کررہی ہے_ نیز وہ بخارا کے آرٹ اور استاد بہزاد کے فن مصوری کے اثرات کی حکایت بھی کر رہی ہے_(1)
ہمایوں کے دور میں اس کی چند سالہ ایران میں اقامت اور اس کے دربار میں میر سید علی ، عبدالصمد شیرازی اور فرخ بیگ قلماق جیسے ایرانی مصورین کی موجود گی سے درحقیقت مغلیہ مصوری اور آرٹ کی بنیاد رکھی گئي (2) _اسی دورمیں امیر حمزہ کی تصویری داستان پر کام شروع ہوا کہ جو جلال الدین اکبر کے دور تك جاری رہا _ یہ تصویری کام بارہ جلدوں اور چار ہزار صفحات کے مجموعہ کی شکل میں سامنے آیا _ بظاہر یہ صفوی دور کے خمسہ نظامی کی تقلید میں کیا گیا _
---

1) م، س _ ڈیمانڈ، راہنمای صنایع اسلامی ، ترجمہ عبداللہ فریار،تہران ،ص 69 _
2) کریتین پرایس ،تاریخ ہنراسلامی ، ترجمہ مسعود رجب نیا _ ص 175_ 173_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہم اکبر کے دور میں دوبارہ عہد مغلیہ کے مصوری کے ابتدائي اسالیب اور تصویری موضوعات کو پلٹتا ہوا دیکھتے ہیں ،اکبر نے نئے شہر فتح پور میں فن مصوری کا حکومتی سکول بنایا کہ جسمیں ایرانی اساتذہ کے تحت سو سے زیادہ اہل فن حضرات کام کیا کرتے تھے(1)_ فن مصوری کے ماہرین کی جب حکومت سے سرپرستی ہوئي تو بتدریج انکی پینٹنگز اور تصویروں کی روش میں تبدیلی رونما ہوئي اور آہستہ آہستہ اس فن کاموضوع مختلف طریقوں اور رنگوں سے امراء اور دربار سے متعلقہ خواتین کی صورتونکو نقش کرنا ہوگیا تھا_ اکبر کے دور کے مصورین میں سے بساوان (2)_ بشن داس(3) اور عبدالصمد (4) قابل ذکر ہیں _

جہانگیر کے دور میں بھی یہی روش جاری رہي_ لیکن معماری کی طرح فن مصوری کا عروج بھی شاہ جہاں کے دور میں ہوا ، منفرد رنگوں کا استعمال ، ماڈل تیار کرنا اور اصل مناظر کی مانند سایہ بنانے کے کام کا بہت رواج ہوا _ دربار اور حکومتی محافل کی مجلل زندگی کو بہترین شکل و صورت کے ساتھ نمایاں کیا گیا جیسا کہ نیویارك کے "میڑوپولٹین" میوزیم میں شاہ جہاں کی تمام شاہانہ شکوہ و جلال کے ساتھ تخت طاووس، پر متمکن اور گھوڑے پر سوار تصویر سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے _ مشہور تین مصور ابوالحسن ، میرہاشم اور محمد نادر ثمرقندی تھے کہ جنہوں نے فن شبیہ نگاری میں کمال کی حد تك تصویر کشی کی _(5)

فن مصوری پر بعد کے ادوار میں بالخصوص اورنگ زیب کے دور میں زیادہ توجہ نہ دی گئي _ مغلیہ عہد کے آخری دور کی تصویریں دراصل گذشتہ رسم وروش کے مطابق ہیں ان میں گذشتہ دور کی مانند جدت وانفرادیت کا وجود نہینہے _ آخر میں کہا جاسکتا ہے کہ اس دور کے باقی ماندہ آثار کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ یہ تصویریں صرف

---

1) م ، س ڈیمانڈ،سابقہ حوالہ ص 71_
2- Basawan
3- Bishendas
4) سابقہ حوالہ ص 72_
5) تارچند، تاثیر اسلام در فرہنگ ہند ، ترجمہ علی سپرنیا ، عزالدین عثماني، تہران ص 331

ایرانی اور مرکزی ایشیا کے اسلوب وآرٹ کا آمیزہ نہ تھیں بلکہ پرانی روشوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ اہل فن نے ہندوستانی جدید عناصر سے بھی الہام لیا اور ایك نئے اور خاص اسلوب کی بنیاد رکھي_ اگرچہ مسلمانوں (ترك وایراني) کی طاقت کے غلبہ کے پیش نظر ہندوستانی عناصر و رواج وسیع پیمانے پر اس آرٹ کو متاثر نہ کرسکے_(1)

مغلیہ سلاطین کے پسندیدہ فنون میں سے ایك رسم الخط اور خوشنویسی بھی تھا_ حاکموں کے مذہبی عقائد کی بناء پر پسندیدگی و توجہ ہمیشہ اونچ نیچ کا شکار رہی _ بابر نے قرآن کو خوبصورت خط میں لکھا اور کعبہ کو ہدیہ کیا_ ہمایوں کے دور میں ایرانی اساتذہ مثلاً خواجہ احمد مؤتمن قزوینی اور میر قاسم کی وجہ سے نسخ نویسی کا بہت زیادہ رواج ہوا_ شاہ جہان کے دور میں میر عمار حسینی کے قتل کے بعد اسکے شاگرد آقا عبدالرشید ، سید علی تبریزی اور خواجہ عبدالباقی نے شاہ جہان کے ہنر پرور دبار سے "جواہر قلم" اور "یاقوت رقم "جیسے القابات حاصل کیے اور یہ سلسلہ اورنگ زیب کے آخری دور تك جاری رہا _ وہ اپنے مذہبی عقائد اور رسم الخط اور خوشنویسی کی استعداد کی بناء پر خوشنویس حضرات کا بہت زیادہ حامی تھا اس فن کے عروج کا دور بھی یہی ہے_(2)

مغلیہ دور کے دیگر فنون میں سے قالین بننے اورکپڑا بننے کافن بھی تھا_ اس دور میں قالین بنانے کی صنعت بھی مصوری کی مانند ایرانی رنگ و روپ رکھتی تھي_ آگرہ ، فتح پور اورلاہور میں قالین بننے کے کارخانے موجود تھے کہ جہاں ایرانی شہروں کاشان، اصفہان، کرمان اور سبزوار کے اساتذہ کے ماتحت قالین بننے کا کام کیا جاتا تھا_ ایرانی پھولوں والے قالین یہاں آئڈیل قالین سمجھے جاتے تھے_ ان قالینوں میں سرخی مائل کلیجی اور مالٹای رنگ کا بہت زیادہ استعمال تھا_جے پور کے مہاراجہ کے قالینوں کا مجموعہ کہ جسے قالی اصفہان ہندی کانام دیاگیا تھا اسی طرز کا تھا_

---

1) سوامی آناند ، گومارا، مقدمہ ای بر ہنرمند ، ترجمہ امیر حسین ذکر گو ، تہران ، ص 183_
2) علی اصغر حکمت ، سرزمین ہند، انشتارات دانشگاہ تہران ، ص 8_ 126_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

واشنگٹن کے قومی گیلری اور مٹروپولٹین کے میوزیم میں موجود قالینوں کا مجموعہ شاہ جہاں کے دور کے خاص اسلوب کی عکاسی کر رہا ہے کہ جو ابھی تك یادگار رہ گئے ہیں ،بہرحال فنی طور پر اس فن کا عروج شاہ جہاں کے دور میں تھا کیونکہ ہندوستانی قالین باف ایرانی اساتذہ سے بھی بہتر اور آگے بڑھ چکے تھے_ اس بات کی تائید ان قالینوں میں بہت سی گرہیں ، رنگ کا استعمال اور منفرد و خوبصورت تصاویر کرتی ہیں _(1)
مغلیہ عہد میں کپڑا بننے کا کام ہندوستانیوں کے اس کام میں دیرینہ تجربہ کی بناء پر اسی ہندی طرز و اسلوب پر چل رہا تھا_ انواع واقسام کے کپڑے مثلاً ململ ، سوتی اور زرین ریشم کپڑا بننے کے مشہور مراکز مثلاً لاہور ، دکن اور احمد آباد میں تھے اورخوبصورت ہندی ساڑھیاں اور شالیں دنیا کے بہترین ملبوسات تھے کہ جو پوری دنیا میں بھیجے جاتے تھے_(2)

---

1) م _ س ، ڈیمانڈ ،سابقہ حوالہ ، ص 75_ 274_
2)سابقہ حوالہ ، ص 255_ 254_

نواں باب:

اسلامی تہذیب و تمدن کے جمود اور زوال کے آخری اسباب

1) استعمار قدیم و جدید:

استعمار قدیم

اسلامی تہذیب و تمدن کے جمود کے بہت سے اسباب وعوامل میں سے آخری "استعمار" ہے _ اس مختصر سی گفتگو میں ہماری کوشش یہی ہے کہ کلمہ استعمار کی مناسب تعریف اور اسکے وجود میں آنے کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے اسلامی ممالك کے اسکے تحت آنے کی تاریخ پر بحث کریں اور اسلامی تہذیب وتمدن پر اسکی وجہ سے جواثرات اور نتائج حاصل ہوئے ہیں ، انکاتجزیہ کریں _

استعمار کا مفہوم اور تاریخ
لفظ استعمار کا لغوی معنی آباد کرنا ہے_ لیکن سیاسی اصطلاح میں اس سے مراد کسی گروہ کی دوسرے لوگوں یا کسی اور سرزمین پر حاکمیت ہے _ ایك اور تعریف کے مطابق یہ ایك سیاسی اور اقتصادی مسئلہ ہے جو سنہ 1500ء سے شروع ہوا ، اسی زمانہ سے بعض یورپی ممالك کے استعمار گر لوگوں نے دنیا میں وسیع علاقوں کو دریافت کیا ، وہاں سکونت اختیار کی اور وہاں سے فوائد حاصل کیے_ جبکہ بعض اہل نظر کے نزدیك استعمار کا مفہوم ان قدیم ادوارسے متعلق ہے کہ جب قدیم حکومتوں نے کچھ ایسے اقدامات کیے مثلاً مصری ، یونانی اور پھر رومی حکومتوں نے اپنی سرزمین سے باہر چھاؤنیاں یا مراکز قائم کیے کہ جنکا مقصد جنگ ، تجارت اور اپنی تہذیب کا پھلنا پھولنا تھا اور یہ اقدامات استعمار کہلائے_ کیمونسٹوں نے لفظ استعمار کی جگہ اسکے مشابہ لفظ "امپریالزم " کو عنوان بحث قرار دیا _ کلمہ امپریالزم در اصل اس حکومتی نظام کو کہا جاتا تھا جس میں ایك باشکوہ حاکم دور و نزدیك کی بہت ساری سرزمینوں پر حکومت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرے یا بالفاظ دیگر بادشاہت قائم کرے لیکن بعد میں طاقتور ممالك کی دیگر ممالك پر ہر قسم کی بلا واسطہ یا بالواسطہ حکومت کو امپریالیزم سے تعبیر کیاجانے لگا_(1)
جب دنیا کے نقشے پر بعض طاقتور یورپی ممالك مثلاً انگلینڈ ، فرانس ، پرتگال اوراسپین ظاہر ہوئے اسی زمانہ میں استعمار بھی وجود میں آیا ، سنہ 1488 ء میں جنوبی افریقا کے اردگرد نئے دریائي راستے دریافت ہوئے اور سال 1492 ء میں براعظم امریکا دریافت ہوا تو استعماری مقاصد اور نئي سرزمینوں کی دریافت کیلئے دریائي سفر شروع ہوئے ،انہوں نے ابتداء میں تو سونے ، ہاتھی کے دانتوں اور دیگر قیمتی اشیاء کی تلاش میں سفر کیے لیکن آہستہ آہستہ انکے اقتصادی مقاصد بڑھتے گئے _ مثلاً تجارت ، دریافت شدہ سرزمینوں کی خام معدنیات اور زرعی پیداوار کو یورپی سرزمینوں کی طرف منتقل کرنا اور یورپی مصنوعات کو ان سرزمینوں میں پہنچاناان سب چیزوں نے انکی استعماری فعالیت کو بڑھایا _ استعمارگر ممالك بہت جلد اس نکتہ کو سمجھ گئے تھے کہ دراز مدت تك فوائد حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ان مستعمرہ ممالك یا سرزمینوں کی سیاست اور حتی کہ کلچر کو بھی کنٹرول کیاجائے اور انہوں نے یہ تجربہ بعض سرزمینوں یا اقوام پر کیا _ مثلاً براعظم امریکا، افریقا اور بحرالکاہل کے جزائر کی اقوام اور اصلی ساکنین ان استعماری مقاصد کی زد میں آئے وہ لوگ معاشرتی طور پر استعماری طاقتونکی ابتدائي یلغار اور حملوں سے ڈھیر ہوگئے _ لہذا یہ تجربہ یہاں بہت آسان ثابت ہوا _
ان سرزمینوں میں ایسے طاقتور مراکز بنائے گئے کہ جو استعماری طاقتوں کے کنٹرول میں تھے_ استعماری طاقتوں نے ان ممالك میں علاقائي اداروں اور مراکز کے ساتھ ساتھ ایسے مراکز اور ادارے قائم کیے کہ جنہوں نے تجارتي، معاشرتی اور تہذیبی امور و روابط میں ایسی جدت پیدا کی کہ جو دراصل استعماری طاقتونکے مفادات اور ضروریات کو پورا کرنے کیلئے تھی نہ کہ ان سرزمینوں کے ساکنین کیلئے سودمند تھي_ (2)

---

1) ولفگانگ ج ، مومسن ، نظریہ ہائے امپریالیسم ، ترجمہ سالمی ، تہران ، ص 12_7_
2) احمد ساعی ، مسائل سیاسی _ اقتصادی جہان سوم ، تہران ص 7، 46_

وہ ممالك جو کچھ حد تك اندرونی طور پر استحکام رکھتے تھے اور استعماری طاقتینان پر مکمل کنٹرول نہیں پاسکتی تھیں، مثلاً ایران اور چین وغیرہ یہاں انکی سیاست یہ تھی کہ ان ممالك میں اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے کچھ تبدیلیاں لائي جائیں مثلاً انکی اقتصادی صورت حال کو ایسے تبدیل کیاجائے کہ وہ فقط عالمی منڈیوں کی ضروریات پوری کریں نہ کہ اپنے اندرونی منڈیوں کی ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھیں _(1)

استعمار کے وجود میں آنے کے اسباب
اہل فکر ونظر نے استعمار کے وجود میں آنے اورپیشرفت کرنے کے اسباب کے حوالے سے متعدد نظریات پیش کیے ہیں_ اور اس مسئلے کا مختلف زاویونسے تجزیہ کیا ہے:
اہل نظر کے ایك گروہ نے استعمار کو سیاسی پہلو سے تحقیق وتجزیہ کا محور قرار دیا اور بتایا کہ سولہویں صدی اور اس کے بعد کے ادوار میں یورپ کے بڑے طاقتور ممالك میں سیاسی اور فوجی رقابت استعمار کے وجود میں آنے اور اس کی وسعت کا باعث قرار پائي_ اس نظریے کا محور حکومتیں اور انکے سیاسی مقاصد ہیں اوراس نظری کے حامی بڑی حکومتوں کی دیگر رقیبوں کے مد مقابل اپنی طاقت اور حیثیت کو بڑھانے کی طلب کو استعمار کے پھلنے پھولنے کا اصلی سبب قرار دیتے ہیں _
جبکہ اہل نظر کے ایك اور گروہ کا نظریہ ہے کہ استعمار کے وجود میں آنے اورپھلنے پھولنے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ طاقتور اقوام اور حکومتیں اپنے قومی جذبات اور سیاسی اور فوجی صلاحیتوں کو مستحکم کرنے اور محفوظ رکھنے کیلئے وسیع پیمانے پر سرزمینوں پرقابض ہوتی تھیں اور بڑی بڑی بادشاہتوں کو تشکیل دیتی تھیں _ کچھ اہل نظر کے مطابق استعمار دراصل ایك نسلی امتیاز کا نتیجہ ہے _ انکے خیال کے مطابق گورے لوگ (یورپي) ذاتی طور پر دیگر اقوام سے برتر ہیں ، انکے کندھوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ دنیا کی دیگر اقوام کے امور کی اصلاح اور انکو مہذب کرنے کیلئے ان پر حکومت کریں _(2)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) تیلمان اورس، ماہیت دوست درجہان سوم ، ترجمہ بھروز توانمند ، تہران ،ص 51_20_
2) دلفگانگ ج ، سوسن ، سابقہ حوالہ ، ص 12_ 7_ 900 _ 59 _

274

بعض دیگر دانشوروں کے خیال کے مطابق استعمار ایك اقتصادی مسئلہ ہے کہ جو نئے سرمایہ داری نظام کے پھلنے پھولنے سے سامنے آیا ہے_ انکے نظریہ کے مطابق چونکہ یورپی ممالك کے اپنے وسائل (خرید و فروش کے بازار، خام مال اور سرمایہ کاری کے مواقع) انکی روزبروز بڑھتی ہوئي ضرورتوں کیلئے ناکافی ہوچکے تھے جسکی بناء پر وہ دیگر ممالك کے امور میں مداخلت کرنے لگے ،نیز انکا نظریہ یہ ہے کہ استعمار در حقیت ایك کوشش ہے جس میں مغرب کے بڑے ترقی یافتہ ممالك دیگر ممالك میں سود پر مبنی تجارتی وصنعتی نظام کو پیش کرتے ہیں جس سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے سرمایہ داری نظام کی روز بروز بڑھتی ہوئي ضروریات کو ان ممالك کے ذرائع اور وسائل سے پورا کریں _ یہ نظریہ لیبرل اقتصاد والے سرمایہ داری نظام کے اہل نظر اور مارکسزم کے پیروکاروں میں دیکھا جاسکتا ہے_(1)

ایشیا میں استعمار

استعماری طاقتونمیں سے ایشیا میں داخل ہونے والا پہلا گروہ پرتگالیوں کا تھا_ سن 1498 ء میں پرتگالی جہازران واسکوڈ ے گاما ، بحیرہ ہند کے ذریعے ہندوستان کے شمال مشرقی ساحلوں تك پہنچا اسطرح ایشیا اور یورپ کے روابط میں ایك نیا دور شروع ہوا _ اس زمانہ میں ایشیا کے بڑے ممالك مثلاً ایران ، سلطنت عثمانیہ اور چین مختلف علوم ، زراعت اور تجارت میں ترقی کے پیش نظر ایك بلند سطح کے حامل تھے_

واسکوڈ ے گاما تو تجارتی اہداف کے پیش نظر ان سرزمینوں تك پہنچا تھا لیکن آٹھ سال کے بعد پرتگال کا فوجی سردار ایلبوکرك (2) جدید سرزمینوں کو فتح کرنے اور پرتگالی سلطنت کی توسیع کیلئے ان علاقوں میں داخل ہوا _ مجموعی طور پر پرتگالی لوگوں کے تجارتي، سیاسی ، فوجی اور مذہبی مقاصد تھے ، لیکن بہرحال وہ دنیا

---

1) سابقہ حوالہ ، ص 55_ 25_
2- Albauquerque

275 کے اس منطقہ میں اپنی حیثیت برقرار رکھنے میں زیادہ کامیاب نہ رہے_ فقط تجارت اس سے متعلقہ مسائل کی حد تك رہے _

یہ نکتہ قابل غور ہونا چاہئے کہ یورپ میں پرتگالی لوگ ایشیا اور شمالی یورپ کے درمیان تجارتی ایجنٹوں کے طور پر کام کرتے تھے_ انہوں نے سولھویں صدی کے آخر تك ہالینڈ کو اپنی تجارتی نظام کے تحت رکھا_ لیکن سترہویں صدی کے اوائل میں اہل ہالینڈ نے بذات خود ایشیا سے براہ راست تجارت کیلئے کوششیں شروع کیں _اہل ہالینڈ کے بعد انگریز اور پھر فرانسیسی لوگ ایشیا میں داخل ہوئے_

ایشیا میں اہل یورپ کے استعماری روابط دو مرحلوں میں تقسیم ہوتے ہیں: پہلا دور یا مرحلہ سنہ 1498 ء میں شروع ہوتا ہے اور 1757 ء میں ہندوستان پر انگریزوں کی فوجی فتح پر ختم ہوتا ہے _ اس دور میں اہل یورپ کی یہ کوشش تھی کہ وہ اپنی بحری اور بارودی اسلحہ کی طاقت کے بل بوتے پر ان سرزمینوں سے تجارتی روابط بڑھائیں اور ان علاقوں کی مرغوب پیداوار مثلاً مصالحوں ، کپڑوں اور آرائشے کے لوازمات تك پہنچیں اسی دور میں بہت سی تجارتی کمپنیاں تشکیل پائیں وہ سب تجارتی سہولیات اور اختیارات کے درپے تھیں ان کمپنیوں میں سے بعنوان مثال ہالینڈ کی فارلینڈ کمپنی (سال 594 1ئ) ، ایسٹ انڈیا کمپنی ہالینڈ، ایسٹ انڈیا کمپنی انگلینڈ (سال 1600 ئ) اور فرانسیسی کمپنی کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے_ یہ سب کمپنیاں اپنے ممالك کی طرف سے سیاسی اور فوجی پشت پناہی کی حامل تھیں_ اور ایشیا کے مختلف علاقوں پر قابض ہونے کیلئے باہمی سخت رقابت کا شکار تھیں _

دوسرا دور سال 1757 ع سے 1858 تك ہے کہ اس دور میں یورپینز کی اس سرزمین کے امور میں بالواسطہ مداخلت تھی اور یہ مداخلت بظاہر فوجی صورت میں نہ تھی مثلا ہندوستان سنہ 1757ء سے لیکر 1858 ء تك ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھا اور انگلستان کی حکومت اس کمپنی کی پشت پناہی کرتی تھي_ لیکن اس کے بعد انگلستان کی حکومت نے سرے سے ہی ہندوستان کی حکومت کی باگ دوڑ سنبھال لی اور ہندوستان کی حیثیت برطانیہ کی ایك ریاست کی ہوگئي اوروہ اور انگلستان کی پارلیمنٹ کے تابع سرزمین کے طورپر جانی گئي _(1)

---

1) ك ، م پانیکار ، آسیا واستیلای باخر ، ترجمہ محمد علی مہمید ، تہران ،ص 45_ 12_

ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگلستان گورنمنٹ کی پالیسی باعث بنی کہ ہندوستان جوکہ خودکپڑے بنانے اور برآمد کرنے والا ملك تھا اب کپڑا درآمد کرنے والا ملك بن گیا اس کی برآمدات صرف روئي تك محدود رہ گئیں _ ایشیا کے جنوب مشرقی اور جنوبی ممالك بھی اس مشکل سے بچ نہ سکے _ اہل ہالینڈ نے انڈونیشیا کو اپنے قبضہ میں کیا ہوا تھا اور انہوں نے اس سرزمین پر کافی اور چینی کی کاشت کو بڑھایا اور انگریزوں کی ہندوستانی طرز کی اقتصادی تبدیلیاں یہاں بھی وجود میں لائے_

فرانسیسی لوگ بھی انڈیا اور چین میں داخل ہوئے اور انہی کی طرز کی استعماری سیاست کو لاگو کیا اسطرح کہ سن 1747 ء سے 1850 ء تك انڈیا اور چین کے تمام علاقے سوائے تھائي لینڈ کے انکے کنٹرول میں آگئے_ تھائي لینڈ میں انہوں نے بالواسطہ مداخلت کی _ اپنے استعماری مفادات کو پورا کرنے کیلئے انہوں نے اس ملك میں بہت سے امور میں سہولیات حاصل کیں مثلاً جہاز راني، تجارتی فعالیت اور کسٹم ڈیوٹی سے چھوٹ جیسے امور میں رعایتیں حاصل کیں یہاں تك کہ انہوں نے کیپیٹلائزیشن کا حق بھی حاصل کیا_

اسی طرح چین بھی انکے استعماری حملات کی زد میں آیا _ کیونکہ اس بہت بڑی آبادی والے ملك نے استعماری طاقتونکی مارکیٹ کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا_ مثلاً یورپی لوگوں بالخصوص انگریزوں نے چین میں افیون (منشیات کی ایك قسم)درآمد کرتے تھے ، چین کی حکومت نے اس تجارت کو محدود کرنے کیلئے اقدامات کئے جس کے نتیجہ میں سنہ 1842 ء میں جنگ افیون واقع ہوئي اور چین کو شکست ہوئي اس جنگ کے ایك سال بعد فرانس اور انگلستان نے چین پر مشترکہ حملہ کیا اور اس ملك کو شکست ہوئي اس کے نتیجہ میں انہوں نے چین کو مجبور کیا کہ وہ انہیں مختلف امور مثلاً جہاز رانی ، کسٹم اور تجارت وغیرہ میں بہت سے امتیازی حقوق دے_ یوں چین کا اقتصاد بھی استعماری کنڑول میں آگیا اور نابود ہوگیا_ جس کی وجہ سے کئي میلین چینی لوگوں نے روزگار کی تلاش میں اپنے وطن کو ترك کیا اور یورپی ممالك اور امریکا میں سخت کام کرنے پر مجبور ہوئے _(2)

---

1) سابقہ حوالہ ، ص171 _ 146_
2) سابقہ حوالہ ، ص ص 249 _ 231 _ 143_ 121 _

مشرقی وسطی اور خلیج فارس میں استعمار

اہل یورپ کی یہ کوشش تھی کہ بحری راستوں سے نئي نئي جگہوں کو دریافت کرتے ہوئے اپنی طاقت اور تسلط کو بڑھائیں _ اور سب سے زیادہ ثروت ومال کے ذخائر کو جمع کریں _ سولہویں صدی کے ابتدائي سالوں میں پرتگالی لوگ خلیج فارس میں داخل ہوئے اور پرتگالی بحری سردارایلبو کرك نے سن 1514 ء میں جزیرہ ہرمز پر قبضہ کرلیا _ انہوں نے 512 1 ء سے گمبرون (بندرعباس) جو کہ ایك عمدہ تجارتی مرکز تھا ، پر بھی قبضہ کیا ہوا تھا_(1)

انکا تقریباً ایك صدی تك خلیج فارس کے علاقوں پر کنٹرول رہا _ یہاں تك کہ صفوی بادشاہ ، شاہ عباس نے انگریزوں سے ایك قرار داد طے کی اور انکی بحری طاقت کی مدد سے اس قابل ہوا کہ پرتگالیوں کوہمیشہ کے لیے خلیج فارس سے نکال دے _ لیکن انگریزوں نے اپنے اثر نفوذ کو بڑھانا جاری رکھا جس کی بڑی وجہ خلیج فارس کی تزویری (اسٹرٹیجك) اہمیت تھی _ انہوں نے عرب شیوخ سے بھی قرار داد باندھي، ان شیوخ نے انگریزوں کو بعنوان قاضی ، مصالحت کروانے والے اور ثالث مانتے ہوئے یہ عہد کیا کہ دریای قزاقی ، اسلحہ اور غلاموں کی سمگلنگ سے پرہیز کریں گے _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سنہ 1800 عیسوی (فتحعلی شاہ قاجارکے دور میں) ایران کی طرف سے انگلستان کو بہت سے تجارتی حقوق دیے گئے ، انہوننے سال 1856 ء میں بوشہرمیں فوج کو لاکر اس پر قبضہ کرلیا لیکن آخر کار ایران کے تمام شہروں کو ترك کردیا (2)_
مشرق وسطی میں تیل کے ذخیروں نے دنیا کی دیگر قوتوں مثلاً امریکا اور جرمنی کو دلچسپی لینے پر مجبور کیا_ بیسوی صدی کے اوائل میں اس علاقے کا تیل انگریزی اور امریکی کمپنیوں میں تقسیم ہوا _ انگریزوں نے قطر ، کویت ، عراق ، عمان اور ایران کے تیل پر کنٹرول حاصل کرلیا جبکہ امریکی نے بھی سعودی عرب اور بحرین
---

1) وادلا، خلیج فارس در عصر استعمار، ترجمہ شفیع جوادی ، تہران ،ص 77_ 39_
2)سابقہ حوالہ _

کے تیل پر اپنا تسلط جمالیا_ البتہ یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ایران نے اس استعماری دور میں سب سے زیادہ ضرراٹھایا کیونکہ ایران کی جغرافیائي حیثیت ایسی تھی کہ بڑی قوتوں کے میدان جنگ میں بدل گیا مثلاً انگلستان اور فرانس ، ہندوستان پر قبضہ جمانے کیلئے باہمی رقابت کا شکار تھے یہ جھگڑا ایران تك بڑھتا گیا اور اس ملك کی سیاسی اور اقتصادی خود مختاری پر بہت زیادہ ضربیں لگیں_
انیسویں صدی میں روس اور انگلستان کے مدمقابل ایران کی بار بار عسکری شکست سے قاجاری حکومت نے اپنے استحکام کو باقی رکھنے کیلئے مجبوراً بہت سے اقتصادی اور تجارتی حقوق ان ممالك کو عطا کیے _ یوں یہ ملك نصف حد تك استعماری طاقتونکی زد میں آگیا _(1)
ایران کا اپنا اقتصاد بھی روس و انگلینڈ کی طرف سے سیلاب کی طرح وارد ہونے والی اجناس کے مدمقابل تاب نہ لاسکا اور ایران بھی ہندوستان کی مانند خام زراعتی پیداوار مثلاً روئي اور تمباکو کی حدتك رہ گیا _ استعماری طاقتوں کے بینکوں (انگلینڈ کے شاہی بینك اور روس کے بینك نے) ایران کے مالی معاملات پر کنٹرول کر لیا اور قاجاری بادشاہوں اور سرداروں کو بار بار قرض دیکر ایران کی سیاست اوراقتصاد پر روز بروز اپنا قبضہ وکنٹرول بڑھانا شروع کردیا_
انیسویں اور بیسویں صدی کے درمیان مشرق وسطی کے تمام ممالك یورپی استعمار گروں کے کنٹرول میں آگئے _ استعمار گر لوگوں کی کوشش تھی کہ مشرق وسطی کے اقتصاد اور سیاست کو مکمل طور پر اپنے قبضہ مینکرلیں اور اسکے علاوہ ان ممالك کی سیاسی جغرافیائي سرحدوں کو اپنے مفادات کی روسے خود ترتیب دیں _ ان سرزمینوں کی تقسیم اس انداز سے ہوئي کہ بہت سے قومی ، مذہبی اور سیاسی جھگڑوں نے جنم لیا_ مثلاً استعمار نے کردوں کو ایران ، ترکي، شام اور عراق میں تقسیم کردیا_ لبنان میں بھی مختلف اقوام اور مذاہب پر مشتمل ناہموار ترکیب سامنے آئي کہ مختلف مذاہب اور اقوام کے درمیان سیاسی قوت عدم استحکام کا شکار رہی اور قومی و مذہبي
---

1) فیروز کاظم زادہ ، روس و انگلیس در ایران ، ترجمہ منوچھر امیري، تہران ،ص 25_ 15_

جھگڑوں نے جنم لیا_
پوری دنیا سے یہودی لوگوں نے استعمار ی طاقتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے فلسطین کی طرف ہجرت کی _ اور ایك یہودی حکومت تشکیل دیکر مشرق وسطی اور دنیا میں ایك بڑی پیچیدگی کو وجود میں لائے(1) _ مجموعی طور پر مشرق وسطی کے ممالك میں استعمار ی طاقتونکے اقدامات نے دنیا کے اس خطہ کو فتنوں اور جھگڑوں کا مرکز بنادیا کہ اب بھی مشرق وسطی کانام سنتے ہی ذہن مینلڑائي اور ناآرامی کی ایك تصویر نقش ہوجاتی ہے_
مختصر یہ کہ استعمار نے دنیا کے مختلف ممالك میں داخل ہو کر انکے معاشرتی ، سیاسی اور اقتصادی حالات اور کلچر کو بلاواسطہ یا بالواسطہ ایسے متاثر کیا کہ اب بھی ان ممالك میں استعمار کی موجودگی کے بہت سے اثرات اور نتائج مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں ،اسلامی ممالك ان مسائل سے جدا نہ تھے جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ استعمار کی موجودگی سے ان ممالك کے اقتصادی حالات تبدیل ہوئے ،قدرتی اور انسانی ذخائر سے ان ممالك کو خالی کیا گیا اور یہ سب ذخائر استعمار ی ممالك

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں درآمد کیے گئے جسکے نتیجے میں ان ممالك کے اجتماعی ڈھانچے اور طبقات میں تبدیلی واقع ہوئي اور ان سے بڑھ کر ان ممالك کی تہذیب و تمدن پر منفی اثرات پڑے ان سب امور پر نئے استعمار کے عنوان کے تحت بحث کی جائے گي_

استعمار جدید
جیسا کہ اشارہ ہوا ہے کہ استعمار کی پہلی صورت ایسی تھی کہ استعماری طاقتوں نے اپنے رقیبوں کی قوت و طاقت سے موازنہ کرتے ہوئے اپنے عسکری تحفظ اور اقتصادی مفادات کو بڑھانے کیلئے یہ اقدامات کیے _ یورپی استعمار نے عسکری فتوحات یا ہجرت کے ذریعے دیگر ممالك پر قبضہ جمالیا اور تجارتی کمپنیاں قائم کرتے ہوئے ان ممالك کے اقتصاد کو اپنی تجارتی پالسیوں کے سخت کنٹرول میں لے آئے_
---

1) احمد ساعی ،سابقہ حوالہ ، ص 73_

280
سنہ 1763 ء سے 1870 ء تك استعمار کی پیش رفت مینسستی آگئي کیونکہ اس عرصہ میں یورپی ممالك اپنے اندرونی مسائل، آزادی پسند انقلابات اور صنعتی انقلابات سے نمٹ رہے تھے_
سنہ 1870 ء سے پہلی جنگ عظےم تك استعمار کی پیشرفت و تحرك بہت وسیع پیمانے پر تھا سارا افریقہ اور مشرق بعید انکی لپیٹ میں آگیا لیکن دوسری جنگ عظےم اور اقوام متحدہ کے وجود میں آنے کے بعد بالخصوص دو عشروں 1950 اور 1960 ء میں ہم استعمار کے خلاف (سیاسی خودمختاری کے حصول کیلئے)تحریکوں کا مشاہدہ کرتے ہیں _ اس طرح کہ اقوام متحدہ کے ممبر ممالك کی تعداد دوگنی ہوگئي _
ان ممالك نے جنرل اسمبلی میں اپنی کثیر تعداد کے باعث اپنے اقتصادي، سیاسی اوراجتماعی مسائل کو اقوام متحدہ کی توجہ کا مرکز قرار دلوایا_ ان ممالك پرقدیم استعمار کے شدید اثرات کے باعث استعمار سے چھٹکارے کی تحریك نہ صرف یہ کہ انکی مشکلات حل نہ کرسکی بلکہ اس نے ان ممالك کو دو راہے پر لاکھڑا کیا _ یہ ممالك ایك طرف تو ترقی یافتہ ممالك (سابقہ استعماری ممالك) سے اقتصادی امداد چاہتے ہیں اور دوسری طرف اپنے اندرونی مسائل میں کوئي مداخلت بھی پسند نہیں کرتے جبکہ ترقی یافتہ ممالك اب بھی ان ممالك اور بالخصوص انکے بازاروں اور ابتدائي خام پیداوار کے محتاج ہیں اور چاہتے ہیں ان اہداف تك پہنچیں (1)_
مجموعی طور پر ترقی یافتہ ممالك (سابقہ استعمار) کے آزاد شدہ ممالك (سابقہ مستعمرہ ممالك) سے روابط ایسی صورت اختیار کرگئے ہیں کہ اسے جدید استعمار کا نام دیا گیاہے _ اس نئي صورت میں سابقہ استعمار گر ممالك انہیں اپنے ہاتھوں بنائي ہوئي بظاہر خود مختار حکومتوں اور بین الاقوامی کمپنیوں کے قوانین اور روابط کے ذریعے بغیر کسی براہ راست سیاسی اور عسکری کنٹرول کی ضرورت کے ، اپنی اغراض اور مفادات کو پہلے سے بہتر صورت میں پورا کررہے ہیں _ بہت سے اہل نظر کی رائے کے مطابق ترقی یافتہ ممالك (سابقہ استعمار)ملٹی نیشنل کمپنیوں اورعالمی اداروں مثلاً عالمی بینك، آئي ایم ایف اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن WTO کے ذریعے مختلف بین الاقوامي
---

1) جك پلنو وآلٹون روی ،سابقہ حوالہ ، ص 30_

281
حالات اور روز بروز بڑھتے ہوئے پیچیدہ معاملات اور روابط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی کوشش میں ہیں کہ محروم ممالك یا ترقی پذیر ممالك پر تسلط جمالیں _ لہذا ہم ان تنظیموں اور عالمگیریت کا تجزیہ کرتے ہوئے کوشش کریں گے کہ جدید استعمار اور اسکے دنیا کے ممالك بالخصوص اسلامی ممالك پر اثرات کا تجزیہ کریں _

ملٹی نیشنل (کثیر القومی) کمپنیاں
چند اقوام پر مشتمل کمپنیاں بنانے کا نام بنیادی طور پر امریکہ سے شروع ہوا ،ان کمپنیوں کا ہیڈکوارٹر بھی کسی ایك ہی ملك میں ہے انکے امورآزاد کمپنیوں یا وابستہ کمپنیوں کے ذریعے تمام ممالك میں انجام پاتے ہیں _ یہ کثیر القومی کمپنیاں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جدید ٹیکنالوجی اور وسیع پیمانے پر پیداوار کی بناء پر دیگر ممالك تك اپنے کام کا دائرہ بڑھانے پر مجبور ہیں_ اس کے بعد کا مرحلہ انہیندیگر ممالك میں بیچنے کے لیے اداروں کے قیام کا ہے_ یہیں سے چند اقوام پر مشتمل ہونے کی طرف رجحان بڑھتا ہے اور وہ عام طور پر اپنے کام کا دائرہ کار بڑھاتے ہیں تاکہ اسباب اور شرائط قیمت میں بچت کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرینیعنی چیز کی پیداوار کو بڑھاکر پیداوار پراٹھنے والے اخراجات کی اوسط مقدار کو کم کردیتے ہیں _
مثلاً کوکا کولا کمپنی ، جنرل الیکٹرك اورویسٹنگ ہاؤس کمپنیانآزاد کمپنیوں سے قرار داد باندھتی ہیں اور منافع کی شرح میں سے کچھ فیصد وصول کرتے ہوئے انہیں اجازت دیتی ہیں کہ وہ انکی پیداوار یا خدمات کو اصلی کمپی کے نام سے بنائیں اور فروخت کریں_(1)
بعض اہل نظر کے مطابق یہ کمپنیاں اپنے سرمایہ کے ساتھ تیسری دنیا کی اقتصادی رکاوٹوں کو ختم کرسکتی ہیں اور اپنی فعالیت سے ان ممالك میں جدید طرز کے صنعتی نظام کو منتقل کرسکتی ہیں _ ان سے رقابت کرتے ہوئے ان تیسری دنیا کے ممالك کی اندرونی کمپنیاں اور ادارے بھی فعال ہوجائیں گے جسکے نتیجہ میں ثمر آور
---

1) سابقہ حوالہ ، ص 31_

اقتصادیات، منظم بازار اور آسایش فراہم ہونگیں _

جبکہ انکے مد مقابل بہت سے اہل نظر کے مطابق سرمایہ کی وہ مقدار جو ان کمپنیوں کے ذریعہ تیسری دنیا میں داخل ہو رہی ہیں اس تعداد سے انتہائي کم ہے کہ جو منافع کی شکل میں وہ ان ممالك سے نکال رہی ہیں _ یہ کمپنیاں مختلف صورتوں میں ابتدائي معمولی سا سرمایہ لگاتی ہیں مثلاً میزبان ملك سے حاصل شدہ قرض (کریڈٹ) اور سہولیات سے فائدہ اٹھاتے ہیں پھر اپنے ذیلی اداروں اور کمپنیوں میں دوبارہ سرمایہ گزاری کرتے ہوئے ڈائریکٹ خالص منافع ان ممالك سے نکال لیتے ہیں _(1)
ان اہل نظر افراد کے مطابق ان کمپنیوں کا سرمایہ عام طور پر کام کے ان مراحل پر لگتا ہے کہ جنکا میزبان ملك کے مقامی اقتصاد کی ضروریات سے کوئي ربط نہیں ہوتا _ استعمار کے دور میں یہ سرمایہ اور یہ کمپنیاں عام طور پر معدنیات اور زراعت کے امور کے متعلق ہوتی تھیں اور میزبان ممالك کے طبیعی ذخائر سے بہرہ مند ہوتی تھیں_ اور آج یہ میزبان ممالك میں صنعتی پیداوار کے کام کرتی ہیں یعنی یہ کثیر القومی کمپنیاں تیسری دنیا کے ممالك میں کسی چیز کے فقط پارٹس تیار کرتی ہیں پھر انہیں باہم جوڑنے کیلئے دیگر ذیلی کمپنیوں یا اصلی ملك کی طرف منتقل کرتی ہیں _
اس کے علاوہ ان کمپنیوں کے بلند سطح کی سرمایہ کاری ، جدید ٹیکنالوجی اور پروگرام کے ذریعے فعالیت اس ملك کی اندرونی کمپنیوں سے رقابت کا موقع چھین لیتی ہیں اور انہیں بند کروا دیتی ہیں انہی اہل نظر لوگوں کے مطابق ایسی کثیر القومی کمپنیاں اقتصادی تسلط کے ساتھ ساتھ اپنے میزبان ممالك کے سیاسی امور میں بھی دخل اندازی کرتی ہیں تاکہ سیاسی صورت حال انکے مفادات کے مطابق ہوجائے اسی طرح ان کمپنیوں کے کام کی وجہ سے ان ممالك میں معاشرتی یا ثقافتی سطح پر بعض پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ وہ ایسی اقدار اور عادات اپنے ہمراہ لاتی ہیں جو اس ملك کی مقامی تہذیب کے ساتھ سازگار نہیں ہوتي_(2)
---

1) احمد ساعی ، سابقہ حوالہ ، ص 150_ 139_
2)سابقہ حوالہ _

بین الاقوامی مالیاتی ادارے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اقوام متحده سے وابستہ بعض ادارے کہ جن میں سے عالمی بینك اور آئي ایم ایف کی طرف اشارہ کیاجاسکتا ہے یہ سب دوسری جنگ عظےم کے بعد بین الاقوامی سطح پر مالی امور کو منظم کرنے اور مالی بحرانوں کو روکنے کیلئے بنائے گئے تھے ،مثلاً 1930 ء کے عشرے کا مالی بحران قابل ذکر ہے کہ جسمیں عالمی سطح پر نرخوں کی تبدیلی اور رقابت مینکرنسی کی تقابلی قیمت گھٹنے سے عالمی اقتصاد کو شدید جھٹکے لگے_
اگر چہ یہ ادارے دنیا کے اکثر ممالك سے تعلق رکھتے ہیں لیکن طاقتور اور سابق استعماری ممالك کا ان اداروں کے بنیادی فیصلوں پر غلبہ مکمل طور پر واضح ہے _ مثلاً آئي _ ایم_ ایف میں امریکاکا پانچواں حصہ ہے کیونکہ ہر ملك کی رائے کی اہمیت اس کے حصہ کی مقدار سے ربط رکھتی ہے _ لہذا امریکا کی رائے کسی فیصلہ میں بنیادی کردار اد ا کرتی ہے_ (1)
چونکہ ترقی پذیر ممالك اپنی مشکلات محض براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اور ان کثیر القومی کمپنیوں کی فعالیت کی مدد سے حل نہیں کرسکتے اس لئے وہ دیگر ممالك سے قرضہ کے طالب ہوتے ہیں_
قرضہ حاصل کرنے کے مختلف طریقوں میں سے ایك طریقہ یہی ہے کہ ان بین الاقوامی مالی اداروں مثلاً آئي _ ایم _ ایف اور عالمی بینك کی مدد حاصل کی جائے_ لیکن اس قسم کے قرضہ جات حاصل کرنے سے ضروری نہینہے کہ قرضہ لینے والے ملك کے اقتصاد پر مثبت اثر پڑے بلکہ اس کے برعکس یہ قرضے مختلف اقتصادی بحرانوں کے موجب بھی بنتے ہیں جیسا کہ ستر کی دھائي میں تیسری دنیا کے ممالك کا مقروض ہونے کا بحران ہے_
اسی طرح یہ قرضہ جات کا حصول ان بین الاقوامی اداروں کی پالیسیوں کو قبول کرنے سے مشروط ہے اور یہ پالیسیاں ان ترقی یافتہ (سابقہ استعمار ی) ممالك کے مفادات کو پورا کرتی ہیں_
---

1) جك یلنووآلٹون روی ،سابقہ حوالہ ، ص 219_

بعض دانشوروں کی رائے کے مطابق آئي ، ایم ، ایف اور عالمی بینك اپنے تسلط کے تحت ممالك کی اقتصادی ترقی کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ یہ ترقی پذیر ممالك صنعتی ممالك کیلئے اپنے دروازے کھول دیں _ اسی قسم کی ترقی تك پہنچنے کےلئے ضروری ہے کہ جہاں تك ممکن ہے قرض لیاجائے، کسٹم ٹیکس لینے سے لیکر اشیاء اور اجناس پرعوام کے لیے ٹیکس کی معافی جیسی شرائط کہ جو تجارتی معاملات کو بہت ضرر پہنچاتی ہیں سے بچنا چاہیے اور بیرونی سرمایہ کاری کو آسان بنانا چاہیے_
بالفاظ دیگر تیسری دنیا کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ترقی یافتہ ممالك کی اقتصادی حالت سے خود کو مطابقت دیں _ا س ترقی کے سفر پر ہمیشہ خسارے میں رہتے ہوئے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے غیر ملکی قرضوں کے حصول کی خاطر آئي ، ایم ، ایف کے اقدامات پر انحصار کریں_ عالمی بینك اور آئي ، ایم ، ایف کے پسندیدہ قوانین اور تدبیر جن ممالك میں جاری ہوتی ہیں وہاں یہ انکی آمدنی کے تناسب میں بہت زیادہ خلل کا باعث بنتی ہیں_ بہرحال آئي ، ایم ، ایف کے پروگرامز بین الاقوامی اقتصادی معاملات اور مغربی ممالك کے مفادات کیلئے سود مند ثابت ہوتے ہیں بالفاظ دیگرترقی پذیر ممالك کو اس وقت مالی تعاون حاصل ہوگا کہ جب وہ آئي ، ایم ، ایف کی شرائط اور سیاسی اقتصادی تدابیر کو اپنے ہاں جاری کریں گے _(1)

عالمگیر یت (2) اور اسکے نتائج
ایك اورمسئلہ کہ جسکا آج دنیا تجربہ کر رہی ہے وہ عالمگیریت ہے _خلاصۃً یہ بھی کہاجاسکتا ہے کہ عالمگیریت کی ایك تعریف عمل (پراسس) کی صورت میں اور ایك "منصوبے " کی صورت میں کی جاسکتی ہے_ یعنی بعض اہل نظر کے خیال کے مطابق ذرائع ابلاغ میں ترقی اور وسعت کی بناء پر انسانی معاملات
---

1) علی رضا ثقفی خراسانی ، سیر تحولات استعمار در ایران ، مشہد ص 212_ 206_
2) Globalization

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

285
انتہائي سرعت اور آسانی سے انجام پا رہے ہیں ایسے لگ رہا ہے کہ روز بروز ممالك کی حد بندیاں اور سرحدیں غیر اہم ہو رہی ہیں اور ان ممالك کی حکومتیں غیر ملکی ہاتھوں میں کھیلنے پر مجبور ہیں _
مجموعاً کہاجاسکتا ہے کہ دنیا ایك چھوٹی سی کالونی میں بدل رہی ہے _ دنیا کے کسی گوشہ میں ایك معمولی سا مسئلہ فورا ساری دنیا کے مختلف نقاط میں نشر ہوجا تا اہے اس دنیا میں ممالك اب مکڑی کے جالے کی طرح باہم متصل اور پیوست ہیں کہ انٹر نیٹ کے چینل نے بھی دنیا کو اس شکل میں لانے میں بہت زیادہ تعاون کیا ہے تاکہ پوری دنیا میں ایك ہی تہذیب تشکیل پایاجائے _(1)
انکے مد مقابل دیگر اہل نظر لوگوں کے خیال کے مطابق عالمگیریت ایك سازش اور منصوبہ ہے کہ جسے ترقی یافتہ ممالك نے لاگو کیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ ترقی پذیر ممالك یا پس ماندہ ممالك کو لوٹ لیں _انکے نظریہ کے مطابق عالمگیریت فقط تیسری دنیا کے نقصان میں ہے _ کیونکہ جب حکومتوں کی حد بندیاں اور حکومتوں کا کسٹم کے قوانین اورقیمتوں پر کنٹرول ختم ہوجائے تو ان ممالك کا اقتصاد بھی تباہ ہوجائے گااور وہ ترقی یافتہ ممالك کے احکام وقوانین کے غلام بن کر رہ جائیں گے_
انہی اہل نظر کے ایك اور گروہ کے مطابق عالمگیریت کے منفی اثرات صرف ممالك کی اقتصادیات تك محدود نہینہوتے بلکہ ان استعماری ممالك کی کوشش بھی ہے کہ اپنی تہذیب وکلچر کو دیگر ممالك پر لاگو کریں مثلاً امریکہ ہالی ووڈ کی فلموں کی صورت میں کوشش کر رہا ہے کہ امریکی کلچر اور طرز زندگی کو عالمی سطح تك پھیلائے اسی لئے بعض عالمگیریت کو امریکی ہونے کے مترادف سمجھتے ہیں _ ڈیموکریسی اور لیبرل اقدار کے پرچم تلے ایك سیاسی اور ماڈل حکومتی نظام کی ترویج ایك اور مشکل ہے کہ جو تیسری دنیا کے ممالك کی خودمختاری کو کمزور کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے_ مغربی ممالك اس قسم کے نظام حکومت کی ترویج سے اس کوشش میں ہیں کہ پوری دنیا کے ممالك (بالخصوص مشرق وسطی کے ممالك) کی حکومتوں کو اپنے پسندیدہ طرز حکومت سے
---

1) اس کے بارے میں زیادہ مطالعہ کیلئے رجوع کریں ، احمد گل محمدی ، جہانی شدن ہویت ، تہران_

286
مطابقت دیں _ا س مقصد کے پیش نظر وہ ہر قسم کے اقدام سے دریغ نہیں کر رہے ہیں لہذا عالمگیریت کمزور ممالك کی حکومتوں کے حالات اور سسٹم کو روز بروز تیزی سے تباہ کر رہی ہے او ریہ چیز فقط ترقی یافتہ ممالك کےلئے سود مند ہے _(1)
مجموعی طور پر کہاجاسکتا ہے کہ اگرچہ قدیم استعمار کا دور ختم ہوچکا ہے اور تحت تسلط ممالك خودمختار ہوچکے ہیں لیکن جو صورت اب سامنے آرہی ہے وہ قدیم استعمار سے کئي درجے زیادہ پیچیدہ اور مستحکم انداز سے اپنا کام کر رہی ہے _ جدید استعمار مختلف زاویونسے اس کوشش میں ہے کہ دیگر ممالك پر اپنا نفوذ بڑھا کر ان ممالك سے فکری اور مادی ثروت کو نکالنے کے راستے بنائے کہ جو گذشتہ ادوار سے کہیں زیادہ خطرناك اور تباہ کن ہے _

2_مشرق شناسي
عہد حاضر میں مطالعہ کیلئے ایك اہم سبجیکٹSubject مشرق شناسی ہے _ اس حوالے سے کام کرنے والے مغربی دانشوروں کا دعوی ہے کہ مشرق کے بارے میں واقعیت پر مبنی تحقیقات کے ساتھ انہوننے اہل مشرق کو بہت سے مخفی نکات اور زاویونسے آگاہ کیا ہے جن سے اہل مشرق بذات خود آگاہ ہونے کی استعداد نہیں رکھتے تھے_ مارکسس بھی سمجھتا تھا کہ اہل مشرق میں اپنے آپ کو اور اپنی صلاحیتوں کو کھولنے اور نمایاں کرنے کی استعداد نہیں ہے _ لہذا اس بارے میں ان سے تعاون کیاجانا چاہئے _
آیا واقعاً یہ موضوع ایك علمی اور حقیقت پر مبنی موضوع ہے جیسا کہ بہت سے مستشرقین کا دعوی بھی ہے یا جیسا کہ مغرب پر تنقید کرنے والے اہل نقد ونظر کا نظریہ ہے کہ یہ مسئلہ محض طاقت اور طاقت کو دوسروں پر مسلط کرنے کا بہانہ ہے _ یعنی استعمار گر اہل مغرب کی قوت و طاقت اورتسلط کی توجیہ کا ایك وسیلہ ہے_ مشرق صرف یورپ سے متصل ایك ہمسایہ نہیں ہے بلکہ قدرتی دولت سے مالامال یورپ کے سب سے بڑے مستعمرات میں سے ہے اور یورپ کی تہذیب کا سرچشمہ بھی ہے نیز تہذیب و تمدن میں یورپ کا رقیب بھي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) سابقہ حوالہ ص 112_ 105_

287

ہے_ مشرق شناسی کا مضمون بھی اسی موضوع کی ثقافتی اور نظریاتی تعریف کو بیان کرتا ہے _ اس طرح مشرق شناسی گفتگو کا ایك غالب مغربی موضوع ہے کہ جو خاص اداروں ، نصاب ، یا مطالعات اور استعماری بیورکریسی پر مشتمل ہے (1)

مشرق شناسی کی معروف ترین تعریف اسکی علمی تعریف ہے _ اس کے مطابق جو بھی اپنی تدریس ، تصنیف اور تحقیق کا موضوع مشرق کو قرار دے خواہ اسکا تعلق نفسیات، معاشرت ، تاریخ ، زبان کسی بھی مضمون سے تعلق ہو وہ مشرق شناس ہے جو کچھ بھی انجام دے یہی مشرق شناسی ہے لیکن یہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کا مضمون ، مشرق شناسی کے ایك عام معنی سے بھی وابستہ ہے وہ یہ کہ مشرق شناسی دراصل فکر ونظر کی ایك روش ہے کہ جو مشرق اور مغرب کی وجود شناسی اور علم شناسی کے فرق کی بنیاد پر استوار ہے _(2)

بطور اختصار مشرق شناسی کو بھی مشرق پر قبضہ اور اسے اپنا مستعمرہ بنانے کیلئے مغرب کی ایجاد شدہ ایك روش کے طور پر محور تجزیہ قرار دیاجاسکتا ہے چونکہ جب تك مشرق شناسی ایك غالب سیاسی موضوع کی مانندمورد تجزیہ قرار نہ پائے گی کبھی بھی اسکی منظم اور مرتب خصوصیات درك نہیں کی جاسکتیں کہ جن کے ذریعے مغرب اور مغربی کلچرنے مشرق کی سیاسی ، معاشرتی ، فکری اور علمی محافل اور میدانوں سے آگاہی حاصل کی بلکہ اسے تشکیل دیا اور اسے نئے سرے سے ایك ایسا موضوع بنایا جس پر تحقیق کی جاسکتی ہو_ (3)

مشرق شناسی پر مطالعہ کب شروع ہوا س موضوع پر محققین باہم اختلاف نظر رکھتے ہیں _ بعض دانشور حضرات مشرق شناسی کے مطالعات کی تاریخ کو بہت قدیم سمجھتے ہینانکے نظر کے مطابق اسکو شرو ع کرنے والا ہیروڈٹ تھا وہ مشرقی اقوام کے بارے میں مطالعہ کیا کرتا تھا_(4)

---

1) ایڈورڈ سعید ، الاسشراق ، ترجمہ کمال ابواديب ، بیروت 1981 ، ص 37_
2) سابقہ حوالہ ص 38_
3) سابقہ حوالہ ص 39_
4) احمد سمایلو ، فتش،فلسفہ الاستشراق داثر ها فی الادب العربی المعاصر ، قاہرہ ، ص 71 _70_

288

جبکہ بعض دیگر کہ جن میں سے ایڈورڈ سعید قابل ذکر ہیں جس نے متعلقہ اداروں پر تحقیق کے بعد شرق شناسی کا آغاز 1312 ء میں وین کے کلیسا کی کو نسل کے پروگرام کے تحت پیرس ، آکسفورڈ، اوینین اور سلامانکا کی یونیورسٹیوں میں عربي، یونانی ، عبری اور سریانی زبانوں کے ذریعے مشرق شناسی کے مطالعہ پر کام کے شروع ہونے کو قرار دیا _(1)

بعض دیگر دانشور کلمہ "مشرق شناسی " اور اسکے مشتقات کا علمی محافل میں ظہور کے زمانہ کو اس علم کی تحقیقات کے شروع کا زمانہ سمجھتے ہیں ،کیونکہ انگلستان میں لفظ "مستشرق" سنہ 1779 ء اور فرانس میں 1799ء میں رائج ہوا اور 1838ء میں پہلی بار فرانس کی یونیورسٹی ڈکشنری میں مشرق شناسی کا مفہوم ومعنی داخل ہوا_(2)

لیکن درحقیقت یورپ میں مشرق شناسی کے بارے میں مطالعات کے عروج کا دور انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل کا زمانہ ہے _ اگرچہ خود مشرق شناسی کی تاریخ اس سے کہیں طولانی ہے ، مجموعی طور پر مشرق شناسی کے مطالعات کا دومراحل میں تجزیہ کیا جاسکتا ہے اور ان دو مراحل میں سے ہر مرحلہ میں مشرق شناسی ایك خاص صورت میں سامنے آتی ہے:

1) _ مشرق شناسی کے موضوعات پر مطالعات کا نقطہ آغاز یورپی کلیسا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس موضوع پر مطالعات کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی نظریہ اور اسکی برتری سے پیدا ہونے والے خطرات سے عیسائي عقائد کا دفاع کرنا تھا اس لحاظ سے اس دور میں مشرق شناسی ایك دفاعی صورت میں تھی اور اپنے اندرونی مسائل پر توجہ رکھے ہوئے تھی اس سے انکا یہ ہدف تھا کہ وہ اسلام اور نظریہ اسلام کا حقیقی چہرہ بگاڑ کر اور اسے غیر مناسب اور ناپسندیدہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

صورت میں پیش کریں تاکہ وہ یورپی شخص کو اسلامی عقائد سے دور کرسکیں اور اس دور پر غالب عیسائي عقائد ونظریات کا دفاع کرسکیں _(3)

---

1) ایڈوڈ سعید ،سابقہ حوالہ ،ص80_
2) نصر محمد عارف ،التنمیة السیاسیة المعاصرة ، ہیرندن فیر جینسا ، امریکہ ، ص115_
3) نصر محمد عارف ، سابقہ حوالہ ،ص 117_

289

بعض محققین مثلاً فواد زکریا کے بقول مشرق شناسی کے مطالعہ کا یہی ہدف تھا بلکہ اس علم کی مکمل تاریخ میں یہی ملتا ہے کہ وہ مشرق شناسی کے ذریعے دراصل اپنے تشخص کا دفاع کرنا چاہتے تھے_(1)
بہرحال کم از کم اس حوالے سے قطعی طور پر یہی کہاجاسکتا ہے کہ پہلے دور میں مشرق شناسی کے مقصد کو عیسائیت سے وابستہ سمجھتا جاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اس دور میں یورپی ماحول ومعاشرہ پر حاکم عیسائي تہذیب اور نظریات کا دفاع اور کلیسا کے اقتدار کی نگہبانی کی جائے_ بالفاظ دیگر اس قسم کے تجزیے اور تحقیقات یورپی دانشوروں اور وشن خیال حضرات کیلئے کی جاتی تھیں_ وہ بھی ایك معین دور میں ، ایك معین ہدف و مقصد اور خاص روش سے کہ جسکی غرض پس پردہ پنہاں تھی _
یہاں مقصد یہ نہیں تھا کہ محض حقیقت تك پہنچا جائے اور یہ ایك خالص علمی تحقیق ہو بلکہ یورپی دانشوروں کی آراء اور دانائي کے ثبوت کیلئے ایك مضبوط ڈھال بنائي جائے اور اس میں انقلاب پیدا کرنے والے آراء و افکار بالخصوص اسلامی آراء کے مد مقابل دفاع کیاجائے اور عیسائیت کی مخالفت میں جانے والا ہر راستہ بند کردیا جائے_(2)
2) پہلے مرحلہ میں مشرق شناسی کے مطالعات کا محور یورپ اور عیسائي دنیا کے اندرونی مسائل تھے _ اس مرحلہ کے بعد ایسے دور کا آغاز ہوا کہ جس میں مشرق شناسی استعمار سے وابستہ ہوگئي یہاں بیرونی مسائل اور معاملات محور قرار پاگئے اب اس میں عیسائي نظریات اور رجحانات کے ساتھ ساتھ مشرقی اقوام پر تسلط کا رنگ ڈھنگ بھی پیدا ہوگیا _ اسی دور کے آغاز سے ہی محققین نے اپنے موضوع مطالعہ سرزمینوں کے بارے میں حقائق پر مبنی دقیق تصویر اپنی حکومتوں کو پیش کی _ تاکہ وہ حکومتیں ان تحقیقات اور تجزیات کی بناء پر ان مشرقی معاشروں اور تہذیب سے ٹکرائیں اور ان پر تسلط پاتے ہوئے انکے زرخیز منابع اور سرچشمے لوٹ لیں_(3)

---

1) سابقہ حوالہ ص 131_ فواد زکریا ، نقد الاستشراق وازمة الثقافة العربیہ المعاصرة ، دراسة فی المنہج ، مجلہ فکر للدراسات والابحاث ، ش 10 ، 1986 ، ص 47_ 35_
2) نصر محمد عارف ،سابقہ حوالہ ،ص 131 ، محمود شاکر ، المتنبی رسالة فی الطریق الی ثقافتنا ، قاہرة ، کتاب الہلال ، اکتوبر ، 1978، ص 92_
3) نصر محمد عارف ،سابقہ حوالہ ص 119_

290

انیسویں صدی کے فرانسیسی ، جرمن اور انگلستانی نظریات کی تاریخ کا تجزیہ کریں تو مغرب کے اقتصادی اور جغرافیائي توسیع پسندی پر مشتمل رجحانات کا آغاز اور معاشرہ شناسی میں جدید نظریات کے ظہور کے درمیان واضح وابستگی نمایاں محسوس ہوتی ہے_ اسطرح سماجیات کی جدید شاخیں محض ایسے استعماری علوم کی صورت میں سامنے آتی ہیں کہ جو محکوم اور ماتحت اقوام کے مفادات سے قطع نظر محض استعمار ی حکومتوں کی خدمت کرتی ہیں_(1)
بیسوینصدی میں بھی مشرق شناسی دو صورتوں کے ذریعے مغرب کے دنیا پر تسلط میں اپنا کردا ادا کرتی تھی :
الف _ علم ودانش کے حصول اوراسکے پھیلاؤ کے لیے جدید ذرائع اور وسائل سے فائدہ اٹھانا مثلاً اسکول، یونیورسٹیاں اور ذرائع ابلاغ وغیرہ _ تاکہ اہل مشرق کے افکار اورعقلیت کو نئے سرے سے تیار کیاجائے اور انہیں اس انداز سے مغربی تہذیب میں مخلوط کیاجائے تاکہ مشرق والے اپنے آپ کو فکر و تدبیر میں اہل مغرب کی مانند سمجھیں اور انکی اقدار کو اپنالیں_
ب)_ بعض مشرق شناس لوگوں کا علمی محدودیت اور تھیوری کی حدود سے نکلنا اور عملی میدان میں داخل ہونا تاکہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یورپی حکومتوں کے دیگر ممالك پر تسلط کے اہداف کو عملی جامہ پہنایا جائے_(2)
اسطرح جدید مطالعات سیاسی اہداف کے پیش نظر انجام پائے ہیں اور غیر علمی سرگرمیوں سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے اگرچہ اس مشرق شناسی کے بعض نتائج مفید بھی تھے ، انہوں نے اس ذریعے سے مشرقی سرزمینوں کے بہت زیادہ حد تك اہم حقائق کو دریافت کرلیا تھا لیکن ان حقائق کا رخ کبھی بھی خالص علمی مقاصد کے حصول کیلئے نہ رہا _(3)

---

1) سابقہ حوالہ ص 132_
2) احمد ابوزید "الاستشراق والمستشرقون" در مجلہ عالم الکفر،کویت ص 86 _ 85_
3) محمد محمد امزیان ، منہج البحث الاجتماعی ، بین الوضیعة والمعیاریة ،حیرندن ، فیر جنیا، امریکہ ص 150_

291

لہذا مشرق شناسی کو مشرق و مغرب کے عمومی تصادم کے تناظر میں محورتجزیہ قرار دینا چاہئے کیونکہ کہ یہ مشرق شناسی ایسی گفتگو ہے کہ جو اہل مغرب نے مشرقیوں بالخصوص مسلمانوں کو محور قرار دیتے ہوئے شروع کی _(1)
اسی لئے یہ ایك قدرتی بات ہے کہ اس موضوع پر بعض مشرقی دانشور حصرات تنقید کریں البتہ انکی سخت تنقید صرف مغربی مشرق شناس لوگوں کیلئے نہیں ہے بلکہ اس تنقید کے دائرہ میں وہ مشرقی لوگ بھی ہیں کہ جو مغرب کی طرف رجحان رکھتے ہیں اور انکے نظریات پر عمل کرنے کیلئے انہیں اپنے مطالعات سے مطابقت دیتے ہیں (2)
بعض معترضین اور اہل تنقید نے واضح طور پر کہاہے کہ یہ مشرق شناس اسلام کے بارے میں بات کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ انکی نظر کے مطابق یہ مشرق شناس ایك علمی تجزیہ کیلئے ضروری غیر جانبداری کا کوئي بھی معیار نہیں رکھتے _ انکی مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں ، پیغمبر اسلام (ص) پر تہمتوں ، معنویت اور وحی کے انکار سے بھری ہوئي تاریخ ، عربی زبان سے ناآگاہی اور مسلمانوں کے مخالف یہودیوں کی حمایت کرنا یہ سب انکی غیر جانبداری کو مشکوك اور مخدوش کررہاہے_(3)
البتہ ان لوگوں کی مشرق شناسی پر تنقید ، انکے نقائص اور خاص جہات کی طرف انکی جانبداری کا اعتراض صرف مشرقی دانشوروں کی حد تك منحصر نہیں رہا بلکہ خود مغربی دانشوروں اور مشرق شناسوں نے بھی یہی راستہ اختیار کیا اور تنقید کی _

---

1) محمد ارکون وآخرون ، الاستشراق بین دعاتہ ومعارضیہ ،ترجمہ ہاشم صالح ، دارالساقی ، بیروت ص 7_
2) آرکون وآخرون،سابقہ حوالہ ص 189_
3)سابقہ حوالہ ص 190_ بانقل از جریدة النور ، 1984/10/10 ، ص 10_

292

ایونزبریچرڈ کی رائے ہے کہ مشرق شناسی استعمار ی حکومتوں کی خادم رہی ہے ،وہ اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر استعمار ی حکومتوں کی پالیسی یہ ہے کہ سرداروں اور حکام طبقہ کے ذریعہ اپنے استعمار شدہ علاقوں پر حکومت جاری رکھیں تو اس مقصد کے پیش نظر بہتر یہی تھا کہ ان مشرقی معاشروں میں انکے سرداروں اور مخصوص فعال افراد سے آگاہ ہوں اور معاشرہ میں انکی طاقت کی مقدار اور ان اختیارات کو پہچانا جائے کہ جس سے وہ بہرہ مند ہیں کیونکہ اگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ایك سرزمین پر انکے علاقائي قوانین اور رسم و رواج کے مطابق حکومت کریں تو ضروری ہے کہ پہلے ان قوانین کی نوعیت جاننی چاہئے _(1)
میکسم روڈنسن (2) جو کہ بذات خود مشرق شناسی کے حوالے سے ایك معروف شخصیت ہیں ، وہ اسلامی اصولوں کے بارے میں ہارٹ مین اور لیون کیٹین کے طرز عمل اور تحریر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ان دو افراد نے اسلام اور اس کی تاریخ کا تجزیہ کرتے ہوئے محض اقتصادی مسئلہ کو محور قرار دیا ہے اور اسی پر اپنی آراء دیں_ روڈ نسن، ان دونوں کے نظریات پر تنقید کرتے ہوئے ان نظریات اور آراء کو اس زمانہ میں موجود اور حالات سے متاثر شدہ قرار دیتے ہیں _ نیز وہ اس بارے میں دیگر دانشوروں کی تحقیقات ، فعالیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انکے نتائج کو تباہ کن سے توصیف کرتے ہیں _(3)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

روڈنسن یورپ میں مشرق شناسونکے موضوع اور محور پر تنقید کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل میں کلاسیك مشرق شناسی اس دور کے افکار ونظریات کی پیروی کررہی تھی کہ جو یورپ کے حالات چھائے ہوئے تھے اور انکی اساس مرکزی یورپ اورآئیڈیالزم تھا_(4)

---

1) ایفانزبریتشارد ، الانثروپولو جیا الاجتماعیة ، ترجمہ احمد ابوزید ، قاہرہ ، ص 162 با نقل از امزیان ص 149_
Maxime Rodinson -2
3) ماکسیم روڈنسون ، الدراسات العربیة والاسلامیة فی اوروبا ، دراکون ودیگران، ص 48_
4) سابقہ حوالہ ص ص 50_ 49_

293

البتہ روڈنسن ان تمام نقائص کو شمار کرنے کے ساتھ ساتھ یہ نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ اس ذریعے سے جو بہت سی معلومات ملی ہیں انکی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیاجاسکتا اور ان بہت سی مفید معلومات کے ذخیرے کا انکار نہیں کیاجاسکتا _ روڈنسن کے بقول آج ہم انکی معلومات کے ذریعے ایسے مطالب تك پہنچ گئے ہیں کہ اس دور کے محققین ان سے بے خبر تھے_(1)

اسلامی دنیا میں مشرق شناسی پر تنقید کے حوالے سے دو بنیادی اورکلیدی نکات پائے جاتے ہیں ;

ایك کا تعلق مصری مصنف انور عبدالملك کے مقالہ "مشرق شناسی بحران میں" سے ہے یہ مقالہ 1963 ء میں فرانس میں نشر ہوا اور دوسراایڈورڈ سعید کی کتاب "مشرق شناسي" سے تعلق رکھتا ہے کہ جو 1987ء میں نشر ہوئي _(2)

انور عبدالملك کی نگاہ میں یورپی سیاحوں اور عیسائي مبلغین کی اسلام کے بارے میں آراء جو مشرق شناسی کے اہم ماخذات میں شمار ہوتی ہیں ،وہ اسلامی عقائد ونظریات کے خلاف ہیں اور سخت کینہ توز، جھوٹی ، جعلی اور تحریف شدہ ہیں _(3)

انور عبدالملك نے مشرق شناسی کے مطالعات پر اپنی تنقید میں انتہائي دقت کے ساتھ اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے کہ مشرق شناسوں نے قابل اطمینان حد تك اپنی ہم عصر مشرقی اقوام کے بارے میں کام نہیں کیا _ عبدالملك کی نگاہ میں اسکی وجہ مشرق شناسوں کا مشرق کی جدید تاریخ میں تحقیق سے فرار تھا_ کیونکہ اس دور میں استعماریت کی بناء پر وہ ہمیشہ ان اقوام میں مغرب اور اہل مغرب سے دشمنی جیسے حقائق کا سامنا کر رہے تھے_ (4)

---

1)سابقہ حوالہ ص 5_
2)سابقہ حوالہ ص 7_ انورعبدالملك ،الاستشراق فی ازمة، الفکر العربی ، 1983_ ش 31 ص 106 _ 70، ایڈورڈسعید ،الاستشراق ، ترجمہ کمال ابودیہب بیروت ،1981_
3)انور عبدالملك ،سابقہ حوالہ ص 77_76_
4) سابقہ حوالہ ، مختلف جگہ سے ہے ، محمد ارکون وآخرون ، سابقہ حوالہ،ص 36_

294

بہت زیادہ اہمیت کا حامل ایك اور نکتہ یہ ہے کہ اٹھارہویں ، نویں اور بیسویں صدی میں اکثر مشرق شناس اپنی حکومت کی وزارت خارجہ کے ملازمین کی حیثیت سے استعمار شدہ ، سرزمینوں پر کام کر رہے تھے_ اس حوالے سے فرانس کے معروف مشرق شناس ارنسٹ رینن کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے جو فرانسیسی استعمار کیلئے پروگرام بنانے والوں میں سے شمار ہوتا تھا_(1)

مشرق شناسی پر اعتراض وتنقید کے حوالے سے ان بنیادونکی طرف اشارہ کیاجاسکتا ہے کہ جن پر مشرق شناسی قائم ہوتی ہے ان ستونوں میں سے چند یہ ہیں _:

1) یورپی عیسائیت کو دیگر ادیان کیلئے ایك معیار سمجھنا اور وہ اسطرح کہ اگر دیگر ادیان دین عیسائیت کے اساسی مسائل کے ساتھ ہم آہنگ اور مطابقت نہ رکھتے ہوں تو انہیں رد کردیا جائے گا_ان ادیان کی قبولیت کا معیار صرف یہ ہے کہ یہ یورپ میں رائج عیسائیت کے ساتھ مطابقت کریں_

2)_ مشرقی معاشروں کا تجزیہ وتحلیل ان متضاد معیاروں اور نکات کی رو سے کہ جو خود یورپیوں کے تجربات کی بناء

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پر جمع ہوئے ہیں _
3)_ نسلی اور قومی تعصب کے ساتھ نگاہ ، یعنی عالم بشر کو دو گروہوں "ہم " اور "دوسرے" میں تقسیم کرنا اور دنیا کی اقوام کو بلند اقوام اور حقیر اقوام کے معیار سے تقسیم کرنا _
اس ترتیب سے مشرق شناس لوگ یورپیوں کی خصوصیات میں انہیں تمدن ساز اور صاحبان ایجادات سے یاد کرتے ہیں ،جبکہ سامی اور عرب انکی نگاہ و تحقیق میں فکر و آراء کے اعتبار سے سطحی ذہن رکھنے والے ہیں _
4)_ یورپی تجربہ کو عالم بشریت میں انقلاب کیلئے قابل عمل معیار سمجھنا اور پوری دنیا کی تاریخ کو یورپ کی تاریخ کی اساس اور یورپ کے دریچہ سے دیکھنا_
---

1) احمد سمایلو فتش ،سابقہ حوالہ ص 124_

295
5) مشرق کے بارے میں تجزیہ کرتے ہوئے انتہائي سادگی اور متضاد رویے کا مظاہرہ کرنا کہ جو کچھ بھی یورپ کے علاوہ تھا اسے مشرق سے ربط دینا اور یورپ سے مشابہ قرار دینا اور ان خیالات کے گوناگون مجموعات پر مشرق کے نام کا اطلاق کرنا_(1)
مجموعی طور پر مشرق شناسوں اور استعمار میں وابستگی اور مشرق شناسوں کے استعمار گر حکومتوں کی خدمت کرنے کو "ایلن رشین " کے نظر کے مطابق مندرجہ ذیل صورت میں واضح کیا جاسکتا ہے _
بعض مشرق شناس مشرقی ممالك اور اقوام کے بارے میں مطالعہ کرتے ہیں اور انکی ایك تصویر پیش کرتے ہیں پھر اس تصویر کو دیکھتے ہوئے استعمار گر حکومتوں کو راہنمائي اور نصیحت کرتے ہیں تاکہ وہ مشرقی ممالك پر اپنے تسلط اور حکومت کو جاری رکھیں_
عہد حاضر کا مشرق شناس بھی اگر کوشش کرے کہ مشرقی ممالك اور اقوام کے بارے میں ایك حقیقی تصویر کشی کرے پھر بھی وہ اس قسم کی تصویر کو پیش کرکے استعمار ی ممالك کی خدمت کر ے گا _
---

1) نصر محمد عارف ،سابقہ حوالہ ،ص 125_121_

296
آج بھی مشرق شناسی ایسا مقام رکھتی ہے کہ اگر محقق مشرق کے بارے میں فکر کرنا اور تالیف کرنا چاہے تو وہ اس راہ میں مشکلات کی دیواروں کو عبور نہیں کرسکتا کہ جو مشرق کو سمجھنے میں رکاوٹ کی صورت میں رکھ دی گئي ہیں ، بالفاظ دیگر مشرق آج بھی مشرق شناسی کی وجہ سے حقائق کے تشنہ اور غیر جانبدار محققین کیلئے ایك آزاد موضوع نہیں بن سکتا ،اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ فقط مشرق شناسی کی شکل میں یا مشرق شناس وغیرہ مشرق کے بارے میں تحقیقات میں مشغول ہیں بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مشرق شناسی ایك عمومی اور مجموعی مفادات پر مشتمل ایك گینگ کی صورت میں سامنے آچکا ہے کہ جب بھی یہ غیر معمولی اور عجیب و غریب شے یعنی مشرق کے بارے میں تجزیہ کیا جائے گا یہ گینگ وہاں حاضر وموجود ہوگا اورا پنے اثرات ڈالے گا_(1)

صہیونیزم:
لفظ "صہیونیزم " باہم مخالف فریقین میں مختلف اور متضاد معانی او رمفاہیم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے_حالانکہ خود صیہونی لوگ اسے ایك مثبت صفت سمجھتے ہیں جو کہ انکے تشخص اور مقاصد کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے _ جبکہ انکے مخالفین اسے مکمل طور پر ایك منفی صفت سمجھتے ہیں کہ جو انکے منفی تشخص اور مقاصد کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عالم اسلام پر انکے ظلم وستم سے بھری ہوئي تاریخ بالخصوص مظلوم ملت فلسطین پر انکے وحشتناك مظالم کی یاد دلاتاہے_(2)
مقالہ "یہودیت وصہیونزم"(3) کا مصنف جوکہ خود بھی متعصب صہیونی ہے لفظ "صہیونیزم" کے بارے میں لکھتا ہے کہ "ہرٹزل" (4) نے 1887 ء میں اپنی کتاب "حکومت یہود "کی اشاعت اور ہفت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) ایڈورڈسعید ،سابقہ حوالہ ص 39_
2) محمد کریمی ، پشت نقاب صلح ، تہران ص 7_
3) Haiko Haumann ،Judasimand Zionism ،The first Zionist Congress in Basel ،1897 1997 PP 11-12
4)تھیوڈر ہرٹزل ہنگری میں پیدا ہوا بعد میں وین کی طرف نقل مکانی کی ، کچھ عرصہ بھاگ دوڑ کرکے اپنا نام صہیونیزم تحریك کے ایك حقیقی بانی کی حیثیت سے تاریخ کے اوراق پر ثبت کروایا _ اس نے سال 1896 ء میں کتاب حکومت یہود لکھی کہ جسمیں اسکے مخاطب مختلف ممالك کے سربراہ تھے ،اس کتاب میں اس نے صہیونیزم تحریك کی مکمل تھیوری پیش کی _

297

روزہ "دنیا " کو نشر کرنے کے بعد) اپنی تمام تر کوشش اور گروہی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ہدف کو سامنے رکھا کہ صہیونی گروہوں کی ایك مٹینگ بلائي جائے_ ناٹان بربناؤوم (1)نے اس تحریك کا نام "صہیونیزم" رکھا اور 1890 ء میں اس نے پہلی بار اپنے اخبار میں"خود رہائي"(اپنے آپ کو آزاد کرنا) کے عنوان سے اس کلمہ کو استعمال کیا _لیکن 1897 ء میں سوئیزرلینڈ کے شہر بال میں صہیونیزم کا پہلا سمینار منعقد ہوا جس میں صہیونیزم کی یہ تعریف کی گئي کہ اس سے مراد"وہ دعوت ہے کہ جو صہیونیزم فاؤنڈیشن کی طرف سے دی جارہی ہے اور وہ کوششیں مراد ہیں کہ جو اس حوالے سے فاؤنڈیشن کی طرف سے ہورہی ہیں _ اس تعریف کے مطابق صہیونی وہ ہے کہ جو "بال" کے سمینار پر عقیدہ رکھے اور اسے قبول کرے_
عبدالوہاب المسیری نے صہیونیزم کے بارے میں کتاب میں صہیونیزم کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ سولہویں صدی کے اواخر سے لیکر اٹھاریوں صدی کے آغاز تك صہیونیزم عیسائیت پر استوار ایك غیر یہودی دینی مکتب اور اٹھاریوں صدی کے اوائل سے لیکر انیسویں صدی کے اوائل تك صہیونیزم ایك غیر یہودی تہذیب تھی جو غیر دینی ،خیالی اور صاحب اجزا اساس پر مبنی تھي_(2)
صہیونیزم کی تشریح کے حوالے سے مجموعی طور پر تین نظریات ہیں :
1_ عالم اسلام کے جغرافیایی اور سیاسی قلب ومرکز یعنی فلسطین میں صہیونزم اور اسلام دشمنی کا شگاف ڈالنا حالانکہ فلسطین اسلامی تاریخ کی ابتداء سے اب تك تین براعظموں کے ایشیاء ، افریقا اور یورپ کے باہمی ملاپ کے مقام پر ہمیشہ اسلامی سرزمینوں سے جغرافیائي اور سیاسی طور پر وابستہ رہا ہے _
2_ دنیا سے عیسائیت و یہودیت کے ما بین تاریخی بحران (کہ جو بہت سے یہودیوں کی قتل وغارت اور نسلی تعصبات ، وغیرہ کے ہمراہ تھا) کو عالم اسلام میں منتقل کرنا اور اسے فلسطین میں اسلام و یہودی بحران میں
---

1) 2 (1937-1964) (Nathan Birnbaum عبدالوہاب محمد المسیری ، صہیونزم ، ترجمہ لواء رودباری ، تہران ،ص 17_1_

298

تبدیل کرنا ، یہ نقشہ انتہائي زیرکی سے دائرہ عمل میں لایا گیا اور یہ اس اعتبار سے قابل اہمیت ہے کہ ایك جملہ میں اسکی تعبیر کریں تو یہ ایك تاریخی سودا ہے کہ جس میں طے شدہ ایك امر یہ تھا کہ یہودیوں کا حضرت عیسی (ع) کے قتل کے جرم سے بری الذمہ ہونا تھا_
3_ نسلی تعصبات اور انتہا پسندی میں پڑے ہوئے یہودیوں کی دیرینہ آروز یعنی فلسطین میں ایك یہودی حکومت کا قیام دائرہ عمل میں لانا _(1)
مغربی استعمار گر طاقتوں نے ایك طرف اپنی جدید ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے بناء پر سارے عالم اسلام پر اپنا تسلط جمایا اور دوسری طرف سے ثقافتی سطح پر حملوں کے ذریعے مسلمانوں کی روحانی شخصیت کو تبدیل ، نظریاتی سطح پر کمزور اور انکے وجود میں دینی عقائد کی جڑوں کوکمزور کیا اور آخر کار صہیونزم کو وجود میں لاکر مسلمانوں پر تباہ کن جنگ مسلط کردی کہ جو ممکن ہے سالہا سال کی طولانی مدت تك جاری رہے_ اس جنگ نے آدھی صدی سے زیادہ عرصہ تك جاری رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کے عظیم سرمایوں کو نگل لیا ہے_
مجموعی طور پر پاپائے اعظم کے قدیم وجدید مخالفین اگر مقام عمل میں اسکے اورویٹیکن کے پیروکاروں کے ساتھ کسی بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں تووہ صہیونیوں کے ذریعے فلسطین پر قبضہ ہے_ البتہ مشرق، مشرق وسطی اور عرب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ممالك کے عیسائي اس کلیہ وقاعدہ سے جدا نہینہیں_ اسی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ خود دین عیسائیت کہ تجویز یہ نہ تھی بلکہ اس صلیبی نظریہ کا بنیادی سبب مغربی صلیبی روش ہے کہ جورومی تہذیب سے متاثر ہے _ اور یہی لوگ تھے کہ جنہوں نے قیصر روم کی نیابت میں گیارہویں سے تیرہویں صدی عیسوی تك دہشتناك جنگیں کیں_ اور یہ نسطوری عیسائي ، فلسطینی اور شامی عیسائي نہینتھے _

آج اہل مغرب جو کچھ بھی عیسائیت کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں وہ قدیم روم کی آمرانہ تہذیب ہے جس پر عیسائیت کی قلعی چڑھی ہوئي ہے وہ رومی لوگ جو ایك زمانہ میں حضرت عیسی (ع) کو صلیب پر قتل (2)اور

---

1) علی اکبر ولایتی ، ایران ومسئلہ فلسطین برا ساس اسناد وزارت امور خارجہ(1937_1897 ء _1317_ 1315 قمری)تہران ، دفتر نشر فرہنگ اسلامی ، 1376، ص 4_
2) جیسا کہ قرآن کریم کی تعبیر ہے ... وما قتلوہ وماصلبوہ ولکن شبۃ لہم ... (نساء 157)

299

انہیں صلیب پر آویزاں کرنے کیلئے صلیب کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے _انہوں نے صلیبی جنگوں میں اسی عظیم المرتبت شخصیت کے قصاص خون کی خاطر اسی صلیب کے نشان کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف تلواریں چلائیں _ اور یہ دونوں اقدام ایك ہی سمت میں تھے وہی مجموعی تاریخ اور مغرب کے مشرق کے مقابل آنے کی سمت میں ، وہی مشرق جس پروحی کا سورج طلوع ہوتا رہا ہے اور مغرب پر چمکتا رہا ہے _(1)

مشرق وسطی میں صہیونیوں کی حکومت درست اس زمانہ میں تشکیل پائي کہ جب مسلمان حکومتیں ضعف وناتوانی کا شکار تھیں بالخصوص عثمانی بادشاہت کہ جو اٹھارہ ویں صدی سے زوال کی طرف بڑھ رہی تھی ، فلسطین پر قبضہ دراصل عالم اسلام کے پہلو پر خنجر مارنا تھا_ ان علاقوں کے باشندوں کو نکالنے کیلئے تین جنگیں ان پر مسلط کی گئیں کہ جنکی بناء کئي میلین فلسطینی تباہ و برباد ہوئے اور ان علاقوں پرصہیونیونکا منحوس سایہ مستحکم ہوگیا_ اردن ، شام اور لبنان کے بعض آباد علاقے بن گوریوں کے وارثوں کے قبضہ میں آگئے اور فلسطین کے ہمسایوں کے بہت سے علاقے بیت المقدس پر قابض حکومت کے تسلط میں آگئے _

ا گر مسلمان ان اسلامی سرزمینوں کو آزاد کروانے کی کوشش کریں تو اہل مغرب کے سیاست دان اور پروپیگنڈا کرنے والے ادارے ان پر دہشت گردی کی حمایت کا الزام لگاتے ہیں لیکن دیر یاسین ، کفر قاسم ، حرم حضرت ابراہیم (ع) ، گھانا وغیرہ میں قتل عام کرنے والوں کی کبھی مذمت نہیں ہوئي بلکہ وہ جمہوریت اور انسانی حقوق کے حامی کے عنوان سے ہمیشہ تعریف کے لائق قرار پائے اور فلسطینیوں کی دلخراش فریاد کو اقوام متحدہ میں بھی صہیونزم کی حامی طاقتوں کے ویٹو کا سامنا رہا _(2)

مجموعی طور پر صہیونزم کے اصول میں فقط ایك مذہب کی ایجاد نہیں ہے بلکہ وہ یہودیوں میں سے ایك قوم اور ایك مملکت بھی بنانا چاہتے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ دنیا کے تمام یہودیوں کو توسیع پسندانہ جنگوں کے

---

1) علی اکبر ولایتی ، سابقہ حوالہ ،ص 7_5_
2) امریکی حکومت نے اقوام متحدہ کی تشکیل سے لیکر اب تك سلامتی کونسل کی اسرائیل کے خلاف سے بہت سی قرار داوں کو ویٹو کیا ہے _ رجوع کیجئے علی اکبر ولایتی ، سابقہ حوالہ، ص 7_

300

بہانے سے سرزمین موعود یعنی عظیم اسرائیل میں جمع کیا جائے : تھاریڈل ہرٹزل کا ایك دوست اور ڈیوڈٹرچ(1) 29 اکتوبر 1899 میں اسے ایك خط میں لکھتا ہے کہ " اس سے پہلے کہ بہت زیادہ دیر ہوجاے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کبھی کبھی " عظیم فلسطین" (عظیم اسرائیل) کا تذکرہ کرتے رہیں، شہربال کی کانفرنس کے پروگرام میں لفظ" عظیم فلسطین" (عظیم اسرائیل) یا لفظ "فلسطین اور اسکے اردگرد کی سرزمین" ضرور شامل ہوں و گرنہ یہ سب کچھ بے معنی ہوگا کیونکہ آپ پچیس ہزار کلومیٹر مربع سرزمین پر دس میلین یہودیوں کو خوش آمدید نہیں کہہ سکتے _ (2)

موشے دایان نے 1967 میں کہا تھا: اگر تورات ہماری کتاب ہے اور اگر ہم اپنے آپ کو قوم تورات سمجھتے ہینتو ضروری ہے کہ تورات کی سرزمین ،منصفین اور سفید ریش لوگوں کی سرزمینیں ہمارے پاس ہوں یقینا اس قسم کے اصولوں کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پس پردہ سرحدیں مزید بڑھنے کے قابل ہوجائیں گي_
بن گورین نے ایك اور مقام پر واضح انداز سے کہا:
ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ موجود صورت حال کو برقرار رکھا جائے بلکہ ہمارا فرض ہے کہ
زیادہ سے زیادہ توسیع پسندی کو مد نظر رکھتے ہوئے ایك فعال حکومت تشکیل دیں (3)
اسی بناء پر صہیونیزم کے قائدین کی نظر میں یہ ہدف دو عناصر کے فراہم ہونے کی صورت میں دائرہ وجود میں آسکتا تھا: 1)_ امپریالسٹ ممالك بالخصوص آمریکا سے سیاسي، اقتصادی اور فوجی امداد کے حصول کا تسلسل 2)_ تمام عرب اور اسلامی ممالك کے مد مقابل اسرائیل کااپنے مفادات کے لیے قابل ذکر ٹیکنالوجیکل برتری کا حامل ہونا (عربوں کی عددی برتری کے مقابل میں اسرائیل کی فنی برتري) اور وہ ایك ایسی فوجی اور اقتصادی طاقت کا حامل ہو جو عربوں کو جھکنے پر مجبور کرسکے _ اور انہیں یہ باور کرادے کہ اسرائیل

---

1) David Triestsch
2) نقل از : اسکار_ ك، آ_ داینیوویچ ، طرح یہودیان قبرس ، نیویارك ، ہرٹزل پبلشر 1962، ص 17ص_
3) روہ گارودي، پرونده اسرائیل و صہیونیزم، سیاسی ترجمہ نسرین حکمی ، تہران وزارت فرہنگ و ارشاد ایران ، 1369، ص 133_

کے ساتھ ہر قسم کی جنگ عربوں کی شکست پر ختم ہوگی (1)
1995 میں صہیونی حکومت کا دفاعی بجٹ 8/3 ارب ڈالرز تھا اس وقت امریکہ کی فوجی امداد 81 ارب ڈالرز اور اقتصادی امداد21 ارب ڈالرز تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایك حدود اربعہ کے اعتبار سے چھوٹا سا ملك کہ جو 25 میلیں آبادی (82 فیصد یہودي) پر مشتمل ہے کسقدر اعلی فوجی استعداد کا حامل ہے _ اس حکومت کی ایٹمی پاور کے حوالے سے بھی اختلاف نظر ہے کہ بعض رپورٹس کے مطابق اسرائیل کے پاس بیس سے دو سو تك کے درمیان ایٹم بم موجود ہیں یہ حکومت 1967 سے این پی ٹی پر دستخط کرنے سے ٹال مٹول کر رہی ہے اور اس نے اپنے ایٹمی ری ایکٹرزکو آج تك بین الاقوامی تحقیقاتی ٹیموں کیلئے نہیں کھولا _ (2)
عربوں میں فرقہ پرستی اورتعصبات کو ہوا دے کر انہیں تقسیم کرنے کی سازش سے صہیونیزم کو اپنے توسیع پسندی پر مبنی مقاصد پورے کرنے کا موقع ملتا ہے، صہیونزم عالمی استعمار کے آلہ کار کی حیثیت سے کوشش کررہا ہے کہ عالم اسلامی میں " تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کی سیاست کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی اور عربی تحریکوں کو تباہ کردے_ یہی چیز صہیونی اہل نظر اور مولفین کی تالیفات میں واضح نظر آتی ہے مثلااورنسٹاین (3) کہتا ہے کہ :میرا نظریہ یہ ہے کہ عربوں کے عرب اتحاد نعروں کے برعکس ان میں تفرقہ اور پھر اس کے کچھ عرصہ بعد ہم قومی اور جغرافیائي گروہوں کے ظہور کا مشاہدہ کریں گے مثلا عیسائي لبنان، عراق کے شمال میں کردوں کا علاقہ ،دروزیونکا پہاڑی علاقہ اور مملکت اسرائیل یہ سب آخر کار ہلال خصیب (پر برکت چاند)کے مجموعہ میں اسرائیل کی قیادت میں اکھٹے ہوجائیں گے_ (4)

---

1) موسسہ الارض (صرف فلسطین کے حوالے سے مطالعہ کیلئے)، استراتژی صہیونیزم در منطقہ ،انتشارات بین الملل اسلامی ، ص277_ 275_
2) محمد زبیر دیاب " سازمان نظامی " سیاست و حکومت ریم صہیونستی ، مرکز مطالعات و تحقیقات اندیشہ سازان نور ، تہران ، انتشارات مرکز اسناد انقلاب اسلامی ، 1377، ص 241، 244_
3) Areh ornichtain
4) موسسة الارض (فلسطین کے بارے میں مطالعہ کیلئے مخصوص) سابقہ حوالہ، ص 182_ 181_

ڈیویڈ کاما جو کہ صہیونی مصنف ہے اپنی کتاب "کشمکش کیوں ؟ اور کب تك؟ "میں لکھتا ہے کہ : مشرق وسطی کی پیچیدگی کے بارے میں راہ حل کی اساس اس پر ہے کہ اسرائیل کے شرق میں موجود عربی مملکت کو دو حصول میں تقسیم کیا جائے: شمال میں شام اور لبنان اور جنوب میں عراق ، اردن، سعودی عرب ، فلسطین (اگر تشکیل پاجائے) اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ديگر عربى ممالك ان دو حصوں كے درميان ايك وسيع زمينى پٹى بنائي جائے كہ جسميں غير عرب طاقتينہوں اور يہ غير عرب ممالك كى مغرب سے مشرق تك كى ترتيب اسرائيل ، دروزى اور كرد وں پرمشتمل ہو اور اسرائيل شام كے جنوب ميں جبل الدروز كو اپنى حدود ميں ليتے ہوئے موجود ہو جبكہ كرد مملكت ايك جدا آشورى رياست كى حيثيت اسكے ساتھ ضم ہوجائے گي_
يہ كرد رياست شام كے مشرق اور عراق كے شمال ميں تشكيل پائے گى كہ يہيں سے لبنان كو بھى امداد فراہم كى جاسكتى ہے كہ جو شام كے عيسائيوں كو ملاتے ہوئے عيسائي اكثريت كى بناء پر عيسائي مملكت ہوگى ،پھر اسرائيل ان ممالك سے قرار داد باندھے گا تا كہ عربوں كے استعمار سے نجات پاليں يوں يہ ممالك عرب ممالك كى حكومتوں كيلئے خطرہ كى تلوار بن جائيں گے _ (1)
فلسطين كى تقسيم كے اس غير منصفانہ پروگرام كے بعد 1948 ميں رسمى طور پر مملكت اسرائيل تشكيل پائي كہ عربوں اور اسرائيل كے درميان دشمنى بڑھنے كى وجہ سے 1973، 1967، 1956، 1948 ميں ان ميں چار جنگيں ہوئيں كہ 1967 كى جنگ كا اہم نتيجہ فلسطين اور اسرائيل كے مسئلہ كا اسلامى مسئلہ بن جانے كى صورت ميں نكلا_ كيونكہ اس جنگ ميں اسرائيل نے اپنے ہمسايہ ممالك (اردن، شام اور مصر) كے بعض سر حدى علاقوں پر قبضہ كرليا_ اس دوركے بعد سے تمام اسلامى ممالك اس مسئلہ ميں اكھٹے ہوئے اس مشتركہ مفاد كے حصول كى خاطر1973 ميں جنگ ہوئي اور 1973 مينتوانا ئي كى بحران كے بناء پر دنيا كے سب سے زيادہ
---

1) سابقہ حوالہ ص 190، 188 نيز ، روكاج ، لبوبا، تروريسم مقدس اسرائيل ، ترجمہ مرتضى اسعدى ، تہران ، كيہان، 1365، ص 76، 68_

توجہ عرب و اسرائيل كے مسئلہ كو حل كرنے كيلئے مبذول ہوگئي اوربہت سى قرار دادیں اور مصالحتى كانفرسيں تشكيل پائيں ليكن يہ سب اقدامات اسرائيل كى ہٹ دھرمى اور سركشى كى بناء پر ملت فلسطين كيلئے سودمند ثابت نہ ہوئے ،مثلا 1967 ميں ايگل آلن كا راہ حل ، 1972 ميں شيمون پيرز كا حل، 1978 ميں كمپ ڈيوڈ كى قرارداد، 1981 ميں فہد كى مصالحتى قرار داد _ 1982 ميں ريگن كى مصالحتى قرار داد ، 1989 ميں اسحاق شامير كاراہ حل، 1991 ميں ميڈرڈكى مصالحتى كانفرنس اور اسى طرح ديگر چند قرار دادیں سب نا كام ہوئيں_(1)
اسرائيلى مملكت اپنى خاص ماہيت (سياسى صہيونيزم) اور تشخص(جنگوں اور غاصبانہ تسلط كاتسلسل) كى بناء ہميشہ توسيع پسندى مينپڑى ہوئي ہے ہر تجاوز اور لوٹ مار كے بعد ايك اور زندگى كے قابل قدرتى ذرايع سے مالا مال سرزمين پر طمع كى آنكھ گاڑ ليتا ہے لہذا يہ پھيلنے اور بڑھنے والى سرحديں اور قرار دادينكبھى بھى باضابطہ طور پر قابل اعتماد نہيں ہيں _
در حقيقت طاقت كى تكون كہ جو آج اسرائيلى صہيونى سياست كو چلاتى ہے وہ جنگى مجرموں كى تكون ہے _ ان ميں سب سے پہلے بيگن ہے كہ جسے بن گورين نے حقيقى ہٹلر كا لقب ديا ہے ،دوسرا جنرل آريل شيرون جيسے اپنے جلادانہ صفات كى وجہ سے قصاب لبنان كا لقب ملا ہے اور تيسرا اسحاق شامير ہے جسكا ماضى نسل پرستى سے بھر پور ہے _ (2)
مشرق وسطى كے حساس علاقے ميں صہيونى حكومت كى ہوس و طمع باعث بنى كہ اسلامى ممالك اپنا بے پناہ بجٹ اسلحہ اور فوجى مقاصد كيلئے قرار ديں ،عسكرى امور ميں ہر روز بڑھتى ہوتى رقم سے علاقہ ميں باہمى جنگ كا خطرہ بھى بڑھتا ہوا محسوس ہو رہاہے _ صہيونى حكومت كے تباہ كن اسلحہ كے كارخانوں نے اس علاقہ كو بحرانى كيفيت ميں ڈال ديا ہے اسى وجہ سے مشرق وسطى كى بعض حكومتيں دنيا ميں اسلحہ كى سب سے بڑى خريدار شمار
---

1) سيامك كاكالى ، تا ثير طرح نظم نوين جہانى بر صلح اعراب و اسرائيل ، سلسلہ مقالات خاورميانہ شناسى ،مركز پوہشہاى علمى و مطالعات استراتيك خاورميانہ ، فروردين 1375، ص 20_ 14_
2) روہ گارودى ، سابقہ حوالہ، ص 170_ 157_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوتی ہیں ،مثلا 1995 میں سعودی عرب نے 8/1 ارب ڈالر، مصر نے 1/9 ارب ڈالر اور کویت نے ایك ارب ڈالر اسلحہ کے حصول کیلئے خرچ کرتے ہوئے اسلحہ کے خریداروں کی فہرست میں سب سے پہلے آگئے ،گیارہ ستمبر کے حادثے اور مشرق وسطی میں اغیار کی فوج کی موجودگی کہ جو دہشت گردی سے مقابلے کے بہانہ کی بناء پر آئي ہے اورماضی قریب میں صہیونی حکومت کی حرکات کی وجہ سے مشرق وسطی کا علاقہ دوبارہ بحران زدہ اور فوجی نقل و حرکت کا مرکز بن گیاہے_(1)

صہیونی حکومت ذرائع ابلاغ پر تسلط کی اپنی وسیع کوشش میں یہانتك کامیاب ہوگئي ہے کہ اس نے دنیا کی معروف خبرایجنسیوں اور مشہور بین الاقوامی ٹیلی وین چینلوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے اور یہ چیز اس دور میں بہت اہم محسوس ہوتی ہے کہ جسے (communication)(روابط کے دور)سے تعبیر کیا گیا ہے اور دنیا ایك چھوٹے سے قصبے کی شکل میں آگئي ہے ،ذرائع ابلاغ پر تسلط کی بنیادی وجہ لوگوں کے اذہان اور انکے ماحول کو اپنے مقاصد کیلئے ہموار کرنا ہے اور مجموعی طور پر یہ سب کچھ اسلام اور مسلمانوں پر ثقافتی حملے کیلئے انجام پایا ہے (2) _

ان سب کے باوجود اسلامی بیداری اسلامی ممالك کی سیاسی طاقت کی صورت میں تشکیل پارہی ہے_

مسلمان اپنے اسلامی تشخص اور کلچر کے سہارے سے اپنے ابدی و تابندہ مشن کو زندہ کرنا چاہتے ہیں ، بہت سی اسلامی تحریکوں کا وجود مثلا حزب اللہ کی انقلابی تحریك ، حماس، اسلامی جہاد اور انتفاضا (صہیونی دشمن کے مقابلے میں مزاحمت کی تحریك)اور عالم اسلام کی دیگر تحریکیں اسی حقیقت کو روشن کر رہی ہیں ،عالمی کلچر کي

---

1) جہانگیر معینی علمداري،" ملاحظاتی دربارہ طرح نظم امنیتی جدید در خاورمیانہ " فصلنامہ مطالعات خاورمیانہ ش ، ش4، زمستان1380، ص 63، 68، 67 ،نیز رجوع کریں، بین اسدی ، حادثہ 11سپتامبر و آثار آن بر موقعیت سیاسی خلیج فارس ، فصلنامہ مطالعات خاورمیانہ ، س 9، ش 3 ، پائیز 1381 ص 52 _ 46_

2) محمد علی ابطحی ، " بررسی ابعاد تہاجم فرہنگی صہیونستی بہ جہان اسلام وعرب" ، راہبرد ، ش 5، زمستان 1372 ، ص 60، فواد بن سید عبدالرحمان رخاعي، نفوذ صہیونیسم بر رسانہ ہای خبری و سازمانہای بین المللی " ترجمہ حسین سر و قامت ،تہران ،ص 76_ 75_

تشکیل میں مسلمانوں کی تہذیب اور ماضی واضح ہے اس تمدن کی یورپ، ایشیا اور شمالی افریقا میں تاریخ اس حد تك مکمل اور وسیع ہے کہ کوئي بھی تہذیب یا ثقافت تاریخ میں اس حدتك استوار نہیں رہا _ اس ثقافت اور تہذیب پر تکیہ کرنابلا شبہ ایك عظیم سرمایہ ہے کہ جو عالم اسلام میں دینی اور قومی سطح پر اعتماد کی فضا کو مستحکم کرتا ہے اور اسے صہیونزم کے پست کلچر کے مقالے مینمحفوظ رکھتاہے (1)

دوسری طرف سے اسرائیلی حکومت ایك سرگردان اور آوارہ معاشرہ کی حیثت اختیار کرچکی ہے اس معاشرہ میں عدم استحکام کامرکز انکے قومی تشخیص میں کسی ایك نمونہ پر متفق نہ ہونا ہے ،یہ معاشرہ بے پناہ تضادات کے ساتھ محض اقتصادی سسٹم اور بیرونی سیاسی حمایت کے کی بناء پر اپنے وجود کو بحال رکھے ہوئے ہے حالانکہ اندرونی طور پر معاشرہ تزلزل کی کیفیت سے دو چار ہے_ یہودی معاشرے میں نسل پرستی کی پیچیدہ مشکل اپنی جگہ باقی ہے کہ جسکی بناء یہ قوم واضح طور پر تفریق اور امتیازی سلوك کے مختلف رویونسے دوچار ہے یہی چیز اسکی بنیادوں کو کمزور کر رہی ہے (2)

اسلامی ممالك پر اہل مغرب کے استعمار کی بنیادی وجہ وہاں کے لوگوں کے دینی اور نظر یاتی اصول فراہم کرتے ہیں انکے مد مقابل عالم اسلام کو بھی چاہیے کہ وہ اسلام ، اسلامی تہذیب اور اسلامی تشخص کی طرف لوٹ جائے اور صہیونزم کے ساتھ جنگ کو عربی جنگ کی بجائے اسلامی جنگ کے عنوان سے لے اور پھر صہیونزم اور عالمی استعمار کا مقابلہ کرے_ (3)

---

1) محمد علی ابطحي، سابقہ حوالہ، ص 72_ 69_

2) اصغر افتخاری ، ابعاد اجتماعی برنامہ امنیتی اسرائیل، دستور کاری برای قرن بیست و یکم ،فصلنامہ مطالعات س 4_ ش 4، پائیز 1382، ص 8_ 6 نیز جامعہ شناسی سیاسی اسرائیل ، تہران، مرکز پوہشہای علمی و مطالعات استراتیك خاورمیانہ، 1280، ص 138_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

_ 117
3) " بيانات رہبر معظم انقلاب اسلامی دیدار شرکت کنندگان در همایش جہان اسلام " گفت گو ، س 17، ض 177، بہمن 1382، ص 18_
_14

آاسلامی تہذیب و ثقافت

307
دسواں باب:

اسلامی بیداري

309

1) عرب دنیا میں اسلامی بیداری :

ایرانیوں کی مانند عرب بھی جب سے یورپی حکومتوں سے آشنا ہوئے تھے کی اسی زمانہ سے اپنی پس ماندگی اور یورپ کی ترقی سے آگاہ ہوگئے تھے _اب تك اس پسماندگی کے خلاء کو پر کرنے کیلئے بہت سے راہ حل سامنے آئے ہیں ان میں سے ایك اسلام (بحیثیت ایك دین اور تمدن کے) کی طرف لوٹنا ہے _ (1) اس پسماندگی کی وجوہات کے بارے میں جو جوابات دے گئے ہیں انہیں ہم چار اقسام میں تقسیم کریں گے_ البتہ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہونا چاہیے کہ یہ تقسیم ان جوابات کے بارے مینہے کہ جو اسلامی بیداری کی بحث میں عرب دانشوروں کی طرف سے سامنے آئے ہیں_ لہذا ان کا نیشنلزم، سوشلزم اور آئیڈلزم سے کوئي ربط نہیں ہے یہ رجحانات مندرجہ ذیل ہیں : 1_ عرب تمدن پسند 2_ مسلمان تمدن پسند 3_ اسلامی روایت پسندی 4_ اسلامی اصول پسندي_
مندرجہ بالا تقسیم کی بناء پر پہلے رجحان کے بڑے مفکرین میں سے طہطاوی اور خیرالدین تیونسي(2) ہیں دوسرے رجحان کے سب سے بڑے مفکر سید جمال الدین اسد آبادی اور کچھ حد تك محمد عبدہ ہیں جبکہ تیری رجحان کے اصلی سخن گو رشید رضا ہیں اور چوتھے رجحان کے فعال مفکرین میں سے حسن البنا سید قطب اور اخوان المسلمین ہیں_
تاریخی لحاظ سے ہم جوں جوں موجودہ زمانہ کے نزدیك ہوتے جاتے ہیناسلامی اصول گرائي کا رجحان
---

1) محمد عمارة " الاسلام و القومیہ العربیہ و العلمانیة " قضایا عربیة السنة 7 ،1980 العدد 5 ،ص 69_
2) بنقل فرہنگ رجایي، اندیشہ سیاسی معاصر در جہان عرب ،تہران 1381، ص 168_

310
دیگر فکری رجحانات پر غلبہ پاجاتا ہے اور دیگر فکری رجحانات کو پس منظر میں لے جاتاہے_اس رجحان میں اہل مغرب سے مخالفت کا عنصر بڑھ جاتا ہے اور جنگجویانہ صفات واضح ہونے لگتی ہیں اور یہ رجحان اسلامی ممالك کی حکومتوں سے دوری اختیار کرنے لگتاہے ،اسمیں سلفی نظریات مستحکم ہونا شروع ہوجاتے ہیں یہ ایك فکری تحریك سے بڑھ کر ایك عوامی اور سیاسی تحریك میں تبدیل ہوجاتا ہے _ اس قسم کے انقلابات میں ایك اہم مسئلہ گذشتہ نظریات کی شکست ہے کہ جسکی بناء پر اصول پسند رجحان کی تشکیل ہوتی ہے_
الف) عرب تمدن پسند رجحان: نئے سرے سے اسلامی بیداری کی لہر مصر میں طہطاوی اور تیونس میں خیرالدین پاشا تیونسی کے ذریعے شروع ہوئي _ طہطاوی کے افکار کا محور یہ تھا کہ مسلمان یورپی علوم کو حاصل کیے بغیر ترقی نہیں کرسکتے _ (1)
طہطاوی یورپ کا بہت تعریف سے ذکر کرتے ہیں اور انکے سیاسی شعبوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ مفکر اصل میں مغرب کی استعماری حیثیت کہ جو اسلامی معاشروں کی تنزلی کا باعث قرار پائي اس سے غافل ہیں ،اس سوال کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جواب کہ انکے رحجان کو" عرب تمدن پسند "_رحجان کا نام کیوں دیا گیا ؟یہ ہے کہ طہطاوی فقط عربوں کی فکری ترقی پر مصر ہے_
خیرالدین تیونسي، طہطاوی سے بھی زیادہ آگے بڑھ جاتے ہیں اگر چہ انکے افکار کی اساس وہی یعنی طہطاوی کی مانند تھی _ انکی فکر دو بنیادوں پر استوار تھی پہلی یہ کہ اسلامی فقہ اقتصادی اور ثقافتی سطح پر زندگی کی ترقی اور بہبود کیلئے جاری ہونے والی اصلاحات کو منع نہیں کرتي،دوسرا یہ کہ یورپی تہذیب کی اساس چونکہ زیادہ تر ان چیزوں پرقائم ہے کہ جو ماضی میناسلام نے انہیں عطا کیں اس لیے اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ انہیں لوٹا ئیں_ (2)
---

1) حمید عنایت، سیری در اندیشہ سیاسی در اسلام، ترجمہ بہاء الدین خرمشاہي، تہران، خوارزمی ص 34_
2) حشام شرابي، سابقہ حوالہ ،ص 55_

311

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عرب تمدن پسند رحجان کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں :(1)
1: مغربی تہذیب و تمدن کے اصل ہونے اور اسکی بڑائي کوقبول کیا گیا ہے اور مسلمان یہ توانائي اور استعداد رکھتے ہیں کہ وہ مغربی فنون اور تمدن کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوں کیونکہ مغربی علوم وہی اسلامی علوم ہی ہیں_
2: اس رحجان کے یہ دونوں برجستہ مفکر حکومتی عہدہ دار تھے مغربی تہذیب اور تکنیك کے حصول اور مسلمانوں کی ترقی کو حکومت کی ذمہ داری شمار کرتے تھے ،اسی لیے انکی تحریك کو لوگوں کی سیاسی تحریك شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عوام انکے سب سے پہلے مخاطب تھے _
3: انکی روش اور انداز مصلحانہ ہے وہ یورپی اداروں اور شعبہ جات کے تجربوں کی بنیاد پر اپنے معاشرے کے سیاسی اور معاشرتی اداروں اور شعبہ جات کی اصلاح کرنا چاہتے تھے_
4: یہ گروہ اسلام اور یورپی تمدن میں بنیادی طور پر تضاد کے امکان کے بارے میں غور نہیں کر رہا تھا، کیونکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ بنیادی طور پر مغربی تہذیب کا سرچشمہ اسلام ہے اور یہ یورپی علوم وہی گذشتہ ادوار میں اسلامی علوم کا ترجمہ ہیں ،لہذا انکا مقصد یہ تھا کہ یورپی تہذیب کو اپنے ہاں لانے کیلئے کوئي معیار بنایا جائے انکی نظر کے مطابق فقط غیر دینی شعبہ ہائے زندگی کی بہتری کی ہی ضرورت ہے_
5: یہ لوگ اسلامی امت کی وحدت کے افکار کے حامل نہ تھے انکی نگاہ مکمل طور پر اپنے وطن کی حد تك محدود ہے _ یہانتك کہ جب بھی عربی وطن کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو انکی مراد تمام عرب زبان ممالك نہیں ہیں بلکہ اصل میں انکامقصود ایك ملك ہے مثلا طہطاوی کی عربی وطن سے مراد مصرہے _
ب) مسلمان تمدن پسند رحجان: اس رحجان اور پہلے رحجان میں کچھ مشترکہ امور ہیں حقیقت میں اسلامی بیداری کی آواز اٹھانے والوں کی دوسری نسل کو مسلمان تمدن پسند کا نام دیا جاسکتا ہے کہ اس گروہ کی مشہور و
---

1) حسن حنفی ، الاصولیۃ الاسلامیۃ ، قاہرہ، مکتبہ مدبولي، ص 20_

312

ممتاز شخصیات سید جمال الدین افغانی اسد آبادی اور شیخ محمد عبدہ ہیں البتہ اس فرق کے ساتھ کہ سید جمال پہلی نسل کے زیادہ قریب ہیں جبکہ شیخ عبدہ اپنے بعد والی نسل اسلامی روایت پسندونکے زیادہ قریب ہیں، سید جمال کی اصلاحی تحریك کے مختلف پہلو ہیں لیکن انکی اس اصلاحی تحریك کی اصلی روح عالم اسلام میں "جدیدیت " پیدا کرنا ہے _ سید جمال کا ہدف یہ ہے کہ عالم اسلام اور مسلمان عصر جدید _ اسکی خصوصیات اور اسکی تشکیل کے بنیادی اسباب سے آشنا ہوں اور ایسے اسباب فراہم کیے جائیں تاکہ مسلمان بھی اس جدید دنیا اور نئي تہذیب میں کوئي کردار ادا کریں_اور وہ علم و عقل جیسے بنیادی عناصر اور دیگر عناصر مثلا جمہوری سیاسی شعبہ جات کی مدد سے اپنی طاقت کو بڑھائیں_
شاید اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ سید جمال کی توجہ کا بنیادی محور تشخص کا حصول نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ کیسے عالم اسلام کو طاقت و توانائي دی جاسکتی ہے ،سید جمال کے نظریہ کے مطابق مغرب کی جدید اور ماڈرن تہذیب اسلامی اصولوں کی اساس پر سامنے آئي ہے، یہاں سید جمال عرب تمدن پسند رحجان رکھنے والوں کے برعکس دو بنیادی چیزونپر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تاکید کرتے ہیں پہلی یہ کہ اقوام کی زندگی میں دین کا کردار ناگزیر ہے ،دوسرا یہ کہ جدید زندگی کے تقاضوں کے مطابق جدید شعبہ ہائے زندگی اور نئي فنی مہارتوں کی ضرورت ہے _ (1)
سید جمال کے دو اصلی مقاصد یعنی اتحاد بین المسلمین اور مغربی تسلط کے خلاف جنگ انکی فکر کو عرب تمدن پسند رجحان والوں سے مختلف شمار کرتے تھے_ سید جمال کی نظر میں عالم اسلام ایك متحد مجموعہ کی شکل میں ہے_ کہ جسکے اتحاد اور منظم ہونے کی صورت میں مسلمان یورپی تسلط کے مقابلے میںدفاع کرسکتے ہیں _ لہذا سید جمال کی یورپ اور انکے کردار و رفتار پر نگاہ پہلے گروہ کی نسبت بہت زیادہ گہرائي پر مبنی تھي_
---

1) سید جمال نے عروۃ الوثقی کے اکثر مقالات اور بعض فارسی مقالات میناس مسئلہ پر تاکید کی ہے بعنوان مثال رجوع کریں _ سید جمال الدین اسد آبادی ، مجموعہ رسائل و مقالات، با سعی سید ہادی خسروشاہی ،انتشارات کلبہ شروق ص 134_ 132_

313
اگر چہ سید جمال علم و صنعت میں یورپ کی ترقی کو قبول کرتے تھے مگر یورپ کے عالم اسلام پر تسلط پر بہت زیادہ حساسیت رکھتے تھے لہذا انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا بیشتر حصہ اس تسلط کے خلاف جہاد میں صرف کیا ،اس جہاد میں کبھی وہ اسلامی حکومتوں سے مخاطب ہوتے تھے اور کبھی اسلامی اقوام کو خطاب کرتے تھے _ یہی چیزباعث بنی کہ انکی سیاسی تحریك لوگوں کی طرف سے ایك عوامی تحریك کی شکل میں سامنے آئي انکی فعالیت پہلے گروہ کے مصلحانہ افکار سے کہیں زیادہ بڑھ گئي _
یہانتك کہ یہ تحریك ایران میں انقلابی رنگ اختیار کرگئي_ اور اس نے ناصر الدین شاہ کے آمرانہ نظام کے مقابلے میں علماء اور عوام کو انقلاب کیلئے ابھارا اورسلطنت عثمانیہ میں یہ سیاسی تحریك عثمانی سلطان کی مخالفت کی شکل میں سامنے آئي اور شاید "باب عالي" کے ہاتھوں اسکی موت کا باعث بھی قرار پائي _
سید جمال کے جدت پسندانہ افکار کا ایك اور بنیادی نکتہ یہ تھا کہ جس وقت دہ واضح طور یہ مسلمانوں کو اسلامی سرزمینوں پر یورپ کے تسلط کے خلاف ابھار رہے تھے تو ساتھ ساتھ مغرب کی علمی اور صنعتی ثمرات سے سیکھنے اور استعمال میں لانے پر تاکید کرتے ہوئے مغرب کی تقلید کو مسترد بھی کر رہے تھے ،اسی لیے وہ اسلامی معاشروں کی موجودہ صورت پر بھی تنقید کرتے رہے تھے_(1)
مجموعی طور پر مسلمان تمدن پسند گروہ کے بنیادی محور یہ تھے :1_ مسلمانوں کی تہذیب کی تشکیل اور انکے اقتدار کی وسعت کیلئے عقل ، علم اور اسلامی توانائي و استعداد کی بنیادی اہمیت پر تاکید 2_ اسلامی امم میں اتحاد اور یکجہتی اور یورپی تسلط کے خلاف جہاد ; یہ محور مختلف ادوار میں تشکیل پائے اور پھر تغیر و تبدیلی کا شکار بھی ہوئے_
ج) اسلامی روایت پسند رجحان: اگر مسلمان تمدن پسند رجحان والے اسلامی معاشروں میں علمی احیاء اورجدید افکار کو جذب کرنے اور یورپ کی جدید فنی ایجادات کے استعمال کو اسلامی احیاء سے تعبیر کرتے تھے تو اسلام روایت پسند رجحان والے بالخصوص انکے برجستہ مفکر رشید رضا کہ جو سلفی روش کے عالم تھے،
---

1) سابقہ حوالہ ص 121_

314
اسلامی احیاء کو " اسلامی بزرگان" کی سیرت و روش کی طرف لوٹ جانے سے تعبیر کرتے تھے_ کہاجاسکتا ہے کہ اسلامی حکومتوں کی عصر جدید کی علمی و سیاسی ترقی کو جذب کرتے ہوئے گذشتہ گروہوں کے افکار کو لباس حقیقت پہنانے میں ناکامی اور اسکے بجائے نام نہاد " تہذیب و ترقی " کے جال میں پھنسنے نے اسلامی روایت پسند رجحان والے لوگوں کو مغربی ثقافت اور اسلامی تشخص کے پامال ہونے کے خطرات پر بہت زیادہ پریشان کردیا تھا اور یہ اسلامی روایت پسند رجحان ان پریشانیوں کا جواب تھا_
برایر دکمجیان سید جمال، عبدہ اور رشید رضا کو سلفی رجحان کے حوالے سے مورد مطالعہ قرار دیتا ہے (1) حالانکہ یہ ترکیب واضح خطاء ہے کیونکہ اسلامی روایت پسند رجحان یقینا جدت پسند رجحان سے دور ہوکر حتی قدامت پسندی کی طرف مائل ہوجاتاہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جدت پسند لوگ عصر جدید کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی مفاہیم کی اصلاح اور ان تقاضوں سے ہم آہنگی کے درپے تھے جبکہ روایتی اسلام پسند سختی سے اسلامی روایات کے پابند تھے اور مغربی تہذیب کی ثقافتی اور سیاسی پیشقدمی کے خلاف حساسیت رکھتے تھے_ مجید خدوّری بالکل صحیح انداز سے رشید رضا کو روایت پسند رجحان کی حدود میں جن کو جدیدیت کی چمك دمك دی گئي ہے ،محور تجزیہ قرار دیتے ہیں اگر چہ رشید رضا بظاہر جدت پسند ہیں لیکن اندورنی طور پر انکا روایت پسند رجحان سے تعلق واضح تھا_
رشید رضا کی سلفی روش نے انہیں احادیث پر توجہ میں افراط کی حد تك بڑھادیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت پسند رجحان رکھتے تھے جس نے انہیں وسیع النظر نہ ہونے دیا ،اسی لیے وہ سید جمال کے اتحاد و وحدت پر مبنی نظریا ت سے بھی دور ہوگئے اور انکی شیعہ مسلك کے بارے میں معاندانہ روش شیعوں کے بارے مینسلفی دشمنی کی یاد دلاتی ہے_
---

1)برایر دکمجیان ، جنبش ہای اسلامی معاصر، ترجمہ حمید احمدي، کیہان 1370 ص 33_

315
بہرحال رشید رضا کے روایت پسند سیاسی نظریات میں قانون کی حکومت ،آزادی اوران شرائط پر تاکید نہ تھی کہ جن پر طہطاوی اور سید جمال نے اپنے جدت پسندرحجان کی بناپربہت زیادہ زور دیا تھا بلکہ وہ اس اسلامی نظام کو دائرہ عمل میں لانے کے درپے تھے کہ جو صدر اسلام کے تخیل پسند عناصر پر استوار تھا جو ہر قسم کے دنیاوی رحجانات، قومی اور مسلکی تعصب سے پاك تھے (1)
رشید رضا کے نظریہ کے مطابق مغرب والوں نے ترقی کے مراحل کو طے کرنے کیلئے اسلامی اصولوں پر عمل کیا جبکہ خود مسلمانوں نے ان اصولوں کو چھوڑدیا ہے_ اگر چہ رشید رضا نے اپنے روایت پسند رحجان کی طرف بڑھنے مینمغرب والوں کو موردبحث قرار نہیں دیا بلکہ انکے افکار کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل مغرب کی نسبت معاندانہ انداز رکھتے تھے اور ان میں مسلمان تمدن پسند اور عرب تمدن پسند رحجان والوں کی طرح کی روشن بینی کا فقدان تھا(2)_
حسن حنفی رشید رضا کی فعالیت کا خلاصہ یونبیان کرتے ہینکہ رشید رضا نے اصلاح پسند ، جدت پسند اور ترقی طلب افکار میں ایك عمر گذارنے کے بعد طہطاوي، سید جمال اور عبدہ جیسے رہنماؤں کی تاثیر سے رہائي پاتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب کے دامن میں پناہ لي_ جس نے انہیں ابن قیم جو زیہ اور ابن تیمیہ اور پھر احمد بن حنبل تك پہنچایا_ جسکی بناء پر رشیدرضا نے بجائے اسکے کہ جدید دور کے ماڈرن اصولوں کی طرف رحجان اور عصر حاضر کی تبدیلیوں کے ساتھ مطابقت کی بجائے کے مغرب سے جنگ و یلغار کو ترجیح دی _(3)
د) اسلامی اصول پسند رحجان:جاك برك جو اسلامی اصول پسند رحجان کے بارے میں جو تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں اس مینوہ بیسویں صدی میں اسلامی ممالك کی طرف سے سائنسی ترقی کے حامل موجودہ
---

1) مجید خدوری ، سابقہ حوالہ ،ص 30، 9_ 78،محمد رشید رضا، السنة و الشیعة ، قاہرة ، ص 59_54 و 79، حمید عنایت، سابقہ حوالہ ،ص 97_
2) Albert Hourani، Arabic Thoagh in the Liberal Ages Oxford University Press، in 1962، p 239
3) حسن الحنفي، سابقہ حوالہ ،ص 42_

316
زمانے اورتمدن کے تقاضوں کے مطابق مناسب ماڈلز پیش کرنے میں ناکامی کو انکے شدت پسند ہونے کی وجہ بتاتے ہیں ،وہ اسلامی معاشروں کے اندر اس رجحان کی اہم ترین علت دروازہ اجتہاد کا بند ہونا اور بدعت سے جنگ کے بہانے اصلاحات کی تحریکونکو کچلنا سمجھتے ہیں (1)
حقیقت میں ان شکستوں کے ساتھ ساتھ اصلاحات کو عملی جامہ پہنانے میں ناکامی نے ایك اندوہناك ٹریجڈی کی شکل میں عربوں کی روح کو آرزدہ کردیا اور انہیں ایك ہٹ دھرم اور معاندانہ رویے کے حامل طبقے اورشدت پسند سیاسی گروہوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے درمیان سرگردان کردیا_
اخوان ا لمسلمین کے بانی حسن البناء اسلامی اصلاح پسند مفکرین کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں کہ: جمال الدین افغانی اسد آبادی مسلمانوں کی موجودہ مشکلات کیلئے ایك پکار اور تنبیہ تھے ،شیخ محمد عبدہ فقط ایك معلم اور فلسفی تھے اور رشید رضا ایك مورخ اور وقایع نگار تھے جبکہ اخوان المسلمین جہاد، تلاش اور کام کا نام ہے نہ کہ محض ایك پیغامبر ہے_ (1)
اخوان المسلمین ایك سیاسی اور مذہبی تحریك ہے کہ جو اسلامی معاشروں میں اساسی تبدیلی کی خواہاں ہے_ اخوان المسلمین کا ایك اساسی عقیدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاشرتی اور سیاسی مسائل کے حل میں اسلام سے بڑھ کر کوئي اور طاقت موجود نہیں ہے(3) یہ عقیدہ حقیقت میں اسلامی اصول پسند رحجان کا محور اور روح ہے_
اگر حسن النباء اخوان المسلمین کے سیاسی رہبر تھے تو سید قطب اور محمد غزالی جیسے افراد اخوان المسلمین کے فکری پہلوکے برجستہ نمایندے تھے_
---

1) سارا شریعتي، بنیاد گرائي و روایتی معقول از چپ اسلامي، روزنامہ ایران شنبہ 81/5/26، ص 8_
2) بہمن آقای و خسرو صفوي، اخوان المسلمین، تہران، نشر رسام، 1365 ،ص 21_
3) حمید عنایت ، سابقہ حوالہ ، ص 107_

کہنا یہ چاہیے اسلامی بیداری کی تحریك میں اوّل سے اب تك تغیر و تبدل کے اس دورانیے میں طہطاوی ، خیرالدین پاشا تیونسي، سید جمال، محمد عبدہ، رشید رضا اور سید قطب بنیادی اور واضح فرق رکھتے ہیں اور ہم جوں جوں آگے بڑھیں تومبارزہ اور جہاد کی خصلت شدت اختیار کرتی ہوئي محسوس ہوتی ہے اور غربی ثقافت سے اقتباس کے رحجان سے جدا ہوجاتی ہے ،سید قطب کے نظریات اسی اصول پسند اور جہادی رحجان کو بیان کرتے ہیں:
سید قطب عصر حاضر میں موجود تمام معاشروں کو جاہلیت سے تعبیر کرتے ہیں اور یورپی معاشروں کو ماڈرن جاہلیت کے عروج سے تعبیر کرتے ہیں یہیں سے ا نکے افکار کا گذشتہ اسلام پسند مفکریں کے نظریات سے اساسی فرق سامنے آتا ہے کہ جو یورپ کی برتر ی اور ترقی یافتہ تہذیب کو قبول کرتے تھے_ سید قطب نے کلمات" ترقي" اور "پسماندگی " کی از سر نوتعریف کی اور ترقی کیلئے جدید معیار اور ضابطوں سے آگاہ کیا_
سید قطب اس بات پر تاکید کرتے تھے کہ ترقی یافتہ معاشرہ و ہ معاشرہ نہیں ہے کہ جو مادی ایجادات میں سب سے بلند ہو بلکہ وہ معاشرہ ترقی یافتہ ہے کہ جو اخلاقی برتری کو آشکار کرے ،وہ معاشرہ جو علم و فن میں عروج پر ہے لیکن اخلاقیات میں پست ہے وہ ایك پسماندہ معاشرہ ہے جبکہ وہ معاشرہ جو کہ اخلاقیات میں سب سے بلند ہے اگر چہ علم اور مادی ایجادات میں پیچھے ہے وہ ترقی یافتہ معاشرہ ہے_(1)
امام خمینی (رہ) کی تحریك اسلامی اصول پسند رحجان کا عروج شمار ہوتی ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران کی تشکیل کی صورت میں امام کی کامیابی سے متاثر ہو کرپوری دنیا میں اسلامی تحریکوں نے قوت پکڑلي_ امام خمینی کا تفکراورنظریہ در حقیقت جداگانہ تشخص اور جدیدیت کا امتزاج تھا جبکہ اسلامی بیداری کی تحریك کے گذشتہ قائدین مثلا سید جمال ترقی اور جدت کے در پے تھے اور بعض جداگانہ اسلامی تشخص پر زور دیتے تھے ،امام
---

1) سید قطب، معالم فی الطریق، دارالمشرق، بیروت ، قاہرہ ، 198، ص 116، 117، 61_ 60 دو رہیافت متفاوت، درجریان بازگشت بہ اسلام در جہان عرب _ ترجمہ دکتر سید احمد موثقی ، فصلنامہ علوم سیاسی ش 12، ص 274_

خمینی (رہ) جسطرح کہ جداگانہ اسلامی تشخص کو زندہ کرنے کے در پے تھے جدیدیت اور ترقی بھی انکی بحث و گفتگو میں ایك خاص مقام کی حامل تھي_ ایسی ترقی کہ جو اسلامی تشخص کی حد بندی میں تعریف ہوتی ہو_ امام کا سیاسی نظریہ صرف اسلامی قالب اور صورت میں پیش کیا گیا تھا اسی وجہ سے عالم اسلام میں اسلام پسند تنظیموں اور تحریکوں مینامام خمینی نے ایك خاص مقام اور ممتاز حیثیت پائي_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایران میں امام خمینی کی رہبری میں اسلامی انقلاب عالم اسلام میں بہت سی اسلامی تحریکوں کے وجود میں آنے اور بعض کی تقویت کا باعث بنا_
قوم پرستي، نیشنلزم اور لائیسزم کے زوال سے دنیائے اسلام میں اسلام پسندوں کو قوت بڑھانے کا موقع ملا_ اسلامی انقلاب اور امام خمینی (رہ) کے افکار نے بھی انہیں بہت متاثر کیا ،عرب دنیا میں اسلامی بیداری کی تحریك کے قائدین میں سیدقطب کے افکار کسی حد تك امام (رہ) کے نظریات کے قریب تھے_ آیت اللہ خمینی (رہ) اور سیدقطب دونوں کی نظر مینتمام مسائل کا حل اسلام کی فہم اور سمجھ بوجھ میں تھا_ اور دونوں دنیا کو تقابل کی صورت میں یعنی "ہم "اور "وہ "کی صورت میں ملاحظہ کرتے تھے_ آیت اللہ خمینی(رہ) نے اس تقابل کے دونوں کناروں کو "مستکبر "اور " مستضعف" سے تعبیر کیا جبکہ سید قطب نے انہیں جاہلیت اور اسلام سے تعبیر کیا_ دونوں نے دنیا کے وہ مقامات جہاں اسلامی نظام حکومت موجود نہیں ہے (ہم یہاں یہ بھی اضافہ کرینگے کہ وہ جگہ جہاں دینی طور و اطوار رائج نہیں ہے) وہ جاہلیت اور استکبار کا مقام ہے_(2)
امام اور سید قطب جیسے مفکرین کی نظر میں اسلام دین بھی ہے اور حکومت بھی ،لہذا مغرب کی اقدار اور رویّے اسلامی اقدار سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتے_
---

1) بابی سعید، براس بنیادین، ص 105، 109 نیز:
،International University Press ،Miami: Florida ،The Iranian Revolution: Its Global ،JohnL. Esposito .pp. 12-13
2) فرہنگ رجالي، پدیدہ جہانی شدن وضعیت بشری و تمدن اطلاعاتي، ترجمہ عبدالحسین آذرنگ نشر آگاہ ، 1380، ص 69_

2_ ایران میں اسلامی بیداري

تاریخ ایران میں آخری دوصدیاں سیاسي، اقتصادي، معاشرتی اور دینی سطح پر مختلف تغیرات اور تبدیلیوں کی بناپر_اہم ادوار میں سے شمار ہوتی ہیں یہ دور کہ جسے " تاریخ معاصر ایران" کے عنوان سے شہرت حاصل ہوئي ایران میں قاجاریہ سلسلہ حکومت کے آغاز سے شروع ہوا_
ایسی حالت میں جبکہ قاجار خاندان مملکت ایران پر پرانے رسم و رواج کے تحت بغیر لوگوں کی رائے اور شراکت کے اپنی آخری قبایلی حکومت کو مستحکم کرنے میں لگے ہوئے تھے دنیا کے ایك اورکو نے میں فرانس کا عظیم انقلاب آچکا تھااور وہ لوگ نئے افکار اور نظام سے لوگوں کو متعارف کروا رہے تھے ،جسکی سب سے اہم خصوصیت سیاسی طاقت کی مرکزیت ایك فرد کی آمرانہ حکومت کے نظام سے ہٹاتے ہوئے جمہوریت اور ڈیموکریسی کی صورت مینلانا تھا_
اس حساس دور میں قاجاری ایك دھائي تك تخت و تاج پر قبضہ کرنے کی کشمکش کے بعد بھی کوئي نیا نظام سامنے نہ لاسکے بلکہ انہوں نے اسی انداز سے اپنی مرضی اور ارادہ کو ان حالات پر مسلط کیا اور حکومتی عہدوں کو اپنے افراد میں تقسیم کردیا اور حکومت اسی طرح بادشاہی نظام میں آمرانہ بنیادوں پر جاری رہي_ (1) اقتصادی حوالے سے حکومت سابقہ ادوار کی مانند سب سے بڑی حیثیت کی مالك تھی ،لوگوں کی اقتصادی اور معاشرتی زندگی کی باگ دوڑ حکومت کے پاس تھی اوردر آمدات کے ذخائر میں بادشاہ لا محدود حقوق کامالك تھا اسی طرح اسکے زیر حکومت سرزمین کے افراد کی جان و مال سب عملی طور پر اسکی مرضی اور منشاکے تحت تھے_(2)
ایران یورپ سے اگر چہ دور تھا جو طاقتور ممالك کی رقابتوں کا مرکز تھا لیکن انگریزوں کے ما تحت ہندوستان کی ہمسایگی کی وجہ سے اور یہ کہ ایران ہندوستان پر تسلط کیلئے بہترین تزویری محل وقوع کا حامل
---

1) ویلم فلور، جستاربایی از تاریخ اجتماعی ایران در عصر قاجار، ترجمہ ابوالقاسم سری تہران، توس، ج 2 ، ص 20_
2) احمد سیف، اقتصاد ایران در قرن نوزدہم ، تہران ، نشر چشمہ 1373، ص 49_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھا (وہ ہندوستان جودنیا میں انگلستان کی سیاست ، اقتصاد اور طاقت کا سرچشمہ تھا) فتح علی شاہ قاجار کے زمانہ سے ایکدم استعماری ممالك کی توجہ کا مرکزبن گیا_ دیگر ممالك سے ایران کے خارجہ تعلقات کے سلسلے میںنہ چاہتے ہوئے بھی کسی طرح سے روس، فرانس اور انگلستان بھی داخل ہوگئے اورایرانی حکومت اور معاشرتی نظام میں کمزوریوں کے باعث ان ممالك سے روابط غیر متوازن ہوگئے کہ جسکا نتیجہ استعماری معاہدونکو مسلط کرنا اور مملکت ایران کے شمال اور مشرق میں اہم علاقوں کا اس سے جدا ہونے کی صورت میں نکلا_
بڑی طاقتوں بالخصوص روس اور انگلینڈ کے مقابلے میںایران کی شکست سے بتدریج سب سے پہلے مروجہ سیاسی نظام اور پھر معاشرتی سطح پر غیر رسمی نظام میں اہم تبدیلیاں پیدا ہوئیں ،یہ اہم تبدیلیاں مندرجہ ذیل ہیں :اصلاحات کا حتمی طور پر عسکری اور صنعتی شعبوں میں جاری ہونا اور پھر دیگر شعبونبالخصوص سیاسی سطح پر جاری ہونا ،اسی طرح اسلام اور دین کی اساس کی حفاظت کیلئے اسلامی بیداری کے احساسات کا ظاہر ہونا اور اندرونی آمریت کامقابلہ کیا جانا اور غیر ملکی استعمارگروں سے سامنا کی صورت میں قاعدہ "نفی سبیل "کا استعمال میں لانا ... ہمارا اس تحریر مینہدف یہ ہے کہ تاریخ معاصر ایران میں اسلامی بیداری اور اسکے نشیب و فراز کا تجزیہ کیا جائے_
قاجاری حکومت کے اوائل میں ایرانی معاشرہ میں مذہبی قوتوں بالخصوص مراجع تقلید کا ہمیشہ کیلئے مذہبی قائدین کے عنوان سے سامنے آنے کے اسباب فراہم ہوچکے تھے نیز شیعہ علمی و دینی مراکزمیں اہم تبدیلی رونما ہوچکی تھی ، یہ تبدیلی مجتہدین کی محدثین پر فتح با الفاظ دیگر اجتہادی اور اصولی روش کا حدیثی اور اخباری روش پر غلبہ تھا(1)
اجتہادی مکتب کو زندہ کرنے کے لیے وحید بہبہانی کی کوششوں کی اہمیت یہ تھی کہ انہوں نے ایسے شاگردوں کی تربیت کی کہ جنہوں نے ا سلامی بیداری کی تحریك میں اہم کردار ادا کیا_ مثلا کاشف الغطاء ملا مہدی اور ملا احمد نراقي_ (2)

---

1) آقا احمد کرمانشاہي، مرآت الاحوال جہانما، بہ تصحیح و اہتمام علی دوانی ، تہران ، مرکز اسناد انقلاب اسلامی ، 1375، ص 110_
2) روح اللہ حسنیان ، چہارده قرن تلاش شیعہ برای ماندن و توسعہ، تہران، مرکز اسناد انقلاب اسلامي، ج دوم 1382، ص 195_ 194_

321 متعدد تالیفات اور بنیادی امور جنہیں اسلامی بیداری اور اصولی مکتب کے فکری مقدمات کی حیثیت حاصل تھی _ طے کرنے کے بعد عملی مرحلہ شروع ہوا اس زمانہ میں شیعہ علماء کو " بیرونی استعمار " کے عنصر کا سامنا کرنا پڑا_
علماء نے ان بیرونی تسلط پسندوں کے مد مقابل فقہی قانون" نفی سبیل" کا سہارا لیتے ہوئے محاذقائم کیا_ اس فقہی قانوں کی اساس یہ قرآنی آیت ہے" لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلاً" (1) یہ آیت مسلمانوں پر کفار کے تسلط کی نفی کر رہی ہے_ جدید شیعہ انقلابی نظریہ میں ایسی تعابیرکہ جو آرام و سکون اور تسلیم و پسپائي کی طرف دعوت دیتی تھیں انہیں ترك کردیا گیا اور انکی جگہ مبارزانہ اور انقلاب پسند جذبات نے لے لي_ (2)
فتحعلی شاہ قاجار کے زمانہ میں ایران اور روس کے درمیان جنگوں میں ایران کی شکست کے بعد روس کا ایران کے ایك وسیع علاقہ پر قابض ہونے پر اصول پسند علماء کی طرف رد عمل کا اظہار تاریخ معاصر ایران میں اصولی علماء کی طرف سے پہلی عملی مد اخلت شمار ہوتی ہے_
علماء نے روس کے ساتھ جنگ کوجہاد کا عنوان دیا_ کہا جاتا ہے کہ ایران و روس کے درمیان جنگوں سے قبل بھی جہاد کے افکار ایرانی معاشرہ میں موجود تھے ایران کے ساتھ دفاعی قرار دادوں کے باوجود انگریزوں اور فرانسیسیوں کا ایران پر روس کے حملے کے دوران ایران کی حمایت نہ کرنا اور روس سے ایران کی شکست کے بعد حکومت قاجاریہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ مسلمانوں کی سرزمین سے روسی افواج کو دھکیلنے کے لیے علماء شیعہ کی مدد لیے بغیر چارہ نہیں ہے ،میرزا عیسی فراہانی کہ جسے قائم مقام اول کا لقب دیاگیا تھا نے اس مسئلہ میں فتوی حاصل کرنے کیلئے علماء کی حمایت اور تعاون حاصل کرنے کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی ،کچھ مدت کے بعد مقدس مقامات ا ور ایران کے دوسرے شہروں سے بہت سے فتاوی اور جہادی رسالے سامنے آنے لگے جو

---

1) نساء ،آیت 141_
2) یداللہ ہنری لطیف پور ، فرہنگ سیاسی شیعہ و انقلاب اسلامي، تہران، مرکز اسناد انقلاب اسلامی ،ج 2، ص 107_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سب روسی کفار کے مقابلے میں جہاد کے وجوب پر تاکید کرتے تھے میرزا عیسی قائم مقام نے ان سب کو جمع کرنے کے بعد "جہادیہ "کے عنوان سے انکی اشاعت کي_(1)
علماء شیعہ کی طرف سے فوری رد عمل بتارہا تھا کہ اصولی مکتب کے علماء کا اسلامی بیداری کے احساسات کو زندہ کرنے میں میلان اور سیاست میں انکی مداخلت ہر روز بڑھ رہی تھی ،کم از کم ایران و روس میں جنگوں کے دوسرے دور تك فتحعلی شاہ کی مذہبی سیاست یعنی علماء حضرات کی حمایت و تعاون کا حصول اور انہیں ایرانی معاشرے میں کردار اداکرنے کی دعوت اس طبقے (علما) کے معاشرے میں بھر پور مقام کا باعث بني_(2)
ایران و روس میں جنگوں کے پہلے دور مینمذہبی قوتوں سے زیادہ تعاون حاصل نہیں کیا گیا تھا لیکن یہ بات واضح ہوگئي تھی کہ یہ مذہبی طبقہ مسلمان مملکت کے دفاع میں اہم موثر کردار ادا کرسکتا ہے_ البتہ فقط علماء کا کردار و عمل مکمل کامیابی کی ضمانت نہیں تھا بلکہ اس طبقہ کی سعی اس وقت نتیجہ خیز تھی کہ جب جنگ کے حوالے سے تمام متعلقہ ادارے اور شعبے اپنی ذمہ داریوں پر درست عمل کرتے _ ایران و روس کی پہلی اور دوسری جنگ کے درمیانی فاصلہ میں کئي ایسے مسائل پیدا ہوئے کہ جنکی بناء پر اصولی علماء دوبارہ میدان جنگ میں روسیوں کے مد مقابل آگئے_ گریبایدوف کا قتل جو کہ بظاہر لوگوں کے مذہبی رد عمل کا نتیجہ تھا اورروس کے زیر تسلط سرزمینوں میں شیعہ و سنی علماء کے زیر قیادت اسی قیام کا تسلسل مثلا قاضی ملا محمد کا شیعہ و سنی اتحاد کے نعرے کے ساتھ 1248 قمری تك قیام اور شیخ شامل داغستانی کا 1292 قمری تك کا قیام و غیرہ یہ سب در حقیقت وہی اسلامی بیداری کاہی تسلسل تھا(3)

---

1) میرزا عیسی قائم مقام فرابانی ، احکام الجہاد و اسباب الرّشاد ،باسعی غلام حسین زرگری ناد، تہران، قبعہ ،ص 6_75_
2) حامد الگار،دین و دولت در ایران، ترجمہ ابوالقاسم سرّي، تہران، توس، ج 2 ، ص 97_ 87 _
3) حسین آبادیان ، روایت ایرانی جنگہای ایران و روس ، تہران ، مرکز اسناد و تاریخ دیپلماسی ،ص 110_

1343 قمری میں ایران وروس کے درمیان جنگوں کے اختتام سے لیکر تنباکو کی تحریك تك کے درمیانی عرصہ میں احیاء شدہ نظر و فکر اور اسلامی بیداری کی تحریك بظاہر سست اور ٹھہراؤ کا شکار ہوگئي _ لیکن ان سب کے باوجود ایرانی شیعوں کی اپنی شیعہ تہذیب کے مفاہیم اورتعلیمات کے بارے میں فہم میں ٹھہراؤ نہ رہا بلکہ وہ روز بروز تغییر و تبدیلی محسوس کر رہے تھے_ اسکی سب سے بڑی مثال اصفہان میں اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم سید محمد باقر شفتی کی روز بروز محمد شاہ کی حکومت سے بڑھتی ہوتی مخالفت تھی انہوں نے زندگی کے آخری لمحات تك محمد شاہ کی حکومت پر اعتماد نہیں کیا تھا_مرکزی حکومت سے یہ ٹکراؤ بتاتا ہے کہ اجتہادی مکتب کسی صورت میں بھی بادشاہت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے_(1)
اجتہاد ی مکتب کے محور پرشیعہ عقائد کے ارتقا کا سفر بیداری کی تحریك کی پیشرفت میں بہت زیادہ اثرات کا حامل تھا_ اگر چہ ایران و ورس کی جنگوں سے لیکر تنباکو کی تحریك تك کے درمیانی عرصہ میں ہم دینی قوتوں میں ٹھہراؤ اور سکون کی کیفیت کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن یہ ظاہری کیفیت ہے باطن میں اصلاح طلب اور دینی فکر کے احیاء کی یہ تحریك آئندہ اقدامات کیلئے تیاری کے مراحل سے گزرہی تھي_ کیونکہ اس تیاری کے بغیر وہ بعد والے مسائل مثلا تنباکو کی تحریك اور مشروطیت پسندی اوردیگر مسائل میں وسیع پیمانے پر سیاسی معاشرتی اور مذہبی یعنی تمام جوانب سے تحریك اور جوش و خروش نہیں پیدا کرسکتی تھي_
اس درمیانی دور میں اجتہادی مکتب کے ٹھہراؤ اور جمود کی ایك وجہ اندرونی اور بیرونی مخالفین کا رد عمل بھی تھا یہ رد عمل صوفیت ، بابیت، شیخیت اور اخباری رحجان جیسے باطل اور فاسد مکاتب کی ترویج کی صورت میں ظاہر ہوا ،ان سب مسائل اور تحریکوں کے پس پردہ استعمار بالخصوص انگریزوں کے خفیہ ہاتھ اپنا کام دکھا رہے تھے نیز اجتہادی مکتب کی ترقی کی راہ میں ایك اور رکاوٹ لادینی اور الحادی افکار و عقاید کی نشر و اشاعت تھی با بالفاظ دیگر سکولاریزم اور فری میسن (freemason) کی وسیع پیمانہ پر ترویج تھي_

---

1) اندیشہ دینی و جنبش ضد ریم در ایران، تہران ،موسسہ مطالعات تاریخ معاصر ایران ،ص 45_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس دور میں دینی قوتوں کی ایك ذمہ داری " قاعدہ نفی سبیل" کی بناء پر استعمار سے جنگ اور فرقہ سازی کا مقابلہ کرنا تھا_ کیونکہ استعماری پالیسیوننے شیعوں کے درمیان تفرقہ اور انتشارڈالنے کیلے فرقہ سازی کی مہم شروع کردی تھی مثلا صوفی مسلك شیخ احمد احسایی کے شاگرد سید کاظم رشتی کے ذریعے شیخی فرقہ کا بنانا اور سید کاظم رشتی کے شاگرد علی محمد باب کے ذریعے فرقہ بابیہ کا بنایا جایا اسی استعماری اہداف کی تکمیل تھی _ یہ فرقہ بابیہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دو شاخوں ازلیہ (یحیی صبح ازل کے پیروکاروں) اور بہائیہ (میرزا حسینعلی بہاء کے پیروکاروں) میں تقسیم ہوا روسی استعمار نے ازلیہ اور انگلستان کے استعمار نے بہائیہ کی حمایت کی اور ان فرقوں کو اپنے آغوش میں پرورش دی اور ا نکی نشر و اشاعت کا انتظام کیا_(1)

اگر چہ حاجی میرزا آقاسی کی صدارت کے دور میں صوفیوں کے امور کی طرف جھکاؤ نظر آیااورمحمد شاہ قاجار نے بھی اس پر اپنی رضامندی دکھائي تھی _ لیکن میرزا تقی خان امیر کبیر کی صدارت کے دور میں صوفی و درویش مسلك عناصر کو حکومت و سلطنت سے مربوط محافل اور اداروں سے نکال دیا گیا اور بدعات و خرافات کا قلع قمع کیا گیا_ گوشہ نشینی اور خانقاہوں کی رسم ختم کردی گئي_ نیز مذہبی بانفوذ شخصیات مثلا میرزا ابوالقاسم جو کہ امام جمعہ تھے ،کی سفارش قبول کرنے سے پرہیز کیا گیا وہ (امیر کبیر) فقط اس بات پر تاکید کرتے تھے کہ علماء دین دینی اور شرعی امور میں قوت و طاقت سے فعالیت انجام دیں اور دین کو کمزور پڑنے کاموقع نہ دیں لیکن اس سیاست کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ استعمار کی فرقہ سازی اور انہیں نشر و اشاعت دینے والی سیاست کی بھی روك تھام کریں، اس حوالے سے سب سے واضح مثال فتنہ بابیہ کے مقابلے مینانکا علماء کی حمایت کرنا_ قضاوت کے امور میں بھی انھوں نے شرعی اور عرفی قوانین کی ترکیب اور امتزاج کیلئے اقدامات انجام دے اور اقلیتوں کے حقوق اور انکی دینی آزادی کے حوالے سے بھی خاص توجہ کي(2)

---

1) موسی نجفی و موسی فقیہ حقاني، تاریخ تحولات سیاسی ایران، بررسی مؤلفہ ہای دین ، حاکمیت ، مدنیت و تکوین دولت _ ملت در گسترہ بویت ملی ایران ، تہران، موسسہ مطالعات تاریخ معاصر ایران ،ص 119_118_
2) دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ج 10، ذیل امیر کبیر (علی اکبر ولایتي) _

مجموعی طور پر امیرکبیر کی علماء کے کردار کو محدود کرنے والی مذہبی پالیسی نے اسلامی بیداری کی تحریك کی اعانت کی _ انہوں نے دینی میدانوں میں آگاہی اور مختلف امور کے علمی اور عقلانی پہلو کو ترجیح دي، توہمات اور خرافات کا مقابلہ کیا درباری ملاؤں کی فعالیت کو کم کیا، آئمہ جمعہ ،نظام العلماء و سلطان الذاکرین جیسے القاب والے علماء دین کے اختیارات کو کم کیا ان تمام امور کے ساتھ انہوں نے نادانستہ طور پر بتدریج اسلامی بیداری کی تحریك کی حمایت کي_جبکہ میرزا آقا خان نوری کی صدارت کے دور میں معاملہ الٹ ہوگیا درباری ملاؤں اور حکومت کی حامی اور باعتماد مذہبی قوتوں کو فعالیت کا زیادہ موقعہ ملا اور بعض علماء کی نظر مساعدت لینے کیلئے حکومتی وظیفہ بھی مقرر کیا گیا_ (1)

میرزا حسین خان سپہسالار کے دور میں بھی دینی اداروں کو کمزور کیا گیا اسکی مغرب زدہ اصلاحات اور غیر ملکیوں کو امتیازی حیثیت دینا علماء کی مخالفت اور اعتراض کا باعث قرار پایا، سپہسالارکی اصلاحات لانے کی ایك روش یہ تھی کہ ناصر الدین شاہ کو فرنگیوں کے ملك کی طرف سفر کی ترغیب دی جائے تا کہ وہ مغربی ترقی کا مشاہدہ کرے_ چونکہ سپہسالار کی مطلوبہ اصلاحات واضح طور پر مغربی زندگی کے قوانین اور اصولوں کی تقلید پر مبنی تھیں اور بہت سے امور میں تو یہ اصلاحات اسلامی قوانین اور شریعت کی مخالف بھی تھیں اس لیے دینی حلقے اسکے مخالف ہوگئے_

اس مخالفت کی دوسری وجہ انگریزوں کو رویٹر کا اختیار عطا کیا جانا تھا_ علماء دین بالخصوص ملا علی کنی کی نظر کے مطابق حکومت کی جانب سے اغیار کو رعایتیں اور اختیارات دینے سے انکی ایران میں زیادہ سے زیادہ مداخلت کا راستہ ہموار ہوجاتا تھا_(2) ناصر الدین شاہ اور سپہسالار کے فرنگستان سے واپسی سے پہلے یہ اعتراضات سامنے آئے تو انہوں نے بادشاہ سے خط کے ذریعے مطالبہ کیا کہ سپہسالار کو ایران نہ لائے_ یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) حامد الگار ، سابقہ حوالہ ،ص 236_
2) حسین آبادیان، اندیشہ دینی ضد ریم در ایران ، ص 50_ 49_

326

خطوط بادشاہ کو رشت میں موصول ہوئے ناصر الدین شاہ نے مجبوراً سپہسالار کو صدارت سے معزول کیا اور گیلان کا حاکم مقرر کیا اور اسکے بغیر تہران میں داخل ہوا (1) کیونکہ علماء نے بادشاہ کو خبردار کیا تھا کہ سپہسالار کو معزول نہ کرنے کی صورت میں وہ سب ایران سے چلے جائینگے_ بادشاہ نے یہ مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے تہران میں داخل ہونے کے بعد ملا علی کنی کی زیارت کیلئے حاضر ہوا اور مراتب احترام بجالایا تا کہ علماء کی ناراضگی کم ہو ،حاج ملا علی کنی کا سپہسالار سے طرز عمل قاجاریہ دور میں دینی اداروں اور شیعہ علماء کی قاجاری حکومت کے اراکین سے طرز عمل کی تنباکو کی تحریك سے پہلے کی واضح ترین مثال تھی (2)

سپہسالار کے حوالے سے علماء کے سخت طرز عمل کی ایك وجہ یہ بھی تھی کہ سپہسالار عدلیہ کے وزیر کے عنوان سے یہ کوشش کر رہا تھا کہ شرعی قاضی و مرجع کے عہدوں پر مجتہدوں کے انتخاب کا اختیار حکومت کے پاس ہو (3) ملا علی کنی کی قیادت میں دینی قوتوں کے حکومت سے مسلسل ٹکراؤ کی وجہ سے آخر کار ویٹر کی رعایت و اختیار کولغو کردیا گیا_ (4)

حاج ملا علی کنی کو اس زمانہ میں رئیس المجتہدین کا لقب حاصل ہوا تھا وہ ان اقدامات کا مقابلہ کرتے تھے کہ جو دین ، حکومت اور لوگوں کیلئے مضرہوں وہ ایك ماہر دینی سیاست دان کی حیثت سے سیکولر اور دین مخالف روشن فکر حضرات کے افکار اور اقدامات پر گہری نظر رکھتے تھے اور انکا مقابلہ کیا کرتے تھے_ اس زمانہ میں ایسے روشن خیال لوگوں مینسے ملکم خان ناظم الدولہ اور فتحعلی خان آخوند زادہ کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ افراد بھی سپہسالار کے مذہبی پالیسی سازونکی حیثیت سے سیکولر افکار ونظریات پیش کرتے تھے اور اقدامات انجام دیتے تھے_ (5) میرزا ملکم خان کی بہت زیادہ کوشش تھی کہ ایك مذہبی شخصیت کے خول

---

1) احمد کسروی ، تاریخ مشروطہ ایران، ج 1، تہران، امیرکبیر ، ص 10_
2) محسن بہشتی سرشت، نقش علماء در سیاست از مشروطہ تا ا نقراض قاجار، تہران ، پوہشکدہ امام خمینی و انقلاب اسلامي، ص 81_ 77_
3) صادق زیبا کلام، سنت و مدرنیتہ، ریشہ یابی علل ناکامی اصلاحات و نوسازی سیاسی در ایران عصر قاجار ، تہران ، ص 294_ 293_
4) موسی نجفی ، تعامل دیانت و سیاست در ایران، موسسہ مطالعات تاریخ معاصر ایران ص 100_ 89 ،ابراہیم تیموری ، عصر بی خیری با تاریخ امتیازات در ایران، تہران، ج جہاد ، ص 112_ 108_
5) عبدالہادی حائري، تشیع و مشروطیت در ایران و نقش ایرانیان مقیم عراق، تہران، امیرکبیر چ دوم، ص 47 _ 40 ، 29 _ 26_

327

میں رہتے ہوئے اپنے جدت پر مبنی اہداف کو پیش کرے وہ عقائد اور فکری بنیادوں کے حوالے سے مغربی مادی مکاتب کامعتقد تھا _ اگر وہ ان کو پنہان رکھتا تھا تو یہ سب مصلحت اندیشی کی بناء پر تھا چونکہ اس کے یہ عقائد اور اہداف ظاہر ہونے کی صورت میں وہ مسلمان معاشرہ سے دھتکار دیا جاتا _

وہ 1289 قمری میں تفلیس میں قیام کے دوران اپنی اخوند زادہ کے ساتھ گفتگو میں دین کو عقل کی نابودی ، نقل کو عقل پر ترجیح دینے اور عقل کے محبوس ہونے کا سبب سمجھتا تھا _ یا اس نے لندن میں کسی مسئلہ میں " ایرانی مدنیت " کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے واضح کیا ہ وہ اپنے جدت پر مبنی نظریہ اور غربی تہذیب کے اقتباس کو دینی لفافہ میں ڈال کر پیش کرے گا کیونکہ وہ اسی راہ کو فقط مسلمانوں کی ترقی کی ضمانت سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کو فقط یہی بتایا جائے کہ مغربی ترقی کی اساس اسلامی اصولوں کے منبع سے لی گئي ہے اورمسلمان اس مغربی تہذیب میں ڈھل کر اپنے آپ کو اور جوانکا سرمایہ تھا اسے پھرپالیں گے _(1)

بعض لوگوں نے ملکم خان کے متضاد اقوال اور کردار کی بناء پر اسے دورو اور منافق سے تعبیر کیاہے_ اور وہ اسکی موقع پرستی اور خودغرضی جیسی خصلتوں کی مذمت کرتے ہیں _ میرزا ملکم خان ایران میں سب سے پہلا فری میسن تھا جس نے اس ادارہ کو تشکیل دیا (2) لا تاری کے اختیارات عطا کرنے والے مسئلہ میں ملکم خان کی مالی اور سیاسی خیانت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

و رسوائي اپنے عروج كو پہنچى ،اس زمانہ ميں بعض كم فہم لوگ ان تمام دلائل كے باوجود اسكے دعووں كا فريب كھائے ہوئے تھے ليكن حاج ملا على اسكا اصل چہرہ پہچان چكے تھے لہذا انہوں نے ناصر الدين شاہ كو اپنے ايك خط ميں ملكم كے فرى ميسن ہونے اور اس كے عقائد كے خطرات سے آگاہ كرتے ہوئے اسكے وہاں سے نكالے جانے پر زور ديا(1)
1306 قمرى ميں ناصرالدين شاہ نے فرنگ كى طر ف اپنے تيسرے سفر كے ضمن ميں سگر يٹ اور تمباكو كي
---

1) حجت الله اصيل، زندگى و انديشہ اى ميرزا ملكم خان ناظم الدولہ، تہران ، ص 83 _ 82 _
2) محمد مددپور، سير تفكر معاصر، تجدد و دين زدايى در انديشہ ميرزا ملكم خان ناظم الدولة ، تہران ، ص 37 _ 33_
3) موسى نجفي، سابقہ ماخذ،ص 104 _ 100_

328

صنعت كے اندرونى اور بيرونى معاملات كے حقوق ايك انگريز كمپنى كو عطا كرديے البتہ اس قرار داد پر دستخط 1308 قمرى اور 1890 عيسوى ميں ہوئے _چونكہ اس قرارداد كى رو سے ہزاروں كسانوں ، مزدوروں اور تاجروں كے مفادات اور ايران كا اقتصاد اغيار سے وابستہ ہو گيا تھا اس ليے يہ نقصان دہ ترين قرار دادوں ميں سے شمار ہوتى تھي_ نيز اس قرارداد كے ضمن ميں علماء كے مقام اوركردار كو ملحوظ خاطر نہ ركھا گيا تھا_
ليكن كچھ عرصہ ہى نہ گذرا تھا كہ شيعہ علماء اور تجار نے متحد ہو كر اس قرار داد كى مخالفت ميں قيام كيا_ علماء نے اس ليے قيام كيا كہ انكے تجزيہ كے مطابق يہ قرارداد ايك غير ملك كے اسلامى مملكت كے ايك حصہ پر تسلط اور قبضہ كا وسيلہ تھى اور اس سے دينى اہداف اور اسلامى معاشرہ كا دينى تشخص خطرہ ميں پڑرہاتھا جبكہ تاجروں كى مخالفت كى وجہ انكے اقتصادى مفادات كو بہت بڑا ضرر پہنچ رہا تھا لذا يہ سب مخالفت مينا‌ٹھ كھڑے ہوئے_ انگريزوں كا ايران ميں ايك بڑى تعداد كے ساتھ داخل ہونا اور انكے افعال و كردار اور اقدامات كا لوگوں كے عقائد و تہذيب كے منافى ہونے كى وجہ سے اس كمپنى كى مخالفت روز بروز بڑھتى گى اور بتدريج علماء كى قيادت ميں ايك بہت بڑے احتجاج كى شكل اختيار كر گئي_(1)
بيدارى كى اس تحريك ميں علماء شيعہ اور دينى قوتوں كو ايك تاريخى موقعہ ملاتا كہ ثابت كريں كہ وہ لوگوں كو ساتھ ملا كر اندرونى آمريت اور بيرونى استعمار پر غلبہ پا سكتے ميں اور ميرزا شيرازى كے تنباكو كى حرمت پر تاريخى فتوى سے واقعا ايسا ہى ہوا اورعلماء كو دونوں ہى اہداف حاصل ہوگئے ،حكومت نے اس وسيع احتجاجى تحريك كے سامنے پسپائي اختيار كى اور اس قراداد كو ختم كرنے كا اعلان كرديا_ ملا محمدعلى هيد جى كے رسالہ "دخانيہ "كى تحرير كے مطابق ميرزا شيرازى كے حكم كى پہلے نصف روز تك ايك لاكھ كاپيوں كى تقسيم نے ايرانيوں اور غير ملكوں كو حيرت ميں ڈال ديا_ هيدجى تحرير كرتے ہيں كہ يہاں تك كہ ناصرالدين شاہ كى بيگمات اور نوكروں نے سگريٹ اور تنباكو استعمال كرنا چھوڑديا، كوئي بھى كسى سڑك پر تنباكو استعمال كرتا ہوا يا خريد
---

1) حسين آباديان ، سابقہ ماخذ، ص 80 _ 71_

329

و فروخت كرتا ہوا نہيں ديكھا گيا بلكہ مشہور تھا كہ عيسائيوں اور يہوديوں نے بھى اس حرمت شرعى كا خيال ركھا(1)
اہم نكتہ يہاں يہ ہے كہ علماء اور لوگوں كے باہمى جوش و خروش پر مشتمل اس تحريك كا روح روانظريہ يہ تھا كہ موجودہ حكام كى حكومت كے كچھ حد تك جواز كى شرط يہ ہے كہ وہ مملكت ايران كى تمام زمينى سر حدوں اور لوگوں كے دينى عقائد و نظريات كى نگہبان ہو، ا س چيز نے شيعہ سياسى نظريہ كى اساس كو تشكيل دے ديا تھا اور اس نظريہ كے مطابق سلاطين اور بادشاہوں كى حكومت و طاقت اصل ميں غير شرعى اور ناجائز ہے سوائے اس كے كہ وہ نظم و ضبط پر كنٹرول كرے_
دوسرا نكتہ يہ تھا كہ اس دور ميں شيعہ مسلك لوگوں كے اتحاد اور فكرى يكجہتى ميں ايك اہم عنصر كى صورت ميں ابھرا_ اس تحريك سے يقينا ثابت ہو چكا تھا كہ قاجارى بادشاہ اب بھرپور انداز سے حكومت چلانے كى طاقت نہيں ركھتا اور كسى صورت ميں بھى بادشاہ كى حكومت و طاقت ميں عنوان الوہيت موجود نہيں ہے ،آخرى نكتہ يہ ہے كہ اس بڑى آزمائشے كى

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گھڑیوں میں لوگوں کو بیدار کرنے سے مراجع اور مجتہدین کی سیاسی اہمیت ثابت ہوچکی تھی اور اس مسئلہ کے بعد نجف میں مقیم ایرانی مجتہدین اور مراجع ، مشروطہ کی تحریك کے دوران اور اسکے بعد زیادہ اطمینان کے ساتھ لوگوں کی سیاسی قیادت اور رہبری میناپنا سیاسی کردار ادا کرتے رہے لہذا یہ تنباکو کی تحریك اس مشروطیت کی تحریك کیلئے ایك پیش خیمہ تھی کہ جو تقریباً پندرہ سال کے بعد وجود میں آئي(2)_
شاہ ناصر قاجار کے زمانے میں ایك اور بیداری کی تحریك کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ سیدجمال الدین (افغاني) اسدآبادی کی صورت میں تھي_ سیدجمال ایران میں کچھ حد تك اسلامی علوم حاصل کرنے کے بعد نجف کی طرف روانہ ہوئے_ وہاں انکے تعلیمی اور ضروریات زندگی کے اخراجات شیخ مرتضی انصاری نے اپنے ذمہ لیے_ سید جمال نے نجف میں چار سال تك تعلیم حاصل کی (3) سید جمال کی سب سے بڑي
---

1) محمد علی هیدجي، رسالہ دخانیہ ،علی اکبرولایتی کی سعی سے ، تہران ، ص 53، 52_
2) حسین آبادیان، سابقہ ماخذ، ص 192 _ 189_
3) سیدعباس رضوی '' سیدجمال الدین فرزند حوزہ'' سید جمال، جمال حوزہ ، با سعی مصنفین مجلہ حوزہ قم، دفتر تبلیغات اسلامي، ص 229 _ 225_

330

آرزو یہ تھی کہ وہ دینی حوزات اور علماء کے ذریعے ایرانی اور دیگر اسلامی معاشروں اور اقوام کو بیدار کریں _ اسی لیے جب وہ کسی شہر یا ملك میں سفر کے دوران علماء کے استقبال کا محور قرار پاتے توان سے تفصیلی تبادلہ خیال کرتے_(1)
انکی بیداری گر تحریك کا اہم ترین نظریہ اسلامی یکجہتی کا نظریہ تھا وہ کوئي شك و تردید نہیں رکھتے تھے کہ مسلمانوں کے درمیان سب سے مستحکم تعلق دینی تعلق ہے(2) لہذا انکی سب سے اہم فعالیت یہ تھی کہ انہوں نے اسلامی معاشروں اور مسلمانوں کو جداگانہ تشخص بخشا_ انکے نعرے "اسلام کی طرف پلٹنا" ،" قرآن کی طر ف پلٹنا" یا " سلف صالح کی سنت کا احیاء کرنا" یہ سب مسلمانوں کو انکے نئے تشخص سے روشناس کروانے کیلئے تھا_ وہ مسلمانوں کی یکجہتی کا محور قرآن کو سمجھتے تھے_ عروۃ الوثقی میں لکھتے میں کہ میری آرزو یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا سلطان قرآن ہو اور انکی وحدت و یکجہتی کا مرکز ایمان ہو_(3)
سیدجمال تمام مسلمانوں کی یکجہتی کے نظریہ کے ساتھ ساتھ ایران کے حالات اور وہاں بیداری کی ضرورت پر خاص توجہ رکھتے تھے_ میرزا شیرازی کی طرف انکا خط، قاجاری حاکموں کی بے دینی اور اغیار کے اقتصادی تسلط کے خطرات کے خلاف انکی تقریروں کا اسلامی بیداری میں بہت زیادہ کردار ہے_(4)
سیدجمال ایك طویل مدت تك مسلمانوں میں احتجاجی روح پھونکنے کے وجہ سے تحریك مشروطیت میں بہت سا حصہ رکھتے تھے_ نے اعلانیہ ایران کے صدراعظم اور بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اصلاح، آزادي
---

1) سابقہ ماخذ، ص 240 _ 235_
2) غلام حسین زرگری ناد '' کاوشی در اندیشہ ہای سیاسی سیدجمال الدین اسدآبادی ، اندیشہ ہا و مبارزات، با سعی غلامحسین زرگری و رضا رئیس طوسي، تہران، ص 35_
3) حامد اسگار، سابقہ ماخذ، ص 295_
4) سابقہ ماخذ، ص 302_

331

عدالت اور قانون کو مد نظر رکھیں کہ یہ چیز انکی ایران سے ملك بدری کا موجب بني_ وہ بہت سے دوسرے حریت پسندونسے بھی خط و کتابت اور رابطہ رکھتے تھے اور انکی آمریت کے خلاف قیام کرنے پر حوصلہ افزائي کرتے تھے(1)_
مظفرالدین شاہ قاجار جب بادشاہ بنا(1313قمري) تو اس وقت تنباکو کی حرمت کے فتوی کے بعد بظاہر حکومت کے علماء سے تعلقات بہتر ہورہے تھے_ لیکن حکومت کی طرف سے بلجیم ناد (ناز)کو ایرانی کسٹم کے ادارہ کا سربراہ مقرر کرنے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور اسکے ایرانی اور غیر ملکی تجار کے مابین جانبدارانہ سلوك اور عیسائي تجار کو نوازنے کا عمل ایرانی علما اور تجار کے اعتراض کا باعث قرار پایا_ تہران میں مجتہد تفرشي، آیت اللہ میرزا ابوالقاسم طباطبایی اور دیگر شخصیات نے پروگرام بنایا کہ امین السلطان کو بر طرف کیا جائے جو اغیار کو مسلمانوں کے امور پر مسلط کرنے کا سبب تھا بتدریج شیخ فضل اللہ نوری بھی مخالفین کی صفوف میں داخل ہوگئے_ نجف میں سکونت پذیر ایرانی علماء کے ایك گروہ کہ جن میں ملا محمد کاظم خراسانی جیسی علمی شخصیات شامل تھیننے خطوط بھیجتے ہوئے اس مسئلہ پر اپنا اعتراض پیش کیا_ (2) بالاخر 1221 قمری جمادی الثانی میں انہوں نے میرزا علی اصغر خان اتابك امین اسلطان کے مرتدہونے کا اعلان کیا(3) آخر کار بادشاہ کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ امین السلطان کو برطرف کرتے ہوئے اسکی جگہ عین الدولہ کو مقرر کرے_

بتدریج علماء دین کی خود بادشاہ مظفر الدین شاہ سے بھی مخالفت شروع ہوگئي اس مخالفت کے بنیادی اسباب غیر ممالك سے قرضوں کا حصول، فرنگیوں کے ملك کے پر تعیش سفر، اغیار کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ، ملکی صنعتونکا زوال اور اس قسم کے دیگر مسائل تھے_ (4)

---

1) مقصود فراستخواه"سید جمال الدین و نواندیشی دیني" ، تاریخ و فرہنگ معاصر، سال پنجم شمارہ 4،3_ص 212 _ 201_
2) احمد کسروي، سابقہ ماخذ ، ج 1 ، ص 31_ 29_
3) ہاشم محیط مافی ، مقدمات مشروطیت ، مجید تفرشی اور جواد جان خدا کی سعی سے ، تہران ص 74_
4) عبداللہ مستوفی ، شرح زندگانی من یا تاریخ اجتماعی و اداری دورہ قاجار ، ج2، ص 62_61_

لیکن دینی طبقے کی پیدا کردہ بیداری کی لہریں ان مسائل سے کہیں زیادہ و سعت سے پھیل رہی تھیں اس زمانہ میں بیداری کے مراحل واضح طور پر ارتقاء کے مقام کو پار ہے تھے_

مشروطہ کی تحریك میں بیداری اور آگاہی کا ایك وسیلہ اس تحریك کی موافقت یا مخالفت میں شایع ہونے والے جرائد و رسائل تھے_ یہ جرائد و رسائل علماء اور اصولی مکتب سے وابستہ دانشوروں کی سعی سے سامنے آرہے تھے اور انکا بنیادی ہدف یہ تھا کہ لوگ اس تحریك کے تمام پہلوؤنسے آشناہوں او راس تحریك کے اسلامی احکام سے مطابقت اور تضادکو اچھی طرح جان لیں(1)

اس دور میں اسلامی بیداری کی تحریك اور دینی مکتب کیلئے ایك اہم مسئلہ فکری اورعملی میدان زندگی میں مغرب پسندی کی لہرکا سامنا تھا_ ایرانیوں کے مغربی دنیا سے مختلف شعبوں مثلا تجارت ، سیاحت ،تعلیم و غیرہ میں بڑھتے ہوئے تعلقات اور جدید مغربی کلچر کے حامل انسٹیٹیوٹس کا قائم ہونا اور جدید مغربی شہریت کے ضوابط کا رائج ہونا البتہ یہ ضوابط مغربی شہریت کے ظاہری اور اور نمایشی پرت سے لیے گئے تھے ،ان سے دینی نظریات کے احیاء کی تحریك کو بڑھنے میں دشواریاں پیش آنا شروع ہو ئیں اور ساتھ ساتھ علماء کی آراء و افکار میں تناقص و تضاد نے بھی ان دشواریوں کو دو چند کردیا_

محمد علی شاہ کی آمریت کے دور میں نجف میں سکونت پذیرعلماء جو ایران کے سیاسی دباؤ اور گھٹن سے دور تھے، نے ایرانی علماء کی نسبت زیادہ آسانی سے مشروطہ کی تحریك اور حریت پسندی کوجاری رکھاانہوں نے محمد علی شاہ کی آمرانہ حکومت کے حتمی خاتمہ اورکافر روسی سپاہیونکے ایران سے نکلنے پر زور دیا(1)

نجف کے تین بزرگ علماء (تہراني، خراسانی اور مازندراني) نے اپنے ایك خط میں عثمانی حکومت سے

---

1) مزیدمعلومات کیلئے رجوع فرمائیں_ غلام حسین زرگری ناد، رسائل مشروطیت، تہران_حسین آبادیان، مبانی نظری حکومت مشروطہ و مشروعۃ، تہران ، ص 243_132_
2) عبدالہادی حائری ، سابقہ ماخذ، ص 109_

ایران میں محمد علی شاہ کی حکومت کے خاتمہ اور روسیوں کے اخراج کیلئے مدد مانگی اس زمانہ میں عثمانی حکومت اسلامی وحد ت کے نظریہ کی حامی تھي_ البتہ یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ سنی خلیفہ سے مدد مانگنے کی ضرورت اس زمانہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے تقاضوں اور مشکلات کی بناپر محسوس ہوئي ایران کے اندر بھی محمد علی شاہ اور روسی افواج کے خلاف تحریك شروع تھی _نجف کے بزرگ علماء اپنے مقلدین کے ہمراہ ایران کی طرف جہاد کیلئے روانہ ہونے والے تھے_ کہ تحریك مشروطہ کی کامیابی ، اصفہان اور گیلان سے افواج کاتہران میں داخل ہونا اور محمد علی شاہ کے فرار اور روسی سفارت خانہ میں پناہ لینے سے یہ پروگرام ملتوی ہوگیا_(1)

ان سالوں میں علماء کی دوسری تحریك 1329 اور 1330 کے دوران روس کی طرف سے ایران کو الٹی میٹم دینے سے پیدا ہونے والے بحران کے رد عمل کے طور پر سامنے آئي_

دوسرے دور کی قومی پارلمینٹ نے اقتصادی امور کی بہتری کیلئے مورگن شاسٹراور دیگر چار امریکی مشیرونکا تقرر کیا_ وہ ایران آئے اور انہوں نے مالی شعبہ کو اپنے کنٹرول میں لے لیا_ روس اور انگلینڈنے شدت کے ساتھ انکی مخالفت کی روس نے ابتداء میں تو زبانی کلامی پھر 7 ذی الحجہ 1339 کو تحریری طور پر ایران کو الٹی میٹم دیا کہ شاسٹر کو نکال دیا جائے پھر اسکے بعد فوراً ہی ایران کے بعض شمالی علاقوں پر قبضہ کرلیا_ تبریز میں ثقۃالاسلام تبریزی کو پھانسی دي، مشہد میں امام رضا (ع) کے حرم پر گولہ باری کی اور لوگوں کو محصور کرلیا_

سپیکر پارلیمنٹ نے نجف میں موجود آخوند خراسانی اوردیگر علماء کی طرف ٹیلی گراف بھیجتے ہوئے ان سے در خواست کی کہ وہ اسلامی ذمہ داری کے حوالے سے اقدام کریں اس درخواست کے جواب میں علماء نجف نے ایران کی خودمختاری کے دفاع کیلئے اقدامات انجام دیے انہوں نے درسی کلاسوں کی تعطیل کرتے ہوئے جہاد کا اعلان کیا اور لوگوں کو کاظمین میں جمع ہونے کی دعوت دی تا کہ ایران کی طرف روانہ کیا جائے، اسی طرح قبائل کے سرداروں سے بھی مذاکرات ہوئے کہ وہ اپنے مسلح لشکروں سمیت روس کے خلاف جہاد

---

1) سابقہ ماخذ ص 117_110_

میں شرکت کریں اور انہوں نے بھی قبول کیا _ لیکن روانگی سے ایك روز قبل آخوندخراسانی کی وفات سے یہ پروگرام التواء کا شکار ہوگیا _

کچھ مدت کے بعد آیت اللہ عبداللہ مازندرانی کی قیادت میں یہ پروگرام دوبارہ شروع ہوا تیرہ مجتہدین اور علماء کی منتخب انجمن تشکیل پائي اور اس انجمن کی روحانی صدارت (آخوند خراسانی کے فرزند) آقا میرزا مہدی آیت اللہ زادہ خراسانی کے کندھوں پر رکھی گئي بہت سے جہادی فتاوی صادر ہوئے اور مجتہدین نے ملت ایران کو متحد ہوکر دشمن سے مقابلہ کرنے پر زور دیا_ اور ایران کے سرکاری عہدیداروں کو متعدد ٹیلی گراف بھی بھیجے گئے _

علماء کرام اغیار کی یلغارکو ایران کی خود مختاری اور سالمیت کیلئے بہت بڑا خطرہ سمجھتے تھے اس دینی طبقے کی تحریك میں میرزا محمد تقی شیرازی ، سید اسماعیل صدر اور شیخ الشریعہ اصفہانی بھی کاظمین میں علماء کے اجتماع سے پیوست ہوگئے ،اگر چہ کہ وہ مشروطہ حکومت کے زیادہ حامی نہیںتھے لیکن ایرانی حکومت نے اس مسئلہ کے نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء کی ایران کی طرف جہاد کے عنوان سے روانگی کی مخالفت کی اور اس منتخب انجمن سے تقاضا کیا کہ لوگوں کو انکے شہروں کی طرف لوٹا دیا جائے اور جہاد کا پروگرام ملتوی کردیا جائے علماء بھی کاظمین میں تین ماہ کے اجتماع کے بعد نجف اور کربلا کی طرف لوٹ گئے اور یہ تحریك بغیر کسی عملی نتیجے کے ختم ہوگئي_(1)

لیکن اس تحریك سے واضح ہوا کہ شیعہ مرجعیت ایك طاقتور سیاسی طاقت میں تبدیلی ہوچکی ہے اور قلیل مدت میں عوامی گروہوں کوتیار کرسکتی ہے اوریہ مسئلہ شیعوں کے شعور و آگاہی میں ترقی کو ظاہر کرتاہے اور بیداری اور احیاء کی تحریکوں کے مابین ان کے نفوذ کوواضح کرتاہے_

احمد شاہ قاجار کے زمانہ حکومت میں ایرانی معاشرہ کو ایك کمزور حکومت اور بد امنی کے حالات کا سامنا تھا اس غیر مناسب صورت حال میں اصلاحی اور بیداری کی تحریك بھی جمود کا شکار ہوگئي _ اور یہ تحریك جسکی بناء پر

---

1) حسن نظام الدین زادہ ، ہجوم روس و اقدامات رؤسای دین برائے حفظ ایران، بہ کوشش نصر اللہ صالحی تہران ، ص 24_3_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آئندہ سالوں میں رضا خان کی قیادت مینتشکیل پانے والی آمرانہ حکومت سے بچاجا سکتا تھا ایك مستحکم حکومت کے قیام اور امن و امان کی صورت حال کو درست کرنے کے گرماگرم موضوع کے نیچے دب گئي_(1)
البتہ اس دور میں بالخصوص پہلوی حکومت کی تشکیل کے قریب ترین سالوں میں بہت سی اسلامی رنگ و روپ کی حامل تحریکیں اور گروہ وجود میں آئے لیکن یہ بھی ایك مرکزی مستحکم حکومت اور امن و امان کی ضرورت کے مسئلہ کے پیش نظر ختم ہوگئیں ،ان تحریکوں کے کامیاب نہ ہونے کی دوسری وجہ شیعہ مکتب کے بانفوذ علماء اور دینی مراجع کی ان تحریکوں کو سرپرستی کا حاصل نہ ہونا تھی نیز یہ تحریکیں ایك مخصوص اسلامی فکر کی حامل تھیں کہ جنکی بناء پر دینی مراجع و مراکز انکی حمایت نہیں کرسکتے تھے _
اس کے علاوہ یہ گروہ اور تحریکیں وقت کی قلت کی وجہ سے اپنی تحریك اور اس کے صحیح مقاصد سے آگاہ نہ کرسکیں جسکی وجہ سے یہ زیادہ عرصہ نہ چل سکیں اور غیرملکی استعمار نے بھی انہیں ناتوان کرنے میں براہ راست کردار ادا کیا کیونکہ بعض تحریکیں مثلا تحریك جنوب غیر ملکیوں کی ایران میں موجودگی اور تجاوز کے خلاف تھي_
میرزا کوچك خان جنگلی کی قیادت مینتحریك جنگل ان حالات میں وجود میں آئي کہ سرزمین ایران کا گوشہ گوشہ اغیار کے تسلط سے ایران کو آزاد کرنے اور بدامنی کی صورت حال کو ختم کرنے کیلئے انقلابات لانے کیلئے تیار تھا _ میرزا کوچك خان نے تہران میں تنظیم اتحاد اسلام سے رابطہ کرنے اور ان سے بحث و مناظرہ کرنے کے بعد اس ہدف کو پانے کیلئے ایك تحریك شروع کی کہ جب کوئي حکومت اپنی مملکت کو اغیار اور دشمنوں کے تسلط سے آزاد نہ کرسکے تو ملت کا فرض ہے کہ اپنے وطن کو نجات دے _
انہوں نے ایران کے شمالی جنگلوں سے قیام کا آغاز کیا اور یہ قیام شوال 1333 قمری سے لیکر ربیع الثانی 1340 قمری تك جاری رہا _ انہوں نے اپنی سیاسی کاوش کا آغاز مذہبی و روحانی طبقے کی ہمراہی میں کیا ، انقلاب مشروطہ کے دوران اور انکے بعد کے حالات میں وہ آمریت کے ساتھ جنگ کرتے رہے_ پہلی جنگ عظیم کے دو ران وہ گیلان کی طرف چلے گئے اور" انجمن اتحاد اسلام" کے عنوان سے ایك مخفی تنظیم کو تشکیل

---

1) علیرضا ملایی توانی ، مشروطہ و جمہومری ، ریشہ ہای نابسامانی نظم دوکراتیك در ایران، تہران،گسترہ 1381، ص 175_ 162_

دیا اور بتدریج مجاہدین کو اپنی ساتھ شامل کیا _ چند سال کے مقابلہ و جنگ کے بعد اس تنظیم کو بعض واقعات میں ہزیمت کا سامنا ہوا بالخصوص سرخ بغاوت کے واقعہ میں آخر کار وثوق الدولۃ کی حکومت، انگلستان اور روس کے باہمی مشترك حملہ سے جنگل کی اس تحریك کو شکست ہوئي_ (1)
پہلوی حکومت کی تشکیل کے قر یب ترین دور میں دیگر اسلامی عناوین کی تحریکوں میں سے تبریز میں شیخ محمد خیابانی کا قیام قابل ذکر ہے _ یہ قیام در اصل 1919 عیسوی میں وثوق الدولۃ کی حکومت کی انگلستان سے قرار داد کا رد عمل تھا_ البتہ اسی دوران ملك کے دیگر مناطق میں اور بھی احتجاجی قیام سامنے آئے کہ جو قرار داد کے مخالف تحریکونکے عنوان سے معروف ہوئے _ (2) اس قرا داد کے مطابق ایران کے عسکری امور ، اقتصادی امور ، ذرائع ابلاغ کے امور اور دیگر انتظامی امور انگلستان کے کنٹرول میں آگئے تھے _
شیخ محمد خیابانی ایك شجاع اور اصول پسند عالم تھے جو قاجاریہ دور کے اواخر میں سامنے آئے اور حریت پسند مجاہد طبقہ سے تعلق رکھتے تھے کہ انہوں نے اس تحریك کے تمام مراحل میں ظلم و آمریت کے حامیوں سے مقابلہ کیا انہوں نے مندرجہ بالا قرار داد ، آذربائیجان کی حکومت پر عین الدولہ کے تقرر اور دیگر چند مسائل کے رد عمل میں مرکزی حکومت کے خلاف تحریك کو تشکیل دیا اور آذربائیجان کے امور اپنے ہاتھوں میں لے لیے_ وہ غیر ملکی قوتونکے سخت دشمن اور ایران کے داخلی امور میناغیار کی ہر قسم کی مداخلات کے سخت مخالف تھے وہ بھی میرزا کوچك خان کی مانند اس دھن میں تھے کہ آذربائیجان سے شروع کریں اورمکمل ایران کو اغیار کے تسلط اور استعمار سے نجات دلائیں_ (3)

---

1) نہضت جنگل بہ روایت اسناد وزارت امورخارجہ ، رقیہ سادات عظیمی کی سعی سے ،تہران، دفتر مطالعات سیاسی و بین الملل ، 1377، ص 18_15 (مقدمہ)_
2) داریوش رحمانیان، چالش جمہوری وسلطنت در ایران ، زوال قاجار روی کار آمدن رضا شاہ ، تہران، نشر مرکز، 1379، ص 42_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3) علی اصغر شمیم ، ایران در دوره سلطنت قاجار، تہران ، علمی ، ج 2 ص 603_ 599 ،محمد جواد شیخ الاسلامي، سیمای احمد شاه قاجار ، ج 2 ، تہران ، ص 108_90_

337

اعتراضات بڑھنے کی وجہ سے وثوق الدولة نے استعفی دے دیا _ لیکن خیابانی کی تحریك بھی بعد والی حکومت کے ذریعے دبادی گئي اور خیابانی کے قتل ہونے کے ساتھ ہی یہ تحریك ختم ہوگئي _ (1)

اہم نکتہ یہ ہے کہ خیابانی اور جنگلی کی تحریك کو اسلامی بیداری کے منظر سے محور تجزیہ قرار نہیندیا جاسکتا کیونکہ انکے اسلامی افکار اور اصول پسند علماء کے نظریات میں اساسی فرق تھا، اصول پسند علماء کی اہم خصوصیات یہ تھی کہ وہ دین اور سیاست کے امتزاج پر یقین رکھتے تھے جبکہ ان تحریکوں میں دین کے سیاست سے جدا ہونے پرزور دیا گیا تھا_ لیکن امور مسلمین پر کفار اور اغیار کے تسلط کی مخالفت میں یہ باہمی اور مشابہہ نظریات رکھتے تھے_ اور یہ موضوع بعد میں استعمار کی مخالف تحریکوں اور تنظیموں میں اہم تاثیر کا حامل تھا _

دیگر واقعات میں سے کہ جن میں شیعہ علماء نے رد عمل کا اظہار کیا اور محاذ تشکیل دیا اور اُس موضوع کے خلاف آراء اور نظریات کا اظہار کیا _ وہ رضا خان کا جمہوریت پسند پروگرام تھا _ یہ پروگرام سال 1303 شمسی میں اس وقت سامنے آیا کہ جب سلسلہ قاجار کا نظام حاکمیت مکمل طور پر اپنی حیثیت کھو بیٹھا تھا اور ایران کے ہمسایہ ملك ترکی میں جمہوری نظام کا اعلان ہوچکا تھا_ ایران میں اس پروگرام کے پیش ہونے اور بالخصوص ترکی سے متاثر ہونے نے علماء کو تشویش مینمبتلا کردیا کیونکہ وہ اس اعلان جمہوریت کو اتا ترك کے اسلام مخالف پروگرامونسے مربوط سمجھتے تھے _ (2)

جمہوریت کے مخالفین میں سے ایك آیت اللہ سید حسن مدرس تھے کہ جو قومی پارلمنٹ کے رکن بھی تھے _ (3) جناب مدرس حقیقی جمہوریت کے مخالف نہیں تھے یہ بات وہ کئي بار معترضین کے اعتراض اور تنقید کے

---

1) علی اصغر شمیم ، سابقہ ماخذ ، ص 603_
2) سلسلہ پہلوی و نیروہای مذہبی بہ روایت تاریخ کمبریج ،ترجمہ عباس مخبر، تہران، ج3 ، ص 22_ 21، علیرضا ملایی توانی، سابقہ ماخذ ، ص 335_
3) علی دوانی ، استادان آیت اللہ شہید سید حسن مدرس، مدرس، تاریخ و سیاست (مجموعہ مقالات) موسسہ پوہش و مطالعات فرہنگی ، ص 48_44_

338

جواب میں کہہ چکے تھے _ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ جمہوریت جو ہم پرمسلط کرنا چاہتے ہیں یہ ملت و قوم کی مرضی پر استوار نہیں ہے بلکہ انگریز ہمیں اسے قبول کرنے پر مجبور کر رہے ہیں تا کہ وہ اپنے سے وابستہ اور سو فیصد اپنی حامی حکومت کو ایران مینتشکیل دے سکیں_ اگر ان جمہوریت پسندوں کی طرف سے نامزد شخص ایك ملت پسند اور حریت پسند فرد ہو تو میں ضرور اسکی ہمراہی کرونگا_ (1)

حقیقت بھی یہی ہے کہ رضا خان کا جمہوری پروگرام کسی بھی طرح سے عوامی حکومت کے نظریہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا _ بلکہ اہل فکر و سیاست کے ایك گروہ کی ایك کوشش تھی کہ انہی قوانین اور اداراتی نظام کے دائرہ کا ر میں ہی رہتے ہوئے مصالحانہ انداز سے حکومت کو تبدیل کیا جائے تا کہ ایك طاقتور مرکزی حکومت تشکیل پاسکے _ گرزتے ہوئے وقت نے انکے جمہوری نظام کے دعوی کو جھوٹا ثابت کردیا _ (2)

جناب مدرس نے رضاخان کے جمہوری پروگرا م کی مخالفت میں علماء کو ابھار نے میں بھی کردار ادا کیاانہوں نے ایران کی معاصر تاریخ کے اس دورانیہ میں ایك قوی سیاسی مجتہد کے مقام پراپنا کردار کوبنھایا_ علماء نے بھی قم میں اس پروگرام کی مخالفت میں احتجاجی مظاہرے تشکیل دیے_ بالاخرہ نوبت یہانتك پہنچی کہ خود رضاخان نے بھی علما ء کے دامن کا سہارا لیا تا کہ اس جمہوری پروگرام پر ہونے والے اعتراضات اور احتجاج کو ختم کیا جاسکے_

رضا خان اپنی حکومت کے پہلے دور میں یہ چاہتا تھا کہ اپنے زمانہ کے علماء بالخصوص علماء نجف کی مدد سے اپنے مقاصد کو پورا کرے _ وہ اس دورانیہ میں بظاہر دین کی طرفداری کے عنوان سے اپنے آپ کو پیش کیا کرتا تھا_(3)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) حسين مكي، تاريخ بيست ساله ايران ، تہران، علمی 1374، ص 495_
2) عليرضا ملايی توانی، سابقہ ماخذ ، ص 358_ 345_
3) عبدالہادی حائری، سابقہ ماخذ ، ص 192_ 187_

339

اس ترتيب سے جمہوريت پسند تحريك مذہبی قوتوں کی واضح مخالفت اور پارلمينٹ کی قليل سی حزب اختلاف کی ثابت قدمی سے شکست سے ہمکنار ہوئي _ (1)
مدرس نے پارلمنٹ کے پانچويں انتخابات کی روش پر بھی اعتراض کيا انہوں نے انتخابات ميں دھاندلی کی بناپررضاخان کی جھوٹی جمہوريت پسندی کو بے نقاب کيا _ مدرس نے کم نظير ثابت قدمی اور مقابلہ کے ساتھ اس شديد دباؤ کے دور ميں اسلامی بيداری کے چراغ کو سنبھالے رکھا _
پہلوی دور کے پہلے مرحلے (1320_ 1304) شمسی کواسلامی تہذيب اور دينی اداروں کے ساتھ شديد دشمنی کے دور سے تعبير کيا جاسکتا ہے _ رضا شاہ کی آمريت کومستحکم انداز سے تشکيل دينے والے اسباب ميں سے ايك سبب مشروطيت پسندی کی تحريك سے علماء کا دل اچاٹ ہونا اور رضا شاہ کا اپنی حيثيت کو مستحکم کرنے کے ليے مذہبی مراسم ميں مسلسل شرکت کرتے ہوئے دوسروں کو گمراہ کرنا تھا در حقيقت اس حوالے سے اسکے دوغلے پن اور منافقت نے اہم کردار ادا کيا _ (2) ان سب دشواريوں کے باوجود اسلامی بيداری کی تحريك اسی طرح آگے قدم بڑھاتی رہی _
پہلوی دور ميں ايك اہم واقعہ آيت اللہ شيخ عبدالکريم حائری کی کوشش سے قم کے حوزہ علميہ کی تشکيل تھي انہوں نے مشروطيت پسندی کی تحريك ميں خود کو غير جانبدار رکھا اور سياسی محاذوں سے دور رہے _ انکی کاوشوں کا عمدہ ترين نتيجہ قم ميں حوزہ علميہ کی تشکيل اور مقامات مقدسہ اور حوزہ علميہ نجف اشرف سے مرجعيت کے مرکز کو اس حوزہ ميں منتقل کرنا تھا کہ جسکے ايرانی معاشرہ اور لوگوں پربہت زيادہ اثرات پڑے(3) کچھ عرصہ بعد ہی اس حوزہ نے کميونسٹ نظريات اور رضا شاہ کے دين مخالف اقدامات کے ساتھ مقابلہ کرنے ميں شہرت پايی اور دينی و شرعی مسائل ميں لوگوں کے سوالات اور ضروريات کو پورا کرنے کا خلا پر کرديا مشروطيت

---

1) عليرضا ملايی توانی، مجلس شورای ملی و تحليم ديکتا توری رضا شاہ تہران، مرکز اسناد انقلاب اسلامی ، تہران ، ص 129_119_
2) سلسلہ پہلوی و نيروہای مذہبی بہ روايت تاريخ کمبريج، سابقہ ماخذ، ص 279_ 278_
3) حميد بصيرت منش، علماء و ريم رضاشاہ، تہران، موسسہ چاپ و نشر عروج ،ص 236 _ 235_

340

کے مسائل اور علما کے انقلاب کے مرکز سے دور ہونے کی بنا پر اس قسم کے حوزہ کی تشکيل کو ايك ناگزير امر بنا ديا تھا(1) حوزہ علميہ قم کی تشکيل اور استحکام ميں آيت اللہ حائری کی سياسی احتياط بہت تاثير رکھتی تھی _ انہوں نے حوزہ کے استحکام سے قبل سياسی حوالے سے افراط و تفريط ميں پڑنے سے مکمل طور پر پرہيز کيا_
آيت اللہ حائری دينی اداروں کے جہاد کی ايك تيسری صورت کو وجود ميں لائے اور وہ يہ تھی کہ مغربی تہذيب کی مہلك اور بڑھتی ہوئي لہروں کے مد مقابل حوزہ کی طرف سے صحيح شيعی تہذيب کے احياء کی تحريك کی بنياد رکھی _
اگر ان سے قبل علماء سياسی اور انقلابی محاذپر استعمار اورآمريت کا مقابلہ کر رہے تھے تو آيت اللہ حائری نے لائيسزم کے خلاف تيسری محاذير توجہ کی اور اسے دين کے مقابلے ميناساسی محاذ شمار کرتے ہوئے اسکا مقابلہ کيا_ البتہ آيت اللہ حائری کی طرف سے دينی تہذيب کو مستحکم کرنے کی کاوشوں نے آئندہ دور تك دورس اثرات چھوڑے کہ جن کی بناء پر بالآخرہ دينی نظريے نے سيکولرزم پر برتری حاصل کرلی اور اسے شکست دي_(2)
رضاشاہ کے زمانہ ميں ايك اور روشن فکر اور مجاہد عالم آيت اللہ محمد تقی بافقی تھے_ انہوں نے 29 اسفند 1306 شمسی ميں نوروز کی رسوم کی ادائيگی کے موقعہ پر کہ جب کچھ درباری بے حجاب خواتين حضرت معصومہ قم کے حرم ميں داخل ہوئينشديد مخالفت کی جسکی بناء پر انہيں گرفتار کيا گيا اور کچھ عرصہ بعد شہر بدر کرديا گيا_(3) ان اعتراضات نے لوگوں اور اخبارات ميں رد عمل پيدا کيا_ اور دين مخالف سياست کے مقابلے مينمجاہد علماء کے جہاد کو زندہ اور فعال رکھا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) حاج شيخ عبدالكريم حائرى (مؤسس حوزه علميه قم،عمادالدين فياضى كى سعى سے، تہران، مركز اسناد انقلاب اسلامي، ص 66 _
62_ تاريخ شفاہى انقلاب اسلامى (تاريخ حوزه علميه قم، ج 1، غلامرضا كرباسچي، تہران، مركز اسناد انقلاب اسلامي، ص 27 _ 26_
2) موسى نجفى و موسى فقيه حقاني، سابقه ماخذ، ص 427 _ 424_
3) دانشنامه جہان اسلام، ج 1، ص 1375، " بافقي" كے ذيل_ آيت الله محمد تقي_

341

رضا شاہ كى دين مخالف سياسى حركات كے مقابلے مينايك اہم رد عمل 1306 شمسى ميں آيت الله نورالله اصفہانى كى قيادت كى شكل ميں سامنے آيا جناب نورالله نے 1306 شمسى ميں علماء ، پيشه ور حضرات ،انجمنوں، تاجر حضرات اور مذہبى طبقه پر مشتمل ايك تنظيم" اتحاد اسلامى اصفہان" كى تشكيل دى اس تنظيم كا ہدف پہلوى حكومت كى مذہبي، اقتصادى اور ثقافتى پاليسيونكا مقابله كرنا تہا_(1)

1306 شمسى كا قيام بظاہر "نظام وظيفه "كے قانون كے خلاف تہا كه جسكى رو سے دينى طلاب كيلئے نظام وظيفه كے عنوان سے سول اور ملٹرى سروس (2)كرنا لازمى تہا_ ليكن حقيقت ميں يه قيام رضاشاہ كى غيرمذہبى سياست كے خلاف تہا اسى قيام كے سلسلے ميں اصفہان كے علماء اور طلاب نے 21 شہريور 1306 شمسى ميں قم كى طرف ہجرت كى كه يه قيام 4 دى 1306 شمسى (105 روز) تك جارى رہا ،آيت الله حائرى نے مہاجرين كا استقبال كيا اور انكى خاطر تواضع كرتے ہوئے انكے نظريات اور اہداف كى نشر و اشاعت كے تمام وسائل اور ذرائع فراہم كيے_

دربارنے ابتداء ميں اس مسئله كى پروا نه كى ليكن جب دربار كے وزير تيمور تاش نے مہاجرين سے ملاقات كى اور ان سے گفتگو كي، مشہد، ہمدان، كاشان، شيراز اور ديگر شہروں كے علماء اصفہانى مہاجرين كى صفوف ميں شامل ہوگئے ،پورے ملك سے علماء كى حمايت ميں شاہ كو ٹيلى گراف ملنے شروع ہوئے اور نجف كے علماء سے بھى رابط برقرار ہوا معامله يہاں تك پہنچ گيا كه حكومت قم پر حملے كا پروگرام بنانے لگي(3)

حكومت نے علماء كے مطالبات كو تسليم كرليا ليكن علماء نے اسكى موافقت كو حكومت كى طرف سے رسمى بل كى تيارى اور پارليمنٹ ميں اسكى منظورى پر موقوف كرديا ،آخر كار مخبر السلطنة ، رئيس الوزرا، اور تيمور تاش مہاجرين

---

1) حميد بصيرت منش، سابقه ماخذ،َص294_
2) يه نظام اب بھى دنيا كے بہت سے ممالك ميں رائج ہے جس كے تحت ملك كے ہر شہرى پر لازم ہے كه وه شناختى كارڈ لينے اور بعض دوسرے شہرى حقوق سے بہره مند ہونے كے ليے ايك يا دو سال گورنمنٹ يا فوج كے كسى بھى شعبے ميں ٹريننگ كے بعد خدمات سر انجام دے_(مصحح)
3) مرجعيت در عرصه اجتماع و سياست ، محمد حسين منظور الاجداد كى سعى سے ، تہران ، ص 225_ 320_

342

ميں تفرقه ڈالتے ہوئے اور اپنے وعده پر عمل كيے بغير اس قيام كو ختم كرنے ميں كامياب ہوگئے اسى درميان ناگہان آيت الله نور اصفہانى كى قم ميں وفات نے بھى اس قيام كے بے نتيجه اختتام ميں كردار ادا كيا _(1) اگر چه بظاہر يه كاوش بے نتيجه محسوس ہوتى ہے ليكن مختلف شہروں كے علماء اور طلاب كا قم ميں اجتماع اور انكا باہمى معلومات اور نظريات ميں تبادله خيال اور اس احتجاج كى خبروں كى نشر و اشاعت سے مذہبى قوتوں كو يه اميدملى كه وه آئنده سالوں ميں بھى يه جہاد جارى ركھ سكتے ہيں ،حقيقت ميناس قسم كى تحريكيں ايسے ہمت و صبر كے پيدا ہونے كا باعث بنيں جو آئنده دور ميں بڑے انقلاب كا سبب بنا تہا_

1307 شمسى سے ليكر 1320 شمسى تك كادور مذہبى قوتوں اور انكى فعاليت پر سب سے زياده دباؤ اورتنگى كا دور تہا اسى دوران آيت الله مدرس كو رضا شاہ كى حكومت كى مسلسل مخالفت كى بناء پر شہر خواف كى طرف شہر بدر كرديا گياور آخر كار انہيں شہيد كرديا گيا _ (2)

رضا شاہ كى حكومت كا ايك اور اہم واقعه مسجد گوہر شاد كا قيام تہا، 1314 ميں يه واقعه وقوع پذيرہوا _ مشہد كے ايك عالم آيت الله حسين قمى يورپى طرز كى سبك ٹوپيونكے رواج پر اعتراض كيلئے تہران آئے تا كه رضا شاہ تك اپنى شكايت پہنچائيں ليكن انہينگرفتار كر كے جيل ميں ڈال ديا گيا ،انكى گرفتارى كے رد عمل ميں مشہد كى مسجد گوہر شاد ميں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

احتجاجی اجتماع ہوا کہ جو پولیس کے ہاتھوں لوگونکے قتل عام پر ختم ہوا ،یہ حکومت پہلوی کے ہاتھوں 15 خرداد 1343 تك سب سے بڑا قتل عام ہے _ مشہور واعظ شیخ محمد تقی بہلول افغانستان کی طرف فرار ہوگئے اور آیت اللہ قمی کو عراق کی طرف ملك بدر کردیا گیا ،دیگر علماء اور کچھ مذہبی افراد کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالا گیا یا جلا وطن کردیا گیا (3) مجموعی طور پر ایرانی معاشرہ پر رضا شاہ کی حکومت کا غیر دینی طرز عمل لوگوں اور حکومت کے درمیان فاصلے اور مذہبی قوتوں میں شدت پسندی کے رحجان کے بڑھنے کا موجب بنااور مذہبی قوتوں کی فعالیت زیر زمین

---

1) حاج شیخ عبدالکریم حائری ، سابقہ ماخذ ، ص 88_ 87_
2) حمید بصیرت منش، سابقہ ماخذ ، ص 335_ 333_
3) سلسلہ پہلوی ونیروہای مذہبی بہ روایت تاریخ کمبریج ص 286_ 285 _

343

چلے جانے سے بعد میں آتش فشان کی صورت پیدا ہوئي (1) نتیجہ یہ نکلا کہ ان اسلام مخالف سیاسی پالیسیوننے اپنی مخالف قوت کو عوام میں پھلنے پھولنے کے اسباب فراہم کیے اور تیسرے عشرے کے انقلابات کا پیش خیمہ ثابت ہوئے _ 25 شہریور 1320 میں رضا شاہ کی آمریت کو شکست ہونے اور اسکے ایران سے نکلنے کے بعدیکدم ظلم وآمریت کی زنجیر ٹوٹ گی اور دیگر قوتوں کی مانند مذہبی اور دینی تفکر کی احیا گر قو توں نے بھی خود کو رضا شاہ کی حکومت کے دباؤ سے آزاد پایا_ اس بہتر سیاسی فضا میں مذہبی قوتوں نے غیر دینی اور زبردستی کی لاگو اقدار کوختم کرنے اور اسلامی دینی افکار کے احیاء اورلوگوں کی بیداری کے محاذ پر کام کرنا شروع کردیا ،اسی دوران حوزہ علمیہ قم نے لوگوں کی مذہبی راہنمائي کیلئے حوزہ کے تربیت شدہ اورجدید دینی فکر کے حامل سب سے پہلے گروہ کو معاشرہ میں بھیجا تا کہ ایك نئي زندگی کا آغاز ہو _

تیسرے عشرہ کے اوائل میں مذہبی قوتوں کے جہاد کا محور مندرجہ ذیل موضوع تھے: احمد کسروی کے نظریات کا مقابلہ ، خواتین کے حجاب کیلئے بھر پور کوشش ،کمیونیزم سے مقابلہ اور بہائیت سے مقابلہ ان میں سے ہر ایك ہدف کیلئے بہت زیادہ پروپینگنڈا کیا گیا اور بہت سی کتب تالیف اور شایع ہوئیں_ نیز مختلف رسالے بھی لکھے گئے کہ ان تالیفات میں معروف رسائل حجابیہ اور امام خمینی کی کتاب کشف الاسرار تھی کہ جو حقیقت میں حکیم زادہ کی تالیف اسرار ہزارسالہ اوراحمد کسروی کی تالیفات کے رد مینتهي،نیز یہ کتاب ولایت فقیہ کا اجمالی سانظام بھی پیش کرتی تهي_

سنن1327 شمسی سے مسئلہ فلسطین بھی اسلامی بیداری کی محافل میں داخل ہوا مذکورہ چاراہداف تك پہنچنے کیلئے اور بے دینی سے مقابلہ کرنے کیلئے تنظیمیں، انجمنیں ، گروہ اورسیاسی جماعتیں بھی وجود میں آئے_(2)

---

1) دانشنامہ جہان اسلام ، ج 5 ، پہلوی کے ذیل میں عصر پہلوی اوّل ،ص 7_ 843_
2) رسول جعفریان ، جریانہا و سازمانہای مذہبی _ سیاسی ایران (سالہای 1357_ 1320) تہران، موسسہ فرہنگی دانش واندیشہ معاصرچ3، ص 22_18_

344

اس کاوش اور فعالیت کے ساتھ ساتھ مکتب اجتہاد کے علماء کا دو محاذوں یعنی آمریت اور استعمار کے خلاف جہاد پر بھی کام جاری رہا _ جلاوطن علماء دوبارہ میدان عمل میں لوٹ آئے کہ جن میں آیت اللہ حسین قمی اور سید ابوالقاسم کاشانی قابل ذکر ہیں دینی اور مذہبی تعلیم کے نصاب کی اصلاح کی گئي اور موقوفات کے ادارہ کی حیثیت اور حالت کوتبدیل کیا گیا _ (1)

تیسرے عشرہ میں دینی نظریات کے احیاء کی تحریك کا اہم مرحلہ امام خمینی کا ظہور اور انکا مذہبی سیاست کے میدان میں داخل ہونا تھا _ انہوں نے 1323 شمسی میں اپنا سب پہلا سیاسی مکتوب بیان جاری کیا کہ اس میں تحریر تھاکہ " انبیاء الہی مکمل طور پر اللہ تعالی کی معرفت میں غوطہ زن ہوتے ہوئے انسانوں کی معاشرتی اور سیاسی حالت کو تبدیل کرنے کیلئے قیام کرتے تھے انکے برعکس آج کے مسلمان فقط دنیاوی مفادات کیلئے قیام کرتے ہیں کہ جسکا نتیجہ اغیار کی غلامی اورانکے حواری مثلا رضا شاہ ... و غیرہ کی حاکمیت کی صورت میں نکلتاہے _ (2)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہجری شمسی کے تیسرے اور چوتھے عشرہ میں اسلامی بیداری کی اس تحریك کے ساتھ دو ارکان کا مزید اضافہ ہوا اوروہ دینی جرائد اور دینی رجحان کی حامل یونیورسٹی کے طلباء کی تنظیم تھی ،اگر چہ دینی جرائد گذشتہ عشروں میں بھی دینی فعالیت انجام دیتے تھے لیکن ان دو عشرونمیں کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے انکی فعالیت میں واضح طور پر اضافہ ہوا _ اس دور کی دینی تحریرونمیں فعال حضرات کی نئي خصوصیت یہ تھی کہ علماء کے علاوہ ملکی اور غیر ملکی اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات بھی دینی موضوعات پر قلمی کا وشیں کر رہے تھے اور جوان نسل کو اسلام سے آشنا کرنے کی سعی مینمصروف تھے ،مذہبی جرائد کے بعض مقالات جدید علوم کے ذریعے سائنس و دین میں مطابقت اور دینی مسائل کے جدید علوم کی روشنی میں اثبات پر کام کر رہے تھے _

---

1)روح الله حسینیان، بیست سال تکاپوی اسلام شیعی در ایران ، تہران مرکز اسناد انقلاب اسلامی ص 98_ 95_
2) سلسلہ پہلوی ونیروہای مذہبی بہ روایت تاریخ کمبریج ،ص 304، 203_

345

اس دور کے مذہبی رسائل و جرائد میں سے خرد ، سالنامہ اور ہفتہ نامہ نور دانش ، آیین اسلام ، پرچم اسلام ، دنیای اسلام ، وظیفہ ، محقق ، تعلیمات اسلامی ، ستارہ اسلام ، ندای حق ، حیات مسلمین اور تاریخ اسلام کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے _ (1)

اسلامی بیداری کی تحریك کا ایك شاہکار دور تیل کوقومیانے کی تحریك کا دور تھا _ یہ تیسرے عشرہ میں استعمار کے خلاف ایك اہم ترین تحریك شمار ہوتی ہے تیل کو قومیانے کی تحریك کے دوران دو فکری رحجان قوم پرستی کی تحریك اور مذہبی تحریك متحد ہوگئیں دونوں نے متحد ہو کر لوگوں کے حقوق کے دفاع پر مشتمل اقدامات سے بھر پورنتیجہ لیا_ اس دور میں قوی تحریك کے قائد محمد مصدق اور مذہبی تحریك کے متفقہ قائد آیت الله سیدابوالقاسم کاشانی تھے _

آیت الله کاشانی نے سالہا سال سے ایران و عراق میں انگلستان کے استعماری تسلط کے خلاف جنگ کی تھی اور اس دور میں بھی قاعدہ "نفی سبیل " کی بناء پر انگلستان کے ایرن پر بالخصوص تیل کی صنعت پر تسلط کے خلاف کوشش کی ،لوگوں میں انکی مقبولیت اور ایرانی معاشرے کے مذہبی ہونے کی بناء پر وہ قادر ہوئے کہ مذہبی طبقے اور قوم پرست طبقے کے مابین پل کا کردار ادا کرتے ہوئے ان دونوں کو متحد کردیں_ (2)

ان کے اعلانات، تقاریر اور فتاوی نے اس عوامی جنگ کو دینی پشت پناہی عطا کی _ انہوں نے تیل کو قومیانے کے شرعی اور عقلی دلائل بیان کیے، اور اس ضمن میں علماء اور دیگر مذہبی قوتوں کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی اور مختلف بین الاقوامی انٹرویوزمیں اپنے اور قوم کے نظریات اور دلائل کو بیان کیا (3)_

آیت الله کاشانی نے تیل کو قومیانے کی تحریك میں اپنے افکار کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مجمع مسلمانان مجاہد اور جمعیت فدائیان اسلام کی تنظیموں سے بھی مدد لی _

---

1) رسول جعفریان ، سابقہ مواخذ ، ص 91_74_
2) فریدون اکبرزادہ ، نقش رہبری در نہضت مشروطہ ، ملی نفت و انقلاب اسلامی تہران، مرکز اسناد انقلاب اسلامی ،ص 103_ 100_
3) حسین گلی بیدي، آیت الله کاشانی ونفت ، تہران ، اسلامی ، 1380،ص 220_ 35_

346

" مجمع" کا پہلا گروہ جمعیت فداکاران اسلام تھا کہ جو 1322 شمسی میں تشکیل پایا البتہ جمعیت فدائیان اسلام کی ابتداء بھی اسی جمعیت سے ہوئي تھي، یہ مجمع" مہر میہن" اخبار کے ذریعے اپنے نظریات کی اشاعت کرتا تھا _ (1)

فدائیان اسلام 1320 شمسی کے تبدیل ہوتے ہوئے حالات میں زور و شور سے شریك تھے انکی بنیادی جدوجہدکسروی اور اسکے ہم فکر لوگوں کے افکار کا مقابلہ کرنا تھا _ یہ لوگ تبلیغی اور ثقافتی امور میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ عسکریت پربھی ایمان رکھتے تھے انکے خیال کے مطابق مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کو قتل کرنے یا قتل ہونے پر خوفزدہ یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ایسے دشمن لوگ جو اسلامی حقائق کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں اور مسلمانوں پر تجاوز کرنے کے عزائم رکھتے ہونانہیں نابود ہوجانا چاہیے _ (2)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انہوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کی خاطر احمد کسروي، عبدالحسین ہیر اور حاجی علی رزم آرا کو قتل کردیا_ رزمآرا کے قتل نے تیل کی صنعت کو قومیانے اور اس قرار داد کے پارلمینٹ اور سینٹ میں پاس ہونے میں سرعت پیدا کی (3) حقیقت میں رزم آرا کا قتل تیل کی صنعت کے قومیا نے میں کامیابی کا آخری مرحلہ تھا_
ایك اور مقام کہ جہاں شیعہ علماء آمریت اور استعمار کے مد مقابل کامیاب ہوئے 1331 شمسی میں 30 تیرکے مہینے کا قیام تھا، 1331 میں 25 سے 30 تیر تك کے درمیانی عرصہ میں مصدق نے استعفی دیا اور محمد رضا پہلوی نے بغیر کسی تعطل کے احمد قوام کو انکی جگہ وزیر اعظم مقرر کیا تو فوراً آیت اللہ کاشانی میدان عمل میں آگئے _ انکی تقاریر، اخبارات میں انٹرویوز اور اشتہارات نے ایسا ماحول بنادیا کہ سارے ایران سے قوام کی حکومت کے خلاف اعتراضات شروع ہوگئے _ ایك مجتہد کی سیاسی بصیرت پر لوگوں کا لبیك کہنا اسلامی بیداری کی تحریك کے تسلی بخش نتائج اور پورے ایران میں اسکے اثر و رسوخ کو بیان کرتا ہے _

---

1) روح اللہ حسینیان، سابقہ ماخذ ، ص 66_63_
2) داود امینی _ جمعیت فدائیان اسلام و نقش آن در تحولات سیاسی و اجتماعی ایران ص 118_ 12_
3) سابقہ ماخذ ص 213_ 212_

347

آیت اللہ کاشانی نے احمد قوام کے دھمکی آمیز اعلان کے رد عمل میں اپنے ایك اعلان میں فرمایا: اپنی حکمرانی کے ابتدائي ایام میں انکا اعلان بخوبی بتا رہا ہے کہ اغیار کسطرح انکے ذریعے یہ عزائم رکھتے ہیں کہ اس مملکت میں دین ، آزادی اور خود مختاری کو جڑوں سے کاٹ دیا جائے اور دوبارہ مسلمان قوم کی گردن میں غلامی کا طوق ڈال دیا جائے_ دین کو سیاست سے جدا کرنے کی سازش جو سالہا سال سے انگریزوں کے تمام پروگراموں میں سر فہرست تھی اور اسکی بناء پر انہوں نے مسلمانوں کو اپنے مستقبل اور اپنے دین و دنیاوی امور میں جد وجہدکرنے سے روکا ہوا تھا آج اس جاہ طلب شخص کے پروگرام میں سرفہرست ہے_ احمد قوام کو یہ جاننا چاہیے کہ وہ سرزمین کہ جہاں مصیبت زدہ لوگوں نے سالہا سال کے رنج و سختی کو تحمل کرنے کے بعد خود کو ایك آمرکے تسلط سے نجات دلوائي ہے انہیں آج اپنے عقائد افکار کو آزادانہ بیان کرنے سے نہیں روکنا چاہیے اور نہ انہیں اجتماعی پھانسی سے ڈرانا چاہیے ،میں واضح انداز سے کہتا ہوں کہ تمام مسلمان بھائیوں پر ضروری ہے کہ وہ آمادہ ہوجائیں اور استعماری سیاست دانوں پر ثابت کردیں کہ گذشتہ دور کی مانند وہ آج طاقت اور تسلط نہیں پاسکتے_
29 تیر 1331 میں انہوں نے دربار کو ایك پیغام میں کہا: اعلی حضرت کو بتادیں کہ اگر کل تك ڈاکٹر مصدق کی حکومت کی بحالی کیلئے کوئي قدم نہ اٹھایا گیا تو انقلاب کی اس عظیم موج کو میں اپنی قیادت میں دربار کی طرف پھیر دوں گا_ (1) اپنے انٹریو میں اعلان کیا کہ : اگر کوئي ایك انگریز بھی آبادان کے تیل کے پلانٹ کی طرف آیا تو میں حکم دونگا کہ اس تیل کے پلانٹ کو تمام ساز و سامان کے ساتھ جلادیا جائے اور تباہ کردیا جائے ... اگر اس سے زیادہ مشکل پیدا ہوئي تو میں کفن پہن کر قیام کرونگا_ (2)

---

1) حسین گل بیدي، سابقہ ماخذ ، ص 227_ 274_
2) روح اللہ حسینیان ، سابقہ ماخذ ، ص 176_

348

بالآخر مذہبی اور قوی تنظیموں کے باہمی اتحاد اور عوام کے احتجاجی مظاہرونکے نتیجہ میں احمد قوام کو ہٹادیا گیا اور اسکی جگہ دوبارہ مصدق کو منتخب کیا گیا _ 30 تیر کا یہ قیام در حقیقت سیاسی مسائل میں شیعہ مرجعیت اور دینی طاقتوں کی طاقت و قوت کے عروج کا دور تھا _
دینی افکار کے احیاء کی صورت میں بیدار کرنے والا ایك اوراقدام آیت اللہ بروجردی کی عالم اسلام میں شیعہ علماء کو فعال اور تمام علمی اور عملی میدانوں میں لانے کی کوشش تھی انہوں نے شروع مینجوان مبلغین اور حوزہ علمیہ قم کے مذہبی دانشوروں کی مختلف ٹیمیں دنیا کے مختلف ممالك میں مسلمانوں اور شیعوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھیجیں اور یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں شیعہ اسلامك سینٹرز قائم کیے_ اس حوالے سے انکا اہم ترین قدم علامہ شیخ محمد تقی قمی کوقاہرہ کی طرف بھیجنا تھا جب وہ قاہرہ تشریف لے گئے تو اسوقت قاسم غنی وہاں ایرانی سفیر تھے وزارت خارجہ کی اسناد کے مطابق ان دونوں نے باہمی کوشش سے علماء اہلسنت کے ساتھ وسیع پیمانے پر تعلقات قائم کیے تا کہ اہل تشیع کے بنیادی قواعد کی تشریح و تفسیر کی جائے جسکی بناء پر وہاں بالاخر دارالتقریب مذاہب اسلامی کاادارہ تشکیل پایا_ (1)

جیسا کہ پہلے بھی اشارہ ہوا ہے اسلامی بیداری کی تحریك کا ایك جدید رکن یونیورسٹی کے طلباء کی اسلام پسند تحریك تھی جو اسی زمانہ میں وجود میں آئي اور ثابت قدمی سے فعالیت کر رہی تھی ،یونیورسٹیاں جو کہ مختلف افکار ونظریات کے تبادلے کا مرکز تھیں وہاں اسلامی نظریات اور دینی تشخص کے دفاع کے نظریات و خیالات بتدریج بڑھ رہے تھے _ اس تحریك کا مقصد اسلام کو غلط عقائد سے پاك کرنا اور اسلام کا تعارف اس دین کے عنوان سے کروانا تھا کہ جو علم ، معاشرتی انصاف ، مساوات اور آزادی کے ساتھ ہم آہنگ ہے اور جہالت ، ظلم ، بے انصافی ، آمریت اور استعمار کا مخالف ہے _

اس تحریك کی تشکیل میں بڑا حصہ اہل فکر علما اور اسلام پسند اساتذہ کی کاوشونپر مشتمل تھا مثلا آیت اللہ

---

1) سابقہ ماخذ ص 391_ 390

طالقاني، استاد محمد تقی شریعتی ، حسین علی راشد ،محمد تقی فلسفي، ڈاکٹر محمود شہابی ، ڈاکٹر عطاء اللہ شہاب پور، مہدی بازرگان ، یداللہ سحابی اور دیگر افراد;بعد میں آنے والے عشروں میں انکی تعداد بڑھتی چلی گئي_

یونیوسٹی کے طلاب کے ایك گروہ نے ایك تنظیم " انجمن اسلامی دانشجویان" قائم کی اور اسلامی بیداری کی مندرج بالا فعالیت کو مستحکم کیا اور وسعت بخشی _ یہ انجمن 1320 شمسی میں تشکیل پائي اور بعد میںآنے والے دو عشروں میں اس نے کافی ترقی کی _(1)

چوتھے عشرہ میں اسلامی بیداری کے افکار کی ترویج کے مراکز مساجد تھیں ہر ایك مسجد میں کوئي مذہبی مجاہد تقریر اور تفسیر قرآن مجید کا پروگرام چلا رہا تھا ان سب میں تہران کی مسجد ہدایت اور اسکے امام آیت اللہ طالقانی کا کردار سب سے برجستہ تھا _ آیت اللہ طالقانی کا پیش نظر ہدف جوانوں اور روشن فکر حضرات میں سچے اسلام کی ترویج اور کیمونیزم اور مغربی نظریات کے جال سے بچانا تھا _

چوتھے عشرہ میں بالخصوص 1332 شمسی 28 مرداد میں امریکہ اور انگلستان کی مشترکہ سازش کی بناء پر بغاوت کے بعد کہ جب دوبارہ بادشاہت کی صورت میں ایك ڈکٹیٹر حاکم بن چکا اور دوبارہ دینی رسم و رواج کے ساتھ مقابلہ شروع ہوا اوردین کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر کوشیش کی جانے لگیں اور ایك طرح کا مذہبی و فکری خلا سا پیدا ہوچلا تھا کہ آیت اللہ طالقانی نے مذہبی ارتقاء کے قواعد و اصول کو پیش کیا_ انکی تقاریر اور تفسیر قرآن کی محلفوں میں مذہبی و سیاسی مجاہدین ، دینی طلبا اور یونیورسیٹوں کے طلبا حضرات شرکت کیا کرتے تھے(2) ان اقدامات نے بیداری کی تحریك کی بقاء میں اہم کردار ادا کیا_

بتدریج مسجد ہدایت جوان نسل بالخصوص دینی معارف سے بہرہ مند یونیورسٹی کے طلبا اور دانشور طبقہ کا اہم مرکز بن گئي_ جیسا کہ آنے والے سالوں اور عشروں میں مسجد ہدایت کے پروگراموں میں شریك ہونے

---

1) علی رضا کریمیان ، جنبش دانشجویی در ایران، تہران مرکز اسناد انقلاب اسلامی ص 120_ 115_
2) بہرام افراسیابی و سعید دہقان، طالقانی و انقلاب ، ج 2 ، تہران، ص 61_ 59_

والے بہت سے حضرات متحرك سیاسی اور ثقافتی شخصیات میں تبدیل ہوگئے_ اور اسی مسجد ہدایت کے شاگردوں کا ایك گروہ دین کے احیاء اور اسکی حفاظت کی راہ میں مقام شہادت پر فائز ہوا _ ان میں معروف ترین چہرے آیت اللہ مرتضی مطہري، محمد علی رجائي ، مہدی بازرگان، جلال الدین فارسی اور محمد جواد باہنر ... تھے _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چونکہ مسجد ہدایت نے دینی معارف کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا اس لیے اسے " دالان دانشگاہ" (یونیورسٹی کی دھلیز) کے عنوان سے یاد کیا گیا کیونکہ جہاں مذہبی محافل کے ساتھ ساتھ اس زمانہ کے روزمرہ کے مسائل کو اسلامی اقدار کے ساتھ مطابقت دیتے ہوئے محور تجزیہ قرار دیا جاتا تھا _ (1)
چوتھے عشرہ میں پہلوی حکومت نے رضا شاہ کی دین مخالف پالیسی وسیع پیمانے پر دوبارہ اجرا کرنا شروع کردی اور قومی آداب اور اسلامی اقدار کو غلط قرار دیا اور ایرانی آداب ور سوم اوراسلامی ثقافت کی جگہ مغربی کلچر کو رواج دیا _ اسی دوران 1335 شمسی مینساواك کی تشکیل نے اس حکومتی پالیسی کی حمایت میں بہت اہم کردار ادا کیا _
ہجری شمسی سال کے پانچویں اور چھٹے عشرے ایران کی معاصر تاریخ میں سیاسي، اقتصادی ، معاشرتی دینی فکر کے احیاء اور اسلامی بیداری کی تحریك کے پھلنے پھولنے مینایك خاص مقام رکھتے ہیں ان دو عشروں میں دینی فکر و نظریہ کے احیاء کی تحریك نے نئي کروٹ لی اس مرحلہ میں اس تحریك کے یکتا قائد امام خمینی تھے آپ حقیقتاً نظری اور عملی میدانوں میں گذشتہ مجددبزرگوں سے مختلف اور منفرد کام کر رہے تھے اسی طرح اس دور میں دیگر سیاسی اسلام کے معتقد اور دینی حکومت کی برپائي کے خواہشمند عناصر نے امام خمینی کی قیادت میں انکی حقیقی تحریك کو مستحکم کیا_
چوتھے عشرہ کے آخری سالوں میں بین الاقوامی حالات کے اثرات کی بناء پر ایرانی معاشرہ میں سیاسی گھٹن کی شدت کم ہوئي اور کسی حد تك آزاد سیاسی فضا اور محدود آزادی کا ماحول پیدا ہوا _ بین الاقوامی حالات میں تبدیلی کی وجہ امریکہ میں ڈیموکریٹ پارٹی کی جان ایف کنیڈی کی قیادت میں کامیابی اور اسکا

---

1) لطف اللہ میثمی ، از نہضت آزادی تا مجاہدین، ج 1، تہران ، ص 91_ 88_

امریکہ کے زیر اثر ممالك میں سیاسی جمود کو ختم کرنے اور سیاسی اور معاشرتی سطح پر اصلاحی تبدیلیوں کو لانے پر زور دینا تھا_
امریکہ کی اس پالیسی کا مقصد ان ممالك میں سیاسی اور معاشرتی بحرانوں کو کنٹرول کرنا اور کمیونیزم کو پھلنے پھولنے سے روکنا تھا (1) ایران میں ارضی اصلاحات اور سفید انقلاب کے اصول و قوانین کا اجراء در اصل کنیڈی کی ڈیموکریٹ پارٹی کی منشاء کے مطابق تھا ،پہلوی حکومت نے لاچار ہو کر اسے قبول کیا تھا _
امام خمینی کی قیادت میں مذہبی قوتوں نے اس پالیسی کی (جو بظاہر اصلاح پسند لیکن عمل میں امریکہ کی مادی اور غیر مادی امداد کے ساتھ ایران کو مغربی طرز کا بنانے کی پالیسی تھی)مخالفت کی ، یہیں سے ایران کی روشنفکر تاریخ کا تیسرا دور شروع ہوا اس تاریخی دورانیہ میں دینی روشن خیالی اور اسلامی بیداری کی تحریك تمام دیگر مسائل پر غالب تھي_ اس مرحلہ میں ایران کی روشن خیال فضا میں ایك اہم تبدیلی پیدا ہوئي کہ اسے " تو بہ روشفنکری " (روشن خیالی کی توبہ) سے تعبیر کیا گیا ہے _ (2)
1340 شمسی کی ابتدائي ایام میں ایك حادثہ کہ جس نے اسلامی بیداری کے مسئلہ کو تیار کیا آیت اللہ بروجردی کی وفات تھا_ وہ پندرہ سال تك شیعوں کے بلامقابلہ مرجع تھے_ لذا اس حوالے سے ایك بہت بڑا خلاء پیدا ہوا اسی دور میں ایران اور نجف میں ایسے مجتہد تھے کہ جو صاحب رسالہ یا مرجعیت کی صلاحیت کے حامل تھے مثلا امام خمینی (رہ) اور آیت اللہ گلپایگانی ، آیت اللہ مرعشی نجفی ،آیت اللہ شریعتمداری ، آیت اللہ حکیم ، آیت اللہ خوئي ، آیت اللہ شاہرودی ، آیت اللہ شیرازی اور آیت اللہ یثربي ... اسی گروہ میں سے تھے(3) حکومتی کابینہ اس کوشش میں تھی کہ مرکز مرجعیت کو نجف کی طرف منتقل کیا جائے لہذا انہوں نے آیت اللہ بروجردی کی وفات پر تسلیت کا پیغام آیت اللہ حکیم کی خدمت میں بھیجا(4)

---

1) عباس خلجي ، اصلاحات امریکای و قیام پانزدہ خرداد، تہران، مرکز اسناد انقلاب اسلامی ،ص 45_ 44_
2) محمد علی ذکریابی ، در آمدی بر جامعہ شناسی و روشنفکری دینی ، تہران _
3) روح اللہ حسینیان، سہ سال ستیز مرجعیت شیعہ (1343_ 1341)،تہران ،ص 126_
4)محمد حسن رجبي، زندگینامہ سیاسی امام خمینی ،ج1 ،تہران ، مرکز اسناد انقلاب اسلامی ص 226 ، 225_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آیت اللہ بروجردی کی وفات کے بعد اصولی مکتب کے جدت پست علماء کے ایك گروہ اور بعض دینی روشن خیال دانشوروں نے مرجعیت کے موضوع پر غور و خوض کرنے کیلئے نشستیں کیں اور اپنے تجزیہ و تحلیل کو ایك مقالہ کی شکل میں لاکر 1341 شمسی میں ایك کتاب بنام " بحثی درباره مرجعیت و روحانیت" کی صورت میں شایع کیا (1) اس کتاب کی مباحث میں دین پر ایك نئي نگاہ اور دینی مسائل میں اصلاحی نظریات کو بیان کیا گیا تھا ،مثلا دین اسلام کے دامن کو خرافات سے پاك کرنا شیعہ رہبر کا اپنے دور جدید اور ضروری علوم سے ضروری طور پر آگاہ ہونا _ مذہبی فعالیت کی پشت پناہی کیلئے جداگانہ اقتصادی اساس فراہم کرنے کی ضرورت پر زور تاکہ وہ حکومت یا عوامل کی طرف دست دراز کرنے سے بے نیاز ہو اور گروہی صورت میں مرجعیت بنام "شورائے فتوا" (افتاء کونسل) کی رائے دینا _(2)
اسلامی بیداری کی اس نئي لہر میں امام خمینی (ره) اور انکے ہم فکر علماء نے یہ کوشش کی کہ سیاست کومرجعیت کے محور کی طرف لوٹا دیا جائے _ یونیورسٹی طلباء کی مذہبی تنظیم نے بھی اس مقصد کی تکمیل کیلئے مدد کی _ اور اس نظر کی تشریح اور وضاحت کیلئے " سیاست میں روحانیت کی طرف رجحان" اور " ایرانی مسلمان کا اپنی طرف لوٹنا" جیسی اصطلاحات سے مدد لی ہے (3) امام خمینی نے اس ہدف کے حصول کیلئے حوزہ علمیہ کو مستحکم کیا_ (4)
16 مہر 1341 شمسی میں حکومتی اراکین میں قانون " انجمنہای ایالتی و ولایتی " (قومی اور صوبائي انجمنیں) پاس ہوا کہ جسکی بناء پر منتخب ہونے ا ور منتخب کرنے والوں کی شرائط میں سے مذہب اسلام کی شرط ختم ہوگئي تھی اور قرآن کی قسم کی بجائے آسمانی کتاب کی قسم کو حلف نامے میں قرار دیا گیا تھا،یہ قانون پاس ہونے سے

---

3) بحثی درباره مرجعیت و روحانیت (مجموعہ مقالات) ،تہران_
4) آ_ مراد حامد الگار ، برك و دیگران ،نہضت بیدارگری در جہان اسلامی ، ترجمہ محمد مہدی جعفری تہران ص 113 _ 131_
3) محمد تقی قزل سفلی " امام خمیني، گفتمان احیاء و چالش با گفتمانہای غالب" ایدئولوی ،رہبری و فرایند انقلاب اسلامی مجموعہ مقالات " ج 2، تہران، موسسہ چاپ ونشر عروج ص 252 _
4) رسول جعفریان ، سابقہ ماخذ ، ص 139_

ایك بہت بحران پیدا ہوا کہ جو بذات آنے والے دور مینبہت سے بحرانوں اور تغیر و تبدل کا باعث بنا_ (1) اس کے بعد امام خمینی نے علماء قم کو دعوت فکر دیتے ہوئے اور انکے ساتھ مشورہ کیلئے نشستوں کا انعقاد کرتے ہونے رسمی طور پر اپنی فعالیت کا آغاز کیا _ (2) امام خمینی کی زیر قیادت اس تحریك میں ایك نیا نکتہ یہ تھا کہ اب تك تمام تر تنقید کا مرکز حکومت تھی جبکہ اس کے بعد تنقید کا مرکز محمد رضا پہلوی تھا (3) اس مجددانہ فکرکے مد مقابل پہلوی حکومت کا مزاحمت کرنا باعث بنا کہ یہ اصلاحی تحریك ایك انقلابی فکر میں تبدیل ہوگئي_(4)
امام خمیني نے مذکورہ قانون پر شرعی اشکالات کرتے ہوئے اسکی مخالفت کا آغاز کیا اور اسکے لغو ہونے کا مطالبہ کیا ،بادشاہ اور وزیر اعظم " علم " کو ایك ٹیلی گراف میں قرآن اور اسلامی احکام کی نافرمانی اور مخالفت کی صورت میں بھیانك نتائج سے آگاہ کیا _ (5)
امام خمینی کی کوشش سے یہ مخالفت پورے ملك میں پھیل گئي _ امام خمینی کے مقلدین اور شاگردوں نے مختلف طریقوں سے اما م کے بارے میں خبریں ، معلومات اور انکے پیغامات سارے ملك میں پھیلا دے_ اور یوں یہ لوگ اپنے شہروں ، حوزہ علمیہ قم اور امام خمینی کے درمیان ایك پل کی مانند کام کر رہے تھے_(6)
اسلامی بیداری کی تحریك کا پہلا مرحلہ 10 آذر 1341 میں پہلوی حکومت کی پسپائي اورمذکورہ قانون کے لغو کرنے سے کامیابی کے ساتھ طے ہوگیا اس کے بعد کا مرحلہ مراجع اور علماء کا سفید انقلاب کے چھ اصولوں کے بارے میں ریفرنڈم کی مخالفت تھا کہ جو چھ بہمن 1341 میں انجام پایا_ اس مرحلہ میں اشتہارات لگانے، احتجاجی مظاہرے ، تقاریر اور مشورہ کے حوالے سے نشستوں کا اہتمام کیا گیا کہ اس مخالفت کی بناء پراس ریفرنڈم

---

1) عباس جلجي، سابقہ ماخذ ، ص 123_
2) روح اللہ حسینیان، سابقہ ماخذ ، ص 127_ 126_
3) رسول جعفریان، سابقہ ماخذ ، ص 142_
4) محمد علی زکریایي، سابقہ ماخذ ، ص 110_ 104_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

5) صحيفہ نور، باسعي سازمان مدارك فرہنگي انقلاب اسلامي ، تہران، ج 1 ، ص 43_ 27_
6) رحيم روح بخش " چند شہري بودن جنبش ہاي معاصر ايران، بررسي قيام 15 خرداد، گفت و گو ،ش 29 ،ص 37_ 36_

354

ميں بہت كم لوگوں نے شركت كي _(1)
اسي دوران ايك اہم واقعہ 2 فروردين 1342 كا واقعہ تھا جسميںپہلوي حكومت نے مدرسہ فيضيہ قم اورمدرسہ طالبيہ تبريز ميں علماء پر حملہ كيا جسكے ضمن ميں كچھ افراد قتل اور كچھ زخمي ہوئے ،يہاں ايك دلچسپ نكتہ يہ ہے كہ پہلوي حكومت نے عوام كو فريب دينے كيلئے اس واقعہ كو اصلاحات ارضي كے مخالف علماء اور اسكے موافق كسانوں كے درميان نزاع قرار ديا_ اور كہا گيا كہ يہ كسان زيارت كے ليے قم آئے تھے اور علماء سے ٹكرا گئے_ ليكن حكومت كا يہ اقدام بھي گذشتہ دين مخالف اقدامات كي مانند برعكس نتائج كا سبب قرار پايا_ پورے ملك ميں حكومت كے خلاف غصہ و نفرت كي لہر چلي _ يہانتك كہ نجف اور كربلا كے حوزات سے رد عمل سامنے آيا اور ايران كي طرف ٹيلي گرافوں اور بيانات كا ايك سيلاب روانہ ہوا (2) سب سے شديد اللحن اعلان امام خميني كي طرف سے صادر ہوا انكا يہ اعلان "شاہ دوستي يعني غارتگري "كے عنوان سے لوگوں ميں مشہور ہوا_(3)
تحريك كا ايك اور مرحلہ كہ جو تحريك كے آنے والے دور ميں ديگر مراحل ميں بہت زيادہ اہميت اور اثرات كا حامل تھا اور تاريخ معاصر كا بھي ايك مقطع شمار ہوتا ہے 15 خرداد 1342 كا قيام تھا_
اس سال كے محرم ميں مجاہد علماء نے پہلوي حكومت كي پر تشدد كا روائيوں پر تنقيد كي جسكے نتيجہ ميں پر عزاداري كي محافل ،جہاد اور سياسي فعاليت كے مراكز ميں تبديل ہوگئيں_ اس مرحلہ تحريك ميں عوام كے تين طاقتور اور موثر طبقات تاجر،يونيورسٹي والے اور علماء نے اپني وحدت ديكجہتي كا مظاہرہ كيا _ اس مرحلہ تحريك كا عروج امام خميني كي عاشورا كے دن مدرسہ فيضيہ قم ميں تقرير تھي كہ جس ميں انہوں نے اعلان كيا كہ تحريك كا مقصد بادشا اور اسرائيل سے مقابلہ اور اسلام كو انكے خطرات سے محفوظ ركھنا ہے " _
---

1) سابقہ ماخذ ،ص 53_
2) عباس علي حميد زنجاني، انقلاب اسلامي ايران (علل، مسائل و نظام سياسي)، تہران ص 146_ 142_
3) صحيفہ نور، ج 1 ، سابقہ ماخذ ، ص 75_73_

355

اپني تقرير كے ايك اور حصے ميں محمد رضا پہلوي كو مخاطب كر كے فرمايا: ميں نہيں چاہتا كہ تيرا انجام تيرے باپ كي مانند ہو ،يہ چاہتے ہيں كہ تجھے يہودي كے عنوان سے پيش كريں تا كہ ميں كہوں كہ تو كافر ہے تا كہ تجھے ايران سے نكال ديں اور تيرا كام تمام كرديں _(1)
پندرہ خرداد كا قيام در حقيقت علماء كا انتہايي سنجيدگي سے سياسي فعاليت كا مظاہرہ اور سياسي اسلام كو حقيقت ميں سامنے لانے كي كوشش تھا _ تاجر طبقہ بھي عشروں سے قوم پرستانہ نظريات سے منسلك رہنے كے بعد اب مراجع اور علماء كي راہنمائي سے سياسي اسلام پسند نظريات كي طرف رخ چكا تھا اور يہ نيا مرحلہ پانچويں عشرہ ميں اسلامي بيداري كي تحريك كي خصوصيات ميں سے تھا ،دوسرا قابل توجہ نكتہ ايران كي جغرافيائي سرحدوں كے اندر انتہائي سرعت سے پيغام و معلومات كا پہنچنا اور عوام كے مختلف طبقات كا ان كوششوں ميں شريك ہونا تھا _ (2) اس قيام نے ثابت كيا كہ اسلامي بيداري كي تحريك ايك طاقتور تحريك كي صورت ميں سامنے آچكي تھي_
آيت الله بروجردي كي وفات سے ليكر 15 خرداد كے قيام تك كچھ اور ضمني لہروں نے بھي اسلامي بيداري كي اس موج كو مزيد مستحكم كيا كہ ان لہروں كي فعاليت كا مركز بھي مذہبي اور اسلامي تھا _ اس تحريك كے اس حصہ ميں جس ميں ديني علماء نہينتھے مذہبي اور قوم پسند رحجانوں كے باہمي اختلاط سے ديني روشن خيالي اور ديني احياء كي تحريك وجود ميں آئي_ اگر چہ اس تحريك كے تانے بانے كئي عشرے قبل كي تحريك سے ملتے ہيں_
ايران ميں نہضت آزادي "تحريك آزدي "ايك مذہبي و سياسي تنظيم تھي كہ جو 1340 شمسي ميں ارديبہشت (ايراني مہينہ) كے آخر ميں مہدي بازرگان، يدالله سحابي، آيت الله طالقاني اور ديگر قوم پرست مذہبي لوگوں كي كوششوں سے وجود ميں آئي _ بازرگان نے اس تحريك كي تشكيل كا مقصد " (ايراني) قوميت اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) سابقہ ماخذ ،ص 93_91_
2) رحیم روح بخش ، سابقہ ماخذ، ص 69_ 68_

356

تحريك كے اصول كو مدنظر ركھتے ہوئے نئي اسلامی بیداری سے ہم آہنگی برقرار كرنا "بتايا (1) جلال الدين فارسی اور محمد علی رجائي كا اس تنظيم كا ركن ہونا اور آيت الله بہشتي، آيت الله مطہری اور محمد جواد باہنر جيسے افراد كا اس تحريك كے قائدين سے دوستی و رابطہ اس تحريك كے قائدين كے دين اسلام كی طرف ميلان كو بيان كر تا ہے_
نہضت آزادی كے منشور ميں بھی ايرانی قوم كے اساسی حقوق كے احياء كے ساتھ ساتھ اخلاقي، معاشرتی اور سياسی اصولوں كی دين مبين اسلام كی بنياد پر ترويج كی تاكيد ملتی ہے_(2)
اس تحريك كی فعاليت كے مقابلے ميں پہلوی حكومت كا رد عمل اس تحريك كے قائدين كی گرفتاريوں اور عدالتی كا روائيوں كی صورت ميں سامنے آيا اور يہ عدالتی كا روائياں سياسی جلسوں ميں تبديل ہوگئيں _ دينی طلاب، سياسی كاركن حضرات اور يونيورسٹی كے طلباء ان كا روائيوں كی نشستوں ميں شريك ہوتے تھے اور آيت الله طالقانی اور ديگران سے ملاقات اور گفتگو كر تے تھے(3) در حقيقت يہ عدالتی كاروائياں خود حكومت كے محاكمہ اور حكومت كے طرز عمل كے بارے ميں انكشافات ميں تبديل ہوچكی تھيں كہ مجموعی طور پر اس مسئلے نے اسلامی بيداری كے مراحل كو سرعت بخشي_(4)
ان سالوں ميں امام خمينی كی قيادت ميں اسلامی بيداری كی تحريك كی خصوصيات مندرجہ ذيل ہيں:
دين و سياست كے ملاپ كے نظريہ كو مستحكم كرنا_ پہلوی حكومت كے ساتھ كوئي سمجھو تہ نہ كرنا ،علمی ميدان ميں سياسی اجتہاد كو استحكام دينا اور فكر و عمل ميں ہم آہنگی برقرار كرتے ہوئے آمريت اور استعمار كا مقابلہ كرنا ... ان ميں سے سب سے اہم دنيا كی جديد آمريت كو نشانہ بنانا تھا ،انہی سالوں ميں ديگر بيدارگر شخصيات ميں سے محمود طالقانی اور مرتضی مطہری قابل ذكر ہيں كہ جنہوں نے زيادہ تر فكری ميدانوں ميں

---

1) 60 سال خدمت و مقاومت (خاطرات مہندس مہدی بازرگان)ج 1، غلام رضا نجاتی تہران ، موسسہ خدمات فرہنگی رسا، ص 374_
2) اسناد نہضت آزادی ايران، ج1 ، تہران، ص 44_
3) عباسی علی عميد زنجاني، سابقہ ماخذ، ص 150_
4) محمد حسن رجبی ، سابقہ ماخذ_ ص 341 _ 239_

357

فعاليت كي_(1)
انہی سالوں ميں يونيورسٹی كے طلاب كی مذہبی تنظيم كا بھی اسلامی بيداری كی تحريك ميں قابل ذكر حصہ ہے _ وہ دانشور اور مجاہد علماء مثلا علامہ طباطبائي، آيت الله مطہری اور آيت الله طالقانی سے رابطہ ميں رہتے تھے_"انجمن اسلامی دانشجويان" كی تنظيم كی صورت ميں طلباء نے دو عشروں تك علمی موضوعات مثلا ماركسزم كے مقابلے ميندين اسلام كے دفاع كے موضوع پر فعاليت كی اور تمام اقوام اسلام كے اتحاد پر زور ديا انہوں نے امام خمينی كی اسلامی تحريك كے آغاز سے ہی آپ سے رابطہ قائم كيا_ امام خمينی نے ايك سياسی مرجع تقليد كے عنوان سے اس طلباء كی تحريك كيلئے ايك مذہبی برجستہ قائد كے خلاء كو پر كيا(2)
امام خمينی كی سياسی فعاليت بڑھنے اور بالخصوص "كيپيٹلائزيشن" كے بل كے پاس ہونے پر اعتراض كی بناء پر امام خمينی كو پہلے تركی اور پھر نجف اشرف كی طرف جلا وطن كياگيا_جسكی وجہ سے آمرانہ اقدامات اور سياسی گھٹن ميں اضافہ ہوگيا اور سياسی فعاليت مخفی صورت ميںانجام پانے لگي_ اس زمانہ كے وزير اعظم حسن علی منصور كے قتل نے بھی اس سياسی گھٹن كو بڑھايا_ لہذا ان سالوں ميں اسلامی تحريك زيادہ ترعسكری اور نظرياتی صورت ميں سامنے آئي_
مؤتلفہ اسلامي، حزب ملل اسلامی اور مجاہدين خلق كی تنظيم كی فعاليت نئي صورت ميں تشكيل پانے لگی ان ميں حزب ملل اسلامی عالم اسلام پر چھائي ہوئي فكری فضا سے متاثرہوتے ہوئے اور دينی روشن فكر اور مصلح حضرات كی پيروی ميں بين الاقوامی اسلامی انقلاب كے ذريعے فرقہ و قوم كے تعصب سے قطع نظر ايك وسيع اسلامی حكومت كی تشكيل كی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خواہاں تھي_(3) جبکہ مجاہدین خلق کی تنظیم 1344 سے 1350 تك فوجی اور عسکری تربیت اور اس حوالے سے نظری مطالعات میں مشغول رہي_

---

1) مرتضی مطہری ،احیاء فکر دیني، دہ گفتار (مجموعہ مقالات) تہران، ج 5 ، ص 151 _ 129، احیاء تفکر اسلامي، تہران ،ص 14_7
، رسول جعفریان، سابقہ ماخذ ،ص 197 _ 193_
2) علیرضا کریمیان ، سابقہ ماخذ ، ص 217 _ 214_
3) اسماعیل حسن زادہ، تاملی در پیدایش و تکوین حزب ملل اسلامي، متین ، س 2 ، ش 6،5 _ ص 82 _ 62_

358

جسکے نتیجہ میں سن پچاس کے عشرہ میں اسلامی بیداری کی تحریك کے مراحل کچھ زیادہ مؤثر نہ تھے_
1350 سے لیکر 1353 شمسی تك اس تنظیم کے بہت سے قائدین اور بانی حضرات انکی مسلحانہ سرگرمیوں کے انکشاف پر گرفتار ہوئے یا پھانسی چڑھ گئے_(1) یہ تنظیم 1354 شمسی میں اندرونی خلفشار کا شکار ہوئي اور دو گروہوں اسلامی اور کیمیونسٹ میں بٹ گئي اور پھر یہ اختلاف آپس میں خونی لڑائیوں تك پہنچ گیا_(2)
1356 شمسی سے سیاسی گھٹن کم ہونا شروع ہوی اور آہستہ آہستہ سیاسی قیدی آزاد ہونا شروع ہوئے _ ان سالوں میں اسلامی گروہوں میں بعض مجاہدین مثلا محمد جواد باہنر، محمد علی رجائي، ہاشمی رفسنجاني، جلال الدین فارسی اور دیگرافراد کے ذریعے علمی فعالیت کہ جس کا سیاسی رنگ کم تھا کا آغاز ہوا (3) کو اپریٹواشاعتی ادارونکی فعالیت کہ جو مذہبی مجاہد طرز کے دانشور حضرات کی قلمی کاوشوں کی اشاعت کرتے تھے ،نے دینی تفکر کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا_(4)
بیدارگراور دینی مصلح شخصیات کے ساتھ ساتھ جلال آل احمد، مہدی بازرگان اور علی شریعتی جیسی شخصیات کے نظریات اور آثار نے بھی بتدریج اسلامی بیداری کے رجحان کو قوت بخشي_ آل احمد نے اپنی دو کتابوں "غرب زدگی و در خدمت و خیانت روشنفکران" میں مغرب پرستی اور روشن فکری کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا ،وہ تشیع کو ایرانی تشخص کاجزو لاینفك سمجھتے تھے اور مغربی تسلط کے مقابلے میں دینی علماء کے کردار پرزور دیتے تھے_(1)

---

1) غلام رضا نجاتي، تاریخ سیاسی بیست سالہ ایران، ج 1، تہران ، ص 407 _ 393_
2) بیانیہ اعلام مواضع ایدئو لویك ،تہران ، سازمان مجاہدین خلق ایران، 1354_
3) جلال الدین فارسي، زوایای تاریك، تہران، حدیث ، ص 138_
4) حسن یوسفی اشکوري، در تکاپوی آزادی ، ج1، تہران ، ص 239 _ 238_
5) مہرزاد ، بروجردي، روشنفکران ایران و غرب، ترجمہ جمشید شیرازی ، تہران ، ج 2 ص 123 _ 118، محمد علی زکریایي، سابقہ ماخذ ، ص 193_ 189_

359

بازرگان نے بھی وسیع سیاسی فعالیت کے ساتھ ساتھ پچاس کے عشرہ سے قلمی نظریاتی محاذپر کام شروع کیا_ 1345 شمسی میں اپنی اہم ترین کتاب " بعثت و ایدئولوي" (بعثت اور آئیڈیالوجي) کو تحریر کیا (1) اس قسم کی فعالیت ساٹھ کے عشرہ میں بھی جاری رہي_ ڈاکٹر شریعتی کی خدمات اسلامی تحرك کو یونیورسیٹوں طلبا اور نوجوان نسل میں پھونکنے اور انہیں مغربی مارکسسی نظریات سے دور رکھنے میں انتہائي اہمیت کی حامل ہیں انہوں نے اپنے نظریے"بازگشت بہ خویشتن"(اپنی طرف لوٹنا)کے ذریعے آل احمد کے مغرب پرستی کے موضوع کو آگے بڑھایا(2)
پچاس کے عشرہ میں بالخصوص اسکے دوسرے حصہ میں عالم اسلام میں بیداری کی لہر اور اسلامی اقوام کی خود مختاری کی کوششوں نے بھی ایران میں اسلامی بیداری کی تحریك پر اثرات مرتب کیے اس حوالے سے الجزائر کے مجاہد مسلمانوں کی کامیابی اور فلسطین کی تحریك زیادہ موثر رہي_ (3)
اس دور کا اہم ترین واقعہ 1349 شمسی میں امام خمینی کی طرف سے نجف میں اسلامی حکومت کی علمی بحث کا " ولایت فقیہ" کے عنوان سے آغاز تھا_ انہوں نے ان نشستوں میں فقہاء کی حکومت، دین و سیاست کے ملاپ اور آئیڈیالوجی کے عبادت سے بالاتر ہونے کے اثبات اور وضاحت کو محور سخن قرار دیا ،ان مباحث کے ضمن میں ایرانی حکومت اور دیگر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسلامی ممالك کے حالات پر بھی تنقید کی اور اہل نظر حضرات کو ان موضوعات پر مطالعہ اور تحقیق کیلئے دعوت دي_(5)ان کے افکار پیغام رسانی کے چینل کے ذریعے ایران منتقل ہوئے جو ایرانی مجاہدین میں نئي رو ح پھونکنے کا باعث بنے_
یورپ اورامریکہ میں امام خمینی کے افکار کی مقبولیت اور اشاعت میں ایك سبب وہاں کے ایرانی مسلمان
---

1) سعید برزین ، زندگینامہ سیاسی مہندس مہدی بازرگان ، تہران، ج 2 ، ص 102_ 201_
2) مہرزاد بروجردی ، سابقہ ماخذ ، ص 167_
3) رسول جعفریان، سابقہ ماخذ ص 222 _ 220 ، فربدد شیخ فرشي، روشنفکری دینی و انقلاب اسلامی ، تہران، ص 340 _ 339
4) حمید روحاني، نہضت امام خمینی ، ج 2 ، تہران ، ص 695 _ 681

360

طلباء کا کردار تھا کہ جو اسلامی انجمنوں کی صورت میں فعالیت کر رہے تھے اور نجف سے رابطہ رکھے ہوئے تھے وہاں کی مناسب سیاسی فضاء اور ان طلباء کی ذرائع ابلاغ تك رسائي نے انہیں تبلیغ اور فعالیت کا زیادہ سے زیادہ موقعہ فراہم کیا ،اس حوالے سے آیت اللہ بہشتی کہ جو جرمنی میں ہیمبرگ کے اسلامی مرکز کے سر براہ تھے انکا ان طلباء سے رابطہ انتہائي اہمیت کا حامل تھا سنہ 1345 شمسی میں یورپ کے مسلمان طلباء نے ایك رسالہ بنام " اسلام مکتب مبارز" بھی جاری کیا(1) ساٹھ کے عشرہ میں حسینیہ ارشاد میں ڈاکٹر علی شریعتی کی تقاریر اور انکی تالیفات کے ممنوع ہونے کی بناء پر یونیورسٹی کے طلباء میں انکی تالیفات کے مطالعہ کا رجحان بڑھ گیا انکی سماجیات، تاریخ، فلسفہ اور دین کے امتزاج پر مبنی گفتگونے طلباء کے مذہبی ونگ میناسلامی بیداری کے احساس کو مزید قوت بخشي(2)_
مطہري، مفتح، محمد تقی جعفری اور فخرالدین حجازی کی یونیورسیٹوں مینتقاریر اور قلمی آثار نے جہاں حوزہ علمیہ اور یونیورسیٹوں کو ہم فکر اور ہمقدم بنانے میں کردار ادا کیا وہاں اسلامی بیداری کی تحریك کو علم، ایمان اور جدید دور کی معلومات سے بھی یکساں طور پرمسلح کیا _
1351 شمسی میں پہلوی حکومت نے سپاہ دین کو تشکیل دیا تا کہ اپنے مخالف علماء کی فعالیت کو کنٹرول کرے_ لیکن اس اقدام کا نتیجہ بھی الٹ نکلا امام خمینی کی قیات میں علماء نے سختی سے اس اقدام کی مخالفت کی اور حکومت کے خلاف وسیع پیمانے پر مہم چلائي_
1354 شمسی اور 1355 شمسی میں بے پناہ سیاسی گھٹن اور صف اوّل کے بہت سے مجاہدین اور دانشور شخصیات کو قید و بند میں ڈالنے کی فضاء سے اسلامی بیداری کی تحریك کچھ عرصہ کیلئے جمود کا شکار ہوئي اور زیادہ تر یونیورسٹی طلبا کی تحریك کی صورت میں جاری رہی ،یونیورسٹی کے طلباء نے یونیورسیٹوں میں بہت سے
---

1) علی رضا کریمیان ، سابقہ ماخذ، ص 273_ 271 ، یاران امام بہ روایت اسناد ساواك (شہید بہشتي) مرکز بررسی اسناد تاریخی وزارت اطلاعات)_ ص 127_ 123 ، 78، 77، 67و 39، 34 عباس علی عمید زنجاني، سابقہ ماخذ، ص 173 _ 170 ، علمی دوانی ، نہضت روحانیون ایران، ج 5و 6 مرکز اسناد انقلاب اسلامی ، ص 208 _207_
2) شریعتی بہ روایت اسناد ساواك ، 3 جلد ، تہران، مرکز اسناد انقلاب اسلامي_

361

نماز خانے قائم کیے_ کوہ پیمائي کے پروگرام بنائے ، نماز جماعت کا اہتمام کیا، اور گھروں میں علمی نشستیں رکھتے ہوئے نظریاتی جنگ اور یونیورسٹی اور معاشرہ میں فاسد کلچر کے مقابلہ پر مبنی گفتگو اور اسی طرح کے دیگر کام سرانجام دیتے ہوئے انہوں نے اس جمود کے دور کو بعد کے مرحلے کے ساتھ متصل کیا وہ مرحلہ جس میں انقلاب کی کامیابی کیلئے آخری جوش و خروش پیدا ہوا تھا_(1)
ساٹھ کے عشرہ میں اس معتدل اور اصولی فکری اور اسلامی سیاسی فعالیت کے ساتھ ساتھ کچھ اور گروہ بھی کام کر رہے تھے کہ جو مذہبی طور پر متشددانہ افکار کے مالك تھے ان میں سے وہ جو علماء کے ساتھ رابطہ رکھے ہوئے تھے ،میں سے سات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہیں"امت واحدہ ، توحیدی صف، فلق، فلاح، منصورین اور موحدین کچھ ایسے گروہ بھی تھے کہ جو دینی رجحان کے حامل ہونے کے با وجود علما سے ہٹ کر کام کر رہے تھے گروہ فرقان اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گروہ آرمان مستضعفین و غیرہ ان میں سے تھے_(2)
50 اور 60 کے عشرہ میں اسلامی بیداری کی تحریك کو آگے بڑھانے کا ایك اہم ترین ذریعہ علمی حوزات ، دینی مدارس اور مجاہد علماء کا تبلیغی پلیٹ فارم تھا_ حوزات میں سب سے اہم اور وسیع ترین حوزہ حوزہ علمیہ قم تھا_ اس دور میں حوزہ علمیہ قم سے وابستہ موسسات کہ جو اسی دور میں تشکیل پائے اور فعالیت کا آغاز کرچکے تھے ان میں سے مکتب اہل بیت (تشکیل 1340 شمسی) جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم (تشکیل 1342 شمسي)اور موسسہ در راہ حق (تشکیل 1345) قابل ذکر ہیں_(3)
دارالتبلیغ اسلامی کی تشکیل اور اسکے آثار اور مطبوعات اگرچہ امام خمینی کی تحریك کے ساتھ مکمل طور پر موافق نہ تھے بلکہ کبھی کبھی انکی مخالفت بھی کرتے تھے اور امام خمینی بھی انکی طرز فعالیت اور بعض کارکن حضرات کي
---

1) حميد روحاني، سابقہ ماخذ، ج 3 _ ص 1004_ 998 ، عمادالدين باقي، جنبش دانشجويی ايران از آغاز تا انقلاب اسلامي،تہران، جامعہ ايرانيان، ص 253 _ 248_
2) رسول جعفريان ، سابقہ ماخذ، ص 179 _ 177_
3) سابقہ ماخذ 134 _ 131_ علی رضا سيد كباری ، حوزہ ہای علميہ شيعہ در گسترده جہان، تہران، اميركبير ، ص 420 _ 414

362
تائید نہیں کرتے تھے اسکے باوجود یہ آگے کی طرف ایك قدم تھا اور دارالتبلیغ نے علمی اور مذہبی سطح پر ایسی مسلسل فعالیت کے دوران جو ان طلباء کو علوم انسانی اور دینی میں جدید تعلیمات سے بہرہ مند کیا_ دینی علوم کے مدارس مثلا مدرسہ حقانی ،مدرسہ منتظریہ ، مدرسہ آیت اللہ گلپایگانی اور بعض دیگر مدارس اسی طرح بعض مطبوعات مثلا مکتب اسلام، مکتب تشیع، بعثت ، سالنامہ مکتب جعفري، طلوع اسلام ، مسجد اعظم قم کا رسالہ "پيك اسلام "یہ سب مجاہد علماء کی سعی و کاوش تحت چل رہے تھے اور شایع ہو رہے تھے _ اور مجموعی طور پر ان سب کااسلامی بیداری میں اہم کردار تھا_ (1)
دیگر شہروں کے علمی حوزات بھی اہم فعالیت کر رہے تھے اس حوالے سے مشہد کا علمی حوزہ مشہور مجاہد علماء مثلا آیت اللہ محمد ہادی میلاني، آیت اللہ حسن قمي، آیت اللہ علی خامنہ ای اسی طرح عبدالکریم ہاشمی ناد اور عباس واعظ طبسی کی موجودگی کی وجہ سے پہلوی حکومت کے خلاف ایك اہم محاذ کی شکل اختیار کر گیا تھا اور دینی تفکر کے احیاء میں موثر کردار ادا کرنے والے مراکز میں سے ایك اہم مرکز شمار ہوتا تھا_(2)
مبلغین علماء کرام بھی بالخصوص ماہ محرم، صفر اور رمضان المبارك میں اپنے تبلیغی سفر اور پروگراموں کی صورت میں اسلامی تحریك کی ہمراہی کر رہے تھے اور لوگوں کو جدید سیاسی اور مذہبی مسائل سے آگاہ کر رہے تھے_ (3)
دیگر کاوشیں کہ جنہوں نے اس اسلامی بیداری کی لہر کی اعانت کی مصر کی دینی تنظیم اخوان المسلمین کے قائدین سید قطب اور انکے بھائي محمد قطب کے بارے میں بارہ سے زیاہ قلمی آثار کا عربی سے فارسی زبان میں مجاہد دانشور حضرات کے ذریعے ترجمہ کیا جانا تھا_ (4)
1355 شمسی کے اواخر اور بالخصوص 1356 شمسی میں کچھ حد تك آزاد سیاسی فضا کا پیدا ہونا اور سیاسي
---

1) رسول جعفريان، سابقہ ماخذ، ص 174 _ 159_
2) مزيدمطالعہ كيلئے رجوع كريں: علی رضا سيد كباری ، سابقہ ماخذ، ص 769 _ 351، غلامرضا جلالي، مشہد در بامداد نہضت امام خمينی ، تہران ، مركز اسناد انقلاب اسلامي، ص 142 روح اللہ حسنيان، سہ سال ستيز در بعثت شيعہ، ص 1139_ 137_
3) رسول جعفريان ، سابقہ ماخذ ، ص 158 _ 156
4) سابقہ ماخذ، ص 179 ، 177_

363
قیدیوں کی رہائي نے اسلامی بیداری کی تحریك کے لیے مناسب حالات پیدا کیئے ،اخبارات و رسائل کے سنسر میں کمی نے بھی یہ موقع فراہم کیا کہ ذرائع ابلاغ سے بہتر فائدہ اٹھایا جاسکے_ اور حکومت کے سیاسی مخالفین بالخصوص مذہبی قوتوں نے اس موقع کو غنیمت جانا تا کہ پہلوی حکومت کو وسیع سطح پر تنقید کا نشانہ بنایا جائے_ مثلا جب " کیہان" اخبار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نے یہ سوال اٹھایا کہ " ایران چہ دردی دارد(ایران کا مسئلہ کیا ہے) تو چالیس ہزار سے زیادہ خطوط اس سوال کے جواب میں حاصل ہوئے_(1)
مجموعی طور پر پہلوی حکومت کے زیر نگرانی (مجبوراً اختیار کی گئي) معتدل پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسکے سیاسی مخالفین متحد ہوگئے پہلوی حکومت کی بنیادینمتزلزل ہوگئیں اور اسلامی بیداری کی تحریك بھی فکری اور انفرادی کاوشوں سے بڑھ کر وسیع پیمانے پر اپنی حتمی کامیابی کیلئے قدم اٹھانے لگی اور سیاسي، اجتماعی اور ثقافتی سطح پر پہلوی حکومت کو اپنے مطالبات کو تسلیم کرنے پر مجبور کردیا_ اسی دوران امام خمینی کے بڑے فرزند سید مصطفی خمینی کی شہادت (1356 شمسی اول آبان) اور انکے لیے مجالس ترحیم کے پروگراموں کا انعقاد ہوا اور یہ مجالس و محافل پہلوی حکومت پر تنقید اور امام خمینی اور انکی اسلامی تحریك کی تعریف و تجلیل میں تبدیل ہوگئیں_ (2)
ملك کے اندراور باہر مجاہدین کے نیٹ ورك نے اپنے تبلیغی اور پیغام رسانی کے گوناگون ذرائع کے توسط سے امام خمینی کی مرجعیت اور رہبری میں کامیابی کے حصول تك جہاد کی ہدایت اور تاکید کي_(3)
آخری نکتہ یہ ہے کہ سید مصطفی خمینی کی شہادت کے بعد جو تحریك شروع ہوئي وہ پھر کنٹرول نہ ہوسکی سیاسی اسلام اور دینی قیادت نے اسلامی حکومت کی تشکیل کیلئے اپنا نتیجہ خیز قدم اٹھایا جس کا نتیجہ بہمن 1357 میں صبر و کاوش کے بہت سے عشروں کے بعد امام خمینی کی رہبری میں اسلامی حکومت کی تشکیل کی صورت میں نکلا_
---

1) چمز بیل، عقاب و شیر، ترجمہ مہوش غلامي، ج 1 ، تہران نشر کوبہ ، ص 459_
2) مہدی بازرگان، انقلاب ایران در دو حکومت ، تہران، نہضت آزادی ، ایران، ج 5، ص 24_
3) شہیدی دیگر از روحانیت ، نجف ، انتشارات روحانیون خارج از کشور ، ص 140 ، 126_

گیارھواں باب :

مغربی تہذیب پر نقد و نظر

1_ مغربی مفکرین کی آراء میں مغربی تہذیب پر تنقید

انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز میں ثقافتی ، معاشرتي، سیاسی اور اقتصادی روابط کے پیچیدہ ہونے اور اسکے نتیجہ میں جدید تہذیب کے مراکز اور اداروں کے وجود میں آنے سے مغربی دانشوروں کی آراء میں مغربی تہذیب پر منظم تنقید، اسکی مختلف اقسام اور مستقبل کے بارے میں بدگمانیوں کاشکار ہونا ایك خاص روایت بن گیا_
پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے آغاز اور اختتام سے منفی نگاہ کی یہ عادت اہل مغرب کے دل و دماغ میں مضبوط ہوتی چلی گئي فریڈرچ نیٹشا، کارل مارکس اور سگمنڈ فرایڈ جو کہ اس قسم کی نقد کے پرچم دار تھے انہوں نے اپنے خدشات کو علمی طرز میں ظاہر کیا_ نیٹشانے مغرب کے ناہماہنگ واقعات اور رویونکو بہت کم ایك واحدمجموعے یا ایك منظم مظہر کے عنوان سے یاد کیا ہے بلکہ وہ اکثر و بیشتر تاریخی ادوار کے اختلاف اور مغرب میں ناہموار حادثات کا قائل تھا_
نیٹشاکی نظر میں مغرب کی تاریخ میں زرین عرصہ محدود اور ایك خاص دور میں منحصر ہے جبکہ مغرب کی تاریخ کے باقی ادوار انحطاط اور تباہی کے ادوار ہیں _ پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح، نیٹشا کے خیال میں مغرب کا زرین دور تھا اسکے خیال کے مطابق یونان کی قدیمی تہذیب کے زوال کے ساتھ ہی مغرب کے زوال کا دور شروع ہوگیا_
نیٹشاقدیم یونان کے عروج کی وجہ ڈیونیزوسی (خوش رہنے) کے احساسات کا اس تہذیب میں نمایاں ہونے کو بتاتا ہے_ وہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ان احساسات کو اصلی یونانی مزاج اور یونانیوں کا زندگی کی رنگینیوں کو "ہاں" کہنا سمجھتا ہے لیکن ایپولانی احساسات کے پیدا ہونے کوجو سرور و وجد اور زندگی کے احساسات کے متضاد ہیں سقراط کے افکار سے منسوب کرتا ہے اور مغرب میں عقلی رحجانات کے آغاز کی مخالفت کرتا ہے _ (1)

---

1)رضا نجفي، نیٹشا و ارزیابی غرب، غرب وغرب شناسی ، تہران ، سروش ص 44

368

مارکس نے مغرب کی اعداد و شمار میں گھری ذہنیت کی مخالفت کی اس نے سب سے پہلے بوروازی (کا روباری طبقہ) کی اس قسم کی تعقل کو کام میں لانے پر تعریف کرتا ہے کیونکہ پیداوار میں مسلسل تغیرات معاشرتی تعلقات میں بغیر کسی وقفے کے اضطراب لامتناہی تلاطم اور بے یقینی نے سرمایہ دار طبقے کے زمانے کو گذشتہ دیگر ادوار سے منفرد کردیا ہے_

لیکن اس دور کا نقص در حقیقت یہاں ہے کہ تاجر طبقے کی اندرونی زندگی اور مسلسل تغیرات اور تنوع کی یہ استعداد بذات خود اسی طبقہ کوہی محو کردیتی ہے_ ہم اس جدلیاتی تغیر کا انفرادی زندگی میں اتنا ہی مشاہدہ کرسکتے ہیں جتنا اقتصادی تغیر کا، ایسا نظام جس مینتمام باہمی روابط کمزور اور عارضی ہونتو سرمایہ دارانہ زندگی کی خصوصیات یعنی ذاتی مالکیت اور اجرت ، معاملات کی قدر و قیمت اور منافع کیسے اپنی جگہ پر قائم رہ سکتا ہے_

جب لوگوں کی آرزوئیں اور ضروریات سرکشی اور نافرمانی کی راہ تلاش کرتی ہوں اور زندگی کے تمام شعبونمیں مسلسل اور پیہم تغیرات موجود ہوں انہیں کونسی چیز بوروایی (تاجر طبقے) کے طے شدہ حدود کے اندر رکھے؟ جب بھی بوروایی معاشرہ اپنے افراد کو زیادہ حساسیت اور بے چینی سے مشتعل کرتاہے کہ وہ یا ترقی کریں یا موت کو گلے لگالیں تو زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ خود اپنے معاشرہ کو ہی روند ڈالیں گے ،جب بھی مشعل لوگ اپنے معاشرے کو اپنے لیے رکاوٹ سمجھتے ہوں اور اسکے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو وہ انتھك انداز میں سرمایہ دار طبقے کے ہی جھنڈے تلے اس طبقے کے خلاف جنگ کریں گے (یعنی طبقاتی تضاد وجود میں آئے گا) اس لیے تو سرمایہ داری یعنی مغربی تہذیب اپنے اندرونی تضاد کی بناء پر زوال کا شکار ہو جائیگی (1) فرائیڈ نے انسان کے لاشعور کو کشف کرکے انسان کے اپنے آپ سے عشق پر ضرب لگائي اس انکشاف نے اس جدید انسان کی وہ صورت مغرب کو دکھائي کہ جو بیسویں صدی تك پنہان رہی تھی _ فرائیڈ کی نگاہ میں تہذیب نہ صرف انسان کی معاشرتی زندگی کو بلکہ اسکی حیاتیاتی زندگی کو اور حیاتیاتی زندگی کے فقط بعض حصوں کو نہیں بلکہ جسمانی زندگی اور اسکے غرائز کے مکمل نظام کو محدود کردیتی ہے لیکن اس قسم کی محدودیت اور جبر

---

1) مارشال برمن، مارکس و مدرنیسم و مدرنیزاسیون ، ترجمہ یوسف اباذري، ارغنون ، ص 68 _ 67_

369

ترقی اور پیشرفت کی سب سے پہلی شرط ہے_ در حقیقت انسانی نفسانی خواہشات کو مقید کرنے سے اسکی تہذیب و تمدن کی یکجہتی اور وحدت کی ضمانت فراہم کی جاسکتی ہے_

فرائیڈقانون "لذت" کو پیچھے چھوڑتے ہوئے قانون " حقیقت " سے پیوستگی کو انسان کے اجتماعی اور تاریخی وجود میں ایك موڑ سے تعبیر کرتا ہے_ دہ بتاتاہے کہ غرائز و نفسانی خواہشات پر ایمان رکھنے والا انسان اپنی خصوصیات مثلا ان خواہشات کا براہ راست پورا ہونا، آسودگی اور لذات کا حاصل ہونا اور کسی روك ٹوك کا نہ ہونا و غیرہ کے بعد ایك حقیقت پسند انسان کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے جسکی خصوصیات مینخواہشات کا فوری پورا نہ ہونا، لذات کے حصول سے اجتناب، کام ، پیداوار اور امن و سکون جو روك ٹوك اوردباؤ کے عوض حاصل ہو ،شامل ہیں_

قانون حقیقت کے سامنے آنے سے وہ انسان کہ جو پہلے قانون لذت اور حیوانی غرائز کے تابع تھا اب اپنی معرفت و حقیقت سے آگاہ ایك وجود میں تبدیل ہوجاتاہے اور اپنے آپ کوخارجی حقیقت تلے چھپے اصول و ضوابط کے مطابق ڈھال لیتاہے_ یوں یہ منضبط اور منظم جدید انسان عقل کے کردار اور اس کے دائرہ کارکو وسعت دیتاہے اور یہ سبق لیتاہے کہ حقائق کو آزمانا چاہیے اور موجودات میں فرق رکھنا چاہیے_ (1) اس نکتہ پر توجہ رکھنی چاہیے کہ فرائیڈکے یہاں انسان سے مراد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وہ مغربی انسان ہے جو قدیم رواجوناور جدت کی کشمکش میں گرفتار ہے_
نیٹشا، مارکس اور فرائیڈکی مغرب کے فلسفي،سماجی اور نفسیاتی نظام پر اساسی تنقید اگرچہ معلومات افزا تھی لیکن دوسری طرف اس تہذیب کے دردناك حالات اور شکست خوردہ اور بحرانی مقدر کی نشاندہی کررہی تھی 1914 عیسوی میں پہلی جنگ عظیم کے آغاز سے مغرب میں سب سے پہلا بڑا بحران پیدا ہوا ایك طرف اس جنگ میں شریك لوگ انسانی آرزوں کو پاؤں تلے روندتے ہوئے قتل و غارت کا بازار گرم کیے ہوئے تھے دوسری طرف اکتوبر 1917میں روس مینکمیونسٹ نظام کی فتح سے مغربی دنیا دو قطبوں (سرمایہ دار _ کمیونسٹ)

---

1) سگمنڈ فرائیڈ ،ناخوشانیدیہای فرہنگ، ترجمہ امید مہرگان، تہران ، گام نو، ص 124 ، 133، 131_

370

میں تبدیل ہوچکی تھی _ ہر ایك قطب اپنے خاص انداز سے اپنے مخالف نظریات اور نظام کو ختم کرنے پر تلا ہوا تھا_
شوالڈ اشپنگر (1936_ 1880) کہ جنہوں نے شوپنہار اور نیٹشاسے لی ہوئي فلسفیانہ منفی نظرسے " ماوراء الطبیعت کے غائب ہونے کی " خطرے کی گھنٹی بجادی تھی ،نے مغرب کی جدید تہذیب کو خبرار کیا کہ وہ زوال کے دھانے پر آچکے ہیں _انہوں نے اپنے رسالے " زوال غرب" میں اپنے افکار بیان کیے جنہوں نے انکے بعد والی نسلوں کو بہت زیادہ متاثر کیا_(1)
مارکس ویبر (1920 _ 1844) کی عمرانیات میں کلاسیکل تالیف بنام " پروٹیسٹینٹ اخلاق اور سرمایہ دارانہ روح "نے انسان کی معاشرتی زندگی میں آلی تعقل پر توجہ دلائي، انہوں نے مغربی ماڈرن معاشرہ کی جو خصوصیات شمارکی ہیں وہ ایك طرح ماڈرن سرمایہ دارانہ نظام کے تحت آلی تعقل کو مدنظر رکھتے ہوئے ہیں ویبرکی نگاہ میں فقط ایك نظام تعقل وجود رکھتاہے جو صرف مغرب میں طلوع ہوا ہے اور اس نے سرمایہ داری نظام کی تشکیل کی ہے یا اسے تشکیل دینے میں مدد کی ہے اور مغرب کے مستقبل کو متعین کیا ہے ویبر کے اس نظام تعقل کی خصوصیات کا جاننا ضروری ہے یہ ہیں :
1 _ تجربات اور علوم کو حد سے زیادہ ریاضیاتی صورت میں لانے کا یہ انداز ابتداء میں سائنسی علوم میں تھا اور بیسویں صدی میں اس نے دیگر علوم اور زندگی کی روشوں کو بہت زیادہ متاثر کیا_
2_ علمی نظام اور زندگی کے ضوابط میں عقلی تجارب اور عقلی استدلال کی ضرورت پر تاکید
3_ مندرجہ بالا دو عناصر کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں ایك خاص نظام تشکیل پاتاہے اور مستحکم ہوتاہے جو دفتری ملازمین پر مشتمل ہوتا کہ جو فقط اپنی مہارت کی بناپر جانچے جاتے ہیں اور پھر یہ نظام مغربی انسان کی ساری زندگی پر محیط ہوجاتاہے(2)

---

1) کریستان دولا کامپالی ، تاریخ فلسفہ در قرن بیستم، ترجمہ باقر پرہام، تہران، ص 135_
2) ہربرٹ مارکوزہ، صنعتی شدن و سرمایہ داری در آثار مارکس وبر " ترجمہ حال لاجوردي' ارغنون ، ش 11_ 12 ،ص 334 _ 331_

371

ویبر کی نقادانہ روش کو آگے بڑھاتے ہوئے جارج لاکچ(1971 _ 1885) نے سرمایہ دارانہ نظری نظام کے بارے میں مارکس اور ویبر کی آراء کے امتزاج کی کوشش کي_ اس نے جوان مارکس سے کچھ مفاہیم مثلا شیئیت اور " خودبیگانگی " لیے اور انہیں ویبر کی سرمایہ داری کے بارے میں تجزیات میں استعمال کیا لیکن فکری روش میں مارکس کے مادی قواعد پر کاربند رہا ،لاکچ نے مغرب کی ماڈرن ثقافت پر غور کرتے ہوئے ماڈرنزم کی آئیڈیالوجی کی مخالفت کی چونکہ وہ اسے سرمایہ داری کی بڑی خصوصیت سمجھتا تھا _
اسکی نظر میں سرمایہ دارانہ نظام کی نظری بنیادیں جنہیں ویبرنے کشف کیا تھا ،کے مطابق مغربی انسان اندر سے خالی ، اپنی حقیقت سے بیگانہ اور اجناس کی مانند ایك وجود میں تبدیل ہو جاتا ہے ،اس روش سے انسانی اصلی اقدار محو ہوکر اپنی جگہ حساب و کتاب ، ریاضي، اور نومولود ماڈرنزم کو دے دیتی ہیں_
اسی بناء پر اس نے بہت سے ماڈرنسٹ مولفین اور ماہرین کی مخالفت کی اور انہیں لغویت پسند، حقیقت دشمن اور مشین ازم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے مداح کہا اور قدیم یونانی فن و ثقافت کی تقدیس کا دعویدار بن گیا ،مغربی سرمایہ داری کے بارے میں لاکچ کا تجزیہ اس حوالے سے قابل ذکرہے کہ اس نے سرمایہ داری کے دور کی ثقافتی بنیادوں پر بہت زیادہ غور کیا اور مارکسزم کے فقط معاشی محور کو اس لیے نظر انداز کیا تا کہ ثقافتوں اور خالص قدیمی نظریات و عقایدکے ماڈرنیزم کے ساتھ منطقی تقابل کو بے بنیاد قرار دے سکے اور ویبر کی آلی معقولیت کا تجزیہ کر سکے_(1)
مارٹن ہائیڈگر(1976 _ 1889) ٹیکنالوجی کی سرعت سے بڑھتی ہوئي ترقی کو انسانی تفکر کیلئے خطرہ سمجھتا تھا _ حقیقت میں ہائیڈگراہل مغرب سے یہ چاہتاتھا کہ مغربی لوگ اس دنیا میں اپنے مشینی وجود کی کی اجنبیت اور تنہائي پر توجہ کریں یا بالفاظ دیگر اس قسم کی فکر میں محو ہوجائیں _ہائیڈگر کی تمام تالیفات گویا اس کی فکری نداء کی بازگشت ہیں کہ جو مغرب سے یہ چاہتی ہے کہ اس سے پہلے کہ فکر کرنے کے تمام ذرائع ہمیشہ کیلئے کھو بیٹھیں اپنے آپ میں آجائیناور توجہ کریں کہ کیا کر رہے ہیں اور کہاں کھڑے ہیں ،اس نے 1955 میں
---

1) امری جورج، جورج لوکاچ، ترجمہ عزت اللہ فولادوند، سمر، دفتر ویراستہ، ص 100 _ 87_

372
خبردار کرتے ہوئے یہ نصیحت کی تھی کہ سب اہل مغرب حتی کہ ان کے مفکرین جن کا کام ہی فکر کرناہے زیادہ تر فکری فقر کے شکار ہیں
اس نے بے فکری کو ایسا پراسراراور ہوشیار سیاح قرار دیاجو آج کی دنیا میں ہر جگہ موجود ہے کیونکہ آج کے دور میں مغربی لوگ ہر چیز کو تیز ترین اور سریع الزوال سمجھ رہے ہیں صرف اس لیے تا کہ فوراً اسے بھول جائیں_ حقیقت میں یہ فراموشی فکر نہ کرنے کے مخرب اجزا میں سے ایك ہے _ انہوں نے ٹیکنالوجی کے تسلط سے آزاد ہونے کے لیے اسکا بدل اس شہودی تفکر یا پُر اسرار تفکر کو بتایا جو سرزمین مشرق کی تہذیب میں موجود ہے (1) ہا یڈگر کی فکر ایك طرح کا مغربی افکار میں دراڑ اور مشرق پر ایك تازہ نگاہ شمار ہوتی ہے_
پہلی جنگ عظیم در اصل مغربی تہذیب کا مسائل اور مشکلات کے مد مقابل نامعقول رویے کا اظہار تھا اسکے نہایت قابل افسوس نتائج نکلے جنہوں نے مغربی تہذیب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ،منظم تشدد کی ایك ایسی موج جو ایك ایسے نظام کے بطن سے نکلی جو خود کو انسانی نظاموں میں ترقی یافتہ ترین نظام بتاتاتھا اور اپنے ذرائع کو عقلیت سے تعبیر کرتا تھا _ ولادیمیر لینن(1924 _ 1870) نے اگرچہ یہ سعی کی کہ مغربی سرمایہ داری کی جگہ انسانیت کے مطابق کوئي تصور پیش کرے لیکن بعد میں اسکے اہداف بھی مزدور طبقہ کی خوفناك آمریت کی شکل میں سامنے آئے ، سرمایہ داری اور کمیونیزم نے نہایت غیر منصفانہ انداز سے ایك دوسرے کے خلاف تشدد کو بڑھایا کہ اس کی واضح مثال دوسری جنگ عظیم میں فاشزم کی صورت مینسامنے آئي کہ جوان دو نظاموں کے بطن سے ظاہر ہوا_
1939 میں دوسری جنگ عظیم کے آغاز سے میں مغربی دانشورونے زیادہ منفی انداز سے مغربی تہذیب کا تجزیہ کرنا شروع کیا_ اور اسمیں مخفی ذہنیت پر تنقید کي_
---

1) لدل مك ورتر ، گناہ ، تکنولوی مدیریت ، دعوت بیدگر بہ تفکر ، فلسفہ وبحران غرب ، ترجمہ محمد رضاجوزی ، تہران ، ہومس ، ص 164_

373
میکس ہارك ہایمر(1673 _ 1895) ، تھیوڈر آڈرنو(1969 _ 1913) اور ہربرٹ مارکوزے(1979 _ 1898) کی قیادت میں فرینکفرٹ کا مکتب ان مفکرین کی پہلی نسل تھی جو مغربی عقلیت کی اساس و حقیقت اور اس کی وجہ سے بڑھے ہوئے تشدد وسختی کی مخالفت کرتے تھے_ ہارك ہایمر اور آڈرنونے رسالہ "منطق شفافیت ...میں نیشٹا مارکس ،ویبر و غیرہ کی طرف سے آلی عقلیت پر ہونے والی تمام تر تنقید کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کوشش کی کہ اس جدید دور میں مغربی عقلیت کی اصل بنیاد کو سترویں اور اٹھارویں صدی میں تلاش کریں_ انہوں نے اپنے استدلال کو شفافیت کے اس قانون پر قائم کیا کہ روشن خیالی ایك زمانہ میں مغربی انسان کی زندگی سے قدیم خیالی قصوں کے تاثر کو ختم کرنے کا دعوی کرتی تھی لیکن اس دور میں اس نے عقل کو ہی ایك دیومالائي قصے میں ڈھال دیا ہے ایك نیا اور جنگ جو خیالی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قصہ(1)
مارکوزے نے ہارك ہایمر اورآڈرنوکے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے کوشش کی کہ مارکسزم اور فرائیڈازم کے امتزاج کی صورت میں مغربی عقلیت پر تنقید کرے_ انہوں نے رسالہ " متاع اور تہذیب" میں یوں دلیل دی ہے کہ جدید مغربی تہذیب نے انسان کی نفسانی طاقت کو اسکی ایك جہت میں محصور کر دیا ہے اسی لیے مغربی انسان ایك جہت والے موجود میں تبدیل ہوگیا ہے ضروری ہے کہ یہ ظالمانہ طوق اسکی گردن سے اتارا جائے مارکوزے، نے مارکس اور فرائیڈکے مفاہیم کے امتزاج اور" اضافی جبر" کے مفہوم کو استعمال میں لاتے ہوئے فرائیڈ کے نفسانیات اور حیاتیات پر قائم نظریہ کی بنیاد کو آڑے ہاتھوں لیا اور مارکسزم کے معاشرتی اور اقتصادی تجزیوں کی بنیاد پر تشکیل پانے والے جدید صنعتی معاشرہ پر سخت تنقید کا اس میں اضافہ کردیا_
مارکوزے اپنے ایك اور رسالہ " یك بُعدی انسان" میں امریکی کلچر پر تنقید کي_ وہ دلائل دیتا تھا کہ امریکا ایك ایسی جگہ ہے کہ جہاں ایك طرح کی آرام دہ، پرسکون اور معقول غلامی موجود ہے_ ایسی جگہ ہے کہ جہاں ٹیکنالوجی مکمل فتح پاچکی ہے نیز جہاں فلاحی حکومت اور جنگجو حکومت ایك دوسرے کو چھیڑے بغیر اپنا کام
---

1) بابك احمدي، خاطرات ظلمت، تہران مرکز 1379 _ ص 154 _ 153_

374
کر رہی ہیں ،امریکا میں اقدار ایك جیسی ہوچکی ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے شہریوں کے لیے انتخاب موجود نہیں ہے،یہ حالت اس وقت تك برقرار رہے گی جب تك کہ امریکی معاشرہ کے نچلے طبقہ سے ان حالات کے خلاف غصے کی لہر نہ اٹھے اور اس حالت کو تبدیل نہ کردے (1) مارکوزے1960 میں یہ نظریات پیش کرکے عملاً امریکی اور یورپی ناراض طلباء کا پیشوا بن گیا_
جان پل سارٹر(1980 _ 1905) ماڈرن مغرب کے دانشوروں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے جس نے اگزسٹنالزم (وجودیت پسندي) اور مارکسزم کے امتزاج سے کوشش کی کہ مغربی تہذیب پر تنقید کرے_ وہ اگزسٹنالزم کی انسانی ضمیر کی آزادی کی حمایت کرنے کی بناء پرتعریف کرتا تھا اور مارکسزم کو بعنوان فلسفہ انقلاب قبول کرتا تھا_ اسکا مارکسزم کی طرف رجحان زیادہ تر مارکس کی جوانی کی تالیفات کی طرف ہے، اس نے کوشش کی کہ بعض مفاہیم مثلاً شیئیت، ضمیت، سامان کی مانند ہونا، خود بیگانگی اور اگزسٹنالزم کے مضامین مثلاً انفرادی آزادی ، ذاتی وجود اور "ضمیر انسان "کو آپس میں مخلوط کرے تا کہ مغربی انسان کی بے چارگی اور محرومیوں کو بیان کرنے کیلئے نیا فلسفہ تشکیل دے سکے_
اسکی طرف سے الجزایر میں استعمار کے خلاف تحریکوں کی بے پناہ حمایت اور مئي 1968 میں فرانس میں انقلابی طلباء کے اعتراضات اور احتجاج کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا بتاتا ہے کہ وہ مغربی تہذیب میں بڑھتے ہوئے تشدداور نفرت آمیز رویوں پر تنقید سے قلبی لگاؤ رکھتا تھا_ اگرچہ سارتر نے واضح طور پر مغرب کے زوال کے بارے میں نظریہ نہیں دیا لیکن اسکے دو فلسفی رسالے بنام " وجود اور عدم وجود" اور " منطقی عقل پر تنقید" ایسے ہیومنیزم کو بیان کرتے ہیں کہ جوسرمایہ داری نظام اور قیود سے انفرادی آزادی کی بنیاد پر تشکیل پایا ہے یہ خصوصیت اسکی داستانوں اورڈراموں میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے _ سارتر کے انفرادی آزادی کے نظریے نے دوسری جنگ عظیم کے بعد 1950 کے عشرہ کے آغاز میں جوانوں کی ایك مکمل نسل کو اپنا فریفتہ کیے رکھا (2)
---

1)اسٹوارٹ میرز، ہجرت اندیشہ اجتماعي، ترجمہ عزت اللہ فولادوند ، تہران ، طرح نو، ص 210، 206_
2)جوڈیٹ باٹلر، ان پل سارتر، ترجمہ خشایار دیہیمی ، تہران ص 48،52_

375
نظریہ پوسٹ ماڈرنزم در اصل کیمیونزم اور سرمایہ داری کے نظریاتی تصورات کے خلاف رد عمل تھا کہ جس میں 1960 کے عشرہ کے آخر میں یورپ اور آمریکا کے طلباء کی شورش کی وجہ سے جوش و خروش پیدا ہوا ،پوسٹ ماڈرنسٹ ایك طرف کمیونزم کی اس عنوان سے کہ وہ دنیا کی نجات کی واحد راہ ہے ،کی مخالفت کر رہے تھے اور دوسری طرف مصرفانہ کلچرّ (consumerism) بے پناہ پیداوار (mass production) نظریات میں یکسانیت اور مغربی سرمایہ داری

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی توسیع پسندانہ ذہنیت کو قبول کر رہے تھے_
وہ (پوسٹ ماڈرنسٹ) دونوں نظریات، کمیونزم اور سرمایہ داری کے اختلافات کا آمیزہ اور مرکب تھے اور دوسری طرف دونوں ہی نظریات کی بڑائي کومسترد کرتے تھے_ ان کا عقیدہ تھا کہ بڑے نظریات انسانوں کی ذاتی اور اجتماعی زندگی پر نظارت کی بناپر ایك طرح کے اپنے اقتدار اور تسلط کا اظہار کرتے ہیں_
مشل فوکو، جل ڈلاس،اور جان فرانسوا لیوٹار نے فلسفے اور تحلیل نفسی کی آمیزش کے بعد اس میکانزم پر سخت تنقید کی جو مغربی تہذیب انسان کو محدود اور مقید کرنے کے لیے استعمال کرتی ہے _ فوکو نے جنون اور جنسیت کے تاریخی تجزیہ کی راہ سے نچلے طبقوں پر مغربی تشدد پسندی کا باریك بینانہ نقشہ کھینچاہے_ ڈلاس شیزوفرینیا کا مفہوم تحلیل نفسی سے مستعار لیتے ہوئے اسکا سرمایہ دارانہ تہذیب کے ایك حصے کے طور پر جائزہ لیتا ہے لیوتارنے بڑے نظریات کو مسترد کرتے ہوئے کوشش کی کہ بنیاد پرستانہ پایسیوں کو اپنائے اور بجائے وسعت اور ہمہ جہتی پر زور دینے کے علاقائي ہونے اور محدودیت پر اکتفا ء کرے تا کہ بہتر نتیجہ اخذکرسکے(1)

ایرانی اور عرب دانشوروں کی آراء میں مغربی تہذیب پر تنقید
سترویں اور اٹھارویں صدی میں ایك طرف سے دین سے سیاست کی جدائي کا نظریہ (سیکولرزم) اور دوسری طرف سے استعمار کا ظاہر ہونا ،ان دونوں کے ملاپ سے مغرب کی ایك مکمل تصویر اہل مشرق کے ذہن میں پیدا ہوئي_ اہل مشرق بالخصوص عالم اسلام نے خودبخود اس تصویر کے مقابلے میں محاذ کھولا_ کیونکہ
---

1) مایکل پین ، فرہنگ اندیشہ انتقادی ،ترجمہ پیام یزدانجو، تہران، ذیل ''فوکو''، ''دلوز''، ''لیوتا''

اہل مغرب کے مشرق والوں کواپنی تہذیب سے وابستہ کرنے کا مقصد انکی تہذیبی اقدار پر حملہ کرنا تھا_ مسلمانوں نے مغرب کے اس سوچے سمجھے حملے کے مقابلے میں اپنی دینی اور قومی روایات اور وراثت کو زندہ رکھنے پر کمر باندھ لي_ لہذا بیسویں صدی میں بہت سے دانشوروں نے مغرب کے تسلط کا مقابلہ کرنے کیلئے بیداری اور اصلاح کی کوششیں کیں_
ہم یہاں اس مقالہ میں ان میں سے کچھ اکابرین حضرات کی طرف اشارہ کر یں گے_ ایران میں پہلوی دور میں مغربی تہذیب پر تنقید منظم صورت میں انجام پائي _ اس حوالے سے پیش پیش تین دانشور یہ ہیں: سید فخرالدین شادمان، سید احمد فردید اور جلال آل احمد_ ان تین شخصیات کو ایران میں" مغرب پرستي" کے موضوع کا معمار اور صاحب نظر سمجھا جاسکتا ہے_
سید فخرالدین شادمان (1346 _ 1286) کہ جو قدیم اور جدیددونوں تعلیمی نظاموں کے تعلیم یافتہ تھے_ انہوں نے 1326 شمسی میں اپنی اہم ترین کتاب " تسخیر شدن فرنگي" شایع کي_ اسمیں وہ لکھتے ہیں کہ اگرایران مغربی تہذیب کے تسلط سے بچ جائے اور اسکے مقابلے میں کمزور نہ پڑے تو اسے چاہیے کہ وہ رغبت اور شعور کے ساتھ اس تہذیب کو اپنا رنگ دے دے اور اس تحریك کا ایك ہی وسیلہ زبان فارسی ہے کہ جو تمام ایرانیوں میں مشترك صورت مینہے اور انکے اجداد کی موروثی عقل و دانش کا مظہر بھی ہے (1) یہ قوم پرستانہ گفتگو زیادہ آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ اس نظریہ میں بنیادی طور پر ایرانیوں کے دینی مزاج کی طرف توجہ نہیں دی گئي تھي_
شادمان کی مانند سید احمد فردید (1373 _ 1291 شمسی) بھی دونوں تعلیمی نظاموں قدیم اور جدید میں تعلیم یافتہ تھے _ وہ سب سے پہلے ایرانی مفکر تھے کہ جنہوں نے اپنے دور کے مغربی فلسفہ بالخصوص مارٹن ہایڈ گر کی آراء کا دقت سے مطالعہ کیا تھا فردید نے ہایڈگر سے متاثر ہوتے ہوئے مغربی تہذیب پر فلسفی تنقید کی _ انکا یہ نظریہ تھا کہ انسانوں کے تین پہلو علمي، فلسفی اور معنوی میں اگرچہ پہلے دو پہلو مغرب کی فکری روایت میں اہمیت کے حامل ہیں لیکن تیسرا پہلو واضح طور پر غائب یا خاموش ہے_ اس ترتیب سے فردید اس نتیجہ پر پہنچتے
---

1) سید فخرالدین شادمان، تسخیر تمدن فرنگي، آرایش و پیرایش زبان، تہران ،ص 23_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہیں کہ مغرب کو بھی ایك فلسفے اور ضابطہ حیات کے عنوان سے الوداع کہنا چاہیے ،انکے تجزیہ کے مطابق مغرب کا مقابلہ کرنے کیلئے اسکے فلسفہ کی حقیقت اور جڑ سے آگاہ ہونا چاہیے حقیقت میں فردید اپنی شناخت پیدا کرنے کیلئے دوسروں کی شناخت کو ضروری شرط سمجھتے تھے_(1)
جلال آل احمد (48 _ 2_13) کہ جنکا علما گھرانے سے تعلق تھا_انہوں نے مغرب پرستی کی بحث کو معاشرتی اور سیاسی افق سے بیان کیا ،1341 شمسی میں انکی ایك کتاب " غرب زدگي" شایع ہوئي بعد میں چند عشروں تك ایرانی مفکرین کے درمیان مقبول رہی ، منتقدی اس کتاب کو سب سے پہلا ایسا مشرقی رسالہ سمجھتے ہیں کہ جس نے مغرب اورمغربی استعمار کے مقابلے میں مشرق کی صورت حال کو روشن کیا اور اسے عالمی معاشرتی اہمیت کا حامل بتایا_(2)
آل احمد کا یہ نظریہ تھا کہ ایرانی لوگ مشینی زندگی اور مغرب کے حملے کے مقابلے میں اپنی ثقافتی اور تاریخی شخصیت کو نہیں بچا سکے بلکہ مضمحل اور منتشر ہو چکے ہیں اور صرف مغربی شکل اپنا چکے ہیں_
آل احمد نے پہلی بار مغربی تہذیب کا مقابلہ کرنے کیلئے دینی علماء کی قوت کی طرف اشارہ کیا اور واضح کیا کہ جب بھی دانشورحضرات اور دینی علماء باہمی اتحاد کے ساتھ آگے بڑھیں گے_ تو اس معاشرتی مقابلے میں مثبت اور متاثر کن نتایج پائیں گے،در اصل وہ زیر لب جدیدت اور روایت پسندی کے اتحاد کی تجویز دے رہے تھے اور ان دونوں کو اجتماعی و معاشرتی سطح پر مقابلہ کرنے کیلئے مل جل کر کام کرنے کی دعوت دے رہے تھے_(3)
سب سے پہلے عالم کہ جنہوں نے مغربی آئیڈیالوجی کی جگہ اسلام کو ایك سیاسی آئیڈیالوجی کی صورت
---

1) مہرزاد بروجردي، روشنفکری ایرانی اور غرب، ترجمہ جمشید شیرازي، تہران، ص 108 _ 107_
2) سابقہ ماخذ، ص 111 _ 110_
3) جلال آل احمد، غرب زدگي، تہران، ص 28 ، در خدمت و خیانت روشنفکران ، تہران، ج 2 ، ص 52_

میں پیش کیا وہ امام خمینی تھے ، امام نے اسلامی روایات اور ثقافت سے آگاہی اور عوامی طبقات کو مغرب اوراسکی تابع حکومت کے مقابلے مینجہاد کی دعوت دیتے ہوئے آل احمد کے آئیڈیل یعنی اجتماعی جد و جہد کرنے کیلئے علماء اور دانشورحضرات کی ہمراہی کو حقیقت میں بدل دیا_ انہوں نے سیاسی سطح پر عوام کو تیار کرتے ہوئے دوران جدید میں سب سے پہلے مذہبی انقلاب کی تصویر کھینچی وہ انقلاب کہ جس نے اس کلیہ کہ "انقلاب ترقي دین سے نجات " کو ختم کردیا اور دوبارہ دین کے پرچم کو لہرا دیا_ (1) ا
صل میں امام کے انقلابی نظریات کے سائے تلے اسلامی جدیدیت اور روشن خیالی نے اپنی بنیاد تشکیل دي_ اور علی شریعتی (1356 _ 1312 شمسی) جیسے مفکر کو ایرانی معاشرہ کے سپرد کیا_ شریعتی کہ جنہوں نے فرانس میں سماجیات میں تعلیم حاصل کی تھي_ ایك مذہبی فیملی میں پیدا ہوئے تھے وہ اسلام پر ایك نئي نگاہ کی تلاش میں تھے کہ جو مسلمانوں کو مغرب کے مقابلے میں مسلح کرے_ انہوں نے اپنے حقیقی نظریہ کو " اپنی طرف لوٹنا" کے عنوان سے پیش کیا_ شریعتی نے قوم پرست اہل نظر کے رد عمل میں واضح کیا کہ ایرانیوں کے نزدیك اپنی طرف لوٹنے سے مراد اسلام سے قبل کے ایران کی طرف لوٹنا نہیں ہے بلکہ اسکا مطلب اسلامی اصولوں کی طرف لوٹنا ہے_
شریعتی کی نظر میں مشرق و مغرب مینمختلف نمونہ ہائے عمل نے مختلف خصوصیات کو وجود بخشا_ مغرب میں عقلی رجحان، مادی رجحان، حقائق کی طرف رجحان اور منفعت پسندی جبکہ مشرق میں الہی روحانی ، اجتماعي، عقیدتی اور اخلاقی صفات، اسی لیے مغرب فلسفی نگاہ سے ظاہر اورموجود حقیقت کے تعاقب میں نکلا جبکہ مشرق اس حقیقت کی تلاش میں چلا کہ جو ہونی چاہیے تھي_(2)
اسلامی انقلاب کے بعد تین موضوعات مغرب پرستي(شادمان، فردید ، آل احمد) ،اسلامی شریعت کا احیائ(امام خمینی) اوراپنی طرف لوٹنا (شریعتی) نے فکری اعتبار سے ایران میں اسلامی جمہوریہ کی نئي بپا ہونے
---

1) ہشام جعیط ، بحران فرہنگ اسلامي، ترجمہ سید غلامرضا تہامي، تہران، ص 150_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2) علی شريعتي، از كجا آغاز كنيم؟ ج 20 ، تہران، ص 282_

379

والی حکومت کو قوت بخشي_ اگرچہ عمل کے اعتبار سے دوسری بحث سیاسی اور ثقافتی سطح پر زیادہ تسلط رکھتی تھی اور ایرانی معاشرہ اسکے بیان کیے گئے اصولوں کے مطابق چل رہا تھا_ اسلامی جمہوریہ ایران مغربی تہذیب کی عالم اسلام پر یلغار کے مقابلے میں قومیت اور شیعہ اسلامی مکتب فکر کے امتزاج سے ایك مضبوط متبادل نظام شمار ہوتا ہے_ انیسوینصدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز میں عرب مفکرین جو عالم اسلام کا قابل ذکر اور بڑاحصہ شمار ہوتے ہیں انہوں نے مغرب کی ثقافتی اور سیاسی سطح پریلغار کے مقابلے مینرد عمل کا اظہار کیا_ اس رد عمل کو پانچ پہلوونمیں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1 _ قومی ونسلی تفریق: عبدالرحمان کواکبی (1902 _ 1848عیسوی) نے مسلمانوں میں مغرب مخالف احساسات کی قومی فطری خصوصیات کی بناء پر تشریح كي_ وہ مغرب والوں کو مادّی زندگی کے قائل، نفسانی خواہشات کے گرویدہ، انتقام جو، مال و دولت پسند اور حریص سمجھتے تھے جبکہ شرق والوں کو اہل ادب و حیا، لطیف روح کے حامل اور محبت آمیز رویے والے سمجھتے تھے_(1)

2 _ ثقافتی برتري: مغربی زندگی کا طرز عمل مشرقی شیوہ زندگی کی نسبت پست شمار کیا گیا_ ایك عربی مفکر کا نظریہ تھا کہ اہل شرق اہل یورپ کی تقلید چھوڑدیں کیونکہ یہ تقلید نہ صرف یہ کہ اہل مشرق کو مالی لحاظ سے مغرب والوں کے تسلط میں لے آئي ہے بلکہ باعث بنی ہے کہ مغرب والے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرسکیں اور مشرق والوں کو ذلیل کرسکیں_ (2)

3 _ مغرب کا تجاوز کرنا: کواکبی کی نظر میں مغرب والے فطرتاً جارح ہیں اور دیگر اقوام کے مقابلے میں

---

1) عبدالرحمان كواكبي، طبايع الاستبداد ، ترجمہ عبدالحسين قاجار، ص 100_
2) ہشام شرالی ، روشنفکران عرب و غرب ، ترجمہ عبدالرحمان عالم، ص 111_

380

احساس برتری کا شکار ہیں انکی نظر میں مغرب میں امپریالزم (استعماریت) مغربی لوگوں کی فطری درندہ خو طبیعت کا ظہور ہے_(1)

4 _ مغرب کی بری نیت: سیاسی اور اقتصادی سطح پر انکی جاہ طلبیوں سے قطع نظر مغرب ایك تسلط پسند تہذیب کے عنوان سے ہراس چیز کو ختم کرنے پر تلی ہوئي ہے کہ جو اس سے رابطے میں ہو; مغرب نہ صرف یہ کہ لوگوں کو غلام بناتاہے بلکہ انکی زندگی کی بنیادوں کو بھی بوسیدہ کردیتاہے_

5 _ جھوٹی تہذیب: آیا واقعاً مغرب مہذب ہے؟ مغرب میں روحانی فقر کی طرف بار بار اشارہ کیا جا چکا ہے_ ایك عرب مفکر کے مطابق آزادی کا وہ نظریہ کہ جسکے بارے میں اہل مغرب بحث کرتے ہیں وہ اہل مغرب ، اہل مشرق، مسلمانوں، عیسائیوں ، پروٹیسٹنٹ اور کیھتولك فرقوں کے درمیان فرق کا قائل ہے لذا اس قسم کے نظریے کو جھٹلا دینا چاہے اور رد کرنا چاہیے _(2)

یہ مذکورہ پانچ ابعاد حقیقت میں مغربی تہذیب پر تنقید میں پیش پیش عرب مفکرین کے نظریات کا مجموعہ ہیں_ سب سے پہلے عرب مفکر کہ جنہوں نے مغرب کے ثقافتی اور سیاسی غلبہ کے رد عمل میں اسلام کے احیاء کیلئے دقیق ضوابط معین کیے_ شیخ محمد عبدہ (195 _ 1849) تھے _ عبدہ نے بیداری کی اس تحریك کو بڑھانے کیلئے چار اہم مراحل معین کیے_ سب سے پہلا مرحلہ مغرب کے مقلدانہ دلائل سے فکر کو آزاد کرنا _ دوسرا مرحلہ دین کی صحیح سمجھ بوجھ جو در اصل صدر اسلام کے دور کے اصولوں کی طرف لوٹنا تھا تیسرا مرحلہ یہ تھا کہ ابتدائي اسلام کے اصولوں کو قرآن و سنت میں تلاش کیا جائے نہ کہ فرقوں، اور دینی رہبروں اور علماء کے سلسلے میں سے ڈھونڈا جائے،چوتھا مرحلہ اسلام کی تفسیر کیلئے عقلی معیار بنانا تھا البتہ یہ عقلی رجحان قرآن و سنت سے اخذ شدہ ہو (3)

---

1) عبدالرحمان كواكبي، سابقہ ماخذ ، ص 135_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2) بشام شرابی ، سابقہ ماخذ ، ص 113 _ 112_
3) سابقہ ماخذ ص 45 _ 44_

381

یہ چار مراحل جن کی نظری بنیاد عبدہ نے رکھی اپنے سیاسی پہلو میں مغرب کے خلاف ایك رد عمل ہونے کے ساتھ ساتھ ایك اصلاح پسند تحریك بھی تھی جو اس سعی و کوشش میں تھی کہ عالم اسلام میں زوال کی وجہ، مغرب کی برتري، طاقت کی بناء پر روابط اور اتحاد دو یکجہتی کے مفہوم کی عقلی تفسیر کی جائے، لہذا یہ ایك سیاسی اور معاشرتی آئیڈیالوجی کی صورت میں ظاہر ہوئي جو مغرب میں رائج نظریات مثلا سوشلزم، نیشنلزم اور لبرلزم کی نسبت انفرادیت لیے ہوئے تھي_ ایك اہم مسئلہ کہ جو مغربی تہذیب کی مشرق سے مطابقت کو مشکل اور دشوار کر رہا تھا یہ تھا کہ مغرب میں تہذیب بتدریج تشکیل پا ئي تھی اور اس نے ایك خاص انداز میں اپنے پیر جمائے تھے لیکن اس تہذیب کے اثرات بغیر کسی تمہید اور تیاری کے سرعت کے ساتھ مشرق میں داخل ہوئے تو دینی اور قومی روایات و اقدار کے ساتھ ٹکرا گئے _ جسکے نتیجہ میں باہمی کشمکش اور ٹکراؤ کے حالات پیدا ہوئے_(1) یہ ٹکراؤ جوآزادی اور ڈیموکریسی کے نام سے عالم مشرق پر مسلط کیے گئے اور انکا رد عمل جوبیسویں صدی میں اسلامی اور ملی تحریکوں کی صورت میں ظاہر ہوا ،یہ تحریکیں جو مغرب کے خلاف تھیں اور آزادی اور جمہوریت کی خواہاں تھیں لیکن وہ آزادی اور جمہوریت جومغربی نہ ہو ،عالم مشرق بالخصوص مسلمان ان مفاہیم کو اپنے روایتی اور ملی نظام میں ڈھونڈ رہے تھے_
احمد علی سعید (آدونیس)ایك شاعر اور معاصر عرب مفکر مغربی تہذیب کے بارے میں کہتے ہیں" اب یورپ پر یقین نہیں ہے ، اب انکے سیاسی نظام اور فلسفوں پر ایمان نہیں رہا ...انکا معاشرتی ڈھانچہ و غیرہ دیمك زدہ ہے _(2)
---

1) احمد امین ، پیشگامان مسلمان تجدد گرائي در عصر جدید، ترجمہ حسن یوسفی اشکوري_ ص 354 _ 353_
2) بشام شرابی ، سابقہ ماخذ، ص 152_

383

منابع و مآخذ

1_ باتامور، تام، مکتب فرانکفورت، ترجمہ حسینعلی نوذري، تہران، نشرني
2 تاملینسون، جان،جہانی شدن و فرہنگ، ترجمہ محسن حکیمي، تہران، دفتر پوہشہای فرہنگی 1381
3 سعید، ادوارد، فرہنگ و امپریالیسم، ترجمہ اکبر افسري، تہران، توس
4 لش، اسکاتف جامعہ شناسی پست مدرنیسم، ترجمہ حسن چاوشیان، تہران، مرکز1383
5 آبادیان، حسین، اندیشہ دینی و جنبش ضد ریم در ایران، تہران، مؤسسہ مطالعات تاریخ معاصر ایران، 1376
6_____ ، روایت ایرانی جنگہای ایران و روس، تہران، مرکز اسناد و تاریخ دیپلماسي، 1380
7 _____، مبانی نظری حکومت مشروطہ و مشروعہ، تہران ، نشر نی ، 1374
8 آرنولد، توماس واکرد، وآلفرد گیوم، میراث اسلام، ترجمہ مصطفی علم، تہران، انتشارات مہر، 1325
9_ آریا، غلامعلی ، طریقہ چشتیہ در ہند و پاکستان، تہران ، کتابفروشی زوار ، 1365
10_ آند، یعقوب(ترجمہ و تدوین) ، ادبیان نوین ترکیہ، تہران ، 1364
11 آقایي، بہمن، و خسرو صفوي، اخوان المسلمین، تہران،نشر رسام، 1365
12 آل احمد، جلال ، غرب زدگی در خدمت و خیانت روشنفکران،تہران 1375
13آلفونسو نالینو، کرلو، تاریخ نجوم اسلامي، ترجمہ احمد آرام، تہران 1349
14 آناند گومارا، سوامي، مقدمہ ای بر ہنر ہند، ترجمہ امیر حسین ذکو گو، انتشارات روزنہ، 1383
15_ آیتي، محمد ابراہیم، اندلس یا تاریخ حکومت مسلمین در اروپا، انتشارات دانشگاہ تہران، 1363
16_ ابراہیم تیموري، عصر بی خبری یا تاریخ امتیازات در ایران، تہران، اقبال، چ4، 1363
17ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ترجمہ محمد پروین گنابادي، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب 1336

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

18 ابن خلكان، وفيات الاعيان، قاہرہ، 1275ق
19ابن ہبيرة، الافصاح عن معانى الصحاح، حلب، مكتبة الحلبية، ج1، 1947
20 ابوزہرہ، محمد ، امام الشافعي:حياتہ و عصرہ، آراوہ و فقہہ ، قاہرہ، دارالفكر العربي، چ2، 1367ق/1948
21 _____ مالك; حياتہ و عصرہ، آراوہ و فقہہ ، قاہرہ ، دارالفكر العربي، 1331ق
22 ابى يوسف، كتاب الخراج،در; موسوعة الخراج، بيروت ، بى تا
23احمدي، بابك، خاطرات ظلمت، تہران، مركز، 1379
24 احمدى ميانجي، على ، مكاتب الرسول، قم ، 1363
25 اردبيلى ، ابن بزاز(درويش توكلى بن اسماعيل بزاز) صفوة الصفا، مقدمہ و تصحيح غلامرضا طباطبايى مجد، تہران، زرياب
26 اردبيلى ، احمد بن محمد ، زبدة البيان ، مقدمہ ...
27 اركون، محمد، و آخرون، الاستشراق بين دعاتہ و معارضيہ، ترجمہ ہاشم صالح، دار الساقي، بيروت، 2000
28 استراتى صہيونيسم در منطقہ ، مؤسسہ الارض(ويہ مطالعات فلسطيني) ،ا نتشارات بين الملل اسلامى ، 1363
29 اسد آبادي، سيد جمال الدين ، مجموعہ رسائل و مقالات، بہ كوشش سيد ہادى خسرو شاہى ، انتشارات كلبہ شروق، 1381

384
30_اسكندر بيك منشي، تاريخ عالم آراى عباسي، تصحيح محمد دبير سياقي،تہران، دنياى كتاب
31 اسماعيل زاده، رسول، شاه اسماعيل صفوى خطايي(كليات ديوان، نصيحتنامہ، دہنامہ، قوشمالار)، انتشارات بين المللى الہي، بى تا
32 اسناد نہضت آزادى ايران، تہران، نہضت آزادى ايران، ج1، 1361
33 اصفہانى ، ابوالفرج، الاغاني، قاہرہ، ج5
34 اصفہاني، احمد بن عبدالله ابونعيم، حلية الاولياء و طبقات الاصفيائ، بيروت 1987
35اصيل، حجتالله، زندگى و انديشہ ى ميرزا ملكم خان ناظم الدولہ، تہران،نشر ني، 1372
36افتخاري،اصغر،"ابعاد اجتماعى برناه امنيتى اسرائيل: دستور كارى براى قرن بيست و يكم" فصلنامہ مطالعات امنيتي، س4 پاييز 1382
37 افتخاري، اصغر،جامعہ شناسى سياسى اسرائيل، تہران، مركز پوہشہاى علمى و مطالعات استراتيك خاور ميانہ، 1380
38افراسيابي، بہرام،و سعيد دہقان، طالقانى و انقلاب ، تہران، نيلوفرج2چ2، 1360
39 اقبال آشتيانى ،عباس، تاريخ مغول و اوايل تيمور در ايران ،تہران، نشر نامك، 1376
40_____ "فتوت و خلافت عباسي" مجلہ شرق، دوره يكم، ش 6 خرداد 1310 ص 105_101
41 اكبر زاده فريدون، نقش رہبرى در نہضت مشروطہ ، ملى نفت و انقلاب اسلامى ، تہران، مركز اسناد انقلاب اسلامى 1381
42الحيمي، الروض النضير، مقدمہ
43 الزلمى ، مصطفي، اسباب اختلاف الفقہاء فى احكام الشريعة ، بغداد الدار العربيہ 1396 ق
44 الگار، حامد، دين ودولت در ايران، ترجمہ ابوالقاسم سري، تہران، توس، چ2 1369
45 الگود، سيويل، طب در دوره صفويہ، ترجمہ محسن جاويد، چاپ دانشگاه تہران ، 1357
46امين، احمد، پيشگامان مسلمان تجدد گرايى در عصر جديد، ترجمہ حسن يوسفى اشكوري،تہران 1376
47 اميني، داود ، جمعيت فدائيان اسلام و نقش آن در تحولات سياسي_ اجتماعى ايران، تہران، مركز اسناد انقلاب اسلامى ، 1377
48 انصاري، حسن، "امين استر آبادي" دائرة المعارف بزرگ اسلامي، ج10
49 انصاري، عبدالله ابن محمدف طبقات الصوفيہ، بہ كوشش محمد سرور مولائي، تہرانف 1362
50 اورس، تيلمان، ماہيت دوست در جہان سوم، ترجمہ بہروز توانمند، تہران، اگاه، 1362

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

51 ایزوتسو، توشی ہیکو، ساختمان معنایی مفاہیم اخلاقي_ دینی در قرآن، ترجمہ فریدون بدرہ ای ، تہران 1360
52 باتلر، جودیت ان پل سارتر، ترجمہ خشایار دیہمیی ، تہران، کہکشان 1375
53 بازرگان، مہدي، انقلاب ایران در دو حرکت، تہران، نہضت آزادی ایرانف چ5 ، 1363
54 باسورث ، ادموند کلیفورد، سلسلہ ہای اسلامی ، ترجمہ فریدون بدرہ ای ، تہران، مرکز بازشناسی اسلام و ایران، 1381
55باقي، عماد الدین ، جنش دانشجویی ایران از آغاز تا انقلاب اسلامي، تہران، جامعہ ایرانیان 1379
56 بحثی درباره مرجعیت و روحانیت (مجموعہ مقالات) تہران، شرکت سہامی انتشار، 1349
57 براون، ادوارد ، تاریخ ادبیات از آغاز عہد صفویہ تا زمان حاضر، ترجمہ رشید یاسمي، تہران، انتشارات
.....

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com